

جامعة القادسية

مكتبة الدكتور حسين لاثيري

جامعة طيبة اسلامية

نقطة دسلي

شعبة

شماره

34414

عدد داخله

A. H. Faruqi

Call No.....

Acc. No.....

--	--	--

اس نمبر کے خاص ليکھ

ہندوستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرچا ہماہل

شہزادہ کی "کریما"

— پندیت سندر لال

گاندھی اور لنین

— شری جی. سوندر راج

مہاراجہ سؤہی شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

گولرا جانی

چین اور بھارت کا ساہتیہ

میل جول

— شری ملند

ہندوستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرچا ہماہل

شہزادہ کی "کریما"

— پندیت سندر لال

گاندھی اور لنین

— شری جی. سوندر راج

مہاراجہ سؤہی شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

گولرا جانی

چین اور بھارت کا ساہتیہ

میل جول

— شری ملند

ہمکے اہلکار

اس کے علاوہ

دیس بديس کے ماسلوں پر ہماري راي میں ضروري سمجھي نوٹ

دیس بديس کے ماسلوں پر ہماري راي میں ضروري سمجھي نوٹ

ہندی کلتھر سوسائٹی، دہلی



ہندی کلتھر سوسائٹی، دہلی

جنوری 1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کا گالریاں

نمبر 1 نمبر جلد 21 جلد

جنوری 1956 جنوری

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، کراچی

145 مڈل گنج، کراچی

جنوری

کتاب کیس سے	صفحہ نمبر	کتاب کیس سے
1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم	...	1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم
—میری میرٹھ اسٹوڈنٹ	1	—میری میرٹھ اسٹوڈنٹ
2. کھنڈر سادی کی "کریما"	...	2. شہنشاہ سیدی کی "کریما"
—پرنسپل سوندرلال	6	—پرنسپل سوندرلال
3. سیکھ اور ان کا کروی سائنس	...	3. سیکھ اور ان کا کروی سائنس
—پروفیسر راجا سید	19	—پروفیسر راجا سید
4. گاندھی اور لینن	...	4. گاندھی اور لینن
—میری جی. سوندر رے	30	—میری جی. سوندر رے
5. مہاراجا سادھو شاہ عبداللہ لکھنؤ	...	5. مہاراجا سادھو شاہ عبداللہ لکھنؤ
—پروفیسر جی. م. لکھنؤ	34	—پروفیسر جی. م. لکھنؤ
6. چین اور ہندوستان کا تاریخی میل جول	...	6. چین اور ہندوستان کا تاریخی میل جول
—میری مہنڈ	37	—میری مہنڈ
7. کبھی کبھی—	48	7. کبھی کبھی—
8. ہماری رائے—	54	8. ہماری رائے—
ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛		ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛
ایک خطرناک سوجھاؤ—سری		ایک خطرناک سوجھاؤ—سری
ایک خطرناک سوجھاؤ—سری		ایک خطرناک سوجھاؤ—سری

شری مرزا اسماعیل

شری مرزا اسماعیل

ہندوستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائیکرٹک) ایکٹا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اچتر) جگہ ہو اور اس کی شان بابر پڑھے اس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لگاؤ کی کوئی مستحکم جگہ تھی۔ میرا ایسا کُرج کرنا تاریخی حقائق سے بالکل غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کرنے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پٹاشائی اور صوبائی نفرت نے بھلائی اور سمجھداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں طرح طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اُس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بھلائی ایکٹا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اُس کلچر کی چیزیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جسی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سرسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جماعت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویہ میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

ہندستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائیکرٹک) ایکٹا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اچتر) جگہ ہو اور اس کی شان بابر پڑھے اس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لگاؤ کی کوئی مستحکم جگہ تھی۔ میرا ایسا کُرج کرنا تاریخی حقائق سے بالکل غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کرنے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پٹاشائی اور صوبائی نفرت نے بھلائی اور سمجھداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں طرح طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اُس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بھلائی ایکٹا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اُس کلچر کی چیزیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جسی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سرسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جماعت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویہ میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

ربانہاں ن ہندوستان ک اس بساتھ (اکسٹ) انساناں
 سمندر مے آریں۔ آریں، شہریں۔ چینیں، سکو۔ ہوں،
 پٹانوں۔ مغلوں کو اک دھ مے دھلتے۔ ملتے دھتا تھا۔ جو
 جوں جوں کڑج اور تیرے توفگ لےکر مست ہوکر جیت کے گیت
 گاتے ہوئے، ریگستانوں اور پھاڑی دھوں کو پار کر آئے، وہ
 سب یہاں رہ کر ہل ملکر ایک ہو گئے اور ملک کی دگ دگ
 مہں اُن کے ترالے ایک ہوکر گونجے لگے۔

اک نوجوان ہندوستانی آلیم نے انہی باتوں کو
 بڑا دھرے تریکے سے لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے—“تین ہزار
 برس پہلے یھاں آریں آئے اور اپنے ساتھ ایک قدرتی مذہب لائے جسے انہوں
 نے ویدوں کی رچاؤں مہں ظاہر کیا، دو ہزار برس پہلے یونانی
 اپنا فلسفانہ استونک مذہب لائے، سترہ سو برس پہلے سوریہ
 والے عیسائی مذہب لائے، بارہ سو برس پہلے عرب لوگ اسلام
 لائے اور ہزار برس پہلے ایرانی زرتھوستری مذہب لائے اور یہاں
 ان سب مذہبوں کا سنگم بنا۔”

ہندوستان کے اس مिलापगाह (میلن کنڈر) مے کڑموں
 اور تھجیوں کی لگاتار مिलावट होती रही और उससे
 اک ایسی کلتھر پدا دھئی جو اپنے کٹسم کی آنوکی،
 مہری پوری، سبھسور، ہر پھل کو چھنےوالی اور رنگین ہے
 لکین جس مے اک گھرائی ہے، اک پختگی ہے اور جو
 تمام دنییاں کے لیے اک ہیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آنے
 والی کڑموں اور یھاں کی آباد تھجیوں مے ہر قدم پر
 مگدے اور مگدوں سے پدا ہونےوالی موسیوتوں لاجمی تھیں،
 مگر ہر بار یہ مگدے اکتا مے تھدیل ہو گئے۔ آخر
 بکھے کے جنم کے بکھ ماں کو دھ تو سھنا ہی ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس کڑمی جیندگی کے رنگ بھرپورن سے
 ہ مے ن تو مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور ن ہ مے ن توجہ
 نکالنے کی ضرورت ہے جینکی تاریک سے تارید (سمارن)
 ن ہو۔ مہجج (سبھ) جیندگی کے لیے رکتلاف
 (بیمیننا) اک ضروری چیز ہے۔ لارڈ آکلفیڈ نے اک
 جگہ کھا تھا—

“اک ہی حکومت کے ماتھت بھت سی کڑموں کا رھنا
 بھ اک رستھان بھی ہے اور آجادی کا پکا بیم بھی۔ اک ہی
 حکومت کے ماتھت بھت سی کڑموں کا ملکر
 رھنا بھ مہجج اور شایستا جیندگی کی اک بھسی
 ہی رار ہے جیسی سماجی جیندگی مے مکتلف انسانوں کا
 مکتھر رھنا اک ضروری رار ہے۔ پیکڑی دھئی کڑمے مگر
 اک ہی سیاسی یونین مے جیادا اکملمنڈ کڑموں کے
 ساتھ رھتے تو لاجمی تیر پر انکی بھی ترککی ہوگی۔ تکی
 دھئی اور بھدی کڑموں مے نہی اور جوان کڑموں کے ساتھ سے فیر
 سے نہی جانی آ جاتی ہے۔ لکین یہ ترقی اور
 مکتھر تھی حاصل ہو سکتی ہے جب یہ قومیں اک ہی

سنگم مین آریں۔ آریں، دو آریں۔ چینیں، سکو۔ ہوں،
 پٹانوں۔ مغلوں کو اک دھ مے دھلتے۔ ملتے دھتا تھا۔ جو
 جوں جوں کڑج اور تیرے توفگ لےکر مست ہوکر جیت کے گیت
 گاتے ہوئے، ریگستانوں اور پھاڑی دھوں کو پار کر آئے، وہ
 سب یہاں رہ کر ہل ملکر ایک ہو گئے اور ملک کی دگ دگ
 مہں اُن کے ترالے ایک ہوکر گونجے لگے۔

اک نوجوان ہندوستانی عالم نے انہیں باتوں کو ذرا
 دوسرے طریقے سے لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے—“تین ہزار برس پہلے
 یہاں آریں آئے اور اپنے ساتھ ایک قدرتی مذہب لائے جسے انہوں
 نے ویدوں کی رچاؤں مہں ظاہر کیا، دو ہزار برس پہلے یونانی
 اپنا فلسفانہ استونک مذہب لائے، سترہ سو برس پہلے سوریہ
 والے عیسائی مذہب لائے، بارہ سو برس پہلے عرب لوگ اسلام
 لائے اور ہزار برس پہلے ایرانی زرتھوستری مذہب لائے اور یہاں
 ان سب مذہبوں کا سنگم بنا۔”

ہندستان کے اس ملاپ گاہ (ملن کنڈر) مہں قوموں اور
 تھجیوں کی لگاتار ملاوت ہوتی رہی اور اس سے اک ایسی
 کلتھر پدا ہوئی جو اپنے قسم کی آنوکی، مہری پوری،
 سبھسور، ہر پھل کو چھنے والی اور رنگین ہے لیکن جس مہں اک
 گھرائی ہے، اک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے اک
 جوت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تھجیوں مہں ہر قدم پر جھکڑے اور جھکڑوں سے پدا ہونے والی
 مصیبتوں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکڑے اکتا مہں تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سھنا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندستان کی اس قومی زندگی کے رنگ بھرپورن سے
 ہ مے ن تو مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہمیں ایسے
 تھجے نکالنے کی ضرورت ہے جن کی تاریخ سے تائید (سمرن)
 نہ ہو۔ مہجج (سبھ) زندگی کے لیے مختلف (بیمیننا)
 اک ضروری چیز ہے۔ لارڈ آکلفیڈ نے اک جگہ کھا تھا—

“اک ہی حکومت کے ماتھت بھت سی قوموں کا رھنا یہ
 اک امتھان بھی ہے اور آزادی کا پکا بیم بھی۔ اک ہی
 حکومت کے ماتھت بھت سی قوموں کا ملکر رھنا یہ
 مہجج اور شائستہ زندگی کی اک ویسی ہی شرط ہے
 جیسی سماجی زندگی مہں مختلف انسانوں کا ملکر رھنا اک
 ضروری شرط ہے۔ پچھڑی ہوئی قومیں اگر اک ہی سیاسی
 یونین مہں زیادہ عقلمند قوموں کے ساتھ رھیں تو لازمی طور پر ان
 کی ترقی ہوگی۔ تکی ہوئی اور بھڑی قوموں مہں نئی اور جوان
 قوموں کے ساتھ سے پیر سے نئی جانی آ جاتی ہے۔ لیکن یہ ترقی اور
 مکتھر تھی حاصل ہو سکتی ہے جب یہ قومیں اک ہی

حکومت کے ماتحت رہتی ہیں۔ سلطنت کے کچھ حصوں میں طرح طرح کی قوموں کے مضافات (پرسپروڈی) گٹوں کی ملوث سے ایک نیا اور بہترین کن بن جاتا ہے۔ اسی خطہ ملت سے انسانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے قوت عقل اور قابلیت حاصل کرتا ہے۔“

ویڈیون ویلکی اپنی مشہور کتاب 'ون ورلڈ' میں امریکا کے بارے میں لکھتا ہے—“ہماری دنیا سے ہمارے تھیں کی کچھائی کی وجہ ہمارے سنہیں، ہمارے ایجادیں یا ہمارے کرتے ہونے عالیشان کل کارخانے نہیں ہیں ہانکہ مختلف مذہبوں اور مختلف قومیتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سنجکت راج امریکہ میں ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے، ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کو مدد کرتے ہوئے ہماری جنتا کی ایک ساتھ ملکر رہنے کی قابلیت ہے۔“

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بددی اور انکا اہانت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریہ اور گپت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغیں (انکوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو ہائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بددی اور انکا اہانت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریہ اور گپت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغیں (انکوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو ہائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بددی اور انکا اہانت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریہ اور گپت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغیں (انکوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو ہائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بددی اور انکا اہانت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ موریہ اور گپت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغیں (انکوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہت اور خطہ ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو ہائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

سچیباد کے اندر ہمیں ہندو ویدانت اور بھکتیवाद کی ملاوٹ صاف نظر آتی ہے۔

اوپر یہ سرسری نظر محض اسی لئے ڈالی گئی کہ اپنے ہزار برس کے لمحہ تاریخی دور میں ہندو اور مسلمانوں نے ساتھ ساتھ رہنے کی کچھ بھی اچھا ہے اور جو باتیں زندگی میں رس پیدا کرتی ہیں ان سب کو ہندو اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے اعتباراً محدد اور سہارے سے پورا کیا اور ایک ایسی ملی جلی ہندوستانی کلچر کی تعمیر کی جس نے دونوں کو محبت کی ایک کڑی میں باندھ دیا۔

مختلف جاتیوں کو قریبی رشتہ میں مضبوطی سے باندھنے والی چیز تو ایسی شادی بیاہ میں لیکن اُس سے اُن کو اگر تجارت یا دھندوں کے ذریعے ملکر پیوستہ کیا جائے تب بھی لوگ کافی ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور مذہبی، صوبائی اور دوسرے فرق بھول جاتے ہیں۔ ملی جلی تجارت اور کام دھندے بھی ایک ہی حد تک پرانے پن اور مذہبی لٹاق (انٹیکیہ) کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ساتھ ساتھ ملکر رہنے کی جس ریت کو ہمارے بزرگوں نے کھوج نکالا تھا اور جسے ہزار برس تک ترقی دی کیا اُس پرانی ریت کو ہم بھول گئے؟ میرا جواب ہے—نہیں، ہم نہیں بھولے۔ مہل محبت کا وہ سونا اب بھی جڑوں کا تھوڑا ہے۔ خالی ہمارے دماغی تصور نے اُس کی سطح کو پراگندہ کر دیا ہے۔ سات لاکھ لاکھ گلوں میں، ہندوستان کے دل میں، محبت کی وہی پرانی دھڑکن اب بھی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے سے گذرنے میں کچھ دقتوں کا سامنا لازمی تھا۔ چیزوں کو اپنانا اور پہچانا ہندوستان کی خاصیت رہی ہے۔ اِس کام میں بھی۔ انکنت مشکلوں کے بیچ سے گذرنا پڑتا ہے۔ آج ہندوستان کو پیچھے کی سائنسی کلچر کو بھی اُسی طرح اپنانا ہے۔ وہ پہلے پہل آزادی، برابری، بھائی چارے اور عقلی کسوٹی کا خیال لیکن یہاں داخل ہوئی۔ انسان کے ذاتی حقوق (ریکٹی گٹ ادھیکاروں) کا ایک مبالغہ (انٹھیوکی) سے بھرا ہوا نعرہ بھی اُس نے لگا یا۔ سن 1914-18 کی یورپین جنگ کے بعد اُس نے سیلف ڈیٹرمینیشن (آتم نرنمہ) کا نعرہ اور جواز لیا۔ نئے خیالاتوں نے جوشہ ہم پر طاری کیا ہے آج ہمارے سیاسی جسم پر اِس کا اثر ہے۔ جب یہ نقشہ اُتر جائے گا اور اِس کا اُترنا لازمی ہے تو ہندوستان پر اُسی اعلیٰ قومنزل کا سفر شروع کریگا اور ملک کی زندگی پھر پھر پوری اور خوشگوار ہو جائیگی۔

ساری ساری باتیں سن کر پتھر پتھر کر رہے ہیں
کی جڑی ہونا ہے اور جڑی ہو کر رہے گا۔
تہیسن کی کچھ سطر ہیں—

تاریخ کے پرانے سبق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہی ہونا
ہے اور یہی ہو کر رہے گا۔
تہیسن کی کچھ سطر ہیں—

Yet I doubt not through the ages one increasing purpose runs
And the thoughts of men are widened with the process of the suns.

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شروع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر
قومیں بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوہ) کا، نیچے سے اوپر
جانے کا، کثرت سے سب کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ برباد ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فصول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں ٹیشن کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شروع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر
قومیں بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوہ) کا، نیچے سے اوپر
جانے کا، کثرت سے سب کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ برباد ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فصول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں ٹیشن کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں مٹی سُکھی رہنے والا سونے
کے سمان ہے؛ دُکھ-سُکھ میں برابر رہنے والا رتن
کے سمان ہے اور جو سُکھ-دُکھ کی مابینا سے مٹی
پر ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپتی

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں مٹی سُکھی رہنے والا سونے
کے سمان ہے؛ دُکھ-سُکھ میں برابر رہنے والا رتن
کے سمان ہے اور جو دُکھ سُکھ کی مابینا سے مٹی
پر ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپتی

شوخ سادی کی "کریما"

شیخ سعدی کی "کریما"

پہلیت سنہ ۱۲۶۶

پہلیت سنہ ۱۲۶۶

شوخ سادی فارسی کے کچے سے کچے بیادانوں اور کویوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن ۱۱۸۴ عیسوی میں ایران کے شہر ہیر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن ۱۲۲۶ سے ۱۲۵۶ تک ۳۰ برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارمیوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ، غزنوی، غزنی، اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔

۱۲۵۶ تک ۳۰ برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارمیوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ، غزنوی، غزنی، اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔

۱۲۵۶ تک ۳۰ برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارمیوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ، غزنوی، غزنی، اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔

شوخ سادی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شاید فارسی کی

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن ۱۲۲۶ سے ۱۲۵۶ تک ۳۰ برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارمیوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ، غزنوی، غزنی، اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔

کدھ دھوا کے سلسلار مے نام پا گھا.
 دھوا تھوئے جھان کا سرदार بنا دھگی،
 دھوا تھوئے رانٹ کے مہدان مے بیجی کر دھگی.
 دھوا سے بدھکر دھنیا مے کوئی کام نہیں،
 دھوا کے باآار سے کھادہ گرم کوئی باآار نہیں.
 دھوا سول کی پوئی ہے،
 دھوا اس جیون کا سار ہے.
 تھو اپنی دھوا سے دھنیا کے دل کو تھو رلھ،
 جھان مے تھری دھوا کا بربا ہو.
 تھو دھنیرا دھسوں پر دھوا کرنے مے لگا رھ،
 کھوئے جانداروں کا پھل کرنے والا ईश्वर भी सब
 पर दया करता है (ईश्वर का नाम 'करीम' है जिसके
 माने दयालु हैं).

दान देने की तरीफ में

जो सुराक्रिस्मत है वह दानशीलता अख्तियार करता है,
 और दानशीलता से ही आदमी सुराक्रिस्मत होता है.
 अपने प्रेम और दानशीलता से दुनिया को बरा में कर,
 प्रेम और दानशीलता की दुनिया में तू सरताज बन.
 दान देना दिल बालों का काम है.
 दान देना उनका पेशा है जो ईश्वर के प्यारे हैं.
 दानशीलता आदमी की बुराइयों को इस तरह बदल
 देती है जिस तरह कीमिया तांबे को सोना करती है.
 दानशीलता आदमी के सब दुवों की दवा है,
 जब तक तुझमें हिम्मत है दानशीलता को मत छोड़,
 दानशीलता से ही तू अपने कल्याण की गेंद को
 मैदान में जीत ले जायगा.

कंजूस की बुराई में

अगर आसमान कंजूस आदमी की इच्छा पूरी करने में
 लग जावे,
 और अगर क्रिस्मत उसकी गुलाम हो जावे,
 अगर उसके हाथ में कालें (कुबेर) का खजाना आ
 जावे,
 और सारी दुनिया उसके कब्जे में आ जावे,
 तब भी कंजूस आदमी इस क्राबिल नहीं है कि तू
 उसको नाम ले,
 चाहे सारा जमाना उसकी चाकरी करने लगे.
 कंजूस के माल की तरफ तू कभी ध्यान न दे,
 उसके धन और माल का तू कभी नाम भी मत ले.
 कंजूस अगर जल और थल में सबसे बढ़कर पूजा
 पाठ करे,
 तब भी उसे स्वर्ग नहीं मिल सकता, यह रसूल का
 कहना है.

जनवरी '56

(8)

وہ دنیا کے سلسلار میں نام پا گیا .
 دیا تھوئے جھان کا سرदार بنا دھگی،
 دیا تھوئے رانٹ کے مہدان مے بیجی کر دھگی .
 دیا سے بڑھکر دھنیا مے کوئی کام نہیں
 دیا کے بازار سے زیادہ گرم کوئی بازار نہیں .
 دیا سک کی پونجی ہے،
 دیا اس جیون کا سار ہے .
 تو اپنی دیا سے دھنیا کے دل کو تازہ رکھ،
 جھان مے تھری دیا کا چوچا ہو .
 تو ہمیشہ دھسوں پر دیا کرنے مے لگا رہ،
 کھونٹہ جانداروں کا پیدا کرنے والا ایشور بھی سب پر دیا
 کرتا ہے (ایشور کا ایک نام 'کریم' ہے جس کے معنی دھالو ہیں).

دان دینے کی تعریف میں

جو خوش قسمت ہے وہ دان شہلتا اختیار کرتا ہے،
 اور دان شہلتا سے ہی اُچی خوش قسمت ہوتا ہے .
 اپنے پریم اور دان شہلتا سے دنیا کو رش مے کر،
 پریم اور دان شہلتا کی دنیا مے تو سرتاج بن .
 دان دینا دل والوں کا کام ہے .
 دان دینا اُن کا پیشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہوں .
 دان شہلتا آدمی کی برائیوں کو اس طرح بدل دیتی ہے
 جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے .
 دان شہلتا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ مے ہمت ہے دان شہلتا کو مت چھوڑ،
 دان شہلتا سے ہی تو اپنے کلہان کی گیند کو مہدان سے جیت
 لے جائیگا :

کنجوس کی برائی میں

اگر آسمان کنجوس آدمی کی اچھا پوری کرنے میں لگ
 جاوے،
 اور اگر قسمت اُس کی ظم ہو جاوے،
 اگر اُس کے ہاتھ مے قاروں (کیپر) کا خزانہ آجاوے،
 اور ساری دنیا اُس کے قبضہ مے آجاوے،
 تب بھی کنجوس آدمی اس قابل نہیں ہے کہ تو اُس کا
 نام لے،
 چاہے سارا زمانہ اُس کی چاکری کرنے لگے .
 کنجوس کے مال کی طرف تو کبھی دھیان نہ دے،
 اُس کے دھن اور مال کا تو کبھی نام بھی مت لے .
 کنجوس اگر جل اور تھل مے سب سے بڑھکر پوجا پاٹو
 کرے،
 تب بھی اُسے سورگ نہیں مل سکتا، یہ رسول کا کہنا ہے.

جنوری '56

کھجور آدمی اگر خوب دھواں بھی ہو جارہے،
تب بھی اپنی ذلت (نیچتا) سے وہ مناس کی طرح
کھائیکا۔

دان دینے والے اپنے دھن سے مہلتا پھل کھاتے ہیں،
کھجور اپنے چاندی سونے کا غم کھاتے ہیں۔

دینتہ کی تارکک میں

پے دین ! اگر تُو دینتہ اختیار کرے،
تو ساری دُنیا تیری دوست ہو جائے۔
دینتہ تیرے رتبه کو اس طرح بڑھا دیکے،
جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ مینرتہ کی کُنْجی ہے،
دینتہ ہی سے مینرتہ کا رتبه اُچھا ہوتا ہے۔
دینتہ آدمی کا سیر اُچھا کرتی ہے،
دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔
آدمی وہی ہے جو دینتہ بارتے،
دینتہ ہی میں سچھی آدمیت ہے۔

جو جیتنا سبھدار ہے وہ اتنی ہی زیادہ دینتہ ہرتا ہے،
جس طرح درخت کی ٹہلی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اتنی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔
دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،
دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔
دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کنجی ہے،
دینتہ سرداری اور رتبه کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،
اس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ ہرتے۔
اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،
مان اور ہزائی کی اُسے پرواہ نہیں۔
دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،
لوگ دل سے تجھے اُننا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ ہرتا کہی نہ چھوڑے

کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ
دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اس کی عادت ہی ہے۔

غمغٹ کی بُرائی میں

پے بٹا ! تُو کبھی غمغٹ مت کر،
کیونکہ غمغٹ ایک ن ایک دین تُو کے سیر کے بل گرا دیتا۔
عقلمند آدمی گھمٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہریش ہے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

اگرچہ غمغٹ آدمی غمغٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہریش ہے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

نہ کی تعریف میں

اے دل ! اگر تُو دینتہ اختیار کرے،

تو ساری دُنیا تیری دوست ہو جاوے۔

دینتہ تیرے رتبه کو اس طرح بڑھا دیکے،

جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ مینرتہ کی کنجی ہے،

دینتہ ہی سے مینرتہ کا رتبه اُچھا ہوتا ہے،

دینتہ آدمی کا سر اُچھا کرتی ہے،

دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔

آدمی وہی ہے جو دینتہ بارتے،

دینتہ ہی میں سچھی آدمیت ہے۔

جو جتنا سبھدار ہے وہ اتنی ہی زیادہ دینتہ ہرتا ہے،

جس طرح درخت کی ٹہلی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اتنی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔

دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،

دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔

دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کنجی ہے،

دینتہ سرداری اور رتبه کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،

اس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ ہرتے۔

اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،

مان اور ہزائی کی اُسے پرواہ نہیں۔

دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،

لوگ دل سے تجھے اُننا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ ہرتا کہی نہ چھوڑے

کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،

فقیر کے لئے دینتہ اس کی عادت ہی ہے۔

نہ کی بُرائی میں

اے بیٹا ! تُو کبھی گھمٹ مت کر،

کیونکہ گھمٹ ایک نہ ایک دن تجھے سر کے بل گرا دیتا۔

عقلمند آدمی گھمٹ کو پسند نہیں کرتا،

جسے ہریش ہے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

بمبارہ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جینکے دل ہے وہ بمبارہ نہیں کرتے۔
بمبارہ نے ہی شیطان کو جلیق کیا،
وسے لائنات کے کدخانے میں گیرفتار کر لیا۔
جس کسی کو بمبارہ کی آدات ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اونچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھمنڈ بدقسمتی کی پونجی ہے،
گھمنڈ بدذاتی کی جز ہے۔

بمبارہ بدقسمتی کی پُجی ہے،
بمبارہ بدجانتی کی جڈ ہے۔
جب تُو یہ سب جانتا ہے تو بمبارہ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو برا کرتا ہے—بورا کرتا ہے۔

بیذا کی بڈائی میں

آدمی بیذا سے ہی کمال کو پھنچ سکتا ہے،
مان، بڈائی، رتوبہ اور مال اسباب سے نہیں۔
بیذا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح کھلا دینا چاہئے جس طرح مومہتی اپنے کو جل جل کر کھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہما وڈیا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ وڈیا کی تلاش کرے۔
وڈیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکیہ دیا ہے،
وہی وڈیا حاصل کرنے میں لکھا ہے۔
وڈیا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
وڈیا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور وڈیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ،
وڈیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے وڈیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہما وڈیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہنا ہے۔
تورے دین اور دنیا دونوں کے لئے وڈیا ہی کافی ہے،
تورا سارا کام وڈیا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

بڈیمان آدمی کو چاہیے کہ بیذا کی تلاش کرے۔
بیذا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے۔
جس کسی کو ایشور نے سوہاکیہ دیا ہے،
وہی وڈیا حاصل کرنے میں لکھا ہے۔
وڈیا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
وڈیا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور وڈیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ،
وڈیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے وڈیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہما وڈیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہنا ہے۔
تورے دین اور دنیا دونوں کے لئے وڈیا ہی کافی ہے،
تورا سارا کام وڈیا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگہانیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چھنی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدمی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

گھمنڈ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جن کے دل ہے وہ گھمنڈ نہیں کرتے۔
گھمنڈ نے ہی شیطان کو ذلیل کیا،
اسے لعنت کے قہد خانہ میں گرفتار کر لیا۔
جس کسی کو گھمنڈ کی عادت ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اونچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھمنڈ بدقسمتی کی پونجی ہے،
گھمنڈ بدذاتی کی جز ہے۔
جب تو یہ سب جانتا ہے تو گھمنڈ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو برا کرتا ہے—بورا کرتا ہے۔

وڈیا کی بڈائی میں

آدمی وڈیا سے ہی کمال کو پھنچ سکتا ہے،
مان، بڈائی، رتوبہ اور مال اسباب سے نہیں۔
وڈیا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح کھلا دینا چاہئے جس طرح مومہتی اپنے کو جل جل کر کھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہما وڈیا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ وڈیا کی تلاش کرے۔
وڈیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکیہ دیا ہے،
وہی وڈیا حاصل کرنے میں لکھا ہے۔
وڈیا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
وڈیا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور وڈیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ،
وڈیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے وڈیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہما وڈیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہنا ہے۔
تورے دین اور دنیا دونوں کے لئے وڈیا ہی کافی ہے،
تورا سارا کام وڈیا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگہانیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چھنی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدمی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

جاہل رہنے سے بڑا نا سہجی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سیباہ بڑا کے اور کچھ کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سوائے ہری بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔

جاہل آخیر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخیر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سیر سولی پر رہے یہی ٹک ہے،
جاہل جیللہ میں پڑا رہے یہی ٹک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوک اور پرلوک دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

ہنساہ کی تارک میں

جب کہ ہنساہ نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تھ ہنساہ کیوں نہیں کرتا۔
جبکہ ہنساہ ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تھ ساہ کرنے کے لیے اپنے دل کو مچھوٹ کیوں
نہیں رختا،
تیری بادشاہی دیر تک کرایم رہے،
اگر ہنساہ تیری مدد کرے۔
نہشہراں نے ہنساہ کو اکتیار کیا،
ہیسیلیہ اسکی نام-کسیتی اہی تک کرایم ہے۔
ہنساہ سے دہش کو سول ملتا ہے۔
ہنساہ ہی سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔
تھ ہنساہ سے دنیہ کو آباد رکھی،
جو ہنساہ چاہنے والے ہیں انکے دلوں کو سول رختا۔
ہنساہ سے بدکر دنیہ کو بنانے والا دوسرا
کاریگر نہیں ہے،
ہنساہ سے بدکر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تھ اور کیا چاہیے،
کی لوگ تیرا نام 'ہنساہ پسند بادشاہ' رختے۔
اگر تھ اپنی سول قسمتی چاہتا ہے
تو دنیہ والوں کے ادر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
ہرجا کی حفاظت میں کہی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

جولم کی بڑا میں

جولم کرنے والا دنیہ کو اس طرح بہاد کرتا ہے،
جس طرح پتہجہ کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجار
ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج توبلے نہ لکے۔
جس کسی نے دنیہ میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لٹے اہیں نکلیں۔

جاہل رہنے سے بڑا نا سہجی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سوائے ہرائی کے اور کچھ کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سوائے ہری بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔
جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخیر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سیر سولی پر رہے یہی ٹھیک ہے،
جاہل ذلت میں پڑا رہے یہی ٹھیک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوک اور پرلوک دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

کی تعریف میں

جب کہ ایشور نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تو انصاف کیوں نہیں کرتا۔
جب کہ انصاف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تو انصاف کرنے کے لٹے اپنے دل کو مضبوط کیوں نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک قائم رہے۔
اگر انصاف تیری مدد کرے۔
نوشہرواں نے انصاف کو اکتیار کیا،
اسی لٹے اس کا نام - کھرتی اہی تک قائم ہے۔
انصاف سے دیہی کو سکھ ملتا ہے۔
انصاف ہی سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔
تو انصاف سے دنیہ کو آباد رکھی،
جو انصاف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
انصاف سے بدکر دنیہ کو بنانے والا دوسرا کاریگر نہیں ہے،
انصاف سے بدکر دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تھ اور کیا چاہیے،
کہ لوگ تیرا نام 'انصاف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تو اپنی سول قسمتی چاہتا ہے
تو دنیہ والوں کے ادر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
ہرجا کی حفاظت میں کہی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

کی ہرائی میں

ظلم کرنے والا دنیہ کو اس طرح بہاد کرتا ہے،
جس طرح پتہجہ کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجار
ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج توبلے نہ لکے۔
جس کسی نے دنیہ میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لٹے اہیں نکلیں۔

جس پر ظلم ہوا ہے اس کے دل سے اگر آہ نکلتے،
تو اس کی لہٹ سے مٹی اور پانی میں بھی آگ لگ جائے۔

کمزوروں اور لاچاروں کے ساتھ زبردستی نہ کر،
آخیر میں قہر کی تلکی سے تر۔
کسی سناٹے ہوئے کو دھم مت دے،
جنتا کے دل کے دھوئیں سے بے خبر مت ہو۔
اے ناسمجھ! لوگوں کو مت سنا،
ایسا نہ ہو کہ ایشور کا کوپ تیرے اوپر اترے۔
کمزوروں اور غریبوں پر ستم مت کر،
جو ظلم کرتا ہے اس کے نرک میں پڑنے میں کوئی سندیہ نہیں۔

سنتوष کی تारीک میں

اے دل! اگر تو سنتوष کرے،
تو سکہ کے سلسار میں سرداری کرے۔
اگر تو غریب ہے تو اپنی غریبی کی شکایت مت کر،
سمجھدار آدمی کے سامنے دھن دولت چھوٹی چیزیں ہیں۔
عقل مند آدمی فقیروں سے شرم نہیں کرتا،
کیونکہ نبی (محمد صاحب) کو بھی فقری کا فخر (گرو) حاصل تھا۔
مالدار آدمی کے لئے سونا چاندی اور سبوتا کی چیزیں ہیں۔

اگر تو مالدار نہیں ہے تو بے چین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
اگر تو مالدار نہیں ہے تو بے چین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
اگر تو مالدار نہیں ہے تو بے چین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔

لوہ کی بڑائی میں

جو آدمی لوہ کے جال میں پھنس جاتا ہے،
وہ لوہ کا پیالہ پیکر مست اور بے عقل ہو جاتا ہے۔
دھن جمع کرنے میں اپنی عمر کو مت کھو،
دھن ٹھیکری ہے اور عمر موتی۔
جو آدمی لوہ کے جال میں پڑ گیا،
اس نے اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا میں اڑا دیا۔
مان لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،

دنیا بھر کی سبھی سامگری توجہ مل جاوے،
آخر ایک دن توجہ ملی میں مل جانا پڑے گا،
پہ بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ .
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے .
گدھے کی طرح مسکلت کا ہوجہ کیوں اٹھاتا ہے .
دھن کے لئے تو اتنا یرغوم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن توجہ اچانک چلا جاتا ہے .
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے .
دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،
کہ گہرا ہوا اور پریشان ہے .
جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح
ہو رہا ہے،
کہ توجہ اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
، کرموں کا پہل بھگتا پڑے گا .
اس توجہ آدمی کا دل کیوں خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو
کردیا .

تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے
کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے .
دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،
کہ گہرا ہوا اور پریشان ہے .
جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح
ہو رہا ہے،
کہ توجہ اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
، کرموں کا پہل بھگتا پڑے گا .
اس توجہ آدمی کا دل کیوں خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو
کردیا .

کی سیوا اور بھکتی کی تعریف میں

سویا گہ جس کسی کا غم ہوتا ہے،
اس کا دل سدا ایشور کی سیوا میں لگا رہتا ہے،
ایشور کی سیوا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،
سچی دولت سیوا ہی سے ملتی ہے .
سیوا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیوا کے پرکھنے سے دل روشن ہو جاتا ہے .
یدی تو سیوا کے لئے کمر کس لے،
تو کبھی نشہ نہ ہونے والی دولت کا دروازہ نہ رہے لے
جاوے .
عقل مند آدمی سیوا سے کبھی منہ نہیں موڑتا،
کہونکہ سیوا سے بڑھکر کوئی مل نہیں ہے .
بھکتی کے پانی سے سدا وضو کو تازہ رکھ (اپنے کو پروتر رکھ)
ناکھ کل تو ترک کی آگ سے بچ سکے .
سچائی کے ساتھ نماز (پوجا) کرنا رہ،
ناکہ ہمیشہ رہنے والی دولت توجہ مل سکے .
سیوا سے بھتر لی آتما روشن ہوتی ہے .
تو اپنے پیدا کرنے والے کی پوجا کر،
اس کی بھکتی کے محل میں بیٹھنے والا بن .
اگر تو حق (ستیہ) یا ایشور کی پوجا کرنا اختیار کرلے،
تو دولت کی دنیا کا بادشاہ ہو جاوے .
سنہم کا جامہ ہمیشہ پہنے رہ،

سویا گہ جس کسی کا غم ہوتا ہے،
اس کا دل سدا ایشور کی سیوا میں لگا رہتا ہے،
ایشور کی سیوا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،
سچی دولت سیوا ہی سے ملتی ہے .
سیوا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیوا کے پرکھنے سے دل روشن ہو جاتا ہے .
یدی تو سیوا کے لئے کمر کس لے،
تو کبھی نشہ نہ ہونے والی دولت کا دروازہ نہ رہے لے
جاوے .
عقل مند آدمی سیوا سے کبھی منہ نہیں موڑتا،
کہونکہ سیوا سے بڑھکر کوئی مل نہیں ہے .
بھکتی کے پانی سے سدا وضو کو تازہ رکھ (اپنے کو پروتر رکھ)
ناکھ کل تو ترک کی آگ سے بچ سکے .
سچائی کے ساتھ نماز (پوجا) کرنا رہ،
ناکہ ہمیشہ رہنے والی دولت توجہ مل سکے .
سیوا سے بھتر لی آتما روشن ہوتی ہے .
تو اپنے پیدا کرنے والے کی پوجا کر،
اس کی بھکتی کے محل میں بیٹھنے والا بن .
اگر تو حق (ستیہ) یا ایشور کی پوجا کرنا اختیار کرلے،
تو دولت کی دنیا کا بادشاہ ہو جاوے .
سنہم کا جامہ ہمیشہ پہنے رہ،

کیونکہ سب سے پہلی لوگوں ہی کے دھن کی جگہ ہے ۔
اپنی جان کے چراغ کو تو تھپسا سے روشن کر،
تاکہ خوش قسمت آدمیوں کی طرح تو بھی خوش قسمت ہو ۔
جو دھارمک جیون بٹاتا ہے،
وہ کوسوں کے پھل سے نہیں ترستا ۔

جو دھارمک جیون بیٹاتا ہے،
بھ کموں کے فحل سے نہیں ڈرتا۔

شیتان (بیہی-واسنا) کی بھراڈ میں

پے دھل ! جس کسی نے شیتان (بیہی-واسنا) کا
کھنا مانا،
بھ رات دھن گناہ کے جال میں فہسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اہووا بناوا،
لٹوکر بھ ایشور کے راستے پر کسے آ سکتا ہے۔
پے دھل ! تھ گناہ کا اڑاوا کبھی ن کر،
تاکہ سبکا پالنے والا ایشور تھ پر رھم کرے۔
سمجھدار آدمی گناہ سے بچتا ہے،
جیسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے ۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،
کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے ۔
تو اپنی وشئے واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے ۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا ۔
اپنے جیون کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی بازھ سے برہاد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھوگا،
تو سورج کے باغ سے نزدیک رھوگا ۔

پریم کی مدد کے بیان میں

پرم کی مدد کے بیان میں

پے ساکھی (گورو) ! مھکے آگ کی سورت والی شراب دے،
جس میں بھ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں ۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریتم کے ہوٹوں کی ترھ مہری آتما کو بل دے۔
جو لوگ پرم کے متوالے ہیں، ان کی چاہ کی آگ کسے
پھاری ہے،
جو لوگ پرمی ہیں ان کے درد کی لہجھت کیتنی اچھی
ہے۔

بھ شراب لا جو اموت کی ترھ اممر بنا دے
والی ہے،
جسکی خرابی ہی سے دل رگم سے جھٹ جاتا ہے۔
مبارک بھ دل ہے جس میں پریتم (ایشور) کو پالنے
کی لالسا ہو،

اے ساکی ! (گورو) ! مجھے آگ کی صورت والی شراب
دے،
جس میں وہ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں ۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریتم کے ہوٹوں کی طرح مہری آتما کو بل دے ۔
جو لوگ پرم کے متوالے ہیں ان کی چاہ کی آگ کسے
پھاری ہے،

جو لوگ پرمی ہیں ان کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے
وہ شراب لا جو امرت کی طرح امر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے ۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریتم (ایشور) کو پالنے کی
لالسا ہو،

مبارک ہے وہ آدمی جو اُس کے پریم میں پاگل ہو ۔
مبارک ہے وہ دل جس میں پریم کے درشن کی چاہ ہے
مبارک ہے وہ دل جس کی منزل پریم کی گلی ہے ۔
وہ شراب جو پریم کے جہنم دہلے والے ہونوں کی طرح ہے
وہ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مہرے کی طرح ہے ۔
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھلا کھسا اچھا ہے
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

بھارک ہے وہ آدمی جو اُس کے پریم میں پاگل ہو ۔
مبارک ہے وہ دل جس میں پریم کے درشن کی چاہ ہے
مبارک ہے وہ دل جس کی منزل پریم کی گلی ہے ۔
وہ شراب جو پریم کے جہنم دہلے والے ہونوں کی طرح ہے
وہ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مہرے کی طرح ہے ۔
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھلا کھسا اچھا ہے
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

سبز (धीरज) के बयान में

अगर धीरज तेरे हर वक्त साथ रहे,
तो तू हमेशा ठहरने वाली दौलत हासिल करे.
सब्र करना पैगम्बरों का काम है,
जो दीनदार (धर्मात्मा) हैं वह सब्र से मुँह नहीं मोड़ते.
सब्र ज़िन्दगी के मकसद का दरवाज़ा खोलता है,
क्योंकि सिवाय सब्र के उस दरवाज़े की कोई और कुंजी
नहीं है.
सब्र करना तेरे दिल की मुराद को पूरा करेगा,
इसी से जो जानने वाले हैं वह तेरी मुशकिल को हल
करेंगे.
सब्र करना हमारी कामनाओं के दरवाज़े की कुंजी है,
यह कुंजी कामना (आرزु) की सल्तनत को खोलने
वाली है.
सब्र करना हर हाल में अच्छा है,
इसमें बहुत सी भलाइयाँ छिपी हैं.
सब्र से ही तेरा मकसद पूरा होगा,
रंज और बला से तुझे छुटकारा मिलेगा.
अगर तूझमें दीन (धर्म) का खयाल है तो सब्र कर,
जल्दी करना शैतानों का काम है.

सच बोलने की तारीफ़ में

ऐ दिल ! अगर तू सच्चाई को अख्तियार कर ले,
तो दौलत तेरी दास्त और भाग्य तेरा मददगार हो जावे.
बुद्धिमान का चाहिये कि सच्चाई से कभी मुँह न मोड़े,
क्योंकि सच्चाई ही से नाम ऊँचा होता है
सुबह की तरह अगर तू सच्चाई के साँस लेने लगे,
तो अपने अन्दर के अज्ञान के अधियारे से निकलकर
ज्ञान के उजियाले में आ जावे.
तू बिना सच्चाई के कभी दम मत मार,
इज्जत दौलत से बढ़कर है.
इस दुनिया में सच बोलने से बढ़कर कोई काम नहीं,
सच्चाई वह गुलज़ार है जिसमें कोई कांटा नहीं.

मूठ की बुराई में

जिस किसी ने मूठ को अख्तियार किया,
वह क्रयामत के दिन किसी तरह नहीं छूट सकता.
जिस किसी की ज़बान को मूठ की आदत हो गई,
उसके दिल का चिराग़ कभी रोशन नहीं हो सकता.
मूठ बोलना आदमी को शरमिन्दा करता है,
मूठ बोलने से आदमी का मान जाता रहता है.
अक़लमन्द आदमी मूठ बोलने वाले से दूर रहता है,
कोई आदमी मूठ बोलने वाले को गिनती में नहीं लाता.
ऐ भाई ! तू कभी किसी हालत में मूठ न बोल,
क्योंकि मूठ बोलने वाला बेइज्जत होता है और कोई
उसका पतवार नहीं करता,

सब्र (دھرج) کے بیان میں

اگر دھرج تیرے ہر وقت ساتھ رہے،
تو تو ہمیشہ ٹھہرنے والی دولت حاصل کرے .
سبّر کرنا پیغمبروں کا کام ہے،
جو دیندار (دھرماتما) ہیں وہ سبّر سے منہ نہیں مڑتے .
سبّر زندگی کے مقصد کا دروازہ کھولتا ہے،
کیونکہ سوائے سبّر کے اُس دروازے کی کوئی اور کلّی
نہیں ہے .
سبّر کرنا تیرے دل کی مراد کو پورا کرے گا،
اسی سے جو جائزہ والے ہیں وہ تیری مشکل کو حل کریں گے .
سبّر کرنا ہماری کامناؤں کے دروازے کی کلّی ہے،
یہ کلّی کامنا (آرزو) کی سلطنت کو کھولنے والی ہے .
سبّر کرنا ہر حال میں اچھا ہے،
اس میں بہت سی بھائییاں چھپی ہیں .
سبّر سے ہی تیرا مقصد پورا ہوگا،
رنج اور بلا سے تجھے چھٹکارا ملے گا .
اگر تجھے میں دین (دھرم) کا خیال ہے تو سبّر کر،
جلدی کرنا شیطانوں کا کام ہے .
سچ بولنے کی تعریف میں

اے دل ! اگر تو سچائی کو اختیار کر لے،
تو دولت تیری دوست اور بھائیہ تیرا مددگار ہو جاوے .
بدھیمان کو چاہئے کی سچائی سے کبھی منہ نہ مڑے،
کیونکہ سچائی ہی سے نام اُونچا ہوتا ہے .
صبح کی طرح اگر تو سچائی کے سانس لینے لگے،
تو اپنے اندر کے اگھان کے اندھارے سے نکل کر گیان کے اُجھالے
میں آجاوے .
تو بنا سچائی کے کبھی دم مت مار،
عزت دولت سے بڑھ کر ہے .
اس دنیا میں سچ بولنے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں،
سچائی وہ گلزار ہے جس میں کوئی کانٹا نہیں .

جھوٹ کی برائی میں

جس کسی نے جھوٹ کو اختیار کیا،
وہ قیامت کے دن کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا .
جس کسی کی زبان کو جھوٹ کی عادت ہو گئی،
اُس کے دل کا چراغ کبھی روشن نہیں ہو سکتا .
جھوٹ بولنا آدمی کو شرمندہ کرتا ہے،
جھوٹ بولنے سے آدمی کا مان جاتا رہتا ہے .
عقلمند آدمی جھوٹ بولنے والے سے دور رہتا ہے،
کوئی آدمی جھوٹ بولنے والے کو گنتی میں نہیں لانا .
اے بھائی ! تو کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہ بول،
کیونکہ جھوٹ بولنے والا بے عزت ہوتا ہے اور کوئی اُس کا
اعتبار نہیں کرتا .

مڑھ بولنے سے جیسا بڑا کوئی کام نہیں ہے،
وہ بول ! مڑھ بولنے سے آدمی کا سرا میٹھی میں مل
جاتا ہے۔

ईश्वर (इकताला = परम सत्य) की दुनिया के बारे में
इस सुनहले गुम्बद की तरफ निगाह डाल,
जिसकी छत बिना किसी खम्भे के सीधी फैली हुई है.
इस घूमने वाले आसमान के परदे को देखो,
उसके अन्दर मोमबत्तियाँ जलती हुई देखो.
दुनिया में कोई दरबान है और कोई बावसाह,
कोई फरियादी है और कोई महसूल लेने वाला.
कोई कुशा है और कोई दुर्वमन्द,
कोई सफल मनोरथ है और कोई लाचार.
किसी के सिर पर ताज है और कोई दूसरे को टैक्स
देता है.
कोई सरदार है और कोई खाकसार.
कोई बोरिये पर बैठा है और कोई तख्त पर,
कोई टाट पहिने है और कोई रेशमी कपड़े.
कोई मोहताज है और कोई मालदार,
कोई नामुराद है और कोई कामयाब.
कोई धन की लुशी में है और गरीबी के दुख में,
किसी को ज़िन्दगी हासिल है और किसी को मौत.
कोई तन्दुरुस्त है और कोई कमजोर,
कोई बूढ़ा है और कोई जवान.
कोई पुण्य में लगा है और कोई पाप में,
कोई दूसरों को दुआ दे रहा है और कोई दूसरे के साथ
व्या कर रहा है.
कोई नेक काम करता है और विश्वासी (आस्तिक) है,
और कोई पाप और बदकारियों के दरिया में डूबा
हुआ है.
कोई मिलनसार है और कोई बदमिजाज,
कोई सहनशील है और कोई लड़ाका.
कोई आनन्द में है और कोई दुख में,
कोई मेहनत कर रहा है और कोई आराम.
कोई मान बढ़ाई की दुनिया में बड़ा है,
कोई मुसीबतों के जाल में फँद है.
कोई आनन्द के बाग में बैठा है,
कोई राम, रंज और मेहनत में पड़ा है.
किसी के पास बेहिसाब धन दौलत है,
किसी को अपने बाल बच्चों के लिये रोटी का राम है.
कोई फूल की तरह खुशी से खिल रहा है,
किसी का दिल राम से मुद्राया हुआ है.
किसी ने ईश्वर की सेवा में फसर कस रखी है,
किसी ने सारी उमर पाप में खतम कर दी !
कोई रात दिन धर्म ग्रंथ हाथ में लिये हुए है,
कोई शराब खाने के कोने में मस्त सोया हुआ है.

جھوٹ بولنے سے زیادہ برا کوئی کام نہیں ہے،
اے بیٹا ! جھوٹ بولنے سے آدمی کا پس منی میں مل
جاتا ہے۔

بشر (حق تعالیٰ = پرستگار) کی دنیا کے بارے میں

اس سہلے گنبد کی طرف نگاہ ڈال،
جس کی چھت بنا کسی کھمبہ کے سیدھی پھیلی ہوئی ہے۔
اس گھومنے والے آسمان کے پردے کو دیکھو،
اُس کے اندر موم بٹیاں جلتی ہوئیں دیکھو۔
دنیا میں کوئی دربان ہے اور کوئی بادشاہ،
کوئی قریبانی ہے اور کوئی محصور لیلہ والا۔
کوئی خوش ہے اور کوئی درد مند،
کوئی سہل مغربہ ہے اور کوئی لاچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو ٹیکس دیتا ہے،
کوئی سردار ہے اور کوئی خاکسار۔
کوئی ہریٹھ پر بیٹھا اور کوئی تخت پر،
کوئی ٹاٹ پہنے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی محتاج ہے اور کوئی مالدار،
کوئی نامراد ہے اور کوئی کامیاب۔
کوئی دھن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دکھ میں،
کسی کو زندگی حاصل ہے اور کسی کو موت۔
کوئی تندرست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی بڑھا ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پختہ میں لگا ہے اور کوئی پاپ میں،
کوئی دوسروں کو دعا دے رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساتھ
بھا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آستک) ہے،
اور کوئی پاپ اور بدکاریوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔
کوئی ملنسار ہے اور کوئی بد مزاج،
کوئی سہل شیل ہے اور کوئی لڑاکا۔
کوئی آئند میں ہے اور کوئی دکھ میں،
کوئی محنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان بڑائی کی دنیا میں بڑا ہے،
کوئی مصیبتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آئند کے باغ میں بیٹھا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیبت میں پڑا ہے۔
کسی کے پاس بے حساب دھن دولت ہے،
کسی کو اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کا غم ہے۔
کوئی پھول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مرجھایا ہوا ہے۔
کسی نے ایشور کی سہوا میں کمر کس رکھی ہے،
کسی نے ساری عمر پاپ میں ختم کر دی !
کوئی رات دن دھرم گرتھ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے،
کوئی شراب خانے کے کونے میں مست سہا ہوا ہے۔

کوئی شاعر (اُپری ریت رواج) کے دروازے پر کیل
کی طرح گڑا ہوا ہے،
کوئی خوشامیٹ، میدانِ آشوب و آشوبیہ ہے،
کوئی بدقسمت، اچھائی اور شرمندہ ہے۔
کوئی بھادور، فورتیلا اور پھلوان ہے،
کوئی بزدل، سست اور قریب ہے۔
کوئی منشی، ایماندار اور دل والا ہے،
کوئی نام کا منشی اور دل کا چور ہے۔

دنیا کے لوگوں سے آگاہی رکھنے کے سلیلاک

اس کے بارے میں جاننے کے اُپر اُپر سے مت کر،
کی نہ جانے کب اچانک موت آجے۔
اپنی بے شمار فوج کے اُپر اُپر سے مت کر،
کی شاید اُسکی مدد نہ کرے کسی کام نہ آسکے۔
ملک اور رتبہ اور لشکر کے اُپر اُپر سے مت کر،
کیونکہ تجھ سے پہلے تیری طرح کے بہت سے ہوئے اور تیرے
بعد بھی ہوں گے۔

تو کسی کے ساتھ ہوائی نہ کر نہیں تو تو اپنے نیک دوست
سے بھی ہوائی پاویگا،

تو بیک سے کبھی اچھا پل پیدا نہیں ہو سکتا۔
بہت سے بادشاہ اور بڑے بڑے سلطان،
بہت سے پھلوان ملکوں کو جیتنے والے،
بڑے بڑے بلبان سناٹوں کو تھس نہس کر دینے والے،
بہت سے شہر مرد تلوار کے دھنی،
بڑے بڑے خوبصورت لوگ شمشاد (ایک درخت) کے سے
قد والے،
بہت سے نازنین سوج کے سے مکھڑے والے،
بہت سے نوجوان چاند کے سے منہ والے،
بہت سی نو بدھو سچی ہوئی،
بہت سے پشوری اور بہت سے کامیاب لوگ،
بہت سے سرو (درخت) کے سے قد والے اور بہت سے
پھلوں کے سے گلاب والے،

جب انہوں نے اپنی عمر کے کھڑے کو پہاڑ،
اور مٹی کے گریبان میں اپنا منہ چھپایا،
تو اُن کی عمر کا کھلیان اُس طرح ہوا میں اُڑا،
کہ پھر کسی نے اُن کا نشان تک نہ بتایا۔
تو اُس موت کے پڑاؤ سے اپنا دل نہ لگا،
اُس پڑاؤ میں تجھے ایک بھی دل خوش نہ دکھائی دیا،
اُس لہجائی ہوا کے محل سے تو دل نہ لگا،
نہ اُس کے آسمان سے بے ہستی ہے۔
مے بیٹا ! اُس دنیا میں کوئی چیز تیرے والی نہیں ہے،
تو اُس میں غفلت کے ساتھ اپنی عمر کو مٹ گذار۔
ملک اور بادشاہت کے اُپر اُپر سے مت کر،
کیونکہ جب بھی اچانک حکم آجائیگا تجھے جان دینی
ہوگی۔

اُس نے تیرے والی دنیا کے اُپر اُپر سے مت لگا،
”سادی“ کی اُسی ایک بات کو یاد رکھ۔

प्रो. कैसर तेजासिंह

پروفیسر تیجنا سنگھ

एक बार जब योगियों ने गुरु नानक से कुछ चमत्कार करके दिखाने को कहा तो गुरु जी ने जवाब दिया कि मेरा चमत्कार तो ये मेरे उपदेश और यह मेरी सज्जत है.* जहाँ जहाँ गुरु नानक जाते थे वे अपने पीछे अपने शिष्यों की एक सज्जत छोड़ आते थे जो गुरुद्वारा बनाकर गुरु के भजन गाया करते थे और नाम का जप किया करते थे थोड़े ही समय में सारे मुल्क में सिख गुरुद्वारों का एक जाल सा बिछ गया. जूनागढ़ (काठियावाड़), कामरूप (आसाम), सूरत (गुजरात), कटक (उड़ीसा), बिहार, जोधर, नानामठ (कुमायूँ) में गुरु नानक के मिशन के केन्द्र खुल गये. खाटमण्डू, ईरान की खाड़ी, काबुल, जलालाबाद और दूसरी दूर दूर की जगहों में गुरु नानक के उपदेशों का प्रचार करने वाली सज्जतें क्रायम हो गईं. सूरत में नानक बाड़ा और कुमायूँ में नानक मठ केन्द्र प्रथम तक ज्यों के त्यों क्रायम हैं. हालांकि यह दूसरी बात है कि इन मठों के ज्यादातर लोग सिख ग्रन्थों और सिख विचार धारा से पूरी तरह बाकिफ़ नहीं हैं. गुरु तेग बहादुर या पटना के दीवान माहनसिंह के स्थापित किये गये सिख केन्द्रों के अवशेष कोलम्बो, रामेश्वरम्, मद्रास, सतूर, कजलीवन, आदिलाबाद (हैदराबाद, दकन), मेरजापुर, चटगाँव धुबरी (आसाम) आदि जगहों में प्रथम भी बाक़ी हैं. गुरु ग्रन्थ साहिब की बहुत पुरानी प्रतियाँ और विविध सज्जतों के नाम गुरु तेगबहादुर और गुरु गोविन्दसिंह के दस्तखती पत्र अब भी इन केन्द्रों में सुरक्षित हैं. पांचवें सिख गुरु के समय के एक सिख त्चारक भाई गुरुदास के ग्यारहवें भजन में हमें उन मुख्य सिखों की सूची मिलती है जो उस समय काबुल, आशमीर, सरहिन्द, थानेश्वर, दिल्ली, कतहपुर सीकरी, प्रागरा, उज्जैन, बुरहानपुर, गुजरात सुहन्द, लखनऊ, आगराज, जौनपुर, पटना, राजमहल, ढाका आदि जगहों रहते थे. गुरु गोविन्द सिंह की धर्मपत्नी माता साहिब जी के एक दस्तखती पत्र में, जो अब भी बनारस के एक गुरुद्वारे में सुरक्षित है, बनारस के शहर को 'गुरु बाहुर्ग' कहा गया है. सन् 1675 की लिखी हुई ग्रन्थ साहिब की एक दस्तलिखित प्रति में एक सिख की दक्षिण

ایک بار جب یوگہوں نے گرونانک سے کچھ چمٹا کر کے دکھائے تو کہا تو گرو جی نے جواب دیا کہ میرا چمٹا کر تو یہ موزے آپدیش اور یہ موزی سنگت ہے ۔ * جہاں جہاں گرونانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے ششیوں کی ایک سنگت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوارا بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا چپ کیا کرتے تھے ۔ تھوڑے ہی سمے میں سارے ملک میں سک گرو دیواروں کا ایک جال سا بچھ گیا ۔ جوناگندہ (کاٹھیاواڑ) ، کدروپ (آسام) ، صورت (گجرات) ، تلک (اڑیسہ) ، بہار ، چوہر ، نانک مٹھ (کمایوں) میں گرونانک کے مشن کے کیندر کھل گئے ۔ کھاندو ، ایران کی کھڑی ، کابل ، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے آپدیشوں کا پوجار کرنے والی سنگتیں قائم ہو گئیں ۔ صورت میں نانک ہارا اور کمایوں میں نانک مٹھ کیندر آپ تک جیوں کے تھیں قائم ہیں ۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹھوں کے زیادہ تر لوگ سک گرنٹھوں اور سک وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں ہیں ۔ گور تیغ بہادر یقینہ کے دیوان ماضی سنگم کے استہایت کئے ہوئے سک کیندروں کے اوشیش کو لبہ ، ' رامیشور ' ، مدراس ' ستور ' ، کجلی بن ، عادل آباد (حیدر آباد ، دکن) ، مرزاپور ، چٹگاؤں ، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں آپ ہی بانی ہیں ۔ گرو گرنٹھ صاحب کی بہت پرانی پڑتیاں اور روئے سنگتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گوند سنگم کے دستخطی پتر آپ ہی ان کیندروں میں سررکشت ہیں ۔ پانچویں سک گرو کے سمے کے ایک سک پرچارک بھائی گرو داس کے گیارہویں بھجن میں ہمیں ان پر سک سکوں کی سوچی ملتی ہے جو اُس سمے کابل ، کشمیر ، سرہند ، تھانیشور ، دلی ، فتحپور ، سیکری ، آگرہ ، اوجپن ، برہانپور ، گجرات ، سوئند ، لکھنؤ ، پریاگ ، راج ، جونپور ، یقینہ ، راج محل ، تھاکہ آدمی جگہوں میں رھتے تھے ، گرو گوند سنگم کی دھرم پتی ماتا صاحب کر کے ایک دستخطی پتر میں ، جو اب بھی بنارس کے سک گرو دیوارے میں سررکشت ہے ، بنارس کے شہر کو ' گرو کا درگ ' کہا گیا ہے ۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنٹھ صاحب کی ایک دست لکھت پڑتی میں ایک سک کی دشمنی

*—गुरुदास का भजन-संग्रह, 1-42.

گروداس کا 'پہچن سنگرہ' 1-42

پھر اے دوستی ہے جس کا نام ہے 'حقیقت' راہ مقام' اس سے
دکھن بھارت اور لنگا میں جہاں کہاں پہلی ہوئی سکھ سنگتوں
کا بیکہ چلتا ہے۔

ہر سلکت گرو کے دوارا مقرر ایک فیفا کے اندھن ہوئی تھی۔ سی 1688 میں بھائی سیوا داس دوارا لکھی ہوئی گرونانک کی ایک جیوونی سے پتہ چلتا ہے کہ ان نہتاؤں کو منجی، کہا جاتا تھا چونکہ یہ لوگ منجی (جاریائی) پر بیعت کر آپدیش دیا کرتے تھے۔ بھائی لہو اتر میں اور شیخ سجاد دکنش پشچیم پنجاب میں گرو کے آپدیشوں کا پرچار کرتے تھے۔ انیہ پرچارکیں میں گوپال داس ہمارس میں، جندا بازی ہوشاٹر میں، ہندن شاہ کھرتھور میں، ماہی مہیسر میں، کلجک چکناہ پوری میں، دیولت لہشائی (نیت) میں، ساس رائہ پتہ اور بہار میں، راجہ شوانام سنگھل میں اور انیک انکنت کاریہ کرتا سندستان میں اور سندستان کے باہر، جہاں جہاں گرو نانک گئے تھے، پرچار کاریہ میں لگے ہوئے تھے۔ چونکہ سب پرچارک اور ان کے دوارا دیکشت سے براہر گرو کے درشنوں کو آیا کرتے تھے اس لئے ان سنگھوں کا سہ ملحدہ کینڈے کے ساتھ براہر قابہ رہا۔

گرو نانک کے بعد پرچارکار بہ کو ادھک سنگتوں روپ دینے کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اُس کے کارن گرو کو نرنتر پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے سنگتوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اُنکی کوتاہ رہا' کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگتوں بن گیا۔ ☸ ہو ضام ایک 'مسند' ‡ کے ماتحت ہوتا تھا

खफ़ी खां सिखां के बारे में लिखता है—“उनके गुरु लाहौर के निकट फ़कीरों की तरह रहते थे, शुरू से ही सिखां ने सन्तों की देख रेख में हर कसबे और शहर में अपनी सज़्जतें और गुरुद्वारे बना लिये थे।”

خفی خاں سکھوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ ”اُن کے گرد لہور کے نکست فکھڑوں کی طرح رتھ تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے سلتوں کی دیکھ دیکھ میں ہر قصہ اور شہر میں اپنی سلطنتیں اور گروں کے بھاگتے تھے۔“

’دہستانِ مذاہب‘ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ’مسند‘ جیسا کہ کہا جاتا ہے ٹیکس اُلغیے والے نہیں تھے بلکہ دھرم پرچارک تھے۔ سال میں وہ جو بھینٹ گرد کو لاکر چڑھاتے تھے وہ سب چیلوں کی اپنی مرضی سے دی ہوئی بھینٹ ہوتی تھی۔ اصل میں یہ غلط فہمی اس شے ہوئی کہ ’بھینٹ‘ کو ’ہاج‘ (ٹیکس) سمجھ لیا گیا، حالانکہ اُپر دکت پستک کے لیکھنے بھینٹ کے لئے ’نظار‘ شہد استعمال کیا ہے۔

نہیں آتی۔ میری تمام دولتیں یہاں تک کہ میری آتما اور میری وہ سب انکی सेवा کے لیے ہائیر ہے۔“

گुरु کے تمام अधिकاروں کے ساتھ خالص سامنے آئے۔ گورو نے سیکھوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہادی چلیں۔ چلاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہا کا وچن دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جملہ 'سرپس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہادین کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنٹھ کے مدت کے تمام سواروں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غیر نیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ بد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پرکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سنکت کی سادھی کے سامنے آکر پرتیہادین کے لئے اپنا تیر چمکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طلبی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کے تو اس سے یہ آمین کی جاتی تھی کہ وہ نوڈیک کی کسی سنکت میں جا کر جوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونپ کر دے۔ سنکت پانچ چمکے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونپ کر دیتا تھا اور ابراہمن کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سب سے سنکت کی ہی ہوتی تھی۔ تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سیکھوں کے اس سکھمیل سنکٹ نے ہی مہاراجا سلتنات کا انکے خلیفہ کر دیا اور انکے اسی سنگٹن نے انہیں سن 1716 اور 1768 عیسوی کے بیچ، ان پر جو کشتیاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیامتیں رکھدی گئیں تھیں اور لہجہ کیوں رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔ جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بنا کر اُتری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سے سکھوں کی پرتیہادین تھی۔

سکھوں کے تمام اڈھکاروں کے ساتھ خالص سامنے آئے۔ گورو نے سکھوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہادی چلیں۔ چلاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہا کا وچن دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جملہ 'سرپس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہادین کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنٹھ کے مدت کے تمام سواروں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غیر نیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ بد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پرکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سنکت کی سادھی کے سامنے آکر پرتیہادین کے لئے اپنا تیر چمکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طلبی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کے تو اس سے یہ آمین کی جاتی تھی کہ وہ نوڈیک کی کسی سنکت میں جا کر جوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونپ کر دے۔ سنکت پانچ چمکے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونپ کر دیتا تھا اور ابراہمن کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سب سے سنکت کی ہی ہوتی تھی۔ تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سکھوں کے اس سکھمیل سنکٹ نے ہی مہاراجا سلتنات کو ان کے خلاف کر دیا اور ان کے اسی سنکٹوں نے انہیں سن 1716 اور 1763 عیسوی کے بیچ، ان پر جو کشتیاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیامتیں رکھدی گئیں تھیں اور لہجہ کیوں رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔ جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بنا کر اُتری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سے سکھوں کی پرتیہادین تھی۔

—A Sketch of the Sikhs by Malcolm.

”خالدیہ کے انویسٹمنٹ کی جگہ بھی وہ ہیں، ہرگز رخصت کرے۔“

سینکڑوں کے گھنٹاتیفریک سنگٹوں ’مسل‘ نے ان میں ایک سنگٹ شاسن کا طریقہ پیدا کر دیا تھا۔ ہر سنگٹ سولتئر تھا اور ’خالصہ‘ کا سدسہ تھا لیکن ان کی حیثیتیں الگ الگ تھیں اور ان کی قابلیت میں بھی فرق تھا۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ ان میں سے ہر ایک دیکھتی تھیں بن سکتا انہوں نے خوشی خوشی ایک سنگٹ ہڈا کر اور نہلاؤں کو چن کر ان کے ٹیٹروں میں چلنا سونپا کر دیا۔ جس طرح ان کی تمام سادھاریں کارروائیاں ’گرومٹ‘ سے طے ہوتی تھیں اسی طرح ان کے راجنیتک فیصلے بھی سردار اور مسل اکال تخت کے سامنے اٹھا ہو کر لیا کرتے تھے۔

سورن مندر کے چاروں طرف ٹھہرنے کی جگہیں، جنہیں ’پتھک‘ کہا جاتا تھا، بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سردار اور مسل آکر ٹھہرتے تھے۔ جلسے کے وقت وہ اکال تخت کے سامنے کھلے میدان میں اٹھتا ہوتے تھے۔ انویسٹمنٹ اپنے نہلاؤں کے پیچھے بیٹھتے تھے اور ٹیٹا ہی ان کی آواز سے بولتا تھا۔ جب بھی کسی کو کوئی نئی بات سوجھتی تھی وہ اپنے سردار سے جا کر کہتا تھا اور کھول سردار ہی ان کی طرف سے بولتا تھا۔ اس طرح سے کل بلوہ سردار ہی اس سبھا میں بولنے والے ہوتے تھے۔

پرستاروں پر نہ تو دیکھتی گت مت لئے جاتے تھے اور نہ وہ بھومت سے پاس ہوتے تھے۔ وہ سب ایک رائے سے پاس ہوتے تھے۔ نہ تو کبھی کوئی سردار اونگا لاکر کارروائی روکتا تھا اور نہ کبھی کوئی روکاوٹ ہی پیدا ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلے تعداد کے مردہ ہوجھ سے نہیں کئے جاتے تھے بلکہ مانے ہوئے نہلاؤں کی سلسلے رائے سے کئے جاتے تھے کہ جن کے سامنے سدائین کے جھوٹے مرن کا پرھن رہتا تھا۔ پنڈت کا ’گرومٹ‘ کوئی روزمرہ کی چیز نہ تھی۔ وہ نہیں لیا جاتا تھا جب کسی باہری حملے کا خطرہ ہو یا پنڈت کی دھارمک پورٹا کسی بھڑی طاقت سے خطرے میں ہو۔ خالصہ کے دھان میں ایک بات اور ایسی تھی کہ جس سے کبھی زچ پیدا نہ ہونے پاتی تھی۔ کوئی پرستار خالصہ کی سبھا میں اس وقت تک نہیں لایا جاسکتا تھا جب تک آپستوت ٹیٹا اس بات کی پرتکھا نہیں کرتے تھے کہ گرو کی شرن میں وہ سب ایک ہیں۔ یہی ان میں سے کسی کے پرانے آپسی جھگڑے ہوتے تھے تو وہ الگ ہٹ کر پہلے ان جھگڑوں کو سلجھاتے تھے اور جب وہ آکر کہتے تھے کہ اب ہمارے کوئی آپسی جھگڑے نہیں رہے اور ہم نے صلح کر لی اور اب ہم سب نشہکش ہو کر ’گرومٹ‘ میں بھاگ لے سکتے ہیں تب اکال تخت کا سپہیتی اعلان کرتا تھا کہ گرو کی راہ میں خالصہ پھر سے ایک ہیں اور اب ان کے سامنے ’گرومٹ‘ رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد پرستار کے شبد پڑھ جاتے تھے اور اس پر بحث ہوتی تھی۔

پنھ کے اس طرح کے अधिकार کی تین جگہوں ہندوستان میں اور تھیں۔ ایک آندھپور، کیشورگڑھ میں جہاں سب سے پہلے گرو گووند سنگھ نے پوری پنجاب کے لئے خالصہ کو تہیادھیکار دیا تھا۔ دوسری پوری بھارت کے لئے بلکہ میں جو گرو گووند سنگھ کا جنم استھان بھی تھا۔ تیسری دکن میں ناندر (حیدرآباد دکن) میں جہاں گرو گووند سنگھ کی مرتد ہوئی تھی۔ ان تینوں جگہوں کے تحت دھارمک ادھیکاروں کے کیلئے تھے۔ روزوں کے اچھت روپ کو نشیبت کرنے کی اپیل یہاں کی جاسکتی تھی۔ اگل تحت کو راجنیتک اور دھارمک دونوں طرح کے ادھیکار حاصل تھے۔ وہ پنھ کے نیلترن کا سب سے بڑا کھنڈر تھا۔ اگل تحت کے سامنے ہی ودیشی شکھوں سے صلحنامہ طے کئے جاتے تھے۔ یہ استھانی سن 1809 عیسوی تک رہی جب آخری گروست لیا گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجنیتک فیصلوں کے لئے گروست کی پرتھا ہی اٹھا دی اور سکھوں اور غر سکھوں دونوں کی صلح سے کام کرنا شروع کیا۔

ایک پرانے سکھ رواج کو اس طرح ختم کرنے کے لئے سکھ لیکھک مہاراج کو اکثر دیش دیتے ہیں۔ کنتو بدی ہم تھیک طرح سے سکھ دھرم کے آدرشوں کا ادھین کریں تو ہمیں یکہ چلیگا کہ راجنیتک چھتر میں اس گروست کی پرتھا کا انت کرنا سکھ آدرشوں کے مطابق ہی ہوا۔ سکھوں کا لنگر صرف سکھوں کے لئے نہیں ہوتا۔ وہاں ہر جاتی اور ہر قوم کے لوگ آکر بھرچن کر سکتے ہیں۔ امترس میں گروگ کے بازار میں چوتھے اور پانچویں گروں کے سم سے ہندو مسلمان سکھ سبکو تجارت کی اجازت مل گئی تھی۔ گرو ہر گووند نے انھیک شہر آباد کئے اور اپنے خرچ سے مندر اور مسجد بنوائیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ انھیں گروں کے چرن چنوں پر چل رہے تھے جب انھوں نے کھول سکھ ادھیتی کی حیثیت سے شاسن کرنے کے بجائے ہندو مسلمان اور سکھ سبھی کے مہاراج کی حیثیت سے شاسن کی ہاگتور ہاتھ میں لی۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان اپنے کو ودیشی سمجھتے تھے۔ ان دنوں سکھوں میں ہی سچی راشترپہ جاگرتی تھی اور وہ اعلان کرتے تھے—”راج کریگا خالصہ۔“ جب رنجیت سنگھ تحت پر بیٹھے تو وہ چاہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان اپنے کو اسی طرح دیش بہت سمجھیں جس طرح سکھ سمجھتے تھے اور اس دیشی سے راجکاج میں انھوں نے انکی صلح اٹلی ہی ضروری سمجھی جتنی سکھوں کی۔ اس لئے رنجیت سنگھ نے جہاں تک راجنیتک شاسن کا سبندہ تھا، اگل تحت کی حکومت اٹھا دی اور اپنے ملندروں سے انھیں میں سبھی سمپردایوں کے لوگ تھے، راجکاج کے بارے میں صلح لینے لگے۔ اس طرح کی شدہ دنیوی یوجنا میں گروست کی جگہ نہ تھی۔ بدی سکھوں کے سکھ سے دھارمک حکمانوں کے ذریعہ رنجیت سنگھ حکومت کرنے کی کوشش

کرتے تھے۔ ان کے لیے ہندو اور مسلمانوں کی بکافاری اور شادی بیاہی کی اجازت نہ رہ پاتی۔

رانا جیٹ سنگھ نے سیکھ 'میسلس' کے پلوں کو بھی لوہہ بٹھا دیا۔ سیکھ سیکھ شکتی کے بولہبک تھے۔ ان کے تہا سدا سکھ ہوتے تھے۔ ان کے فیصلے ہمیشہ گرویت سے ہوتے تھے۔ یہ پرتھا اُس وقت تک ضروری تھی جب تک ہندو دیہہ ہوتے تھے اور مسلمان دیہی تھے۔ اب جبکہ ہندو اور مسلمانوں کو ناگرتکا کا ادھیکار نہ دیا گیا اور وہ پنجاب راشٹر کے سلمان نہ انگ بن گئے تو ان کے اوپر ایک سامہرد ایک سکھ کا شلن پڑے۔ اُس وقت تک ہندی ایک ایسی سرکار کا شلن گردیا گیا جو سب کی سرکار تھی تو اُچت ہی ہوا۔ مسلمانوں کے دوارا سکھوں کے ہتھیں گلوں کا وکس ہوا اور اُس زمانے میں سکھ سنگتوں کی فروہیاں اُس کے ذریعہ روشنی میں آئیں۔ پرتھیت سکھ کے سہ لئی پرائی خوبیاں نشٹ ہو گئی تھیں اور خود غرضی اور ہریلو جھگڑوں نے ان کے گلوں تانکر پہلو کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔

[2]

سیاسی 'گرویت' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرویت' جاری رہے، لہٰذا ان کے لیے ساروجنک جوش رہا نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروہاروں کے غیر زمہوار ہتھوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اُسے بالکل تہمت بنا دیا۔

سیکھوں کا پرتھ کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھارنا کے نشٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سہتر کے راجکال میں چوطرفہ اتھاچاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گلوں تانکر کی بھارنا کے نشٹ ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اُس سمانے سب سے زیادہ ہوا جب ہر اُپری کے درجے کے بھن بھن ویکتوں نے ایک ہوکر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ اُدیوگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سکھوں کی پرتھیتا ہی کسی ایک ویکتی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرتھیتا ہے۔ اپنی پرتھیتا میں سکھ ایشور کے اُدیوگت دھرم گروں کا آسوان کرتا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرتا ہے جنہوں نے پنتھ کے لٹھ قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرتھیتا اُس کے سامنے سہردائے کے سمدت جہن کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اُس کی وودھ ستمیوں اور ان کے ستمنگ کی جنہوں کی تصویر پیتھ کرتی ہیں اور اُس طرح وہ ان لوگوں کے سنسرگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرتھ اور لٹھ اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شد ہے پر وہ ایسا

نہ تو ان کے پرتھ ہندو اور مسلمانوں کی وفاداری میں قائم کی مضبوط نہ رہ پاتی۔

رنگیت سکھ نے سکھ 'مسلموں' کے ہندوں کو بھی تہر دیا۔ سب سکھ شکتی کے بولہبک تھے۔ ان کے تہتا سدا سکھ ہوتے تھے۔ ان کے فیصلے ہمیشہ گرویت سے ہوتے تھے۔ یہ پرتھا اُس وقت تک ضروری تھی جب تک ہندو دیہہ ہوتے تھے اور مسلمان دیہی تھے۔ اب جبکہ ہندو اور مسلمانوں کو ناگرتکا کا ادھیکار نہ دیا گیا اور وہ پنجاب راشٹر کے سلمان نہ انگ بن گئے تو ان کے اوپر ایک سامہرد ایک سکھ کا شلن پڑے۔ اُس وقت تک ہندی ایک ایسی سرکار کا شلن گردیا گیا جو سب کی سرکار تھی تو اُچت ہی ہوا۔ مسلمانوں کے دوارا سکھوں کے ہتھیں گلوں کا وکس ہوا اور اُس زمانے میں سکھ سنگتوں کی فروہیاں اُس کے ذریعہ روشنی میں آئیں۔ پرتھیت سکھ کے سہ لئی پرائی خوبیاں نشٹ ہو گئی تھیں اور خود غرضی اور ہریلو جھگڑوں نے ان کے گلوں تانکر پہلو کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔

[2]

سیاسی 'گرویت' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرویت' جاری رہے، لہٰذا ان کے لیے ساروجنک جوش رہا نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروہاروں کے غیر زمہوار ہتھوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اُسے بالکل تہمت بنا دیا۔

سیکھوں کا پرتھ کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھارنا کے نشٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سہتر کے راجکال میں چوطرفہ اتھاچاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گلوں تانکر کی بھارنا کے نشٹ ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اُس سمانے سب سے زیادہ ہوا جب ہر اُپری کے درجے کے بھن بھن ویکتوں نے ایک ہوکر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ اُدیوگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سکھوں کی پرتھیتا ہی کسی ایک ویکتی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرتھیتا ہے۔ اپنی پرتھیتا میں سکھ ایشور کے اُدیوگت دھرم گروں کا آسوان کرتا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرتا ہے جنہوں نے پنتھ کے لٹھ قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرتھیتا اُس کے سامنے سہردائے کے سمدت جہن کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اُس کی وودھ ستمیوں اور ان کے ستمنگ کی جنہوں کی تصویر پیتھ کرتی ہیں اور اُس طرح وہ ان لوگوں کے سنسرگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرتھ اور لٹھ اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شد ہے پر وہ ایسا

نہیں ہے کہ راشٹر کے سبھی کلموں، نہ کہول اُس کے ایتھاس بلکہ اُس کے فوجی، دنیوی اور ملہی زندگی کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ کلتو 'خالصہ' شد کے اندر سکھوں کی سنسکرتوں اور اُن کے سبھی کام آجاتے ہیں۔ جب تک سکھوں میں 'خالصہ' کی پہاڑا ہوگی وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ کو بھی سکھوں سے کامیابی کے ساتھ کام لینے کے لئے 'خالصہ' کے سبھی انگوں اور کرم گنتوں کو استعمال کرنا پڑا تھا۔ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد جب کوئی ایک دیکھی شمس کی ہاک دور نہ سنہال سکا تو چنہ ہونے پر وہ گندھوں کی پنچایتوں نے کسی طرح شمس کی ایک روپ دیکھا قائم رکھی۔

ہندوستان سے باہر ملایا، چین، یا کناڈا میں یہ آپ سیکھوں کے کاموں پر نظر ڈالیں تو آپ کو ان کی سنگتوں پر ٹیٹا کا ثبوت ملے گا۔ وہ سماجک پرانی ہیں۔ جب بھی دو یا تین سکھ اکٹھا ہونگے تو مل بیٹھ کر بھجن گائیں گے۔ بدی اُن کی تعداد کافی ہو تو وہ فوراً گردوارا کی بنیاد ڈال دیں گے اور سنگت بنا کر اکٹھا ہونے لگیں گے۔ اُن کی جو یہ سنگت پہاڑا ہے اُس کے کون جب بھی وہ ملتے ہیں تو اپنے 'جتنے' یا 'دیوان' (ستی) بنا کر پرچار کاربہ شروع کر دیتے ہیں۔

[3]

یہ ترقی کا زمانہ ہے۔ اپنے پتن کے زمانے سے سکھ جو اپنے نو بھولے ہیں تو آج تک نہیں جاگ اُٹھے۔ آج تک انہیں اپنے کو اور ٹٹے سرے سے اپنی تمام سنسکرتوں کو جگانا ہے۔ ویسے پرانی پر مہرا کی یاد کچھ باقی ہے۔ امرتسر، آند پور، پٹنہ اور ناندر کے چاروں تختوں کا ایتھاس 'رحمت نامہ' اور دوسری ایتھاسک پستکوں میں درج ہے پر جو سامگری ملتی ہے وہ کافی نہیں اور سکھوں کو پرانی کلپنا قائم کرنے کے لئے اپنی کلپنا سے کام لینا پڑے گا۔ سکھوں میں چونکہ شکشا کی بہت کمی ہے اس لئے اُن کی کلپنا کا یہی سموچت آپٹوگ نہیں کیا جاسکتا۔ سکھوں کی کوئی ایسی کیندریہ سنسکرتا بھی نہیں ہے جو اُن کے دھارمک فیصلوں میں ایکتا اور بدھیتا پیدا کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ بے چین سدھارک خالصہ کی آدار پہاڑا کے بالکل وزیریت آشچریہ جنک رواج اور انوکھی سنسکرتوں قائم کر رہے ہیں۔ کلتو مسجددار ٹیٹا جاندبازی کا قدم اُٹھانے سے اپنے کو بچا رہے ہیں اور اپنی ساری شکتی سکھوں میں ساروجنک روپ سے شکشا دیہ اور گردواروں کا سدھار کرنے میں لگا رہے ہیں اور ایک ایسی کیندریہ سنسکرتا کی بنیاد ڈال رہے ہیں جس کے فیصلے سب کے لئے مانیہ ہونگے۔ انہوں نے ادھیکاتش گردواروں پر قانونی ادھیکار پالیا ہے اور ہائی گردواروں پر بھی ادھیکار

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سب پر بندہ کے لئے انہوں نے بالغ متادھیکار میں ہر سکھ اسکری پرش دوارا چنی ہوئی شرومنی گرو دوارا پر بندھک کمیٹی بنا لی ہے۔ 'اسٹریپ' کو ووٹ کا ادھیکار دیکر انہوں نے ایک کرائیمکاری قدم اٹھایا ہے جس سے 'اسٹریپ' کو سپروائز کے ہر فیصلے، مندرجوں اور دھارمک آچار و چاروں تک کو طے کرنے میں حصہ لینے کا ادھیکار حاصل ہو گیا ہے۔ کنتو شرومنی گرو دوارا پر بندھک کمیٹی کا دائرہ ابھی چھوٹا ہے اور وہ پنتھ کی ہر کارروائی میں نیترتو نہیں کر سکتی۔ سکھ ابھی تک بہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں گرو دوارا پر بندھک کمیٹی کے علاوہ پنتھ کے لئے کوئی اور سنسٹھا بنانی ہے یا نہیں۔

پنتھ کے لیے اس طرح کی سنسٹھا بنانے کا سوال بہت مہنگیوں پر ہے۔ آئٹم گرو گروند سنگھ کی موت کے سبب پنتھ کو آدھیاत्मک ہوم رول مل گیا تھا۔ شروع شروع میں انہوں نے پنتھ کے فیصلوں کے لئے یونانی طریقہ اپنایا تھا کہ جس کے انوسار ہر ویکتی کو پنتھ کے فیصلوں میں حصہ لینے کا ادھیکار تھا۔ اس کام کے لئے 'اکال تخت' میں 'سربت خاصہ' کا ادھیوشن سال میں یا چھ مہینے میں ایکبار ہوا کرتا تھا۔ جب سکھوں پر اٹھا چار ہوئے تھے تو اس طرح کے ادھیوشن ناممکن ہو گئے اور اکال تخت کو خود ہی سارے فیصلے کرنے پڑتے تھے۔ مسلوں کے شلمن کے سبب اکال تخت کی کارروائی بھاری بھرکم ہو گئی اور سنسٹا کی خواہش نے خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں طانت دے دی۔ یہ کیفیت رنجیت سنگھ نے آکر دور کی۔ رنجیت سنگھ کی خواہش مغلوں کی طرح ہی ایک ساروہوم سنسٹا استھاپت کرنے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سب فرقوں کی ملی جلی سنسٹھا کی بات سوچی۔ ان کے زمانے میں اہل نضت ایک بے جان چیز بن کر رہ گیا۔ رنجیت سنگھ کے بعد جب انگریزی شلمن قائم ہوا تو سکھوں کے نیٹا اتنے پوسرد ہو چکے تھے کہ وہ نرواچت سنسٹاؤں کی بات بھی نہ سوچ سکتے تھے۔ جب پشچمی سبھیتا کا سنسروگ ہوا اور پشچمی شکشا اور سنسٹاؤں سے لوگوں کا پرپیچے ہوا تو سکھوں نے بھی 'دیوان' بنا کر شکشا، ساماچک اور دھارمک سدھار کا کم اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کنتو سکھوں میں گھور اشکشا ہونے کے کارن یہ پرگتی پوری طرح سمیٹو نہ ہو سکی۔ پر سن 1921 سے 1926 تک ان پر جو گرو کے باغ آئی میں بھونکر ظلم ہوئے انہوں نے اس طرح انہیں سنگتیت کر دیا جیسے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ گرو دواروں کے پر بندہ کے لئے ان کی شرومنی پر بندھک کمیٹی قانونی سنسٹھا بن گئی ہے کنتو جیسا مینے اوپر بتایا ہے کہ وہ ابھی تک ایسی سروادھیکاری سنسٹھا نہیں بن پائی جو سارے پنتھ کو ادھیکار کے ساتھ چلائے۔

کيا سیکھوں کو اس کام کے ليے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے ليے ہمیں سکھوں کے سہلسی سمبند پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گروند سنگھ نے شانتی کے سہ سکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستا سوئیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستا سوئیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے بہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوئیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شاسک کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنٹھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگھرش بھی یہ شروع ہوگئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوئیکار کرلینی چاہیئے کہ یسے اُن کا سنگھرش یہ پڑانی پر پڑانی پر چلے تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشیٹھے ہی سنگھرش میں آئیں گے۔ اس ليے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹنے کی طرف ونا دار ہوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا آرتہ گرو گروند سنگھ کے چھلنے کو نہیچا کرنا ہوگا ! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ليے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمہوادیوں کا سمہوگ ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسمہوگ کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سوئیھاؤں اور واپس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گروندارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھاگرھی تہدی پہلے رہا نہ کر دیتے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پہدا ہو گیا۔ سکھ نہیٹا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُپانے کے بعد سکھ نہیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چہیکہ چہیکہ صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نہیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس ليے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کيا سیکھوں کو اس کام کے ليے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے ليے ہمیں سکھوں کے سہلسی سمبند پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گروند سنگھ نے شانتی کے سہ سکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستا سوئیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستا سوئیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے بہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوئیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شاسک کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنٹھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگھرش بھی یہ شروع ہوگئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوئیکار کرلینی چاہیئے کہ یسے اُن کا سنگھرش یہ پڑانی پر پڑانی پر چلے تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشیٹھے ہی سنگھرش میں آئیں گے۔ اس ليے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹنے کی طرف ونا دار ہوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا آرتہ گرو گروند سنگھ کے چھلنے کو نہیچا کرنا ہوگا ! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ليے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمہوادیوں کا سمہوگ ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسمہوگ کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سوئیھاؤں اور واپس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گروندارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھاگرھی تہدی پہلے رہا نہ کر دیتے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پہدا ہو گیا۔ سکھ نہیٹا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُپانے کے بعد سکھ نہیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چہیکہ چہیکہ صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نہیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس ليے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کے بیشتر नेताओं ने सुलह की थी. सिख नेताओं में इतनी हिम्मत न थी कि वे जनता का सुलहमसुलहा सामना करते.

इस विकृत से निकलने का अब एक यही तरीका है कि मौजूदा हालत में सिर्फ धार्मिक मामलों में गुरुमत लिया जाय और राजनैतिक मामलों को सुलह सफाई से हल किया जाय. इस फैसले के लिये दो साफ बजहें हैं. एक यह कि जिन दिनों पन्थ कायम हुआ था तब से अब राजनैतिक नजरिया बिल्कुल बदल गया है. तब खालसा आजाद थे. ऊपर ईश्वर था और नीचे पन्थ था, दोनों के बीच में बखल देने वाली कोई दुनियावी ताकत न थी. किन्तु आज स्वराज का मतलब खाली सिखों का राज नहीं है बल्कि कुल हिन्दुस्तानियों का राज है जिसमें हिन्दू, मुसलमान, ईसाई और सिख शामिल हैं. उस जमाने में किसी भी खिन्ते पर हिन्दू, सिख या मुसलमान आजादी से गुरुमत कर सकते थे लेकिन आज राष्ट्रीयता का अर्थ बदल गया है. आज बहुत से सवाल ऐसे हैं जो महज सिखों के नहीं रहे बल्कि सभी सम्प्रदायों के बन गये हैं. मिसाल के तौर पर पञ्जाबी भाषा का प्रश्न जिसकी हिफाजत के लिये आज हिन्दू, मुसलमान, सिख, सबको सम्मिलित प्रयत्न करना चाहिये. एक बार एक ब्रह्मण ने शिकायत की कि उसकी बीबी 'कुसूर का नवाब' हर ले गया. इस पर अकाल तख्त पर मिसल इकट्ठा हुये और इन्होंने इस अन्याय का बदला लेने और ब्रह्मणी को वापस लाने के लिये एक जत्था भेजा. आज अगर कोई ऐसी बात हो तो मामला पुलिस के सुपुर्द करना होगा. उस तरह के मामले यदि पन्थ हाथ में लेगा तो सरकार के साथ उसके निरर्थक संघर्ष होंगे. सिख नेताओं का यह फर्ष है कि वे सिख जनता को बतायें कि अब जमाना बदल गया है और राजनैतिक आदर्श भी बदल गये हैं. इसलिए इस परिवर्तन के अनुसार सिख जनता को अपने पन्थ के सङ्गठन में भी परिवर्तन करने की जरूरत है.

کے درودہ لیڈروں نے صلح کی تھی. سکھ لیڈروں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ جنتا کا کلم کھا سامنا کرتے.

اس وقت سے نکلنے کا اب ایک یہی طریقہ ہے کہ موجودہ حالت میں صرف دھارمک معاملوں میں گرومت لیا جائے اور راجنیتک مسئلوں کو صلح صفائی سے حل کیا جائے. اس فیصلے کے لئے دو صاف وجہیں ہیں. ایک یہ کہ جن دنوں پنتھ قائم ہوا تھا تب سے اب راجنیتک نظریہ بالکل بدل گیا ہے. تب خالص آزاد تھے. اوپر ایشور تھا اور نیچے پنتھ تھا. دونوں کے بیچ میں دخل دینے والی کوئی دنیوی طاقت نہ تھی. کنتو آج سولہج کا مطلب خالی سکھوں کا راج نہیں ہے بلکہ کل هندوستانہوں کا راج ہے جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور سکھ شامل ہیں. اس زمانے میں کسی بھی خطہ پر ہندو، سکھ یا مسلمان آزادی سے حکومت کرسکتے تھے، لیکن آج راشٹرنیٹا کا ارٹھ بدل گیا ہے. آج بہت سے سوال ایسے ہیں جو مختص سکھوں کے نہیں رہے بلکہ سبھی سکھ وادہوں کے بن گئے ہیں. مثال کے طور پر پنجابی بھاشا کا پرشن جس کی حفاظت کے لئے آج ہندو، مسلمان، سکھ سب کو سملت پڑیتن کرنا چاہئے. ایک براہمن نے شکایت کی کہ اس کی بیوی 'قصور کا نواب' ہر لے گیا. اس پر اکل نصت پر مسل اکتھا ہوئے اور انہوں نے اس اٹیہائے کا بدلہ اپنے اور براہمنی کو واپس لے کے لئے ایک جتھا بھیجا. آج اگر کوئی ایسی بات ہو تو معاملہ پولس کے سپرد کرنا ہوگا. اس طرح کے معاملے بدی پنتھ ہاتھ میں لیگا نو سرکار کے ساتھ اس کے نوررتیک سنگھرش ہونگے. سکھ لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ سکھ جنتا کو بتائیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور راجنیتک آدرش بھی بدل گئے ہیں. اس لئے اس پڑیورتن کے انوسار سکھ جنتا کو اپنے پنتھ کے سنگٹھن میں بھی پڑیورتن کرنے کی ضرورت ہے.

श्री जी. सुन्दर रेड्डी

شہزی جی. سندر ریڈی

पुराने जमाने से मजहब और साइंस के बीच खींच-तान चली आ रही है। अगर धर्म और विज्ञान के बीच में यह खींचतान न होती तो आज की दुनिया जिस शकल में हमारी आँखों के सामने है, कभी न रहती। हिन्दू धर्म, ईसाई धर्म और इस्लाम धर्म के इतिहास से यह साफ़ है कि धर्म और वैज्ञानिक विचारों का संघर्ष इनमें आज तक जारी है।

फ्रांस की क्रांति के बाद यूरोप के सामाजिक, आर्थिक, राजनीतिक और धार्मिक क्षेत्रों में साइंस का एक तूफान आया था। इस वैज्ञानिक क्रांति ने तमाम दुनिया में वैज्ञानिक दृष्टिकोण को और जगाया। इस विचारधारा का मकसद था कि सामाजिक, आर्थिक और राजनैतिक क्षेत्रों में वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध जो आन्दोलन हो रहा है उसे खतम किया जाय।

लिबरलिज्म, डेमोक्रेटिक सोशलिज्म, कम्युनिज्म और अनार्किज्म की पैदाइश इसलिए हुई कि समाज का सारा काम तर्क की बुनियाद पर हो। समाज में जो अन्याय और अत्याचार हो रहे हैं, वे सब समाज में वैज्ञानिक-विचारधारा की कमी के कारण हैं।

अठारहवीं और उन्नीसवीं सदी में वाल्टेयर, डिडोरांट, रुसो, मार्क्स, एंजिल्स और लेनिन ने अपने जीवन का ध्येय, दुनिया के अंधेरे से अंधेरे कोने में वैज्ञानिक विचारधारा के प्रकाश को फैलाना बना लिया था। वैज्ञानिक-विचारधारा, के इन पैराम्बरों ने अपनी लेखनी की शक्ति से सारे संसार में उसका प्रचार भी किया और उनके अनुयायियों की संख्या भी दिन दुगुनी और रात चौगुनी बढ़ गई।

जैसे जैसे विज्ञान की उन्नति होती गयी वैसे वैसे वैज्ञानिक विचारधारा का महत्व भी बढ़ता गया। किंतु दुनिया के काने कोने में इस वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध विद्रोह छठ खड़े हुए। एक रंग, जाति, संस्कृति और ऐसे ही कुछ अंधविश्वास जिनके अस्तित्व का कोई तार्किक आधार नहीं दुनिया में फैलते जा रहे हैं। इन्हें बनाने वाले कहते हैं कि उनका विश्वास दिल की उन भावनाओं में है जो दलील पर मुनदिर नहीं।

पुर्ले जमाने से मजहब और साइंस के बीच खींच-तान चली आ रही है। अगर धर्म और विज्ञान के बीच में यह खींच-तान न होती तो आज की दुनिया जिस शकल में हमारी आँखों के सामने है, कभी न रहती। हिन्दू धर्म, ईसाई धर्म और इस्लाम धर्म के इतिहास से यह साफ़ है कि धर्म और वैज्ञानिक विचारों का संघर्ष इनमें आज तक जारी है।

फ्रान्स की क्रांति के बाद यूरोप के सामाजिक, आर्थिक, राजनीतिक और धार्मिक क्षेत्रों में साइंस का एक तूफान आया था। इस वैज्ञानिक क्रांति ने तमाम दुनिया में वैज्ञानिक दृष्टिकोण को और जगाया। इस विचारधारा का मकसद था कि सामाजिक, आर्थिक और राजनैतिक क्षेत्रों में वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध जो आन्दोलन हो रहा है उसे खतम किया जाय।

लिबरलिज्म, डेमोक्रेटिक सोशलिज्म, कम्युनिज्म और अनार्किज्म की पैदाइश इसलिए हुई कि समाज का सारा काम तर्क की बुनियाद पर हो। समाज में जो अन्याय और अत्याचार हो रहे हैं, वे सब समाज में वैज्ञानिक-विचारधारा की कमी के कारण हैं।

अठारहवीं और उन्नीसवीं सदी में वाल्टेयर, डिडोरांट, रुसो, मार्क्स, एंजिल्स और लेनिन ने अपने जीवन का ध्येय, दुनिया के अंधेरे से अंधेरे कोने में वैज्ञानिक विचारधारा के प्रकाश को फैलाना बना लिया था। वैज्ञानिक-विचारधारा, के इन पैराम्बरों ने अपनी लेखनी की शक्ति से सारे संसार में उसका प्रचार भी किया और उनके अनुयायियों की संख्या भी दिन दुगुनी और रात चौगुनी बढ़ गई।

जैसे जैसे विज्ञान की उन्नति होती गयी वैसे वैसे वैज्ञानिक विचारधारा का महत्व भी बढ़ता गया। किंतु दुनिया के काने कोने में इस वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध विद्रोह छठ खड़े हुए। एक रंग, जाति, संस्कृति और ऐसे ही कुछ अंधविश्वास जिनके अस्तित्व का कोई तार्किक आधार नहीं दुनिया में फैलते जा रहे हैं। इन्हें बनाने वाले कहते हैं कि उनका विश्वास दिल की उन भावनाओं में है जो दलील पर मुनदिर नहीं।

आर्थिक और सामाजिक समानता के लिए लेनिन ने वर्ग-संघर्ष को अपना साधन बना लिया। लेकिन गांधी जी ने वर्ग-समन्वय और सांस्कृतिक समन्वय को अपना मार्ग बना लिया, विश्व-शान्ति के लिए आर्थिक, राजनीतिक, धार्मिक और सामाजिक शोषण का अन्त दोनों का मकसद है। किन्तु लेनिन हिंसा के साधन के उपयोग से अपना ध्येय प्राप्त करना चाहते हैं तो गांधी अहिंसा के साधन के उपयोग के द्वारा। एक में रक्तपात जरूरी है, दूसरे में हृदय परिवर्तन।

آرتھک اور ساماجک سماعتا کے لئے لیٹن نے ورگ سنگھوش کو اپنا سادھن بنا لیا۔ لیٹن گاندھی جی نے ورگ - سمونے اور سانسکرینک سمونے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشوشتاتی کے لئے آرتھک، راجنوتک، دھارمک اور ساماجک شوشنر کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لیٹن ہلسا کے سادھن کے اُپھوک سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اھلسا کے سادھن کے اُپھوک کے دھارا۔ ایک مہن دکنھات ضروری ہے، دوسرے مہن دکنھ پرورتن۔

کبھی ہی یہ شواہس نہ کہ رکناوت سے یا پور سے کہی
نہی سمجھا نہیں حل ہوسکتی۔ لیکن اُس سے اور کئی
رکناوت سمجھائیں پورا ہو جاتی ہیں جنہیں حل کرنا
مشکل ہو جاتا ہے۔

اگر ایک پدم سے کوئی مسیحا حل ہو جاتی تو ہمارے
 انہاس میں اُن پدم کیوں ہوتے؟ اُنہ جان لو کہ ہماروں کی
 آہنی کیوں ہوتی؟ ایتھم اور سویر ایتھم کی آہنی میں
 اُن کی ہر کیوں ہوتی؟

دلہا کے کسان اور مزدور، دین اور دیکھی، دلت اور پتت جاتوں نے گندھی اور لینن دونوں کی وچار دھاراؤں میں اپنے سارے دکھوں اور شوشنزوں کا آنت دیکھا پرنتو دھنی اور آنتی شہل راشٹروں نے لینن کے سدھانتوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ مگر دھنک اور آنتی شہل راشٹروں نے بھی گندھی جی کی ہائی میں شانتی اور پرگتی کا مارگ دیکھا۔ لینن کا پرہاؤ کسی ایک جاتی، یا ورگ تک ہی سہمت رہا، لیکن گندھی کا پرہاؤ دنیا کی تمام جاتی، تمام ورگ اور تمام مذہب والوں پر پڑا۔

لہلہ کے چہرے میں ایشور کے لٹم کہیں استہان نہیں ہے ۔ وہ تو منوشہ کو سرور شکیمان سرجن ہار مانتے ہیں ۔ اُن کا مست ہے کہ ایشور تو ایک ہوتا ہے ، جس کے نام پر ظلم اور ستم ، شوشہ اور اٹھانہ ٹٹ جاتے ہیں ۔ دھرم کا مول ایشور ہے اور آجکل کی آرتھک اور ساماچک امانتا کے پیچھے دھرم نام کر رہا ہے ۔ اس لٹم دھرم تو اقدم کے سان ہے ، جس کے سہوں سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی بدھی اور شکتی کو ٹھو دیتا ہے ۔ کنتو اس کا ارتھ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی بھی دھرم کو نہ مانتے ہوں ۔ اُن کا دھرم کمپونزم ہے ، جس کے دورا روا ایک ایسا سماج استہاپت کرنا چاہتے ہیں ، جس میں ساری دنیا کے لوگ سکھی ہوں ۔

گاندھی جی تو ایشور کو دنیا کا سرچن ہار اور اسے سلجھا لیتے کرتے والا مانتے ہیں۔ ایشور کی اننت شکتی کے سامنے منوشیہ کو بہت چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ایشور ایک ساگر ہے تو منوشیہ کو اُسکے ایک رندو کے سامان مانتے ہیں۔ کلتو اُچل کے دھرموں کو جن کی ہاواں شوشنر اور لسانتا پر ہے، دھرم نہیں مانتے ہیں۔ ان کا رشواس ہے کہ سب دھرموں کا مول ایک ہے۔ اسی پر اپنے وشو دھرم کا وہ نرمان کرتے ہیں۔

آج ایک طرف نیشنلزم، ریشیلزم، کمیٹلزم اور امپریلیزم پرانی وچارہزار کا پرہیزدہی کمونزم ہے۔ دوسری وچارہزاروں میں سنگموش جاری ہے۔ ایک کی طرف دھرم ہے اور دوسرے کی طرف پریشرم کرنے والا ورگ۔ ان دونوں وچارہزاروں کا سلوہ ہے بھدھی دان۔ اس میں سچے دھرم کا سموچت استھان ہے۔ ایک آدمی دوسرے

کی محضات نہیں سمجھ سکتا۔ دھرم اور ایک دوسرے کو اپنے سے نیچا نہیں سمجھ سکتا۔ دھرم دھرم کے لئے نہیں، وگیان وگیان کے لئے نہیں، دونوں مانو سماج کے اگیان کے لئے ہیں۔ جس وگیان سے مانو سماج کی آدمیات تک اور بھونک اُٹلتی نہیں ہوتی، وہ تو وگیان نہیں، لیکن ایک ایسا وسیع و وسيع تک ہے جس کے پھٹ جانے سے اس کا خاتمہ ہو جانے ضروری ہے۔ اس لئے ان دونوں کا آپہونگ مانو سماج کے فائدے کے لئے ہی ہونا چاہئے۔ یہی ہمیں گاندھی دیاں سکھانا ہے۔

گندھی اور لیان آج کی پیڑت اور دوکھت مانوتا کے لئے دو امر جدوتی ہیں۔ جن جدوتیوں کے سہارے اچکل کی مانوتا ایک شاندار جکت کی کلپنا کر رہی ہے ان کے بھونک شریز تو آج ہمارے ہیچ میں نہیں ہیں، لیکن انکی امر اتما اور ان کے آدرشوں کی دیویہ جدوتی ہمارے سامنے ہے یہ دیویہ جدوتیاں تب تک چلتی رہیں گی جب تک زمین اور آسمان ہے اور جب تک ان کے پیچ انسان سانس لیتے رہیں گے۔

Rs. 7. 8. 0

—National Herald, Lucknow.

—Leader, Allahabad.

—Blitz, Bombay

—Bharat Jyoti, Bombay

—Indian Express, Madras

—Vigil, Delhi.

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

پروفیسر جتہ مل پرنسپل گلراجانی

پروفیسر جتہ مل پرنسپل گلراجانی

ہم لوگ مہاپرشوں کے دیوس مانتے ہیں۔ کرو ناتک کا دیوس مانتے ہیں، کرو گووند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں، آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس مانتے ہیں۔ کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹاؤں کو سانجھالے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اُردو سامہردائیکتا کی اگلی دھدھک رہی تھی، ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کات کر کھا رہے تھے؟ اُدھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہلو ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے؟ ان سب پرشوں کا ایک ہی اُتر ہے— ”اوشوہ“، کرن ان مہاپرشوں کی ہائی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے، کنتو آج کے معاملوں کا سچھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی، وہ سوغات ہے ”صوفی دان“۔ سندھ کا پردیش پراچین آریہ بھومی ہے۔ وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اُچارن کیا گیا۔ وہاں پہلے عربی بھاشا آئی، پھر فارسی آئی۔ اُپشد پران آئی سنسکرت ساہتھہ کا ان دونوں بھاشاؤں میں انواد ہوا۔ اِس پرکار پرسدہ وچاروں کا اُدان پردان ہوتا۔ پھر اِس عرب، فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی تروینی سے جو ایک اُنم چیز بنی، وہ ہے—صوفی دان، جس میں ”نا ہین ہندو نا ہین مسلمان“ کی دھونی گونجی۔ یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستھہ ہے، شو ہے اور سندھ ہے، جس میں گیلان، کرم اور شکتی کی تروہرتی ہے۔ صوفی اِس کو حق، حسن اور خیر کہتے ہیں۔ شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (’خیر دے والا‘) سورتی اور سولہ، حسن یعنی سندرتا ہے۔ یہی سلسار کے نکلیان کا مارگ ہے۔

ایک سمہ کی بات ہے، سندھ میں ہرسات اچھی ہوئی تھی، اُن بہت ہوا۔ کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے نکلیگا۔ اُدھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ— ”اِس ورش اُن بہت ہونے سے اِس کا پہلو اوشوہ مندرا پر جاتیگا۔“ اِس لگہ اُس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں۔ شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے اُنہی ”ورشا“ اور کئی دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا، بیچ ہوا، دن

ہم لوگ مہاپرشوں کے دیوس مانتے ہیں۔ کرو ناتک کا دیوس مانتے ہیں، کرو گووند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں، آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس مانتے ہیں۔ کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹاؤں کو سانجھالے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اُردو سامہردائیکتا کی اگلی دھدھک رہی تھی، ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کات کر کھا رہے تھے؟ اُدھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہلو ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے؟ ان سب پرشوں کا ایک ہی اُتر ہے— ”اوشوہ“، کرن ان مہاپرشوں کی ہائی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے، کنتو آج کے معاملوں کا سچھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی، وہ سوغات ہے ”صوفی دان“۔ سندھ کا پردیش پراچین آریہ بھومی ہے۔ وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اُچارن کیا گیا۔ وہاں پہلے عربی بھاشا آئی، پھر فارسی آئی۔ اُپشد پران آئی سنسکرت ساہتھہ کا ان دونوں بھاشاؤں میں انواد ہوا۔ اِس پرکار پرسدہ وچاروں کا اُدان پردان ہوتا۔ پھر اِس عرب، فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی تروینی سے جو ایک اُنم چیز بنی، وہ ہے—صوفی دان، جس میں ”نا ہین ہندو نا ہین مسلمان“ کی دھونی گونجی۔ یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستھہ ہے، شو ہے اور سندھ ہے، جس میں گیلان، کرم اور شکتی کی تروہرتی ہے۔ صوفی اِس کو حق، حسن اور خیر کہتے ہیں۔ شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (’خیر دے والا‘) سورتی اور سولہ، حسن یعنی سندرتا ہے۔ یہی سلسار کے نکلیان کا مارگ ہے۔

ایک سمہ کی بات ہے، سندھ میں ہرسات اچھی ہوئی تھی، اُن بہت ہوا۔ کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے نکلیگا۔ اُدھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ— ”اِس ورش اُن بہت ہونے سے اِس کا پہلو اوشوہ مندرا پر جاتیگا۔“ اِس لگہ اُس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں۔ شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے اُنہی ”ورشا“ اور کئی دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا، بیچ ہوا، دن

रात जाग कर उसकी संभाल की, कसल बैयार होने पर काट कर रखा, उसका इन बेचारों को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के दर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जिनि यहां गोलही मेरियों, था इत्थ इणनि।
पंजनि यां पंद्रह थिया, ईशं था बर्क वरनि।
इ कारिया ब्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह रुप, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह साहब को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आखरु आदियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कड़ो तू कुफर से काफरु म कोठाइ।
हिन्दू हद्रि न आहीं जिनियों तो न जुमाइ।
तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू ब्रिया मुसलमान टियों बिचु विघाऊँ वेरु
अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुघाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसुक न मत्था, मां मुशरब मफि पुदासु; अदिहों इरक जो इन्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

रात जाग कर अंस की सलिया की, फल तैयार हुये पर लकड़कर रक्का, अंस का इन बिचारों को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के दर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रक्का. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जली यहाँ गोली महरिय, था इत्थ इणनि।
पंजनि यां पंद्रह थिया, ईशं था बर्क वरनि।
इ कारिया ब्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह रुप, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह صاحب को साम्प्रदायिकता से बड़ा चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आखरु आदियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—
“कड़ो तू कुफर से काफरु म कोठाइ।
हिन्दू हद्रि न आहीं जिनियों तो न जुमाइ।
तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू ब्रिया मुसलमान टियों बिचु विघाऊँ वेरु
अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुघाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसुक न मत्था, मां मुशरब मफि पुदासु; अदिहों इरक जो इन्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

جس نے میرے سب مصلحتوں (دشمنوں، بددشمنوں) کو بخیر کر دیا ہے۔"

گو ۰ گاندھی سید گوند سے آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان باہد پڑھے، ہتھ نہ لے کر رہو۔"

گو ۰ نانک کے بیچ میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"نہیں ہندو، نہ ہندو مسلمان!"

کبیر صاحب جو ۵۰ سال پہلے دیکھے گئے تھے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو سب کچھ سے آئے، کینے ہیں یہ بے دین بنائے۔"

کبیر سے ایک سو دس سال پہلے سن ۱۳۱۰ میں کشمیر میں ناصر الدین آدی صوفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

بہتات— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہندو کی دھن ویدانت-بانی کی بھی یہی بات ہے—

"نہیں مہیش، نہ دے دے دے نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

بہتات— "میں مہیش، دے یا دے، براہمن، چہتریہ، ویشہ یا شورا نہیں۔ میں تو آتم ہوتا ہوں۔"

اس طرح یہ اتھروید کی بات ہے جس کی پاکستان اور ہند کو ایک سمجھوتہ کو آہستہ آہستہ ہے جس سے ایک لوک اور پورے ملک میں جانا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچی ہے اور یہی سچا سناتن دھرم ہے۔

جس نے میرے سب مصلحتوں (دشمنوں، بددشمنوں) کو بخیر کر دیا ہے۔"

گو ۰ گوند سے آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان باہد پڑھے، ہتھ نہ لے کر رہو۔"

گو ۰ نانک کے بیچ میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"نہیں ہندو، نہ ہندو مسلمان!"

کبیر صاحب جو ۵۰ سال پہلے دیکھے گئے تھے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو سب کچھ سے آئے، کینے ہیں یہ بے دین بنائے۔"

کبیر سے ایک سو دس سال پہلے سن ۱۳۱۰ میں کشمیر میں ناصر الدین آدی صوفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

بہتات— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہندو کی دھن ویدانت-بانی کی بھی یہی بات ہے—

"نہیں مہیش، نہ دے دے دے نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

بہتات— "میں مہیش، دے یا دے، براہمن، چہتریہ، ویشہ یا شورا نہیں۔ میں تو آتم ہوتا ہوں۔"

اس طرح یہ اتھروید کی بات ہے جس کی پاکستان اور ہند کو ایک سمجھوتہ کو آہستہ آہستہ ہے جس سے ایک لوک اور پورے ملک میں جانا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچی ہے اور یہی سچا سناتن دھرم ہے۔

چین اور بھارت کا سانسکرتک میل جول

چین اور بھارت کا سانسکرتک میل جول

شری ملند

شری ملند

دُنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ان دو شمالی دیہوں میں رہ رہا ہے۔ وہ دو دیہوں میں سے ایک آبادی انہیں دو ادھک دیہوں میں ہے اور یہاں کے واسی بھی پراچین راشٹر کے لوگ ہیں جن کی پراچین تم سہیتا کی کہانیاں آج بھی لوگ چاڑ سے پڑھتے ہیں۔ ان دو دیہوں کے علاوہ کوئی ایسا تیسرا دیہ نہیں ہے جو اننی بڑی آبادی اور پراچین کا دعویٰ کر سکے۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیہار کرتے آئے ہیں۔ کہی بھی ایک لے دوسرے پر ادھکار چماتے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں ایہم سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے“ (ڈاکٹر سنہات سین)۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیہار کرتے آئے ہیں۔ کہی بھی ایک لے دوسرے پر ادھکار چماتے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں ایہم سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے“ (ڈاکٹر سنہات سین)۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیہانت کا اثر سہلہ استہاپت کرنے کا بھکوتہ پڑتین کیا ہے اور وہ سہلہ کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیہانت کا اثر سہلہ استہاپت کرنے کا بھکوتہ پڑتین کیا ہے اور وہ سہلہ کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیہانت کا اثر سہلہ استہاپت کرنے کا بھکوتہ پڑتین کیا ہے اور وہ سہلہ کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں۔

4 جنوری، سن 1943 کو پونا-स्थित ’بھارت-کے-ریسرچ-سٹیڈیوٹ‘ کی رجت-جی-جی-کے-اب-س-پر،-अध्यक्ष-पद-से-भाषण-देते-हुए-सर्वपल्ली-राधाकृष्णन्-ने-कहा-था—”मध्य-एशिया-का-मरुभूमि-से-होकर-चीन-की-दीवार-तक-व्यापारियों-के-यात्रा-पथ-और-भारतीयों-की-नई-आबादी-का-पता-सर-ऑरिल-स्टीन-ने-लगाया-है-ईसा-से-पूर्व-दूसरी-शताब्दी-के-लगभग-भारत-की-सीमा-पारकर-मंगोल-देशों-में-बुद्ध-धर्म-ने-विस्तार-पाया-कनिष्क-के-शासन-काल-से-लेकर-हर्ष-वर्धन-तक-(लगभग-600-वर्षों-तक)-भारत-एवं-चीनवासियों-के-बीच-सांस्कृतिक-एकता-की-जड़-जमी-रही-भारत-आये-हुए-चीनी-यात्रियों-ने-अपनी-यात्रा-का-बहुमूल्य-वृत्तान्त-लिख-छोड़ा-है-और-बहुत-सी-बौद्ध-धर्म-सम्बन्धी-रचनार्ये—जो-मूलतः-खो-गई-है—अनुबाध-के-रूप-में-आज-भी-चीन, जापान-और-तिब्बत-की-भाषाओं-में-सुरक्षित-हैं।”

4 جنوری سن 1943 عیسوی کو پونا اسٹیت ’بھندار کر-درج-انسٹیٹیوٹ‘ کی رجت جی جی کے اب-س-پر،-अध्यक्ष-पद-से-भाषण-देते-हुए-सर्वपल्ली-राधाकृष्णन्-ने-कहा-था—”मध्य-एशिया-का-मरुभूमि-से-होकर-चीन-की-दीवार-तक-व्यापारियों-के-यात्रा-पथ-और-भारतीयों-की-नई-आबादी-का-पता-सर-ऑरिल-स्टीन-ने-लगाया-है-ईसा-से-पूर्व-दूसरी-शताब्दी-के-लगभग-भारत-की-सीमा-पारकर-मंगोल-देशों-में-बुद्ध-धर्म-ने-विस्तार-पाया-कनिष्क-के-शासन-काल-से-लेकर-हर्ष-वर्धन-तक-(लगभग-600-वर्षों-तक)-भारत-एवं-चीनवासियों-के-बीच-सांस्कृतिक-एकता-की-जड़-जमी-रही-भारत-आये-हुए-चीनी-यात्रियों-ने-अपनी-यात्रा-का-बहुमूल्य-वृत्तान्त-लिख-छोड़ा-है-और-बहुत-सी-बौद्ध-धर्म-सम्बन्धी-रचनार्ये—जो-मूलतः-खो-गई-है—अनुबाध-के-रूप-में-आज-भी-चीन, जापान-और-तिब्बत-की-भाषाओं-में-सुरक्षित-हैं।”

जगत प्रसिद्ध बौद्ध धर्म के ही विस्तार के कारण चीन और भारत के बीच सांस्कृतिक एकता का

जगत प्रसिद्ध बौद्ध धर्म के ही विस्तार के कारण चीन और भारत के बीच सांस्कृतिक एकता का

—प० बी० आ० आर० आई० 24:4-5 अगस्त 1943 में प्रकाशित.

ले. बी. आर. आर. 24:4-5 अगस्त 1943 में प्रकाशित.

سورپات ہوا۔ چین میں سرکشت ایکہاسک سامگریوں (Records) سے پرستیت ہے کہ بودہ دھرم بھارت سے چین میں پہلے گیا تھا۔ 42 جولائی سن 42ء کی 'ہندوستان ریویو' میں پروفیسر تان یون شان نے لکھا تھا—

“According to the record of Chinese history, it is Yung-Ping tenth year of Minti of the Han-Dynesty, namely 674 A. D., when Buddhism formally reached China for the first time.”

آگے چلکر وہ پونہ لکھتے ہیں کہ ”انیہ پستکوں سے پتہ چلتا ہے کہ ’شہن راج‘ (246-227 عیسوی) سے پورہ بودہ دھرم چین پہونچ چکا تھا۔“

پروفیسر تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی پراچین پستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کلفیسس کہتا ہے—

”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشہ میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس پر اکھنڈ وشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تھپسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چہلی سبت کلفیسس (478-511 عیسوی) پرورہ بودہ (480-560 عیسوی) کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شہن کا پرہوگ چین واپس لائے گئے تھے اور اسے پرانیہ ’پاشچاتیہ راجہ‘ یا ’پاشچاتیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیش کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سمجھو ہے کہ کلفیسس کا سنکیت بودہ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی پستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہل‘ آٹھارہ بودہ بیکشو‘ شن - لی - فان کے نائترو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودہ کی مورتیوں کے علاوہ بودہ دھرم کے گرنٹہ بھی لائے۔“ وہ سمہوتہ عیسوی پرورہ 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودہ دھرم گرنٹہوں میں سامانیہ آئیہ پائہ سمہوتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہونچتے ہیں کہ چین میں بودہ دھرم سن 67 سے بہت پہلے پہونچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سانسکرتک ایکٹا کا سورپات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

اس وچار سے انہیک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودہ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتাবدی کے پرورہ ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلہ سرکار نے بھی یہ ثابت

پروہ تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی پراچین پستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کلفیسس کہتا ہے—”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشہ میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس کے اکھنڈ وشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تھپسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چہلی سبت کلفیسس (478-511 عیسوی) پرورہ بودہ (480-560 عیسوی) کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شہن کا پرہوگ چین واپس لائے گئے تھے اور اسے پرانیہ ’پاشچاتیہ راجہ‘ یا ’پاشچاتیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیش کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سمجھو ہے کہ کلفیسس کا سنکیت بودہ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی پستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہل‘ آٹھارہ بودہ بیکشو‘ شن - لی - فان کے نائترو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودہ کی مورتیوں کے علاوہ بودہ دھرم کے گرنٹہ بھی لائے۔“ وہ سمہوتہ عیسوی پرورہ 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودہ دھرم گرنٹہوں میں سامانیہ آئیہ پائہ سمہوتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہونچتے ہیں کہ چین میں بودہ دھرم سن 67 سے بہت پہلے پہونچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سانسکرتک ایکٹا کا سورپات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

اس وچار سے انہیک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودہ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتাবدی کے پرورہ ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلہ سرکار نے بھی یہ ثابت

ہندوستان ریویو—جولائی 42ء

کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ چانگ کاؤک کے پرتھم سمرات کا سکاؤن اشوک تھا جس کے سے میں چین و اسی ایک لٹہ دھرم (بہمہ دھرم) سے پرچت ہر تھ۔ اشوک جیسے اتر اشتوری راجا کے سے میں بہمہ دھرم کی گندہ چھن ہی جا پونچھی یہ بات انہستہاسک نہیں جان پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ پتہ چلا ہے کہ 'ہان' ہنشی سمرات (عیسوی پور 140) پچھمی ایوم مدھیہ ایشیا کا ایک مہان اتویشک تھا۔ پروفیسر سرکار کے انوسار 'ہندی و استو میں چھن میں بھارت سے بودہ دھرم کے پرچارک نہیں گئے تھے تو یہی اتنا ماننا ہی پڑے گا کہ اس سے بھارت اور چین کے بیچ بڑی سدھارنا تھی اور چینی لوگ اس سے بودہ دھرم سے پرچت تھے۔

جب چین میں بودہ دھرم کا پرچار ہو گیا تب چینی ہیکو ایوم چھانر گنر وشمہش ادمین کے لٹہ بھارت آئے اور بھارت سے چین میں بودہ دھرم کے پرچار کے لٹہ ہیکشوں ایوم دیوہن کی قوی گئی۔ اتھاس سے پتا چلتا ہے کہ چین سے فامیان، ہونیسانگ، اتسنگ (جو 675 سے 685 تک نالندا میں ودیار تھی تھا) جیسے ودوان ہاتری بھارت آئے اور بھارت سے کشپ ماتنگ، امارچوڈو جو ایوم گن رتن جیسے پرسدہ انوادک چین گئے اور سنسکرت سے چینی ہاشا میں پہلے نے لگ بھگ 98 پستکوں اور دوسرے نے لگ بھگ 64 پستکوں کا سہل انواد کیا۔ فامیان بھارت آیا اور 15 سال بعد جب وہ لوٹا تب بدہ کے رنگ میں وہ پوری طرح رنگ گیا تھا۔ بودہ دھرم کے گرنٹہ ٹریپٹک کا پرتھم اونواد ہونینگ سانگ ایوم اتسنگ نے لیا تھا۔ اپنے ساتھ چین کو ہونینگ سانگ 67 پستکوں کے 20 پوتھے (Bundles) لے گیا تھا جس میں سے 7 پستکوں کا انواد وہ کر پایا تھا۔ اسنگ اپنے سنگ 400 پستکوں لے گیا تھا اور کل 6 پستکوں کا ہی انواد کر پایا۔ سہیتا کے اتھاس میں یہ گرو پورن کاریہ سدا امر دھینکے۔

فو۔ تسو۔ چی نامک پستک کے نینتالیسویں ادھیائے میں شرمز چی۔ پی۔ ان نے انوادک سنی کے جن نویمہہ انکوں پر روشنی دالی ہے ان کا ادھین ہی ضروری ہے۔

'پرواسی' میں پرکشت اپنے ایک ایوم 'پاچھن چین اور بھارت' میں شری سوچیت ہمار مکھ پادھیائے نے جن مشہور انوادکوں کا ذکر لیا ہے وہ یہ ہیں۔

اموگہ رچر—اتری بھارت کا براہمن کلہن شرمز، جو 719 ع میں چین گیا، بھارت اور لنکا کے شاستر پر لگ بھگ 500 ہست لکھت پستکوں سنکھت کرنا رہا (732-16) اور اسے چین سمرات نے 'پرگیا کھش' کی بددی لئی۔

اموگہ رچر—اتری بھارت کا براہمن کلہن شرمز، جو 719 ع میں چین گیا، بھارت اور لنکا کے شاستر پر لگ بھگ 500 ہست لکھت پستکوں سنکھت کرنا رہا (732-16) اور اسے چین سمرات نے 'پرگیا کھش' کی بددی لئی۔

فوسو-چی نامک پستک کے تینتالیسویں अध्याय में अमण ची-पो-आन ने अनुवादक समिति के जिन नौ मुख्य अंगों पर रोशनी डाली है उनका अध्ययन भी जरूरी है। 'प्रवासी' में प्रकाशित अपने एक लेख 'प्राचीन चीन और भारत' में श्री सुजित कुमार मुखोपाध्याय ने जिन मशहूर अनुवादकों का जिक्र किया है वे ये हैं:—

अमोघ वज्र—उत्तरी भारत का ब्राह्मण कुलीन अमण, जो सन् 719 ई० में चीन गया, भारत और लङ्का के शास्त्र पर लगभग 500 हस्तलिखित पुस्तकें संग्रहीत करता रहा (732-46 ई०) और उसे चीन-सम्राट ने 'प्रज्ञाकोष' की पदवी दी।

❧—देखिए चाइनीज रिलिजन थू हिन्दू आइज—सन् 1919 में शचाई सं प्रकाशित।

दिकहे चानिज रिलिजन थू हिन्दू आइज—1919 ع میں شنگائی سے پرکشت۔

❧—'प्रवासी'—ब० सं० 1350 अष्ट अंक, देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

'प्रवासी'—ब० सं० 1350 अष्ट अंक. देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

‘تھیٹیک-مہانت’ کی بھی عطا شدہ ہے۔ اسکی
لگبھگ 108 پستکوں (انواد سہیت) کا پتا
چلا ہے۔

آنان-شی-کاہو—سن 148 میں یہ پارسیان-یوہراج
راج-نیاہ کر چن گیا۔ سوتوں کا چینی میں انواد کیا۔ اس نے
لگ بھگ 55 پستکیں لکھی ہیں۔

ایسٹنگ—چینی ارمی نے 671ء میں چین کو
تسلیم کر دیا۔ 695ء میں دیرا لڑا اور اپنے
سے 400 کے لگبھگ پستکوں لایا اور سن 713ء میں
مرا۔ اس نے تھیٹیک کا شہ انواد کیا۔ اس کی قریب 56
پستکیں ملتی ہیں۔

آلو-کھو—سوتان کے بیٹے نے یو-تھان سے مل
کر ایک سوت کا انواد کیا۔

ہشنگ—(538-568ء) میں ہندوستان میں اس
راجا کی پانچ پستکیں ملتی ہیں جن میں سے کئی
نویں بہت پرانے ہیں۔

کریپ ماتنگ—سن 67 میں ہندوستان کی دہلی سے چین
گیا، ہندو دھرم کا پوجا کیا، ہندو دھرم کے براہمن کل میں
جنم لے چکا، ‘شویت متہ’ میں مرا۔

کمار جیہ—پرہارگت منتریوں کے کل کا ایک ہندو
جو 3838 سن میں چین گیا اور جس نے 12 تک لگ بھگ
98 پستکیں کا انواد کیا۔ چین میں 3000 سے زیادہ اس کے
شہ تھے۔ سہرتہ 415ء میں وہ مرا۔ لگ بھگ 50 پستکیں
ملتی ہیں۔

گوتم دھرم کھان یا دھرم پر گیا—ہندوستان کے گوتم پرگیا
کا ہوا لڑکا جو 577ء میں آئی۔ چار راجا کے لکھنے
ایک ضلع کا ‘وت’ بنایا گیا۔ ایک پستک اس نے لکھی ہے۔

گوتم پرگیا—سن (538-543ء) ہندوستان کا براہمن اس
کی 13 پستکیں ملتی ہیں۔

گوتم سنگ دیو—کابل کا شرمز، جو سن 382ء میں چین
گیا۔ اس کی چار پستکیں ملتی ہیں۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

گوتم دھرم—ہندوستان کے گوتم پرگیا جو مہابان ہندو
دھرم سے پورے پرچت تھا، سن 435ء میں چین گیا۔ سن
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی عمر میں سن 468
میں مرا۔

دھرم—جالیہر (کاشمیر) کا ہندو، سن 980 میں بنایا گیا، بیس برسوں تک انوواد-کارہ کرتا رہا، سن 1000 میں مرے۔ 18 پستکوں لکھیں۔

دھرم—نالیہر—نالندہا بیہار کا ہندو ہندو (973-1001) جسے چین-سامراج نے 'مہادھرم-چارہ' کے خطاب سے منسوب کیا۔ 118 پستکوں کا لکھک۔

دھرم—سنا—سن 222 میں ہندوستانی ہندو، چین گیا، سن 250 میں 'پری مودھ' کا انوواد کیا جسکی پری کو لکھی۔

دھرم—سنا—سن 284 میں ہندو ہندو، چین گیا، پانچ پستکوں کا انوواد کیا جنہیں دو ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو نے کابل ایک ہی سوتر کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—گوبھرن یا ہندو کے نام سے بھی پستک، چین میں پڑ، ہندو ہندو، کاشمیر-ماتنگ کے ہندو، چین گیا، مل جل کر پانچ ایک پستکوں کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—(266-377) 36 پستکوں کا پستک، ہندو ہندو کے لکھک جنہیں 90 ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—سن 414 میں ہندو ہندو، چین گیا، سن 421 تک انوواد کارہ کرتا رہا، جنہیں ایک ہندو کے لکھک پستکوں میں 49 ہندو کی پستکوں میں ہندو ہندو کے لکھک پر مار ڈالا گیا۔

دھرم—سنا—ہندو کا ہندو ہندو، سن 1004 میں چین گیا اور موت تک انوواد کارہ کرتا رہا۔ سامراجیہ دورا پستکوں میں 96 ہندو کی عمر میں مرے۔ درجوں پستکوں لکھیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو، (501-507) اس کی دو پستکوں ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو یا ہندو—چینی ہندو۔ 15 ہندو کے سنگ سن 420 میں ہندو آیا۔ اس نے سن 453 میں ہندو کے پہلے ایک پستک کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو، (557-589) 15 پستکوں ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو کے نام سے بھی پستک، چین میں پڑ، ہندو ہندو، 548 میں چین گیا۔ اس نے 557-569 کے ہندو 40 پستکوں کا انوواد کیا جنہیں 32 ملتی ہیں۔ 71 ہندو کی عمر میں سن 569 میں مرے۔ اس کے انووادوں میں ہندو ہندو کی دو پستکوں، اور ہندو ہندو کا لکھک پستکوں میں۔

دھرم—سنا—(557-589) 32 پستکوں میں ہندو ہندو کی ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—(785-810) 32 پستکوں میں ہندو ہندو کی ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو (کاشمیر) کا ہندو، سن 980 میں چین گیا، بیس برسوں تک انوواد کارہ کرتا رہا۔ سن 1000 میں مرے۔ 18 پستکوں لکھیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو کا ہندو (973-1001) جسے چین سامراج نے 'مہادھرم-چارہ' کے نام سے منسوب کیا۔ 118 پستکوں کا لکھک۔

دھرم—سنا—سن 222 میں ہندو ہندو، چین گیا، سن 250 میں 'پری مودھ' کا انوواد کیا جس کی پری کو لکھی۔

دھرم—سنا—سن 284 میں ہندو ہندو، چین گیا، پانچ پستکوں کا انوواد کیا جن میں دو ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—اس ہندو ہندو نے کابل ایک ہی سوتر کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—گوبھرن یا ہندو کے نام سے بھی پستک، چین میں پڑ، ہندو ہندو، کاشمیر-ماتنگ کے ہندو، چین گیا، مل جل کر پانچ ایک پستکوں کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—(266-377) 36 پستکوں کا پستک، ہندو ہندو کے لکھک جنہیں 90 ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—سن 414 میں ہندو ہندو، چین گیا، سن 421 تک انوواد کارہ کرتا رہا جن میں ایک ہندو کے لکھک پستکوں میں 49 ہندو کی پستکوں میں ہندو ہندو کے لکھک پر مار ڈالا گیا۔

دھرم—سنا—ہندو کا ہندو ہندو، سن 1004 میں چین گیا اور موت تک انوواد کارہ کرتا رہا۔ سامراجیہ دورا پستکوں میں 96 ہندو کی عمر میں مرے۔ درجوں پستکوں لکھیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو، (501-507) اس کی دو پستکوں ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو یا ہندو—چینی ہندو۔ 15 ہندو کے سنگ سن 420 میں ہندو آیا۔ اس نے سن 453 میں ہندو کے پہلے ایک پستک کا انوواد کیا۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو، (557-589) 15 پستکوں ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—ہندو ہندو کے نام سے بھی پستک، چین میں پڑ، ہندو ہندو، 544 میں چین گیا۔ اس نے 557-569 کے ہندو 40 پستکوں کا انوواد کیا جن میں 32 ملتی ہیں۔ 71 ہندو کی عمر میں سن 569 میں مرے۔ اس کے انووادوں میں ہندو ہندو کی دو پستکوں اور آجارج ہندو کا لکھک پستکوں میں۔

دھرم—سنا—(557-589) 32 پستکوں میں ہندو ہندو کی ملتی ہیں۔

دھرم—سنا—(585-590) کا بل کا ہندو، پستکوں نہیں ملتی۔

پرمیتی—بھارتیہ شرمنز (705 ع)، اس کی ایک پستک ملتی ہے۔

فادیان—پرسیدہ چینی میٹھ، سن 399 میں بودھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے انیک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی رچی—اُتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ اُنہدت گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی رچی کشمیر—براهمن کلین دکن، بھارتیہ شرمنز، پورو نام دھرم رچی تھا (684-705 ع)۔ 53 گرتھوں کا انرواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورہ کی عمر میں مرا۔

بده بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکیں کا انرواد کیا۔ کبار چھو سے وہ پرچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بده شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

مہریدہ بھدر—مکھ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن متی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چنٹا—ایک شرمنز (697-727 ع) کشمیر نولسی، سات پستکیں کا انروادک، 100 برس سو جیا۔

وجہ بودھی—براهمن کلین دکن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشمیت—تبت کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سلیم درمن—(506-520 ع) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا انروادک۔

سبھاکر سلیم—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورہ کی اوستھا میں مرا۔ پانچ پستکیں کا لیکھک۔

ہوئی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا انرواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600 ع) گندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورہ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتہ وادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سلگ ہونی (381 ع)، گوتم سلگ دیو (384 ع)، پیلہ مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشہ (چوتھی شتھری)، وکلاش سن (406 ع) دھرم چھم (414 ع)۔

فادیان—پرسیدہ چینی میٹھ، سن 399 میں بودھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے انیک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی رچی—اُتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ اُنہدت گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی رچی کشمیر—براهمن کلین دکن، بھارتیہ شرمنز، پورو نام دھرم رچی تھا (684-705 ع)۔ 53 گرتھوں کا انرواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورہ کی عمر میں مرا۔

بده بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکیں کا انرواد کیا۔ کبار چھو سے وہ پرچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بده شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

مہریدہ بھدر—مکھ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن متی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چنٹا—ایک شرمنز (697-727 ع) کشمیر نولسی، سات پستکیں کا انروادک، 100 برس سو جیا۔

وجہ بودھی—براهمن کلین دکن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشمیت—تبت کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سلیم درمن—(506-520 ع) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا انروادک۔

سبھاکر سلیم—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورہ کی اوستھا میں مرا۔ پانچ پستکیں کا لیکھک۔

ہوئی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا انرواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600 ع) گندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورہ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتہ وادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سلگ ہونی (381 ع)، گوتم سلگ دیو (384 ع)، پیلہ مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشہ (چوتھی شتھری)، وکلاش سن (406 ع) دھرم چھم (414 ع)۔

۱۔ بدھ جیو (423ع) گزروم (481ع) بڑھی دھرم (520ع)
 ۲۔ موکھی سین (541ع) ایوم دھرم گہت سن (590ع)
 ۳۔ شیشی آلیکھلیہ ہیں *

اوپر نوکرت انووادک نہ کہول چین اور بھارت کے ہی شرمز
 یا گریہتے تھے بلکہ گاندھار، خرطن، تبت، شیم اور سندھ
 لکا تک کے نواسی تھے۔ ہندو دھرم سے سمبندھ رکھنے والے
 گرنہوں کے انوواد کے علاوہ بھارتیہ سنسکرتی کے گرنہ بھی
 نووادت ہوئے تھے۔ انہدت گرنہوں میں دو رشیہ مہتو کے ہیں
 (1) سورن سہاکئی شاستر اور (2) ویشیشک دس پدارتہ شاستر۔
 پہلی پستک 'سانم کاریکا' کی ٹیکا ہے اور دوسری کتواں کے
 ویشیشک درتین پر لکھی گئی ہے۔

جے . ایچ کزنس نے ایک استھان پر لکھا ہے—'اشوک کے
سمے میں 'چون اور بھارت میں' آپسی سانسکرنک ایکتا پھل
پھول رہی تھی . بھارت کے پوروہت اور نکار چون میں اشورے
پاتے تھے . ایک سمے راجدھانی لو - یانگ میں تھیں ہزار
بھارتیہ یوگیوں کے علاوہ دس ہزار بھارتیہ یوروار جنہوں میں
کرتے تھے . یہ اپنے سنگ اجنتا اور ایلورا کی چترک کے اندر لے
گئے تھے . انہوں نے ہی چننوں کو لہی گوان کرایا . ہودہ دھرم
کے ساتھ ساتھ بھارتیہ نک ایوم ودیا چون پر عیسوی پورو پہلی
شکادی میں ہی اپنا پرہاؤ جما گئی .

”جین میں ہودھ کا سے ہندو کا گلے سے لے ملی۔ نکلیجہ
یہ ہوا کہ ہارتھ شیلی بدل کر چھنی ہوگئی.....“†

ہودہ دھرم کے ساتھ کا سواگت چین واسیوں نے کھلے دل سے کیا۔ چوہن سی وچار دھارا کے ساتھ جب بھارت کی سانسکرتک دھارا مل گئی تب ایک نئے چین دیس کا جنم ہوا جس کا استکو آج تک ہے۔ چین پر بھاریہ ادھیایکوں کا کیسا پربھاؤ پڑا ہے اس کا پریچھے ان شبدوں میں ملتا ہے—”چین پہلے ہودہ مشنریوں کو نہیں بھول سکتا۔ انہواد اور پرچار کے اتنی نقہن کام کو انہوں نے بڑی سچائی، ایمانداری اور سہیلتا کے ساتھ کیا۔“

تیسری شتاہدی کے مدد سے کال میں (انسنگ کے انوسار)
چون سے یوس ایک سفیلی بھارت آئے تھے جن کے لئے کسی
’کمٹ سمراٹ‘ نے ہونہ گیا کے پاس ایک ’چون سنہارام‘

६—एस. सी. गुहा—‘इन्डो-चाइनीज कार्बिणिलिटी थ एजेंज’—जे. बी. एच. यू. भाग ८९ पृष्ठ २१.

†—जे. एच. कजिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

‡—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेराक ट्रेडिंरान इन चाइनीज बुद्धिज्म.

अनपरी '66

ہندو دھما تھار لی کے علاوہ ہے۔ مانگ سن 434-404ع' سڑنگ
 یں سن 530ع' وانگ عربین سو سن 647-634ع آدمی
 کی ہمارے ہاتھ بھی کم مہتر پورنر نہیں ہے۔

علم طوط پر چینی میں ہودہ دھرم گرتھوں کو لوگ 'تربٹک' کے نام سے جانتے ہیں جس میں کپول ویلے'۔ 'ابھی دمم' اور سوتر ہی ہیں۔ 'چینی تربٹک' سے ایسا بھاس ہوتا ہے کہ چینی بھاشا میں وہیں دھرم گرتھ سورکشت ہیں۔ ابھی حال میں جاپان سے نانی شاؤ نامک چینی تربٹک کا ایک ٹیپا سنسکرت نکلا ہے جس میں 218½ سوتر ہیں۔ پہلے سنسکرتوں میں 2278 سوتروں کا پتا چلا ہے، پر کہو جانے کے کارن اب کپول 2184 سوتر ہی بچ رہے ہیں۔ انہاس ساکشی ہے کہ ہودہ دھرم کے ورودہ ہونے کے کارن دو ایک چینی سمرائٹن نے بہت سے مان چا دیئے تھے جہاں بھومولیت پستکیں سنکرہیت تھیں۔

بھارت کے اُن دو استھانوں، (1) چٹن بھون وشو بھارتی
 شانتی نعتیون (2) مول گندھ کوئی وھار، سار ناتھ مہن نمانکت
 چٹنی قریقوں کے سنسکرن دیکھ جا سکتے ہیں۔ (کا) سنگ
 شام کا سنسکرن (1276-960ع) جسے قریقن ایڈیشن بھی
 کہتے ہیں، (م) چنگ شاہ کا سنسکرن (1911-1644ع)
 اور (کا) سنگھانی سنسکرن ایک پورک (Supplement)
 سہت۔ (کا) مہن 1921 (م) مہن 1666 اور (کا) مہن
 1916 دھانوں کا پتہ پورک کے ساتھ چلتا ہے۔

ایک چینی ہودہ ودوان لوچینگ کے مطابق چینی تربتک کے 16 سنسکرن ہوئے ہیں۔ 4 سنگ شاکھا میں، 5 یونان شاکھا میں، 1 سنگ شاکھا میں، 8 چنگ شاکھا میں اور 2 درتھان پرجانتھر شاکھا میں۔

بھارتیہ سنسکرتی کا پرہوار چین و اسیوں کے جہوں کے ہر انکوں
 پر سمان روپ سے پڑا ہے۔ یہ دھیان میں رکھنے یوگیت ہے۔ ساتھ
 میں گدیہ ایوام پدیہ کے چھتر میں چن راجیہ (423-265ع)
 اور تھانگ راجیہ (907-618ع) نے کمال کر دکھایا ہے۔ آگے
 چلکر لنگ شاسن میں (1643-1368ع) دارشک رچناؤں
 کا وکس ہوا۔

تھان شامیں گال میں شون دین نامک ایک ہودہ بھکشو
نے مسکرت میں ورنٹ بہارتہ لہی شاستر کے آدھار پر چٹنی
لہی کو سدھار کر چھوٹا روپ (36 ورنوں کا) دیا۔ پر کھد
کے بات ہے کہ یہ ورن ملا جن سادھارن کے بیچ پلپ نہ سکی۔

راداما کرشنن۔۔۔ ایلتھا ایلتھا چاننا پرشتم 26-29 اور پرشتم 12-13 .

ہفت تہیں۔ موتی کا واسطہ آئی ہے۔ آج ہی چھوٹی
پہننا آئی کو دیکھو پر • ہارتھ اثر صاف صاف دکھائی
پہنا ہے۔

بھارت کے پراچین سائنس کی اور، خاص کر سنسکرت سائنس
 ی اور نظر ڈالیں تو سبج میں ہی پتا چل جائیگا کہ ہر
 جگہ چین کے بارے میں بہت سے پتے ہیں۔ راماین اور
 سہا یارت میں چین واسیوں کا ذکر ہے۔ راماین کا ایک اداہرن
 ہے۔

چہناران یرچی نانشیج توہاران ہرہرانی!

کالج نہ کمیشنچہ کامیو جانی سنورڈان ۔

مہابھارت میں چچن واسپوس کا ورنس بہت بار آیا ہے۔ اداہرن
 کے لئے ہم 'ادی پرو' اور 'سیہا پرو' کے پلندے آتے سکتے
 ہیں۔ سیہا پرو میں ایک جگہ ہم ایسا ورنس پاتے ہیں کہ
 رجن کی وجہ سے سیہا کو روکنے کے ہمتو بہادرت نے لڑائی
 بول لی اور اُس سے اُس کے ساتھ انہی سینکوں کے علاوہ چینی
 ہتھیار بھی تھے۔

سا کرانشیج جینشج ورتہ پر کھیتی کر دیتا...

آئیوگ پرو میں بھی درپوش کو درارا چینی سینک
ہوئے جانے کا درنہ ہے :

تسبیہ چہلہ کرائشیج کالج تھرو سنور تم ۔

آدیگر پرو میں ہی انیہ اسٹیل پر چلی گھڑی کا وزن
ہا ہے۔

واجبی نالی چه سہس ترانی، چہن دیشودہ وانی چه
سی پڑمہن—

سے پرو میں

لڑکے چشم بلی ہانٹاں چیمٹاں دھوت مول کہہ۔
انترو میں۔

افترو پرو میں۔

هار هونڊايشيچ چيفانديچ تشاران سينديوال استلها .

ہشتم پرو مہیں —

فتہور، ملزاشچیلہ استہاں چہ ندیش ماتہ بکاہ .

لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ

سرمای نلگانشچ، گانشچ نشادان پندرچمن کن .

اس پرکار 'مہابھارت' سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ بھارت میں
فی فوج میں چھلی سہک رہا کرتے تھے اور ان سے چھکریوں
جیسا وہہار کیا جاتا تھا۔ وہ بکھیرے میں سہکتے ہوئے کے لئے
مستردت بھی کئے جاتے تھے۔ پرنٹو 'منوسہنتا' کا لہکھک اچانک
نہیں شہدوں کی شہیدی میں لے کر جا پھٹتا ہے۔

ایس. سی. گرہا. انڈر چائنیلز کارٹی ایس. لہتی تھرو ایجیٹرز پرشہ 22 .

دلائل میں: کھنڈر گھرے سی او (پیرس 1884) 14 : 44: 55 .

دالمان سن. گھڑہر گھر۔ سی او (پیرس 1884) 14: 44: 55.

”لغت و ستر“ میں ہم چینی لکھ لکھوں کا اہم بات ہے۔

برائے ہی کہرو شتم انگ لہیں، ہنگ لہیں، چٹن لہیں،
چنگ لہیں... چٹرو شتی سیولیاں کت مل تیں سوکھ پش سی؟

”کچا سوت ساگر“ میں ”چمن بستان“ کا رتن آیا ہے جسے
سواہری ناری اپنے لاکت پر کم کم بلندو کے روپ میں لگائی ہیں،
ہم چندر کے ”ابھی دھان چٹامنی“ میں آئے ہی ”سندورم“ بھی
کہا گیا ہے۔

سندھو ناگجن ناگر شرفکار ہوشم چہین ہشتم ۔

آج بھی چھٹا سندور عورتوں کے بھیج بہت پرچلتا ہے۔
 پانی ٹمکتا سسپانہٹی سے پرکشت—'آٹوشلالی' میں اٹھکتا
 یا دھم سنگلی کے ہواشیہ میں ہم' یاساں واسین دسا بھاگا چین
 پتہ آدمی کا ورثہ پاتے ہیں۔ سہترنہات میں ایک شبد آیا ہے
 'چلیک' جس کا ارتھ ٹوکا میں ہے—ایک پرکر کا بیان۔ وشلو
 پران میں بھی جڑوں کا تئیں اہلسی پرپرک ہوا
 ہے۔ اپنے 'اہی' دھان چٹاملی' میں ہم چند بھی 'چٹیک'
 کو بیان ہی بتاتا ہے۔ ہومادری کی 'چتورنگ چٹاملی' میں
 بھی وہی بات ہے۔ شاید شہت کال۔ میں زوروں سے پانی
 جانے والی 'مونگ پھلی' کا مول استہان چین ہی ہے۔ چونکہ
 دوسرے شبدوں میں 'چٹیا ہادام' ہمارے ہالکوں کو بہت
 پرہی ہے۔

’راج نکہت‘ میں چین کی وہن و ستوں کا وزن آیا ہے
—چین کھور‘ چین کرتی‘ چینج‘ چین ہلک آئی۔

چین کرپور کا رنن یارڈ پرکاش میں بھی آیا ہے۔ 'شوشرت سنتھ' میں 'چین بٹ' کا رشیش ایلیم ہے۔ 'دش کار جرت' میں چینلی وسٹر کا بھی وزن ہے۔

چہلمسزادان اہل بیدھین پری مل دروینک رین، منبر و منبرچ
نہنی رہے ۔

بڑھت سہتا مہن چھن کا نام آیا ہے۔ شکتی سنگم تفرق
- مہن چھن کا ہوں ورین آیا ہے۔

مان سے شاج د کچھ دیں مان سے شاد کچھ پورے چھین دیشہ
 ہو کہوتہ

مہاچینا چار تندر ایوم چینا چار پرہگ ودھی نامک دو
دستکھن تندر پر لکھی گئی ہیں ۔

کالہ داس کے امر ناٹک 'شمنڈا' میں چھٹان شوک *
اولیٰ ہے۔

چیلان شکوہ کیلئے پری وائن فیہ مناسبہ .

जनवरी '६६

’کھنڈر سنگھ‘ میں مہی—

چیناؤکے: کلپت کتوہالام

کمار سنگھ میں مہی—

چینان شوکیتہ کلپت کتوہالام

جیسا ورنن آیا ہے۔ ’مالویکاگنمتر‘ میں بھی جیہاشک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے بودھتار کے راجہ تلک کے سے رتلانی
تھروں کی سلیمیا میں اڑپہار سوروپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشن کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھم اموکہ اسکر سے اتھت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

چین اور بھارت دونوں راشن کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھم اموکہ اسکر سے اتھت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں برسوں کے بعد آج پھر دونوں راشنوں کو ایک
دوسرے کی سہانہ بھنی مائے لکی ہے۔ سن 1924 میں گرو دیو
روپندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایٹکا کی اس نئی سٹک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیائے جبر دیا ہے۔ پروفیسر تان بین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گرو دیو کی
باترا کا جو پڑھنا پڑا ہے وہ اتھت میں سادھو سکتوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے اٹھیں اور مہاتما جی کو آدھونک
بدھ مائی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیسوں کے بیچ سانسرتک
ایٹکا کا کتہ بدھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

چین اور بھارت جیسے دو دیسوں کے بیچ سانسرتک
ایٹکا کا کتہ بدھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

چین اور بھارت جیسے دو دیسوں کے بیچ سانسرتک
ایٹکا کا کتہ بدھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں بدھنواد،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ
بھوت ہی اٹھاگا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوڑی تھت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں بدھنواد،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ
بھوت ہی اٹھاگا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوڑی تھت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت باپانی

—سنت باپانی

کتابیں پڑھیں



ڈارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارچ جے. سی. کمارپا، پرکاشک—پورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلڈنگ، منبرہ—2؛ پننے—158؛
دام—تین روپے.

آجکل ہمارے دیرا مین سرکاری ہلکوں مین ڈارننگ یا
بوجنا باندی کا نام بہت لیا جاتا ہے. آگامی
مارچ مین چالو پنچ سالہ بوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے
جس پر ان دنوں چرچا ہی چل رہی ہے. پر ہمارے بوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ بوجنا مین سرکار کو سہوگ نہیں دیتی. یہی
وجہ ہے کہ ہندستان مین بوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہی مین پوروزگاری بڑھتی ہے.

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب مین ہمارے شاکس اوک ہاتھ مل کر رہ جاتے
ہیں. لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے. سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں مین رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں.
اس دیہاتی جنتا کا آمدن آٹا، چاول، اسی کی سواری
کھیتی—بیل گاڑی ہے. دوسرے شعبوں مین، بیل گاڑی، ہندستان
کی راشنری سواری ہے. لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گاڑی مین بیٹہ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشنری سے
ملنے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار مین جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گاڑی مین نہیں!!
بیل گاڑی تو دور، ٹانگے تک کی اجازت نہیں ہے. ہماری
راجدھانی، نئی دہلی کی سڑکوں پر بیل گاڑی چلنے کی ممانعت
ہی ہے.

”بیل گاڑی لے جانا مना ہے”—اسکا کھڑا انضمام
آچارچ جے. سی. کمارپا کو دیا، جینکی گینتی
دھرم کے سچے اور تپے ہوئے سہوگ مین ہوتی ہے اور جن کا جین
تربائی اور تھاک کی ایک مشمل ہے. کامریا جی

ڈارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارچ جے. سی. کمارپا؛ پرکاشک—پورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلڈنگ، منبرہ—2؛ پننے—158؛
دام—تین روپے.

آجکل ہمارے دیہی مین سرکاری حلقوں مین ڈارننگ یا
بوجنا باندی کا نام بہت لیا جاتا ہے. آگامی مارچ مین چالو
پنچ سالہ بوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے
جس پر ان دنوں چرچا ہی چل رہی ہے. پر ہمارے بوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ بوجنا مین سرکار کو سہوگ نہیں دیتی. یہی
وجہ ہے کہ ہندستان مین بوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہی مین پوروزگاری بڑھتی ہے.

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب مین ہمارے شاکس اوک ہاتھ مل کر رہ جاتے
ہیں. لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے. سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں مین رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں.
اس دیہاتی جنتا کا آمدن آٹا، چاول، اسی کی سواری
کھیتی—بیل گاڑی ہے. دوسرے شعبوں مین، بیل گاڑی، ہندستان
کی راشنری سواری ہے. لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گاڑی مین بیٹہ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشنری سے
ملنے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار مین جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گاڑی مین نہیں!!
بیل گاڑی تو دور، ٹانگے تک کی اجازت نہیں ہے. ہماری
راجدھانی، نئی دہلی کی سڑکوں پر بیل گاڑی چلنے کی ممانعت
ہی ہے.

”بیل گاڑی لے جانا منع ہے”—اس کا کڑا انویو آچارچ
جے. سی. کامریار کو ہوا، جتنی گنتی دیہی کے
سچے اور تپے ہوئے سہوگ مین ہوتی ہے اور جن کا جین
تربائی اور تھاک کی ایک مشمل ہے. کامریا جی

دش کے سب سے بڑے گاندھی وادی آرٹ شاسٹری مانے جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا تو یہ چاہئے کی گاندھی وادی آرٹ نہتی کے پرتھم شاسٹرکار ہی آپ ہیں۔ آرٹ شاسٹر سہلندی آپ کے کئی برسہہ گزرتے ہیں۔ اس وقت پر آپ کے لیے تو یٹروں میں پرانہ نکلتے ہی رہتے ہیں، شبہیں کر۔ آپ کے اپنے ایک چوتھ سے ماسک ”گرام ادیبوگ پتریکا“ میں۔

اس پستک میں آچاریہ کے چالیس لکھوں کا سمرہ ہے جو 1948 سے 1953 کے بیچ پرکاشت ہوئے تھے۔ پستک کو چھ ہاگوں میں بانٹا گیا ہے—پنج سالہ پوجنا، سرکار کے کلم، کہتی اور زمین، مزدوری اور آتھان، آندھوگ نہتی، اور آپسٹکار۔ لیکہ پورائے ہوئے ہوئے بھی ساماچک اور مہتو پورن ہیں۔ اس سترے تو اور بھی زیادہ، جب پوجنا پر دیہی میں وچار چل رہا ہے۔ ہاں، زمین سہلندی والے حصہ سے کچھ لیکہ نکالے جاسکتے تھے کیونکہ اب بھارت آج کے لئے ودیشوں کا محتاج نہیں ہے۔

آچاریہ کمارپیا جی کے کچھ لیکہ—جیسے پوجنا پر کچھ وچار، کرائتی کے آثار، بیل گاڑی منع ہے، آزادی کی آرٹ نہتی، محنت کرو، بے کاری—ایک روگ اور کمونٹی پروجیکٹ—تو بہت سنبر اور استھانی ساہتھ کے انگ ہیں۔ محنت کرو، والے لیکہ کا ایک حصہ دیکھ بھور ہم سے نہیں رہا جاتا۔ آچاریہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ڈاکنکور راجیہ میں سر سی۔ راماسوامی اڈیر دیوان تھے، تو انہوں نے دھان کوٹنے کی ملیں دند کرائی تھیں اور وہاں کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے ڈھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھے اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت میں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی مت رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ آتھان کہہ سکتے یا جو ہے۔ اُس کو بھی برباد کرنا کہیں کہیں؟ جب سرکار ایسی نہتی برتنی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

اس کے بعد آچاریہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ڈاکنکور راجیہ میں سر سی۔ راماسوامی اڈیر دیوان تھے، تو انہوں نے دھان کوٹنے کی ملیں دند کرائی تھیں اور وہاں کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے ڈھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھے اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت میں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی مت رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ آتھان کہہ سکتے یا جو ہے۔ اُس کو بھی برباد کرنا کہیں کہیں؟ جب سرکار ایسی نہتی برتنی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

”رہن سہن کا درجہ ارنچا اٹھانے کے معنے کیا ہیں؟ فرش پر بیٹھنے والوں کو کرسی اور میز دے دینا؟ اس درشتی سے امریکہ کا رہن سہن سنسار میں سب سے ارنچا ہے، لیکن کیا وہاں کے لوگ سکھی اور سنتوشٹ ہیں؟ اُن پر تیسری لڑائی کا ڈر سوار ہے۔ کیول بھونک سہتی سے سچا سک اور سنکوش نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کی شخصیت کا درجہ ارنچا اٹھے اور اُس کا وکس ہو۔ یہ چھڑ ملوں میں اٹھان کرنے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیا

ہماری سرکار اس طرح کے کام کو بڑھاوا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے نکلیں کی شہادت ملے؟ "اچاریہ کا رپا لے یہ شہادت 1950 میں کہہ تھ۔ مگر یہ آج بھی انہی تازہ ہیں۔ اور اگر سرکار کو بچنا کی سہلنا کی دراصل کھنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

ہم اس پستک کے لئے پراکاراک کو بھاڑ دیتے ہیں اور چاہیں گے کہ ہمارے کی ہاشاؤں میں بھی اس کے سلسلے نکلیں، ہندی میں تو جلد سے جلد، انگریزی جاننے والے اور دہی کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سجدار آدمی کے لئے کتاب بہت ضروری اور وچار پریرک ہے۔

—دادو

—دادو

سماجوا دی ارقہ نیتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لکھک—سری شریمن ناراین؛ پراکاراک—ہارنئی راشتری کانپرس، 7 جنتر-مندر روڈ، نئی دہلی؛ پنے—184؛ دام—سوا روپیہ۔

سماجوا دی ڈنگ کی ویا ویا

(انگریزی اور ہندی)

لکھک اور پراکاراک—بھی اکر والے؛ پنے—12؛ دام—نہیں دیے۔

جنوری 1955 میں کانپرس نے اپنی آوازی انہیویشن کے موقع پر یہ پراکاراک پاس کیا کہ اس کا مقصد دیش کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (سماج کا سماجوا دیک ڈاوا) کا یام کرنا ہے۔ تب سے کانپرس کی سہاؤں میں اور کانپرس جنوں یا ان کے ویا کھیاؤں یا لیکھوں میں "سماجوا دیک ڈاوا" کی نام-ڈپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے "بیلکیر سٹوٹ" (کلتیاکاری راجی) کا نام آدرا کے تیر پر لیا جاتا تھا، وہاں اسے چھوڑ کر اب سماجوا دیک ڈاوا کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی ملستر کہیں دودھ کی ڈینری یا بسکٹ کا کارخانہ کھولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسپنی گھی کی دوکھن کا آدکھائن کرنا ہو، چاہے پڑے لکھ بے کار پیدا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی آدھار شہ رکھتا ہو، چاہے روکھوں کو پروتساہن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارڈ کھولتا ہو—چاہے کوئی کچہ ہی کرے پر کہتا ہیں ہے کہ اس کی اس رائے سے ملک "سماجوا دیک ڈاوا" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا ملتر بولا جاتا ہے تو اس کے مطابق

ہماری سرکار اس طرح کے کام کو بڑھاوا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے نکلیں کی شہادت ملے؟ "اچاریہ کا رپا لے یہ شہادت 1950 میں کہہ تھ۔ مگر یہ آج بھی انہی تازہ ہیں۔ اور اگر سرکار کو بچنا کی سہلنا کی دراصل کھنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

ہم اس پستک کے لئے پراکاراک کو بھاڑ دیتے ہیں اور چاہیں گے کہ ہمارے کی ہاشاؤں میں بھی اس کے سلسلے نکلیں، ہندی میں تو جلد سے جلد، انگریزی جاننے والے اور دہی کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سجدار آدمی کے لئے کتاب بہت ضروری اور وچار پریرک ہے۔

سماجوا دی ارقہ نیتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لکھک—سری شریمن ناراین؛ پراکاراک—ہارنئی راشتری کانپرس، 7 جنتر-مندر روڈ، نئی دہلی؛ پنے—134؛ دام—سوا روپیہ۔

سماجوا دی ڈھنگ کی ویا ویا

(انگریزی اور ہندی)

لکھک اور پراکاراک—وھی اوپر والے؛ پنے—12؛ دام—نہیں دیے۔

جنوری 1955 میں کانپرس نے اپنی آوازی انہیویشن کے موقع پر یہ پراکاراک پاس کیا کہ اس کا مقصد دیش کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (سماج کا سماجوا دیک ڈاوا) کا یام کرنا ہے۔ تب سے کانپرس کی سہاؤں میں اور کانپرس جنوں یا ان کے ویا کھیاؤں یا لیکھوں میں "سماجوا دیک ڈاوا" کی نام-ڈپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے "بیلکیر سٹوٹ" (کلتیاکاری راجی) کا نام آدرا کے تیر پر لیا جاتا تھا، وہاں اسے چھوڑ کر اب سماجوا دیک ڈاوا کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی ملستر کہیں دودھ کی ڈینری یا بسکٹ کا کارخانہ کھولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسپنی گھی کی دوکھن کا آدکھائن کرنا ہو، چاہے پڑے لکھ بے کار پیدا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی آدھار شہ رکھتا ہو، چاہے روکھوں کو پروتساہن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارڈ کھولتا ہو—چاہے کوئی کچہ ہی کرے پر کہتا ہیں ہے کہ اس کی اس رائے سے ملک "سماجوا دیک ڈاوا" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا ملتر بولا جاتا ہے تو اس کے مطابق

کتاب بھی رचना پڑتا ہے اور پورانے مکتوبوں اور مانیتاؤں کو جوڑ کر نئے مکتوبوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ نیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

سُرخا کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا رائل کانگریس سنگٹھن کے प्रधान-मंत्री श्री श्रीमन्नारायण अपने 'एकोनामिक रिव्यू' (یا 'आर्थिक समीक्षा') नाम के पाक्षिक पत्र से लगातार बजा रहे हैं। यह दोनों किताबें उनके फुटकर लेखों का संग्रह हैं। पहली पुस्तक में चौतीस लेख हैं और दूसरी में तीन। क्योंकि यह लेख एक पाक्षिक के लिये अखबारी समाचारों के आधार पर लिखे गये, इसलिये उनमें अक्सर बातें दुहराई हुई मिलती हैं। कहीं कहीं तो एक ही विषय पर तीन लेख हैं—जैसे 'भूदान और आर्थिक क्रान्ति', 'भूमिद यज्ञ का अर्थशास्त्र', और 'भूमिदान का अर्थ शास्त्र', इनको सहज एक में पिरोया जा सकता था। इसी तरह 'भारत और चीन' पर के लेख हैं। दूसरे, फुटकर लेख लिखते समय लेखक के सामने वह विषय ही सबसे ज़ास मालूम होता है। लेकिन किताब के अन्दर एक सिलसिला रहता है और जिस चीज पर जितना जोर दिया जाना चाहिये उसना दिया जाता है। अब इस किताब में पन्ना 71 पर (अंग्रेजी) बाद वाले लेख में कहा गया है कि सरकार को चाहिये कि बाद रोकने के लिये युद्ध के पैमाने पर कोशिश करे। साथ ही साथ, पन्ना 48 पर बेकारी के बारे में लिखा है कि वह हमारा अव्वल नम्बर का दुश्मन है और उसका धौरन सामना किया जाये। हमारी अरज़ है कि अगले संस्करण में इन लेखों को लेखक एक बार देख जाये और ठीक से उनका ताल बिठा दें।

पर जिन जिन विषयों पर श्रीमन जी ने चिन्तन किया है वह सभी महत्व के हैं, जैसे प्रामोद्योग, शिक्षा, भूमि-सुधार, बाद, शराब-बन्दी, बेकारी, शासन-व्यवस्था, सरकारी योजनायें, अदालती न्याय, आदि। उनके सुझावों में दुखिया के दर्द की तरफ दृष्टि है और देश-भक्ति की लगन है। क्या ही अच्छा हो कि हमारे सार्वजनिक कार्यकर्ता और विशेष कर कांग्रेसजन इन प्रश्नों की तरफ ईमानदारी से ध्यान दें और उसके हल ढूँढने की सच्ची कोशिश करें। उससे जहां देश का भला होगा, वहां कार्यकर्ताओं की लोक-प्रियता और सेवा-शक्ति भी बढ़ेगी। इस दृष्टि से हम श्रीमन जी की रचनाओं के व्यापक प्रचार और मनन की सफारिश करते हैं।

قدم بھی رکھا پڑتا ہے اور پرانے مکتوبوں اور مانیتاؤں کو جوڑ کر نئے مکتوبوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ نیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا شکم کانگریس سنگٹھن کے پردھان منتری شری شریمن ناراین اپنے 'اکنامک ریویو' (یا 'آرتھک سمیکشا') نام کے پاکشک پتر سے لگاتار بجا رہے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ان کے پھکر لیکھوں کا سنگرہ ہیں۔ پہلی پستک میں چونتیس لیکھ ہیں اور دوسری میں تین۔ کیونکہ یہ لیکھ ایک پاکشک کے لئے اخباری سماچاروں کے آدھار پر لکھ گئے، اس لئے ان میں اکثر باتیں دوہرائی ہوئی ملتی ہیں۔ کہیں کہیں تو ایک ہی وشئے پر تین لیکھ ہیں—جیسے 'بھودان اور آرتھک کرانٹی'، 'بھومی دان یکہ کا ارتھ شاستر' اور 'بھومی دان کا ارتھ شاستر'، ان کو سبج ایک میں پرویا جاسکتا تھا۔ اسی طرح 'بھارت اور چین' پر کے لیکھ ہیں۔ دوسرے، پھکر لیکھ لکھتے سمے لیکھک کے سامنے وہ وشئے ہی سب سے خاص معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کتاب کے اندر ایک سلسلہ رہتا ہے اور جس جھڑ پر جتنا زور دیا جانا چاہئے اتنا دیا جاتا ہے۔ اب اس کتاب میں پلنا 71 پر (انگریزی) بازہ والے لیکھ میں کہا گیا ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ بازہ روکنے کے لئے یدہ کے پیمانے پر کوشش کرے۔ ساتھ ہی ساتھ، پلنا 48 پر بیکاری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہمارا اول نمبر کا دشمن ہے اور اس کا نوراً سامنا کیا جائے۔ ہماری عرض ہے کہ اگلے سنسکرن میں ان لیکھوں کو لیکھک ایک بار دیکھ جائیں اور ٹھیک سے ان کا تال بٹھادیں۔

وہ جن جن وشئوں پر شریمن جی نے چنن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدیوک، شکشا، بھومی سدھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہائے آدی۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہش بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کارپہ کرتا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہش کا بھلا ہوگا، وہاں کارپہ کرتاؤں کی لوک پریتا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رجھاؤں کے دیانک پرچار اور ملن کی سفارشی کرتے ہیں۔

اٹلسک سماج واد کی اور

لیکھک: سہانا گنجی؛ مہادی: شری یارن کماریا؛
 ہندی: انوادی: شری رام نراین چودھری؛ پرکشک: نرجین
 پرکشن مندر؛ احمد آباد؛ پہلی بار: ستمبر 1955ء؛ پنے: 204؛
 دام: دو روپے۔

مہاتما گاندھی کے ساعتیہ کی چٹان بین کر، اُس کو دیکھ کر چھٹوکر، ایک کے بعد ایک اچھی بستک نوجویں پرکشن مندر کی طرف سے سماج کو ملتی جا رہی ہے۔ اُن کے سہانہ کا کام پوسٹہ گاندھی دانی لیکھک شری یارتن کارپیا کر رہے ہیں۔ اِس کتاب میں سماج واد سبندھی بابو کے لیکھوں کا اتم ملکہ ہے، انگریزی سے ہندی انوواد کا کام شری رام نارین چوندری نے کیا ہے جو اِس کا میں ماہر ہیں۔

اِس زوردار کتاب کے گیارہ بھاگ ہیں۔ دھیمے نینک
 آؤ شکتائیں، سان و ترن، اُد یوگ دھندے، نیو تَم مَونوری،
 یونجی اور شرم، ہرقالیں، چانے کے مَونور اور کسان، قَرسکی کے
 روپ مہن یونجی پنی اور زہندار، غریب لوگ اور۔ آخری ہے
 — سامیہ واد۔ اُنت میں ہاپو کے سرنام سہوگی شری پوارہ
 لال جی کا ایک چھوٹا سا لیکچر ہے۔ گاندھی جی کا سامیہ واد
 اِس کے بعد اُنہ پتلوں میں کتاب کی سرچی ہے جس سے وہ
 بہت کار آمد اور قیمتی بن گئی ہے۔

اُرتھ شاسٹر سمجندھی باپو کے لیکھوں کا یہ سنگرہ بہت سامٹک اور سنگرم ہے۔ اُرتھ شاسٹر کے بیسھوں پہلو پر باپو کے وچار اُس مہن دیئہ گئے ہیں۔ سماج وادی تھانچہ قائم کرنا ہو یا سامتھ وادی، اُس کے لئے نچ کے جیہن مہن بدل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی جگہ اپنے اپنے پرانے نعروں پر چلتے رہیں اور اُسا یہ کریں، دیہی کا تھانچہ سماج وادی ہو جائیگا، تو وہ پھول ہو کر آم کھانے کے جیسی اُسا ہوگی۔

ہم اس کتاب کے زیادہ سے زیادہ پرچار، آدھیں، چنکن اور منن کی اپیل کرتے ہیں۔ ارتھ شاستر اور راج کالج میں دلچسپی رکھنے والے ہر ویدارتھی، شمشک، کرپہ، کرتا، بھائی یا بہن کے لئے تو اسے لازمی سمجھا جانا چاہئے۔ پھر اس کے پڑھنے سے من کو بھی شانتی ملتی ہے، دماغ کے کونوں کو صاف دینے میں مدد ملتی ہے اور زندگی کے لئے روشنی ملتی ہے۔ آخر میں اس کتاب کے بارے میں زیادہ کہنا سورج کو دیکھ دیکھتے چھوٹا ہے۔

کھانا پتوں کی کہانیاں

لکھک—مہاراج پراساد پوہار؛ پراکاشک—سستا
ساہتیہ منڈل، نئی دہلی؛ پہلی بار 1955؛ پنے—158
دام—دو روپے.

گورکھپور کے آروگھ سندر کے شری مہاراج پراساد پوہار
ہمارے دہرا کے پورانے اور انوبھی سبکوں میں ہیں۔ پر شایہ
انے والی پڑھیں انہیں ایک سہست لکھک کے روپ میں یاد
کیا کریں گی۔ پوہار جی کم لکھتے ہیں، لیکن جو بھی لکھتے ہیں
اپنے کمرے، چوکس اور پکے انوبھ کی بنا پر لکھتے ہیں۔ پر
بھاشا بھی ایسے نمل کی ہوتی ہے کہ گھر کے اندر دادی یا نانی
یا سبک کا رکشہ والا یا مہتر بھی اسے سمجھ جائے۔

پوہار جی نے اب تک آروگھ سندر کی پستکیں لکھیں۔
پاپو کی 'اتم کھا' کا گجراتی سے اٹھا تھا۔ لیکن یہ بات ظاہر
کم ہے کہ پوہار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بھی
کہانی کار یا اپنیس لکھنے والا ان کی شیلی یا زبان پر ایرشا
کے بنا نہیں رہ سکتا۔

اس کتاب میں پوہار جی کی 115 کہانیاں ہیں، اور
کہانی کا شہرک ایک کہات ہے۔ اس طرح یہ کتاب کہاتوں
کی کہانیاں بن گئی ہے۔ ان کہانیوں سے ان ان کہاتوں
کا دھبیہ، ان کی خوبی اور ان کے استعمال کا تھلک سامنے
آجاتا ہے۔ میں شبہ ہے کہ آجکل اسکول کالج میں پڑھنے والے
بھائی بہنوں کو جو 'راشٹر بھاشا' سکھائی جارہی ہے وہ کچھ
ایسی ہلاوتی سی ہے کہ ان کو ہمارے اصلی جھون سے جدا کرتی
جارہی ہے۔ بہت سے متاورے اور کہاتیں تو یہ پڑھے لکھے سمجھتے
ہی نہیں۔ ہم نے ایسے ہی شکست دیکھے ہیں جو ایسی
کہاتیں نک نہیں سمجھتے۔ بلی کے بھاکہ سے چھینکا ٹوٹا!
بھدس کے آگے بین بھانا! ان کے مانسک داردرقا کے بارے
میں کسے دتہ نہیں ہوگا۔

اس لئے ہم اس کتاب کا بہت سواکت کرتے ہیں۔ کیا
لکھک، کیا پراکاشک—دونوں بدھائی کے پاتر ہیں۔ ہم چاہیں گے
کہ یہ ہندی بھاشا پراکاشک پرائیوٹ میں—آئریڈیہ، بہار،
مدھیہ بھارت، مدھیہ پردیہ، وندھیہ پردیہ، اور راجستھان
میں—کورس میں شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ
میں اسے رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ پراکاشک مہودیتھ سے ہندی
درپکے کہ اس کا ایک سستا سلسکرن—سستا سے سستا سلسکرن
—نکالیں جس سے نہ کیول 'سستا ساہتیہ منڈل' کا نام
سارٹھک ہو، بلکہ ست ساہتیہ کی یہ دین ہو شہرانی کے گھر
پہونچ جائے۔

کہاتوں کی کہانیاں

لکھک—مہاراج پراساد پوہار؛ پراکاشک—سستا
ساہتیہ منڈل، نئی دہلی؛ پہلی بار 1955؛ پنے—158؛ دام—دو
روپے۔

گورکھپور کے آروگھ سندر کے شری مہاراج پراساد پوہار
دہش کے پرائے اور انوبھی سبکوں میں ہیں۔ پر شایہ
والی پڑھیں انہیں ایک سہست لکھک کے روپ میں یاد
کیا کریں گی۔ پوہار جی کم لکھتے ہیں، لیکن جو بھی لکھتے ہیں
اپنے کمرے، چوکس اور پکے انوبھ کی بنا پر لکھتے ہیں۔ پر
بھاشا بھی ایسے نمل کی ہوتی ہے کہ گھر کے اندر دادی یا نانی
یا سبک کا رکشہ والا یا مہتر بھی اسے سمجھ جائے۔

پوہار جی نے اب تک آروگھ سندر کی پستکیں لکھیں۔
پاپو کی 'اتم کھا' کا گجراتی سے اٹھا تھا۔ لیکن یہ بات ظاہر
کم ہے کہ پوہار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بھی
کہانی کار یا اپنیس لکھنے والا ان کی شیلی یا زبان پر ایرشا
کے بنا نہیں رہ سکتا۔

اس کتاب میں پوہار جی کی 115 کہانیاں ہیں، اور
کہانی کا شہرک ایک کہات ہے۔ اس طرح یہ کتاب کہاتوں
کی کہانیاں بن گئی ہے۔ ان کہانیوں سے ان ان کہاتوں
کا دھبیہ، ان کی خوبی اور ان کے استعمال کا تھلک سامنے
آجاتا ہے۔ میں شبہ ہے کہ آجکل اسکول کالج میں پڑھنے والے
بھائی بہنوں کو جو 'راشٹر بھاشا' سکھائی جارہی ہے وہ کچھ
ایسی ہلاوتی سی ہے کہ ان کو ہمارے اصلی جھون سے جدا کرتی
جارہی ہے۔ بہت سے متاورے اور کہاتیں تو یہ پڑھے لکھے سمجھتے
ہی نہیں۔ ہم نے ایسے ہی شکست دیکھے ہیں جو ایسی
کہاتیں نک نہیں سمجھتے۔ بلی کے بھاکہ سے چھینکا ٹوٹا!
بھدس کے آگے بین بھانا! ان کے مانسک داردرقا کے بارے
میں کسے دتہ نہیں ہوگا۔

اس لئے ہم اس کتاب کا بہت سواکت کرتے ہیں۔ کیا
لکھک، کیا پراکاشک—دونوں بدھائی کے پاتر ہیں۔ ہم چاہیں گے
کہ یہ ہندی بھاشا پراکاشک پرائیوٹ میں—آئریڈیہ، بہار،
مدھیہ بھارت، مدھیہ پردیہ، وندھیہ پردیہ، اور راجستھان
میں—کورس میں شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ
میں اسے رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ پراکاشک مہودیتھ سے ہندی
درپکے کہ اس کا ایک سستا سلسکرن—سستا سے سستا سلسکرن
—نکالیں جس سے نہ کیول 'سستا ساہتیہ منڈل' کا نام
سارٹھک ہو، بلکہ ست ساہتیہ کی یہ دین ہو شہرانی کے گھر
پہونچ جائے۔

ہماری آواز

ہتھیاروں کی پوجا

ہتھیاروں کی پوجا

ہتھیاروں میں ایک بڑی دھند خبر آئی ہے، وہ یہ کہ شہرے کے دن بھارت سرکار کے ڈیفنس منسٹر نے ہتھیاروں کی پوجا کی اور بہت بڑی پروک شہرے کا آتسو منایا۔ ظاہر بات ہے کہ اس پوجن میں ڈیفنس منسٹر صاحب نے کسی بڑے پروہت کو بلا کر منتر پڑھائے ہونگے، ہتھیاروں پر تلک کیا ہوگا اور یہ ان پلذت جی کو چڑھاوا دیگا، ان کے آشریاد لئے ہونگے۔ ہماری یاد میں آزاد بھارت میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب ہتھیاروں کی پوجا کسی منسٹر نے کی ہو۔ یہ گھٹنا ہے تو چھوٹی سی، پر ہم اسے بہت خطرناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ خاص شہرے کے روز، کسی پلذت کی لگرائی میں اس طرح پوجا کرنا ہمارے سیکولر اسٹیٹ (دھرم تریپیکھی راجیہ) کے آدرشوں کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کالجی نے ہتھیار پوجا اس شہرے پر صرف اسی وجہ سے کی کیونکہ وہ ڈیفنس منسٹر ہیں۔ پار سال جب وہ ہوم منسٹر تھے، یا اس کے پہلے جب گورنر تھے تب تو وہ ایسا نہیں کرتے رہے ہونگے۔ اور پار سال یا اس کے پہلے جو سچن ڈیفنس منسٹر رہے انہوں نے بھی اس طرح پوجا نہیں کی، کیونکہ سرکار کی طرف سے یا دھان کے اندر اس طرح کا کوئی حکم یا پابندی نہیں ہے۔ اس لئے اس پوجا کے اندر سے سہمہر دیکھنا کی گندہ صاف صاف نکلتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈیفنس منسٹر دیوالی کے دن سرکاری بچت کے کانڈور کو لیکر پوجا کرنے لگ جائیں، ایجوکیشن منسٹر کسی موقع پر اپنے اسلامی مذہب سے کچھ جشن منانے لگیں، ہیلتھ منسٹر اپنے عیسائی طریقے سے کچھ ساورہ کریں، ہر کوئی اپنے اپنے دھرم کی ہتھیا میں جو چاہے پکالے لگے۔ تب ہمارے انیکوں دعوے غلط ثابت ہونگے اور دنیا کے سامنے ہم جڑتے قرار دیئے جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ نجی حیثیت سے ہر ناگرک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس حق کی ہم قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ناگرک کو اس سے بھی زیادہ

ہی کیلئے دہائی اور کرب ہے۔ سب جہوں کو ایک ہی نیگاہ سے دیکھنا، سب کی ایک سی ہضکت کرنا، کسی کو چوٹ نہ پہنچانا، یعنی سرو دھرم سبھاؤ۔ اس طرح کے پوجن کرنے سے وہ سبھاؤ نشٹ ہوتا ہے اور ہمارے دیہی کی ایکتا کی بنیادیں پر چوٹ پہنچتی ہے۔

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھپس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوٹنا انسانیت سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ڈرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آٹکا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لھو شانتی اور امن کے راستے پر "پنج شیل" نام سے دیہی دیہی سے سمجھوتے یا دلفی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھپس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھاوے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے ملٹوں میں کاٹور ہو جائے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اُس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار دیہی اندھوڑے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا "پنج شیل" کی جڑوں کو ہی کھد ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کیشو ناتھ کانتجو جیسے سنجیدہ اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کانتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے "ہریجن" میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیشیوں میں وہ اہنسا کی شنتی اور اُس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو معجزاً اس کا یہی مطلب لگنا ہوا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانہ ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کانتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا بہکت کے دھار اس طرح بنگا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کین وشواس کریگا؟

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اُسی

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھپس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوٹنا انسانیت سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ڈرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آٹکا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لھو شانتی اور امن کے راستے پر "پنج شیل" نام سے دیہی دیہی سے سمجھوتے یا دلفی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھپس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھاوے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے ملٹوں میں کاٹور ہو جائے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اُس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار دیہی اندھوڑے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا "پنج شیل" کی جڑوں کو ہی کھد ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کیشو ناتھ کانتجو جیسے سنجیدہ اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کانتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے "ہریجن" میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیشیوں میں وہ اہنسا کی شنتی اور اُس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو معجزاً اس کا یہی مطلب لگنا ہوا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانہ ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کانتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا بہکت کے دھار اس طرح بنگا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کین وشواس کریگا؟

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اُسی

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اُسی

کھڑکی-پرسی ہے۔ اسلئے نئے نئے خیالات سماج کے سامنے آتے رہیں گے اور انسان لگاتار آگے بڑھتا رہے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ دنیا جس دشا میں جس حد تک آگے آئی ہوگی، اُس دشا میں وہ رہے گی۔ ہمارے خیال میں اُس نے سب سے زیادہ اُن کے استعمال سے اُس کی بربادی ہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے امریکہ، روس، انگلینڈ اور فرانس کی سرکاروں کے ساتھ ایک ساتھ بیٹھے، ملکر باتیں کیں، ایک دوسرے کے نزدیک آئے اور امن کی طرف دنیا کو آگے لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے کچھ عرصے بعد سب دنیا بھر کے ریگنک جنہوں میں جمع ہوئے تو انہوں نے اِس بات پر دل کو لکر وچار کیا کہ ایٹم یا پروٹون کی شہت کی کس طرح منشاء کے صف میں کارگر بنایا جائے۔ آئے والے زمانے میں ہتھیار اور دھماکے کی بجائے اہلسا اور دھماکے ملکر چلنے والے ہیں۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دھماکے اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتھیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تہاگ، سہوا کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دھماکے اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتھیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تہاگ، سہوا کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دھماکے اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتھیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تہاگ، سہوا کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

—سریش رامپائی۔

14. 11. '55

بے لگام چال

دیش میں پیدار بڑھانے اور چلتا کی بہتری کی خاطر ہماری سرکاریں—کیا کینڈریہ اور کیا پرائیویٹ—طرح طرح کی پوجائیں ملک کے سامنے لا رہی ہیں۔ ان میں چلتا کا لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی ابھی سے نہیں جتا سکتا کہ ان سے دیہات کو کیسا اور کتنا فائدہ پہونچے گا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ سرکار اِس خرچ پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی ہے اور بے لگام گھوڑے کی طرح خرچ آندا دھند ہو رہا ہے۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مضمون کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مضمون کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

سرکاری ریلوں کا دھڑلے-دھڑلے سے چلنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے قونسلر منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردیپ سنگھ نے خود ہی کہا کہ وہ کمیٹی 'قونسلر منسٹر نے بتایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بتھانا چاہتی ہے۔ قونسلر منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنگین سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی، سن 1955 میں، پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخو ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وڑاگا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہیں۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اسید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک ہوجہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لیتی۔ اسید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک فرانسیسی کمپنی کی مدد سے وڑاگا پٹم میں

سرکاری ریلوں کا دھڑلے-دھڑلے سے چلنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے قونسلر منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردیپ سنگھ نے خود ہی کہا کہ وہ کمیٹی 'قونسلر منسٹر نے بتایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بتھانا چاہتی ہے۔ قونسلر منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنگین سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی، سن 1955 میں، پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخو ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وڑاگا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہیں۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اسید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک ہوجہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لیتی۔ اسید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک فرانسیسی کمپنی کی مدد سے وڑاگا پٹم میں

جہاز بننے کا سلسلہ قائم ہو جائیگا اور ہندوستانی کرپکروں کو ایسی ٹریڈنگ بی بی اس میں مل جائیگی کہ سارا کلم وہ اپنے آپ چلا لے جائیں ۔

لیکن ہوا کچھ اور ہی۔ اِستیمیت کمیٹی کا کہنا ہے کہ کوئی بھی اُمید پوری نہیں ہوئی۔ فرانسسسی کمپنی نے جو ماحول بچانے کے وہ پورے نہیں اُترے۔ جہاز بنانے کی رفتار میں تیزی آنے کے بجائے اور مندی آگئی۔ یہ نہیں کہ سرکار کے پلس جہازوں کی سپلائی کی مانگ نہیں تھی۔ مانگ تھی مگر مال ہی تھا نہیں تھا۔ اِس طرح شہدول (Schedule) کے مطابق جہاز جو نہیں اُن سکے، اُس سے کارخانے کو بھاری اُرتھک نقصان اُٹھانا پڑا۔ اُس کی سائیک کو دھکا لگا سو الگ۔ اِستیمیت کمیٹی کی رائے ہے کہ اُن نقصانوں کے لئے سرکار کے فرانسسسی مالدار ہی ذمہ دار ہیں جنہوں نے اپنے فرض کو اُٹھک سے نہیں نبھایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ بھارت سرکار فرانسسسی کمپنی سے یہ گھانا وصول کر سکیگی یا نہیں۔ لیکن بس طرح کے ایک طرفہ ٹھیکہ ویدشی کمپنیوں کو دیکر سرکار اپنی بار دھونکا کھا چکی ہے اور جتنا کا پیسہ بڑھان ہوا ہے۔ سب میں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہندوستانی کارنگروں نے ٹریننگ کا کام بھی کسی حد تک اُکھے نہیں بڑھا۔ اِستیمیت کمیٹی نے کہا ہے کہ اُس معاملے پر فوراً دھیان دیا جانا چاہئے اور جلد سے جلد اِس کا علاج کرنا چاہئے۔

یہی حال ہنگلور کی مشین ٹولس فیکٹری میں ہوا بتایا جاتا ہے جہاں ایک سوئٹزرلینڈ کی کمپنی کی نگرانی میں کم چل رہا تھا۔ اس فیکٹری کو سرکاری حلقوں میں بہت ہی بنیادی فیکٹری مانا جاتا ہے۔ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کی مدد سے دیہاتوں میں انیکوں چھوٹے بڑے کارخانوں کے چلنے میں مدد ملے گی۔ لیکن یہاں بھی گھونٹا ہوا۔ نہ سال تیار ہوا اور نہ انتظام ہی ٹھیک رہا۔ ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ یہ ہے کہ سوڑ کمپنی کے ساتھ بھارت سرکار بہت لبرال اور تھلائی سے پیش آئی اور دیہات کا پیسہ جو بچایا جا سکتا تھا—ناحق لیا کر ہربان کیا گیا۔ کمیٹی نے تجویز کی ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ اس فیکٹری کی یوجنا کی دوبارہ جانچ کرائے اور نئے سرے سے اس کا بلڈویسٹ کرے۔

دیکھ کے دھن کی اس تباہی پر مدارس کے ”ہندو“
 ام کے سرنام اخبار نے بہت دھم ظاہر کیا ہے۔
 ”ہندو“ کوئی کرائیکاری یا سرکار وردھی یا گروہدی کی اخبار
 ہیں ہے۔ اُس تک کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد
 وندیشی فورسوں سے سرکار کے سینہ کا جو لکھا ہے

یہ بھارت کی تاریخ کا ایک تاریخی سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور
بھارت کے لیے ایک نیا نیا مہم نہیں ہے تو یہ دیکھنا اہم ہے
کہ کونسا بھارتی اور کونسا ہونا چاہیے۔

15-11-55

—سوریش رام رائے

وہ بہت دلکش آرتھک سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور اگر دیکھ
کا زیادہ دیکھنا اہم ہے تو یہ دیکھنا اہم ہے
نوراً ختم ہونا چاہیے۔

—سوریش رام رائے

15. 11. 55

ایک خطرناک سوچھاؤ

ہمارے پردھان منتری نے گت 14 نومبر کو اس دنیا میں
اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اس موقع پر اپنے دیہ
واسیوں کے ساتھ ہم پنڈت جواہر لال کا آدر کے ساتھ ایملنڈن کرتے
ہیں۔ انٹر راشیہ چکت میں انہوں نے بھارت کا مسک آونچا
آٹھایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں
شانسی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل میں اور دیہ
دیہ کے دیکھی لوگ ان کی طرف بڑے اطمینان اور امد
پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے ان کو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو—دلدار
آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اس لئے بچوں پر پنڈت جی
نہ غصہ کرتے ہیں اور نہ ان کی زیادتیوں کا برا مانتے ہیں۔
ان کے ہاتھ سے پھل پھول لینا پسند کرتے ہیں۔ پچھلے دو برس
سے ان کی سالگرہ کے موقع پر بچوں کے پردرشن شروع کئے گئے۔
”چاچا نہرو“ کہہ کر ان کی جے منائی گئی۔ اس مرتبہ اس
پردرشن نے ذرا زیادہ بڑی اور نمایاں شکل لی—کیونکہ اس
میں سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لی گئی۔
لیکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردھان منتری کی

سوچری نے ایک جگہ کہا کہ آگے سال سے 14 نومبر ایک
’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چہٹی) ہو اور اس دن دیہ
میں ’چلڈریس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ ان کے
اس سوچھاؤ کے ادھار پر ’ہندستان ٹائمز‘ کے پردہ ظم
نوبس ’انصاف‘ نے یہ تجویز دیہ کی ہے کہ جہاں 14 نومبر
’چلڈریس ڈے‘ کے طور پر وہاں گاندھی جینتی یعنی 2 اکتوبر
’پرنس ڈے‘ (ماتا پتا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب باتوارہ ہے—’چلڈریس ڈے‘ الگ، ’پرنس ڈے‘
’پرنس ڈے‘ الگ، آگے چل کر کوئی تہذیبیات والا یہ سوچھاؤ پورا کرے کہ
شریمتی اندرا گاندھی کی سالگرہ کو ’ٹائرس ڈے‘ (بیٹوں کا دن)
(یا ’وائٹس ڈے‘ (سہواؤں کا دن) منایا جائے، پھر کسی
اور کا ’سلس ڈے‘ (بیٹوں کا دن) یا ’ہزیڈس ڈے‘ (بکریوں
یا خاوندوں کا دن) منایا جائے !!

ایک خطرناک سوچھاؤ

ہمارے پردھان منتری نے گت 14 نومبر کو اس دنیا میں
اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اس موقع پر اپنے دیہ
واسیوں کے ساتھ ہم پنڈت جواہر لال کا آدر کے ساتھ ایملنڈن کرتے
ہیں۔ انٹر راشیہ چکت میں انہوں نے بھارت کا مسک آونچا
آٹھایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں
شانسی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل میں اور دیہ
دیہ کے دیکھی لوگ ان کی طرف بڑے اطمینان اور امد
پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے ان کو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو—دلدار
آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اس لئے بچوں پر پنڈت جی
نہ غصہ کرتے ہیں اور نہ ان کی زیادتیوں کا برا مانتے ہیں۔
ان کے ہاتھ سے پھل پھول لینا پسند کرتے ہیں۔ پچھلے دو برس
سے ان کی سالگرہ کے موقع پر بچوں کے پردرشن شروع کئے گئے۔
”چاچا نہرو“ کہہ کر ان کی جے منائی گئی۔ اس مرتبہ اس
پردرشن نے ذرا زیادہ بڑی اور نمایاں شکل لی—کیونکہ اس
میں سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لی گئی۔
لیکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردھان منتری کی

سوچری نے ایک جگہ کہا کہ آگے سال سے 14 نومبر ایک
’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چہٹی) ہو اور اس دن دیہ
میں ’چلڈریس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ ان کے
اس سوچھاؤ کے ادھار پر ’ہندستان ٹائمز‘ کے پردہ ظم
نوبس ’انصاف‘ نے یہ تجویز دیہ کی ہے کہ جہاں 14 نومبر
’چلڈریس ڈے‘ کے طور پر وہاں گاندھی جینتی یعنی 2 اکتوبر
’پرنس ڈے‘ (ماتا پتا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب باتوارہ ہے—’چلڈریس ڈے‘ الگ، ’پرنس ڈے‘
’پرنس ڈے‘ الگ، آگے چل کر کوئی تہذیبیات والا یہ سوچھاؤ پورا کرے کہ
شریمتی اندرا گاندھی کی سالگرہ کو ’ٹائرس ڈے‘ (بیٹوں کا دن)
(یا ’وائٹس ڈے‘ (سہواؤں کا دن) منایا جائے، پھر کسی
اور کا ’سلس ڈے‘ (بیٹوں کا دن) یا ’ہزیڈس ڈے‘ (بکریوں
یا خاوندوں کا دن) منایا جائے !!

باہر ہے کہ شریعتی انداز گاندھی اور شری "انساف" دونوں کے سوجھا بہت خطرناک اور نامناسب ہیں۔ اس طرح بچوں اور ان کے ماں باپ میں ہتھوڑا کرنا تو شاید کڑے سے کڑے مارکس وادی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ یہ ورگیکون وچار کے اوجھڑے اور دل کی تنگی کا نمونہ ہے۔ پھر گاندھی جینتی کو 'پیرینٹس ڈے' قرار دینا اسے ایکدم نکما کر دینا ہے۔ گاندھی جی اسے خود ہی چرخہ جینتی نام دے گئے ہیں۔ اگر چرخہ جینتی کامیاب ہوتی ہے تو بچوں کو بھی روٹی نصیب ہوگی اور ان کے ماں باپ بھی اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکیں گے۔ اور اگر چرخہ جینتی کامیاب نہیں ہوتی تو بچے دالے دالے کو ترسیں گے اور ماں باپ غلوں سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔ اس لئے سچی گاندھی جینتی میں 'چلنڈرینٹس ڈے' اور 'پیرینٹس ڈے' دونوں سما جاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج پختہ نہرو کے لئے جو بھٹی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نرمے ایسے ہونگے جو پختہ جی کو 'پردھان منتری' کے نائے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لکھن گے اور پختہ جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھٹی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھٹی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوہا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاموش سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آسنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خاتمہ کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیہ سے خالی نہیں، اس سپاہیوں کے پرتی انہی سے ہے۔

تیسرے یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

ایک بات اور بھی ہے۔ آج پختہ نہرو کے لئے جو بھٹی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نرمے ایسے ہونگے جو پختہ جی کو 'پردھان منتری' کے نائے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لکھن گے اور پختہ جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھٹی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھٹی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوہا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاموش سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آسنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خاتمہ کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیہ سے خالی نہیں، اس سپاہیوں کے پرتی انہی سے ہے۔

تیسرے یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

تیسرے، یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

کے جنم-دین جڑی ن کی گئی تو اس کی کسرت شان سمجھی جائیگی، اور وہ اس سے کوئی اثر لے یہ نہ لے لیکن اس کے خوشامدی اسے جوں کہل لیلہ دینے پر، اگر جواہرلال جی کی سالگرہ کو چھٹی بھی جاتی ہے تو منجھے لوگ اس بات کے لئے زمین آسمان ایک کر دیتے کہ ڈاکٹر دھان چند رائے کی سالگرہ پر کم سے کم پچھم ہنگال میں تو چھٹی ہو، یا ڈاکٹر شری کرشن سنگھ کی سالگرہ پر بہار میں، ڈاکٹر سوہرناوند کی اثر پردیش میں، ڈاکٹر روی شکر شکل کی مدھیہ پردیش میں، ایندلی۔ یہ تو ہمیں اس ہٹا پر ہو رہا ہے کہ ہم نے اخباروں میں ان مکھیہ منتریوں پر گمبھیر لوگوں کے اس آئنے کے لہجہ دیکھے ہیں اور ایک ہرے چالو پتر لے تو ان میں سے ایک پر دیشیتفک (سپلیمنٹ) نک نکلا ہے ایک منسٹر نے اپنے چیف منسٹر کی تعریف کرتے ہوئے ایک بار کہا کہ آج کل کے زمانے کو ان کا (چیف منسٹر کا نام) یک کہا جائیگا! اس طرح کیندریہ اور پرانگیہ چھٹیوں کا دور چھ تو کوئی انتہا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس وبا کو روکنے کے لئے کہیں آرگنیزیشن کی ضرورت نہ پڑ جائے!

آخر میں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اپنے پتا، پتی، پتر یا پتری یا کسی کی درہ گائے کو راشتریہ روپ میں منوالے کی ہمیں لاسا ہی کہیں ہو؟ ایک سے ایک ہرے رشی منی، راجہ مہاراجہ، دیولن یا انسر آئے اور چلے گئے۔ ہندستان میں آج کون جانتا ہے منو یا وشیشٹ کو، جنک یا شکر اچاریہ کو، اشوک یا اکبر کو؟ اور ان کو نہیں جانتے یا ان کی سالگرہ نہیں مناتے سے ان کی شان میں کوئی ہتہ بھی تو نہیں آتا۔ ان کو خوشی اس نہیں ہوگی کہ لوگ ان کا جنم دن تو منائیں پر کلم جو بھی کریں سو ان کی زندگی کے عمل کے خلاف کریں، بلکہ اس سے ہوگی کہ لوگ انہیں اتنا بھول جائیں کہ ان کے اصولوں کو ہضم کر کے انہیں انہیں انہیں انہیں۔ اور اس طرح انسانیت کی را، میں ایک سے ایک ہرے کر منزل قدر ہو کر ہنسٹہ کہلاتے اور شان کے ساتھ طے کریں۔

20. 11. '55

—سوریش رامभाई

—سوریش رام भाई

20. 11. '55

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	قیمت	تفصیل	ملاحظات
1. رور-بھو-ساگر	سری جیو پھیا پرساد	8 0 0	کولہ	
2. رور-بھو-سرخن	"	8 0 0	"	
3. گھرے پانی پٹ	"	2 8 0	"	
4. ہمارے آلودھ	سری بنارسی داس	3 0 0	چتر پٹی	
5. سنسکرت	"	3 0 0	"	
6. دو ہزار ورہ پورانی کہانیاں	سری جگدیپ جین	3 0 0	چندر	
7. جنان گنگا	سری نارائی پرساد جین	6 0 0	چندر	
8. پنج پینڈ	سری شانتی پریہ دیوی	2 0 0	چندر	
9. پنج پریہ	شانتی ایم. پ.	2 0 0	چندر	
10. آکااش کے تارے بھرتی کے پھول	سری کلبھال مسر	2 0 0	چندر	
11. بھرتی کے پھول	سری ویرندر کمار جین	0 0	چندر	
12. میلن پامینی	سری بکچن	4 0 0	چندر	
13. راجت راج	ڈاکٹر رامکمار برما	2 8 0	چندر	
14. میرے باپ	سری تلمس بھاریا	2 8 0	چندر	
15. بھرتی کے پھول	پنڈت سندھو لال بھگوان داس	3 0 0	چندر	
16. بھارتیہ ارتھ شاستر	سری بھگوان داس	0 0	چندر	
17. بھارتیہ شاستر	"	3 0 0	چندر	
18. ناگرک شاستر	"	2 4 0	چندر	
19. سامراج اور ان کی	"	2 8 0	چندر	
20. بھارتیہ سوادھیتا	"	1 4 0	چندر	
21. سرور کے ارتھ دیوستان	"	1 8 0	چندر	
22. ہمارے آدم جاتھان	سری بھگوان داس	3 8 0	چندر	
23. ارتھ شاستر شبداولی	سری دیا شکر دوہ	2 0 0	چندر	
24. ناگرک شاستر	سری بھگوان داس	1 8 0	چندر	
25. راجت مہتل شاستر	سری بھگوان داس	1 8 0	چندر	
26. جواتو	سری بھگوان داس	3 0 0	چندر	
27. مارے کی ہست	سری بھگوان داس	1 0 0	چندر	
28. سونہ سچ	"	0 8 0	چندر	
29. میرے ساتھی	"	1 0 0	چندر	

میلنے کا پتہ—

میلنگر 'نیا ہندی'
145, سٹیٹس, راجا پور-3.

میلنگر 'نیا ہندی'
145, سٹیٹس, راجا پور-3.

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हजरत मोहम्मद और इस्लाम

लेखक—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा जरथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुण हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आझाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

14 मुट्ठीगंज, इलाहाबाद

145 मंथी गन्ज, अलाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

مہاتما زر قیصر اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سمیر, بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

گंगा سے गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग اور आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुण हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आझाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

हिन्दी घर

ہندی گھر

कलचर पर हर तरह की किताबें मिलने का एक बड़ी केन्द्र—पाठक हिन्दी, उर्दू, अंग्रेजी की अपनी मन-पसन्द किताबों के लिये हमें लिखें।

हमारी नई किताबें

महात्मा गान्धी की वसीयत

(हिन्दी और उर्दू में)

लेखक—गान्धीवाद के माने ज्ञाने

विद्वान : श्री मंजूर अली मोरुता

सं० 225, क्रीमन्त दो रुपया

— : ० : —

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कृदमिया औदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइट, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

— : ० : —

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 सं०, दाम दस रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सं०, दाम बारह आने

महात्मा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमन्त बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमन्त चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमन्त दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔پاٹھک 'ہندی' اُردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھک—گاندھی واد کے مانے جانے

ویدوان: شری منظر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—: 0 :—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھک—کدسیہ زیدی

بہو کا—پندت جواہر لال نہرو

موٹا کاغذ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دাম دو روپیہ

—: 0 :—

پندت سندھ لال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام تھائی روپیہ

ہندو مسالم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگل اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، مٹی گنج انہ آمد

اس نمبر کے خاص لیکھ
دعوم اور راجنیتی

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

چینی دواخانہ کا طریقہ اور دوائیں

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

—شہری لو چہ - جن

—شہری لو چہ - جن

ناتن (کہانی)

ناتن (کہانی)

—شہری جیو وائی ہوکیشیو

—شہری جیو وائی ہوکیشیو

دہاتی دواخانہ (एकांकी नाटक)

دہاتی دواخانہ (एकांकी नाटक)

—شہری ودیا بھوشن مصر

—شہری ودیا بھوشن مصر

एम. ए. एल-एल. बी.

ایم. اے. ایل-ایل. بی.

भारतीय योजनाबन्दी में ग्रामोद्योग

بھارتیہ یوجنا بندی میں

का महत्त्व

گراموادیوگ کا महत्त्व

—श्री सुरेश रामभाई

—शही सरیش रामभाई

इसके अलावा

اسکے علاوہ

देस विदेस के मसलों पर हमारी राय में जरूरी सम्पादकी नोट

دیس دیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سمپادکی نوٹ

کلتور سوسائٹی، ایلہاآباد



رستائی کرسیمسائی، الابلو

کلتور

1956

نوروزی

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. 10/- only

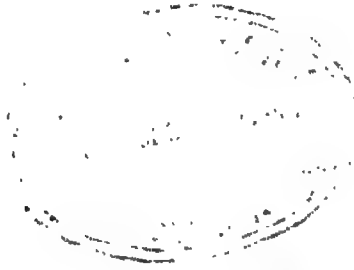
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستانی کلاچر

نمبر 2 نمبر جلد 21 جلد



فروری 1956

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

145 مٹھوگن، ایلہاواڈ :

145 ملی گنج الہاڈ

کیا کس سے	صفحہ	سفر
1. دھرم اور راجنیتی
— ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت	68	...
2. چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں
— شری لو چہ - چن	72	...
3. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں
— انورادک شری محبوب رضوی	77	...
4. روسی بچے
— انورادک شری محمد حیدر	80	...
5. نانن (نہائی)
— شری جیو وائی بوکیشیو	83	...
6. دیہاتی دواخانہ (ایکائی نائک)
— شری ودیا بھوشن مصر	88	...
7. بیماریہ یوجنا ہندی میں گرم ادویہ کا مہم
— شری سریش رام بھائی	93	...
8. ہماری رائے—	99	...
ایشیا کی ایکتا کے لئے حیدرآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکتا کے شہ پریتن؛ بغداد کا سچہرہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نمائش اور نہرجیون؛ ایلوپیٹی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نرپندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—		
وشومہر ناتھ پانڈے .		

ایشیا کی ایکتا کے لئے حیدرآباد کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکتا کے شہ پریتن؛ بغداد کا سچہرہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نمائش اور نہرجیون؛ ایلوپیٹی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نرپندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—

وشومہر ناتھ پانڈے .

پہلے لے کر مہنگے جو مہنگے دی گئی ہیں ان سے ہمارے
میں آسکتا ہے کہ دھرم راجنیتی کے باہر کی چیز نہیں
پولے زمانے اور پہلے زمانے میں لوگ دھرم کو راجنیتی کا
ایک آپاٹ سمجھ کر دھرم میں رہتے تھے۔ اسی لئے وجہاً لوگ
ہمارے ہوئی جاتے ہیں کے دھرم استھان اور ان کی دھرمک کتابیں
برباد کر دیئے تھے۔ ہمارے ہوئی جاتے ہیں کے دہلی سے پرانی
پادگروں کو مٹانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ
ان کا مذہب تبدیل کر دیا جائے۔ عربوں دوارا جیتی ہوئی
مسلمان دنیا اپنے پرانے ایتھاس کو بھول سی گئی۔ اسی طرح
اپنے مذہب کو چھوڑ کر بھارت کی ہندو سلطنتیں کچھ تو اینگو
انڈین ہو گئیں اور کچھ پاکستانی بن گئیں۔ اسی طرح مدھیہ
یگ میں شیلیڈر سامراجیہ کے اندر فلیڈائن دیویپ سموتہ تھا
یعنی اب فلیڈائن والہ اپنا ایتھاس بھول کر یورپیہ سمیتا کے ساتھ
ہی اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔ قسمت کی بات کہ جن اسپینوں
نے فلیڈائنوں کو جیتا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ—”اس استھان کے
لوگوں کا دھرم، اچار و بھار، آئین، لہی وغیرہ بھارتیہ تھی۔“
آجکل کے امریکن وندوں نے اپنی کھوجوں سے یہ ثابت کیا ہے
کہ ایک زمانے میں یہ جگہ بھارتیہ سمیتا کے اثر کے اندر تھی۔
اس کے علاوہ منڈاناؤ (Mindanao) ٹاپو کے رہنے والے، جو
خون کے لحاظ سے شدہ بھارت و اسی ہیں، آج بھارت کے ساتھ
اپنے خون کے تعلقات بھولے ہوئے ہیں۔*

سلسلہ کے سبھی مذہبوں نے شروع میں anthropological
شکل میں جہلم لیا۔ اینتھرا پالاجیکل کا مطلب ہے کہ جائیداد
کے پیکش کے ساتھ ساتھ اس سے طرح طرح کے اعتقاد اور افسانوں
اور پرستشوں پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اینڈو - یورپین زبان
بولنے والے یعنی آریہ ہاشا بولنے والے پہلے ایک ساتھ رہتے تھے، سب
کی ایک ہی کلچر اور ایکسہ اچار و بھار تھے۔ اس
کے بعد وہ اپنی الگ الگ اینڈو پیکٹی کے لئے الگ الگ
ہو گئے۔ اسی سے الگ الگ قومیں بن گئیں اور ان

یونانیوں کے الگ الگ سماجیک آचार وچار بن گئے۔ یونانیوں کے महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गौर क्रौम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल कायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का. उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृतों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पेट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिलिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय आरण्यक' और 'आपस्तम्भ सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिह्न है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

इन्तर्दाई युग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इनसानी समाज में तरक्की होती गई वैसे वैसे उनमें आपसी फरक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के जमाने या मौजूदा जमाने के रिवाजों का हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर जमाने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मजहबी एतकद या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रतिष्ठान जमाने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

نہیں کے ایک ایک سانچک آچار وچار بن گئے۔ یونانیوں کے महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गौर क्रौम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल कायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का. उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृतों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पेट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिलिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय आरण्यक' और 'आपस्तम्भ सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिह्न है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

ابتدائی یک میں مانو سموہ ایک تھا لیکن جیسے جیسے انسانی سماج میں ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے ان میں آپسی فرق بھی بڑھتا گیا۔ اس لئے ویدک کال، ویدک کال کے بعد کے زمانے یا موجودہ زمانے کے رواجوں کو ہمیں سناٹن رواج نہیں سمجھنا چاہئے۔ ہر زمانے میں سہیبتا کے پڑوتن کے ساتھ ساتھ ہندو یا اہلذوں کے مذہبی اعتقاد یا دھرم وشواس، آچار وبہار اور انوشٹان پر تشٹھان زمانے کی آپدوگتا کو دھیان میں رکھ کر تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے اندھ وشواس کے کارن ہی رگھونندن نے رگید کے جعلی شلوک ہمارے سامنے رکھے۔ اس کے پیچھے ارق نہتک کارن تھے اس لئے ان جعلی شلوکوں کی رچنا کی گئی۔ اسی کے سمرتھن کے لئے یہ جعلی شلوک بنائے گئے۔ اس کے چار سو سال بعد انکے کے کچھ پندتوں اور راجا رامموہن رائے نے

†—دیکھئے راجوہد.

‡—دیکھئے اہنڈیوگم اپنیپد اور راکرا چارپ کی دیکا.

§—دیکھئے اشریلاخان کا 'مہی ستر.'

دیکھیں راجوہد.

دیکھیں اچاندیوگم اپنیپد اور راکرا چارپ کی دیکا.

دیکھیں اشریلاخان کا 'مہی ستر.'

भारतीय जनता के साथ किये हुये इस जल का पक्का अनुष्ठान धर्म का अंग नहीं है, राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात मुश्किल हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत बिदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अरलील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मावती बंगेश्वर वर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

कहते हैं. जल के साथ क्म हुंम इस जल को पका. धर्म का अंग नहीं है. राश्ट्रिय भावना के अभाव में यह बात मुश्किल हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत बिदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

धर्म की चोटी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अरलील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मावती बंगेश्वर वर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

§—Digby's Prospero us British India.

*—इस सिलसिले में देखें 'सुखल यजुर्वेद' में पुनर्विवाह की तफसील.

अस सलसे में देखें 'शल बरुद' में पुरुरा की लवल.

(Democracy) کی پوری دنیا دیکھ کر 'ہک رات' یا 'راجتنت' کی سبھی چیزیں دیکھ کر، پھر گناہتنت کی کمزوری کی مبالغہ کے سیر پر چڑھا کی۔ 'کھن-ناراد-سواہ' کا مبالغہ میں گناہتنت میں شریکیت کی جگہ دیکھا ہے وہ انہوں نے ناراد کو سنا ہے۔ 'بلاہتر اپنے بل میں چور ہے، گناہ (شریکیت کا بڑا بڑا) اپنی قومیت میں مچھلے ہیں، پھر اپنی قومیت پر مچھلے ہیں اور میں لچار ہوں۔ اگر اور اوروں کی اپنی ایک ایک پارٹی اور دل میں۔ یہ جس کے گناہوں پر لگتے ہیں اس کا پس سرور ہاں سمجھو اور مجھے سب کی گناہیں پڑتی ہیں۔'

اس طرح راجتنت کو کھوکھلے ہونے سے چھوڑ دینا یعنی گناہتنت کے معنی بھی بھول بیٹھے۔ سوجانی ایک رات گناہتنت کے سرور کو چلانے کے بھی ہم ناقابل ہیں۔ اسی لئے ہم پڑھتوں اور لکھتوں کی 'جماعت' کو ہی اپنے سچ اور راجتنت کا چلانے والا سمجھ بیٹھے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ بعد کے نیکہ لکھنے والوں کے بعد بھی راجتنت کی شکتی موجود تھی۔ شکتی والے راجاؤں کا سہارا پانچ خوشامدی لوگوں کی اسمرتیاں چلتی لگتی تھیں۔ سلطنتوں کی حکومت کے سہ جو اسمرتیاں لکھی گئیں مقامی راجا لوگ ان کو مانتے دیتے تھے۔ راجتنت کی بنا لوگ سچ میں کوئی ویسٹا نہیں چلتی۔ بنگال میں ہندو شاسن کال کے اوسان کے سہ جو نئی اسمرتیاں چالو ہوئیں انہیں بنگال کے کابستہ راجاؤں نے سمرتوں دیا۔ پلڈت ہر پرساد شاستری نے یہی لکھا ہے۔ اسی لئے رگھو نندن کی لکھی ہوئی نئی اسمرتی بنگال میں سب جانیں اور سب استہائوں میں ماننے نہیں ہے۔ شری ہٹ (سپاٹ) میں پرانی اسمرتی اب بھی چالو ہے۔ وہاں ہلال کی تھا کتھ پڑتا بھی پرچلت نہیں ہے۔ پروری بنگال اور وکرمپور میں بھی رگھو نندن کی اسمرتی چالو نہیں ہے۔ گورنر ویشنوں کے لئے چیتنہ دیو، سلطنت گروامی اور گوپال بھٹ نے اپنے ششوں کی علیحدہ ویسٹا کی عرض سے نئی اسمرتی لکھائی۔ یہ نئی اسمرتی ہے۔ "شری بھکتی واس"۔ بنگالہ سماج میں رگھو نندن کی "اشٹا ونشتی تلو" کی پڑتی دوندی یہ نئی اسمرتی "شری بھکتی واس" ہے۔ ویشنوں گروں اور ویشنوں راجاؤں نے اسے ہندو سماج میں چلایا۔ بنگال کے زیادہ تر ہندو اسی اسمرتی کو مان کر چلتے ہیں۔

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے ضرورت نہیں۔ اس کی مثالیں پشچیمی بنگال میں ہی مل جاتھیں گی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکریس نہتا سرگھہ گوند چندر سنگھ وغیرہ) لکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا، ہمارے بیچ میں گروامی تھا کہ چیتنہ دیو کا امنسارافیت مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے ضرورت نہیں۔ اس کی مثالیں پشچیمی بنگال میں ہی مل جاتھیں گی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکریس نہتا سرگھہ گوند چندر سنگھ وغیرہ) لکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا، ہمارے بیچ میں گروامی تھا کہ چیتنہ دیو کا امنسارافیت مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے ضرورت نہیں۔ اس کی مثالیں پشچیمی بنگال میں ہی مل جاتھیں گی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکریس نہتا سرگھہ گوند چندر سنگھ وغیرہ) لکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا، ہمارے بیچ میں گروامی تھا کہ چیتنہ دیو کا امنسارافیت مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے ضرورت نہیں۔ اس کی مثالیں پشچیمی بنگال میں ہی مل جاتھیں گی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکریس نہتا سرگھہ گوند چندر سنگھ وغیرہ) لکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا، ہمارے بیچ میں گروامی تھا کہ چیتنہ دیو کا امنسارافیت مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لکھک نے

हइका अन्तर्गत होये हुये कहा:—“आप लोग वैष्णव राजाओं की चाकरी करने आये और उनके राज में बाध करने के फलस्वरूप आपके ऊपर ‘गोपालसिंह की बेगार’ थोप दी गई.” बनसियापुर के मुखिया राजा बीर हम्मीर भी निवास गोस्वामी के मंत्र रिक्त होने के बाद उनके राज में गौड़ीय वैष्णव धर्म की प्रधानता हुई. विष्णुपुर को “गुप्त वृन्दावन” कहकर पुकारा गया. पश्चिम से आये हुये राजपूत बंगाल के ‘दाय भाग’ आईन और ‘हरिभक्ति विलास’ विधान को क़बूल करने के लिये मजबूर हुये. विष्णुपुर राजवंश के पुरोहित गाँगुली महाशय ने लेखक से कहा था—“ब्राह्मणों और कायस्थों के जो आचार हैं वही आचार राज परिवार में भी प्रचलित हैं.” “यस्मिन राजा तस्मिन प्रजा” यानी प्रजा राजशक्ति की पैरोकार होती है. यही प्रब सत्य है.

دھرم اور راجہ کی

اسی "جوتھ دیتے ہوئے کہا "اے لوگ دھرم راجہ کی
کی چاکری کرنے آئے اور ان کے راج میں ہاس کرنے کے
پہلے سرورپ آپ کے آدیر "کوبل سنگ کی بنگار" تھوپ
دی گئی۔" ورنہ شہر کے پوریاں راجا دیر ہمار شری
نواس کوسوامی کے ملکر شہید کرنے کے بعد ان کے راج
میں گوریہ دیشو دھرم کی پردھانتا ہوئی۔ ورنہ کو
"گہت" ورنہ "کہر پکارا گیا۔ پھچم سے آئے ہوئے راجہ
بنگل کے "دایہ بھاگ" آئیں اور "ہری بھکتی واس" دھماں کو
قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ ورنہ راج دھن کے پردھت
گنگولی مہاشی نے لیکھک سے کہا تھا— "ہر ہمنوں اور کلپستھوں
کے جو آچار ہیں وہی آچار راج پرور میں بھی پرچلت
ہیں۔" "پسمن راجا تسمن پرچا" یعنی پرچا راجہ شکتی کی
پرور کرتے ہوئے ہے۔ یہی دھرم سنگ ہے۔

یہاں یہ سوال اُٹھایا جائیگا کہ پھر ہم ہر بات میں دھرم سے جکتے ہوئے کہیں ہیں ؟ یہ بھی سچ ہے ۔ چنانچہ انہوں کو ٹیٹہ کے ارتھ شاستر کے 'بدھ پرکون' اضمیانت میں اتھرو وید کی تکتاؤ کا اُلکھ ہے ۔ اِسی اگھان کے کارن سکندر کی سہنا کے اُگے ہوتھوں کو ہاتھ کٹائے پڑے لیکن بھاس کے نالک اور شکر تھیتی سار میں اِس کا اُلکھ نہیں ہے ۔ آپورید شاستر میں روگی کا آپریشن کرنے سے پہلے طارح طارح کی پوچاؤں کا وندھان ہے ۔ بچوں کے پرسوکال کے سبھ گھر سے بہوت بھگائے کا بھی وندھان ہے ۔ کویراچ سے پوچھنے پر وہ اُس کے لٹھ ہودھوں کو دوش دیتے ہیں لیکن آپورید شاستر ہودھوں دورا ہی لٹھا گیا (چھوک، چرک، ناگ ارچن، چکر پانی پرہرتی)۔ برامھلوں کی جب پردھانتا ہوئی تو اُن کے پروھتوں کے ہاتھوں میں یہ پستکیں پڑیں اور اُن کی یہ اویکھانک دشا ہوئی ۔ ارتھ تھیتی شاستر میں برامھلوں کی ہی پردھانتا دکھائی دیتی ہے ۔ یہ سب کتاہیں پروھتوں کے ذریعہ لکھی گئیں ۔ اِسی لٹھ اُنھوں نے اپنے گروہ کی اِن کتاہیں میں بڑائی کی ۔

جب دیہش میں زیادہ تر لوگ بیوقوف اور بے پرواہ لگتے تھے، جب محتض پروہتوں کے دو ایک آدمیوں میں دنیا اور آویچھا کا گیان تھا، جب دیہش کے کوئی کوئی لوگوں کو شونہ کہہ کر دنیا سے محروم کر دیتا تھا، جب شونہ کو معمولی سے قصور میں—'اُس کی جھپک کٹ دو' اُس کے گلن میں گرم پگھلا ہوا شیعہ چھوڑ دو، 'اُس کے ٹیکسوں کا مانس کٹا کر پھینک دو' اور اُسے چٹائی میں لپیٹ کر جلا دو—اِن سب کا اُللیک کرنا تھے کے گرنہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب پروہتوں کے وید واقعہ تھکر اعلان ہوئے۔ راجاؤں کو بھی اِن پر عمل کرانے کے لئے انہروں سے کیا جاتا تھا۔ جب راجا اور پروہت ملکر ظالمانہ حکومت کرتے تھے تب حکومت کے خلاف شونہوں کو سر اٹھانے کی کھسکت پڑ سکتی تھی؟ والہی راما بن

یہ خیال ہے کہ براہمن کے پوتے کی مائیت کی ذمہ داری شتر
کے سر پر تھوپی کر دھرم راج و امچندر بنا بچارے اس کا مستحکم
کافی قائل ہیں۔ اس ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ
میں آسکتی ہے کہ راج شکتی اور پروہت شکتی کا سلجھوک
کیسا بھینٹو روپ لے سکتا ہے۔ پروہتوں کی بے بنیاد باتیں مانو
سے ظاہر ہوتی ہیں۔ "نہیک میں" صرف آدمی اور آنت ورن
(یعنی براہمن اور شوتر) ہی دھینکے۔ یعنی سماج میں کیوں
براہمن (پروہت نگرانی لوگ) و شوتر دھینکے۔ اس شلوک کا
اُلٹا کہہ نہیں ملتا ایسا شری ویدہ کہتے ہیں۔ جب
کیوں براہمن اور شوتر یہ دو ہی ورن مانے گئے تب دھرم
پستکوں کو پڑھنے، لکھنے و گوشتنا کرنے کا حق پھر سوائے براہمنوں
کے اور کس کا ہو سکتا ہے۔ پہلے سرب دھرم گرتوں میں جھوٹی
باتیں پرچھت کر کے، نئے روپ سے لکھ کر اور جمل کر کے بدلنے
کا کرم بنا روکے چلنے لگا۔ ویدوں میں "ہال کھلیہ سوتہ" سموہ اور
"سرب سوتہ" سموہ یہ جمل سازی کر کے شامل کر دیئے گئے۔ بہت
پرالے زمانے سے لکھ کر پڑھ کر "اللہ ہو اُپنعد" کی رچنا کے
سمے تک یہ جملے سماج میں تھے۔ عیسائی پادریوں نے بھی
انہیں جعلی باتوں پر مانتینا دی۔ بائبل کی عیسائی کی کھا
دوسرے روپ میں ویدوں میں ہے—یہ بتایا گیا۔ ریورینڈ سوارنٹر
آدمی "شوہت دویپ میں اپنے کو براہمن کہہ کر اپنا رچا کرتے
تھے۔" "نہیک" نے ان کی یہ کھوشا خود پڑھی ہے۔ کیوں
آئیسویں صدی کے ویدیشی پندتوں نے پائوں کی تلنا کر کے
ان جمل سازوں کو پڑھ لکھ بھارت واسطوں کے سامنے رکھا۔
ان یورپیہ وندوانوں نے مول پائوں کو شدہ کیا۔

ویدوں میں جس طرح مٹھا چاری پندتوں نے جمل بٹہ
کہا اُسی طرح اسمرتیوں میں بھی کیا گیا۔ گیارہویں صدی
میں "مٹاکشرا" پستک کے لیکھک "پرمنس کے آپاسک"
مہاپرش جھوٹی وگیا نشور رکھو لندن کی طرح ہی ملزم ہیں۔
انہوں نے اپنے مت کا سمرتن کرانے کے لئے "گرم سنگھتا" سے
ایک سوتر اُدھرت کیا ہے۔ "سب سے پرانی اسمرتی میں یہ
لکھا ہے کہ پیتربک سموتی میں پتا پتر کے حق برابر ہوتے ہیں۔"
لیکن بھارت کے ایک پردیش بنگال میں اس سلسلے میں کافی
اُلٹے وچار ہیں۔ بنگال ایسا دیس ہے جہاں کوئی کسی کی
شردھا نہیں کرتا—ایسا سمجھا جاتا ہے۔ "مٹاکشرا" کا پرتی دوندی
"دائم بھاگ" گرتہ کے ٹیکا کاشری کرشن ترکانگر اور بعد میں سواہوں
شٹابندی میں اچھوت نامک پندت نے یہ شلوک چالو کر دیا
"امول" لڑھات اصلی پستک میں نہیں ہے۔ پرالے زمانے میں
یہ جوا چوری تھی اسے مہاسہ پادھیانے کے کان سننے کو تیار نہیں
تھے۔ انہوں نے کہا— "نہیک ہی ہے کڈو منو سنگھتا کی

टीका में मेधातिथि ने इस ध्वन्या का उल्लेख किया है।” लेखक ने अर्ध-पक्षाल करके देखा है कि मनु के वचनों का खंडन करके मेधातिथि ने कहा है—“आचार्यन्य उत्तम”। किन्तु किस आचार्य ने यह कहा है इसका कहीं उल्लेख नहीं है, यह एक खबरदस्ती की बात है, इस तरह के कई वचन विज्ञानेश्वर ने कहे हैं जो असली पुस्तक में नहीं हैं, इस तरह बहुत से वदमट श्लोक जो लोगों में प्रचलित थे उन्हें वेद वाक्य और स्मृति वाक्य कहकर चलाया गया, आजकल के नास्तिक खोज करने वालों ने ये सब जालसाजी पकड़ ली है, यह नई बात नहीं है, यह वैज्ञानिक खोजों का नतीजा है, श्री कानेइ ने मंजूर किया है कि गौतम संहिता का एक पूरा अध्याय बाद में जोड़ा गया,

यूरोप में भी मँकले जमाने में इसी तरह की हालत थी।
आईन, विज्ञान, तर्कशास्त्र (मन्तक), दर्शन शास्त्र (फूलसफा)
बौरह को धर्म के साथ नथी कर दिया गया था. जो लोग
इसका प्रतिवाद करते थे उन्हें शैतान कहकर या तो ज़िन्दा
जला दिया जाता था (Auto da fa) या देश निकाला
दिया जाता था. जर्मन अध्यापक म्याक (Mach) ने
लिखा है अठारहवीं शताब्दी के आखीर में विज्ञान धर्म
विश्वास की गहराइयों से बाहर आया.४४

जब समाज में सिर्फ पुरोहित वर्ग ही तालीमयाप्ता हो तब हर जगह यही होता आया है कि पुरोहित वर्ग व्यक्ति और समाज को पूरी तरह धर्म के साथ जकड़ देता है। यूरोप में मध्य युग में दर्शन शास्त्र धर्म का अङ्ग था लेकिन आज ऐसा नहीं है। आज पच्छिमी दुनिया में दर्शन (Metaphysics) और धर्म तत्त्व (Theology) अलग अलग खोंज के विषय हैं। दूसरे देशों में, जैसे हिन्दुस्तान में, दर्शन शास्त्र और तर्क शास्त्र तक धर्म और राज्य कुसंस्कारों से जकड़े हुये हैं। विदेशी दर्शन शास्त्र (फिलसफ़ा) की गूँज ही बंगाल का 'नया न्याय शास्त्र है'।* उसमें भी कल्पना से गढ़ी हुई अशरीरी वस्तुओं का जैसे भूत, प्रेत रूप आदि को 'बाय बियजीव' कह कर उल्लेख किया गया है।

लेकिन आजकल जो लोग भारत में अरस्तू न्याय (Aristotelian) पढ़ते हैं, जो लोग एलोपैथी, आयुर्वेद और कविराजी शास्त्र पढ़ते हैं वे लोग भूत, प्रेत और आत्मा या प्राण को तर्क शास्त्र (मन्तव्य) या आयुर्वेद शास्त्र के अन्तर्गत गिना नहीं करते; चिकित्सा करने के समय भूत भगाने की कोई कोशिश नहीं करते, वे लोग सेहत सुधारने के लिये स्वस्थकर वातावरण (hygiene) की व्यवस्था करते हैं.

تھکا مہن موہرائی نے اُس دہشتا کا اُلکھ کر کہا ہے۔ "لہجہ کے
چلچلی پرنال کر کے دیکھا ہے کہ منو کے چلوں کا تھلن کر کے موہرائی
نے کہا ہے۔ "آچارینہ اُٹم" کنتو کس آچارہ نے یہ کہا ہے اُس
کا کہیں اُلکھ نہیں ہے۔ یہ ایک زبردستی کی بات ہے۔ اِس
طرح کے کئی وچن وگیا نشور نے کہہ میں جو اصلی دستک
مہن نہیں میں۔ اِس طرح بہت سے اُدبھٹ شلوک جو لوگوں
مہن پرچلت تھے اُنہیں وبدواکھ اور لاسرتی واکھ کہہ کر چلایا
گیا۔ اُنکل کے نام تک کھوج کرنے والوں نے بے سب جمل سازی
پکڑ لی ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے یہ وگیا ناک کھوجوں کا نتیجہ
ہے۔ شریہ نے منظور کیا ہے کہ گوتہ سنگھتہ کا ایک پورا
ادبھتہ بعد میں جوڑا گیا۔

یورپ میں بھی منجملہ زمانے میں اسی طرح کی حالت تھی۔ 'آئین' و 'گمان' ترک شاستر (منطقی) درشن شاستر (فلسفہ) وغیرہ کو دھرم کے ساتھ نہیں کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اِس کا پوتہواد کرتے تھے انہیں شطان کہہ کر یا تو زندہ جلا دیا جاتا تھا (Auto da fa) یا دیہی نکالا دیا جاتا تھا۔ جرمن ادھیانک میاک (Mach) نے لکھا ہے اُنہارویں شتাবدی کے آخر میں وگمان دھرم وشواس کی گہرائیوں سے باہر آیا۔

جب سماج میں صرف پروہت و رگ ہی تعلیم پانے کو رہا تھا تو پھر جبکہ یہی رہتا آیا ہے کہ پروہت و رگ دیکھی اور سماج کو پوری طرح دھرم کے ساتھ جکڑ دیتا ہے۔ یورپ میں مذہب تک میں درشن شاستر دھرم کا الگ تھا لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ آج پچھلی دنیا میں درشن (Metaphysics) اور دھرم تکو (Theology) الگ الگ کھوج کے وشہ ہیں۔ دوسرے دیشوں جیسے ہندستان میں درشن شاستر اور ترک شاستر تک دھرم اور رائج کونسلکاروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ودیشی درشن شاستر (فلسفہ) کی کونج ہی ہنگال کا 'نہا نہائے شاستر' ہے۔ * اُس میں بھی لکھا ہے کہ وہی اشریری رستروں کو جیسے 'ہوت' پریت روپ آدی کو 'وائے وئے جیو' کہہ کر آکھتے کیا گیا ہے۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلہیہ میں، آہروید اور کویراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آتما یا پران کو ترک شاستر (مکتو) یا آہروید شاستر کے انترگت شمار نہیں کرتے، چکاسا کرنے کے سہے بھوت بھگالے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسائٹری (hygiene) کی دہستہ کرتے ہیں۔

✻—Mach: History of Physics

*—See Bhasha Parichched.

یہ عجیب سا کہنا کبھی ہمارے دہرا میں آگیا ؟
 کبھی ہم نے کہا ہے کہ مذہب میں یہ کس طرح ممکن ہوا ؟ اس
 زمانے میں اکثر یوں سے ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے ہمارے مذہب پر
 دہرا میں لے آئے کرنا شروع کیا۔ ”ہم لوگ دھرم پرانے
 (مذہبی) جانتے ہیں، ہماری سہیتا (تہذیب) دھرم کی
 بنیادوں پر کھڑی ہے۔ بھارت نوآسی سلسلہ کی ایک روشنی پرانے
 جانتے ہیں، ان کی فکر معمولی خاصیتوں میں، وغیرہ۔ اس پر
 لکھک نے ایک دوسری جگہ نکتہ چینی کی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ مذہبی پاگل (Religious maniac) نہیں ہیں۔ ہماری سہیتا کی
 تاریک بزم کے کپڑے نہیں ہیں؛ ہم لوگ بھگوان کے سرچے ہوئے کوئی خاص
 انفرادی (وہشتیہ پرانے) جہت نہیں ہیں۔ ہم لوگ دنیا
 کی دوسری جگہوں کی طرح ہمارے مانس اور رکت والے انسان
 ہیں۔ دھرم کا لے کر پڑھنا سے پیدا ہونے والی راجنیک
 سماجک اور آرٹیک گنتی اور برائوں کو دور کرنے کی ہماری
 سوانہیں راشنل سرکٹر دل و جان سے کوشش کر رہی ہے۔
 جب پہلے ہر کھانے کو ملیا تھی چوتھ میں آئینا آنکھ کی اور
 بدھی کھینچی۔ ہمارا سوانہیں راشنل اس کے لئے تیار ہے۔ اس
 سہ دنیا میں جو ترقی اور پرگتی ہو رہی ہے اس کے ساتھ نال
 ملنے اور قدم بہ قدم چلنے کے لئے اور قومی ترقی کے لئے، صحیح
 واثق بنانے کے لئے ہی ہم نے اپنے دہرا میں ’دھرم نریکھ‘
 راج (Secular State) کی استہاپنا کی ہے۔ اپنے ہزاروں
 برس کے انہوں کے آدھار پر ہم نے سوچ، چار کر یہ صحیح قدم
 اٹھایا ہے۔

انسان آپس میں پریم سہت کیسے مل کر ایک دوسرے
 کے ساتھ جاتی کے روپ میں رہ سکتے ہیں۔ اسی کا نام
 سماجک وکس ہے اور راشنل کے روپ میں ان کا وکس ہی
 راجنیک وکس ہے۔ وندہ جانتی ہیں ایک ہی دہرا میں کیسے
 ایک راشنل کا روپ لیتی ہے، ان کی جو ان پدھتی ہے، ایک
 دوسرے میں رل ملکر جو ایک راشنل بنانے کا ان کا
 طریقہ ہے وہی راجنیک پرتھان ہے یعنی راشنل کے
 دائرہ میں ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی زندگی
 میں وکس یعنی ترقی کے پورے پورے موقع حاصل کرے۔ اور
 جاتی کو پوری طرح ترقی کا آسہ ملے اسی کے لئے راشنل میں
 شاسن ویکھ یعنی حکومت کی استہاپنا ہوتی ہے۔ اسی لئے
 راشنل سب سے اوپر اور سوشلیمان ہوتا ہے۔ کسی بات کو الہائی
 ایہورہ ویکھایا ویدوائے سمجھ کر پکڑ کر بیٹھنے کوئی ملے نہیں۔
 موجودہ حالتوں میں کسی پرانی بات کو پکڑ کر بیٹھنا سناٹا

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

شی لیو شیہ-تسوں

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

شیو لو چہ - چن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

[راجکمارنی اسٹریٹ کور نے چین سے لٹ کر پورانی چینی वैद्यक विद्या और उसकी तरफ नई चीनी सरकार की पालिसी पर जो बयान दिया था उस पर एक नोट और एक चीनी विद्वान का लेख इससे पहले "नया हिन्द" में प्रकाशित कर चुके हैं. यहां हम इसी विषय पर एक और चीनी विद्वान का लेख प्रकाशित कर रहे हैं जो चीन के स्वास्थ्य विभाग के एक बहुत बड़े अफसर भी हैं. इससे और भी साफ पता चलता है कि राजकुमारी का वह बयान कितना ग़लत था—मुन्दर लाल.]

[راجکمارنی اسٹریٹ کور نے چین سے لٹ کر پورانی چینی वैद्यक विद्या और उसकी तरफ नई चीनी सरकार की पालिसी पर जो बयान दिया था उस पर एक नोट और एक चीनी विद्वान का लेख इससे पहले "नया हिन्द" में प्रकाशित कर चुके हैं. यहां हम इसी विषय पर एक और चीनी विद्वान का लेख प्रकाशित कर रहे हैं जो चीन के स्वास्थ्य विभाग के एक बहुत बड़े अफसर भी हैं. इससे और भी साफ पता चलता है कि राजकुमारी का वह बयान कितना ग़लत था—मुन्दर लाल.]

कई हजार वर्ष से चीन के लोगों की एक अपनी वैद्यक विद्या (मेडीकल साइन्स) चली आ रही है. सातवीं सदी ईसवी तक यह चीनी वैद्यक विद्या कोरिया, जापान, भारत, बर्मा और इंडोनेशिया तक फैल चुकी थी. सदियों उन्नति करने के बाद आज यह वैद्यक विद्या सारे चीन में चालू है और इसके पीछे दवाओं और इलाज का बड़ा लम्बा कीमती तजरबा है.

कई हजार वर्ष से चीन के लोगों की एक अपनी वैद्यक विद्या (मेडीकल साइन्स) चली आ रही है. सातवीं सदी ईसवी तक यह चीनी वैद्यक विद्या कोरिया, जापान, भारत, बर्मा और इंडोनेशिया तक फैल चुकी थी. सदियों उन्नति करने के बाद आज यह वैद्यक विद्या सारे चीन में चालू है और इसके पीछे दवाओं और इलाज का बड़ा लम्बा कीमती तजरबा है.

चीन के इतिहास में बहुत से मशहूर वैद्यों यानी उस जमाने के डाक्टरों और उनके कामों का बयान मिलता है. ईसा से चार पांच सौ बरस पहले, जब चीन की कई अलग अलग रियासतों में घरेलू लड़ाइयां जारी थीं, पीएन चुपह नाम का एक बहुत मशहूर वैद्य था जिसने पहली बार नब्ब (नाड़ी) को बाल से रोग के पता लगाने का तरीका ईजाद किया. इसमें उसे बड़ी कामयाबी हुई. बहुत से रोगों के इलाज के लिये उसने बारीक बारीक सुइयों से नसों (नर्व्ज) की हालत और उनकी गति को ठीक करना (पेक्चु पंकचर) और बुडियों को गरम करके उनसे शरीर के सास स्वास अंगों को सेकना (मोक्सी बराचन) इन दो तरीकों से बहुत बड़ा काम लिया. ईसा की पहली और दूसरी शताब्दी में चांग चुंग-चिंग नाम के एक वैद्य ने तरह तरह के बुखारों पर एक किताब लिखी जिसका नाम 'शांग हानलुन' है और वैद्यक के उसूलों और जरूरी बातों पर एक दूसरी किताब लिखी जिसका नाम "चिंग कुए युहान चिंग" है. इन दोनों किताबों में बुखारों और दूसरी बीमारियों के इलाज के लिये बहुत से सुझाव दिये हुए हैं. आज भी चीन में इन किताबों और

चीन के इतिहास में बहुत से मशहूर वैद्यों यानी उस जमाने के डाक्टरों और उनके कामों का बयान मिलता है. ईसा से चार पांच सौ बरस पहले, जब चीन की कई अलग अलग रियासतों में घरेलू लड़ाइयां जारी थीं, पीएन चुपह नाम का एक बहुत मशहूर वैद्य था जिसने पहली बार नब्ब (नाड़ी) को बाल से रोग के पता लगाने का तरीका ईजाद किया. इसमें उसे बड़ी कामयाबी हुई. बहुत से रोगों के इलाज के लिये उसने बारीक बारीक सुइयों से नसों (नर्व्ज) की हालत और उनकी गति को ठीक करना (पेक्चु पंकचर) और बुडियों को गरम करके उनसे शरीर के सास स्वास अंगों को सेकना (मोक्सी बराचन) इन दो तरीकों से बहुत बड़ा काम लिया. ईसा की पहली और दूसरी शताब्दी में चांग चुंग-चिंग नाम के एक वैद्य ने तरह तरह के बुखारों पर एक किताब लिखी जिसका नाम 'शांग हानलुन' है और वैद्यक के उसूलों और जरूरी बातों पर एक दूसरी किताब लिखी जिसका नाम "चिंग कुए युहान चिंग" है. इन दोनों किताबों में बुखारों और दूसरी बीमारियों के इलाज के लिये बहुत से सुझाव दिये हुए हैं. आज भी चीन में इन किताबों और

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سے کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویڑ لکھ سونہوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سنگ کے طریقہ (موکسی بشن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے پارے چھٹیں آجکل انوسٹیتکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو۔ ہو نام نے ایک دوا لے ناری پریمشیا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی نگی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو۔ می نام کے ایک دوا لے سونہوں والے علاج اور سنگ والے علاج پر "چھائی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے پارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگتہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہتر کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے تاو ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان۔ فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چینگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سمے سے لیکر سونگ راج کل کے سمے تک چینی دواؤں کا دنیا لے ابھوت پورو آئنتی کی۔ مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چینگ یوان فاگ" سے جس کے معنی ہیں "سنہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ مہنگ شین نام کے ایک دوا لے "شہ لاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی لگا سے سب طرح کی کہانوں کی چھڑوں کے گن دھری بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہوتے تھے۔ آدمی کے پورے قد کی گتسہ کی

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سے کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویڑ لکھ سونہوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سنگ کے طریقہ (موکسی بشن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے پارے چھٹیں آجکل انوسٹیتکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو۔ ہو نام نے ایک دوا لے ناری پریمشیا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی نگی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو۔ می نام کے ایک دوا لے سونہوں والے علاج اور سنگ والے علاج پر "چھائی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے پارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگتہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہتر کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے تاو ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان۔ فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چینگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سمے سے لیکر سونگ راج کل کے سمے تک چینی دواؤں کا دنیا لے ابھوت پورو آئنتی کی۔ مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چینگ یوان فاگ" سے جس کے معنی ہیں "سنہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ مہنگ شین نام کے ایک دوا لے "شہ لاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی لگا سے سب طرح کی کہانوں کی چھڑوں کے گن دھری بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہوتے تھے۔ آدمی کے پورے قد کی گتسہ کی

سُرتیوں بننے لگیں جن کے چریتے بے شک کے بیماریوں کو شریک کے آنگ، ان کے روگ اور ان پر دواؤں کے اثر سے جانے لگے۔ انکے الگ الگ روگوں کے لئے نسخوں کی کتابیں ان دنوں سب سے ادھک بنی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی بیماریوں اور چھریار کی دوا کے اوپر بھی خاص طور سے کتابیں لکھی گئیں۔ چینی ویدیک دوا میں ایک نئی چیز اس سے یہ ہوئی کہ ویدیک کی آنتی اور ویدیوں کی سویدھا کے لئے راج کے قانون میں کیا گیا سدھار یا تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور ویدیوں کے کیا کیا قانونی فرض ہوئے چاہئیں ان باتوں پر وچار ہوئے لگا اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔

بارہویں صدی سے انیسویں صدی تک بھی چینی ویدیک دوا، چینی دوائوں اور ان کی تھاری ہوا پر ترقی کرتی رہیں۔ لی شہ جن نے سب طرح کی دواؤں کے اوپر ایک بہت بڑی کتاب "یہن تساو کائگ مو" لکھ کر پوری کی۔ وہوشنگ نے اپنی ایک کتاب میں چھوت کی یا لکھی بیماریوں اور مہاسیوں کے اوپر اپنے خاص سدھارت دنیا کے سامنے رکھے۔ وانگ جنگ جن نے شریک کے اندر کے الگ الگ انگوں کے بارے میں پہلے کچھ غلط وچاروں کو سدھارا۔ لکھی بیماریوں کا علاج انہوں اور گئے کی بیماریوں کا علاج اور چھریار کے ذریعہ شریک کے انگوں کی کرپٹا یا بے قدریوں کو ٹھیک کرنا ان تھاروں میں چینی ویدیک نے خاص طور سے آنتی کی اور ان کے خاص الگ الگ جانکار پیدا ہوئے لگے۔

اگر ایک بیماریوں کے الگ الگ لکھنے یا علاموں کو بیان کرنے میں پرانی چینی ویدیک کے جانکار چینی ادھک تفصیل یعنی دستار میں جاتے ہیں آجکل کے یورپی دھنگ سے بڑھ ہوئے قائل آئی تفصیل میں نہیں جاسکتے۔ اس کے علاوہ پرانی چینی ویدیک کے نسخے ادھکتر جڑی بوٹیوں کے ہوتے ہیں اور ان سے بعد میں اس طرح کی ہائی یا برا ٹر نہیں ہوتا جیسا یورپی دواؤں سے ہوتا ہے۔ پرانے چینی علاج کے طریقہ میں دو باتوں کی طرف خاص دھیان دیا جاتا ہے سب سے پہلے اس بات کی طرف کہ روگی کے شریک کا اور الگ الگ انگوں کے کام کا جو سمتول بکر گیا ہے اسے پھر سے ٹھیک کیا جائے اور دوسرے یہ کہ روگی کی علم نسوں (نروس سسٹم) کو پھر سے درست کیا جائے۔ نسخہ لکھنے میں ان دونوں باتوں کا پورا دھیان رکھا جاتا ہے۔ پرانی چینی ویدیک دوا کے اندر روگ کے کھڑوں کو مارنا (اینتی ہائیو ٹکس) اور دواؤں کے ذریعہ مکن کھڑوں وغیرہ کو بیماری کے اثر سے پاک کرنا (ڈس-انٹیکھیو) دونوں شامل ہیں۔

پورانے چینی دواؤں نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ہرگز کے اندر کے رگ کے کپڑوں (bacteria) کو مارنے کے لئے اور کھال کے ارد کے کپڑوں کو مارنے کے لئے دونوں کاموں کے لئے ہوائنگ لین (Coptis teeta) بہت ہی اچھی دوا ہے اور ہوا اتر کر رہی ہے (Amoellic dysentery) کو اچھا کرنے کے لئے لوجھا کرنے کے لئے ہائی توڑ ونگ (Anemone) بہت ہی اچھا ہے۔ ملیریا کے بخار کو ٹھیک کرنے کے لئے چانگ شان (Oriza japonica) بڑھیا دوا ہے، کھانسی کے لئے سب سے اچھی دوا پائی مو (Fritillaria Verticillata) ہے، عورتوں کے خوں کو روکنے کے لئے لیو مو تساو (Leonurus Sibiricus) بہت اچھا ہے، رات کے سونے کو روکنے کے لئے ہوا گانگ چی (Astragalus Reflexistipulus) بہت اچھا ہے، پیٹ کے کپڑوں کو روکنے کے لئے کوچن بی (Melia Azedarath) لگائی ہے، بخار کو کم کرنے کے لئے بپلورم چیننس (Bupleurum Chinensis) بہت اچھا ہے اور خوں کے دباؤ یعنی ہلڈ پریشر کے علاج کے لئے تو چونگ (Eucommia Ulmoides) بہت اچھا ثابت ہوئی ہے۔

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورپین ڈنگ کے پدے اور ڈاکٹر دھرا جاتے ہیں اور پورانی چینی دواؤں کے ساتھ جاننے والے ان کے علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے کھانسی کی پرائی دوا (Chronic gastro-intestinal inflammation) (گڑبے کی پرائی سوجن Chronic inflammation of the kidneys) (گڑبے کی پرائی سوجن) (Chronic inflammation of the kidneys) کی کھانسی (Bronchitis) لگھیا کے کان جوڑوں کی سوجن (Rheumatsia Arthritis) (آٹم کی بیماری) (Myositis) اور نسوں کی بیماری (Neuritis) یہ سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں لیکن اگر پورانی چینی دواؤں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو جاتی ہیں، خاص کر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پورانی ڈھنگ کی سونہوں سے نسوں کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔ یہ سونہوں کا علاج بہت ہی آسان ہے اور کرآمد ہے۔ ایک اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خوں جانا اور ناسور پڑ جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج پورانی چینی طریقوں سے حال میں بہت ہی اچھا ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں پورانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج کا ڈھنگ بھی بہت سیدھا سادہ ہے۔ اس میں بہت

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورپین ڈنگ کے پدے اور ڈاکٹر دھرا جاتے ہیں اور پورانی چینی دواؤں کے ساتھ جاننے والے ان کے علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے کھانسی کی پرائی دوا (Chronic gastro-intestinal inflammation) (گڑبے کی پرائی سوجن Chronic inflammation of the kidneys) (گڑبے کی پرائی سوجن) (Chronic inflammation of the kidneys) کی کھانسی (Bronchitis) لگھیا کے کان جوڑوں کی سوجن (Rheumatsia Arthritis) (آٹم کی بیماری) (Myositis) اور نسوں کی بیماری (Neuritis) یہ سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں لیکن اگر پورانی چینی دواؤں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو جاتی ہیں، خاص کر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پورانی ڈھنگ کی سونہوں سے نسوں کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔ یہ سونہوں کا علاج بہت ہی آسان ہے اور کرآمد ہے۔ ایک اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خوں جانا اور ناسور پڑ جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج پورانی چینی طریقوں سے حال میں بہت ہی اچھا ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں پورانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج کا ڈھنگ بھی بہت سیدھا سادہ ہے۔ اس میں بہت

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورپین ڈنگ کے پدے اور ڈاکٹر دھرا جاتے ہیں اور پورانی چینی دواؤں کے ساتھ جاننے والے ان کے علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے کھانسی کی پرائی دوا (Chronic gastro-intestinal inflammation) (گڑبے کی پرائی سوجن Chronic inflammation of the kidneys) (گڑبے کی پرائی سوجن) (Chronic inflammation of the kidneys) کی کھانسی (Bronchitis) لگھیا کے کان جوڑوں کی سوجن (Rheumatsia Arthritis) (آٹم کی بیماری) (Myositis) اور نسوں کی بیماری (Neuritis) یہ سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں لیکن اگر پورانی چینی دواؤں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو جاتی ہیں، خاص کر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پورانی ڈھنگ کی سونہوں سے نسوں کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔ یہ سونہوں کا علاج بہت ہی آسان ہے اور کرآمد ہے۔ ایک اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خوں جانا اور ناسور پڑ جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج پورانی چینی طریقوں سے حال میں بہت ہی اچھا ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں پورانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج کا ڈھنگ بھی بہت سیدھا سادہ ہے۔ اس میں بہت

پہلی ڈاکٹری بیماریوں اور سامان کی ضرورت نہیں پڑتی اور یہ دوائی کے روز کے کام کاج میں کوئی فرق آتا ہے۔

لیکن پورانے چینی علاج کے طریقے میں کچھ کمی بھی ہے۔ اسکا پھیلاؤ پورے تاجزبے پر ہے، جسमें باکایاوا سائےسی سیدانٹ کی کمی ہے۔ ابھی تک جسमें کیمیاई جانکین اور پرکھ کے پکے طریقے نہیں ہیں۔ اسکا ایک خاص کاروبار ہے۔ چین میں کومینڈانگ راسن کے دینوں میں ان دینوں کی سرکار پورانے چینی علاج کے طریقے کو ہی پرچھڑا ہوا سمجھتی تھی اور اُسے حقارت سے دیکھتی تھی۔ پر چین کی کیمونسٹ پارٹی اپنے دیہی کی پرائی ملچری وراثت کی بڑی قدر کرتی ہے۔ اس لئے وہ پرائی چینی ویدیک دوا کے انوسار علاج کرنے والوں کو، جن کی سکتھیا لگ بھگ تھیں وہ ہے، دیہی کے ڈاکٹروں مہدان میں ایک بہت بڑی شکتی مانتی ہے۔ کیمونسٹ پارٹی نے پرائے چینی تھنگ کے ڈاکٹروں اور نئے پچھلی تھنگ کے ڈاکٹروں دونوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ دونوں ملکر کام کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ملکر نئی اور پرائی دواؤں آدمی کی کھوج کریں جس سے روگوں کے علاج کی شکتیاں اور ادھک مضبوط ہوں اور سب ملکر دیہی کی اور ادھک سہا کر سکیں۔ جولائی سن 1954 میں نئی چینی سرکار نے سب سرکاری جن سوسائٹھہ محکمہوں کو یہ ہدایتیں بھیجیں کہ پرائے چینی علاج کے طریقے کے ساتھ یہی نہیں ہرنی چارے اور اس پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ اس سہ پرائے چینی علاج کے طریقے کے سائنسی اسٹر کو اونچا کرنے کے لئے اور اس میں اوشیک سدھار کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ ایک چینی میڈیکل ریسرچ اکیڈمی کھولی جارہی ہے۔ چینی ویدیک دوا کی جو دوسری کھوج سنسٹھانوں یعنی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں انہیں بڑھایا جا رہا ہے۔ شنکھائی، کینٹن، ناننگ اور چینگ کیگ میں پورانے چینی علاج کے طریقے کے اسپتالوں کے بہت سے اسپتالوں میں چینی ویدیک دوا کے جانکروں کو رکھ کر ان سے ملحقہ لی جاتی ہیں۔ کچھ اسپتالوں میں پرائے تھنگ کے علاج کے ایک محکمہ کھول دیئے گئے ہیں۔ دیہی ہر کے سب میڈیکل کالجوں میں پرائی چینی دواؤں اور ان کے بنانے کے طریقوں میں کھوج کی جارہی ہے اور میڈیکل کالجوں کی پڑھائی کی پستوں میں چینی ویدیک اور چینی دواؤں بنانے کے طریقے شامل کئے جارہے ہیں۔ پرائے چینی علاج کی بہت سی ادھک مہتر کی کتابیں پھر سے پرکاشت کی جارہی ہیں اور بہت سی انہی کی جانکری۔

نیا دنیا

(News Bulletin of the Embassy of the Peoples Republic of China, New Delhi Nov. 23, 1955.)

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کیا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“ مگر وہ لوگوں میں سے جو بُرا خواہش حال تھا انہیں میں چھوٹ دیتا تھا کہ وہ اپنی سوبدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کیا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“ مگر وہ لوگوں میں سے جو بُرا خواہش حال تھا انہیں میں چھوٹ دیتا تھا کہ وہ اپنی سوبدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

—دُجّیہا اور ابو مسعود انصاری، بخاری: مسلم۔

—حدیث اور ’مسعود البدری‘ بخاری: مسلم۔

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی، مسلم۔

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی، مسلم۔

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو“ چنانچہ تم جانتے ہو انہیں بھی اور چنانچہ تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو“ چنانچہ تم جانتے ہو انہیں بھی اور چنانچہ تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

—ابن عمرو بن اُصاص، بخاری: مسلم۔

—ابن عمرو بن اُصاص، بخاری: مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

—زید بن طلحہ، مالک۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

کے مضافیہ کسلا جائے گا۔" محمد صاحب نے فرمایا:—"لےکین اگھر تونہ کھان میں اس तरह کی کوئی بات نہ ملے؟" اس نے جواب دیا،—"تو میں رسول کی مینال کو سامنے رکھ کر اس کے انوسار کسلا کرے گا۔" محمد صاحب نے فرمایا:—"اور اگھر تونہ رسول کی مینال میں بھی کوئی بات نہ ملے؟" اس نے جواب دیا،—"تو میں خود اپنی سب سے کام لوٹا اور میں غلطی نہیں کھونگا۔" اس پر محمد صاحب نے شابشی دیکھ کر معاذ کی کمر تھوکی۔

—ہاريس بين امراء، ابو داؤد : تيرمذي.

محمد صاحب نے کہا:—"جو کوئی لوگوں کے کسی سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی ملایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی مسلمان کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔"

—ابوالشحن ال ازدی .

محمد صاحب نے ایک بار کہا:—"میں کبھی ایک آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے چہرے میرے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جن دو آدمیوں کا چہرہ میرے سامنے آتا ہے ان میں سے ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح میرے سامنے رکھ سکے اور دوسرا اپنی بات اتنی اچھی طرح نہ رکھ سکے، اور ایسی حالت میں میں جو کچھ سنوں اسی کے انوسار فیصلہ دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو، ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا، اس لئے جو دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ میرے فیصلہ کو دیکھ کر یہ بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا حق مان لے۔"

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابو داؤد : نسائی : مالک .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

محمد صاحب نے کہا:—"جو کوئی لوگوں کے کسی سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی ملایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی مسلمان کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔"

—ہارث بن عمرو، ابو داؤد : ترمذی .

محمد صاحب نے کہا:—"میں کبھی ایک آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے چہرے میرے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جن دو آدمیوں کا چہرہ میرے سامنے آتا ہے ان میں سے ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح میرے سامنے رکھ سکے اور دوسرا اپنی بات اتنی اچھی طرح نہ رکھ سکے، اور ایسی حالت میں میں جو کچھ سنوں اسی کے انوسار فیصلہ دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو، ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا، اس لئے جو دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ میرے فیصلہ کو دیکھ کر یہ بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا حق مان لے۔"

—ابوالشحن ال ازدی .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابو داؤد : نسائی : مالک .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

کی میں نے تم سے کہیں کہیں نہیں سنی ہے، تمہارا سونا نہیں سنی ہے۔' وہ نے جاباب دیا،—'میں نے تمہارے ہاتھ میں وہی ہے، جس سے جو کچھ ہے تمہارا ہے، میں نے اس سے نہیں لے سکتا۔' اس پر وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس آگئے اور ایک دوسرے کے لئے گئے۔ اس دوسرے نے ان سے پوچھا،—'تمہارا کونسا بیعت ہے؟' ان میں سے ایک نے جواب دیا،—'میرے ایک لڑکا ہے۔' دوسرے نے کہا،—'میرے ایک لڑکی ہے۔' اس پر دونوں نے کہا،—'تو اب اس لڑکی کے ساتھ شادی کر دو اور یہ دھن ان دونوں پر خرچ کر دو اور انہیں کو دے دو۔'

—ہمام بن منبہ، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا:—''اللہ دیاوان ہے اور دیا کرتے والوں کو پھار کرتا ہے۔''

—عائشہ، مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—''جس کے دل میں دیا نہیں اس میں کوئی گن نہیں۔''

—جریہ، مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—''اللہ جس کسی گھر کے لوگوں کے دلوں میں دیا پیدا کر دیتا ہے، انہیں وہ اپنی ہرکتیں دیتا ہے۔ اور جن لوگوں سے دیا کرتے کی توفیق اللہ لے لیتا ہے انہیں وہ اپنی ہرکتوں سے ہی محروم کر دیتا ہے۔''

—عائشہ اور بیہقی۔

ایک دن محمد صاحب مسجد میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے دو گروہ الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے۔ محمد صاحب دونوں کے پاس سے گئے۔ ان میں سے ایک گروہ بڑی لکڑی کے ساتھ آئے کو یاد کر رہا تھا اور دوسرے گروہ میں کچھ لوگ دوسروں کو پڑھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر محمد صاحب نے کہا:—''یہ دونوں گروہ اچھا کام کر رہے ہیں، لیکن ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ کر ہے۔ جو گروہ اتنی لکڑی کے ساتھ آئے کو یاد کر رہا ہے انہیں اللہ چاہے تو اپنی ہرکتیں دے اور یہ چاہے تو نہ دے۔ اور دوسرا گروہ ایک دوسرے کے علم اور جانکاری کو پڑھا رہا ہے اور انہیں کو پڑھا رہا ہے۔ اس لئے یہ لوگ بڑھ کر ہیں۔ میں یہی کہول ایک شکوک ہلا کر پھینک دیتا ہوں۔''

—عبداللہ بن عمرو، داریمی۔

—آنزادک—شری محبوب رموی۔

14. 12. '55

—محمّد بن اسلم، داریمی۔

—آنزادک—شری محبوب رموی۔

'تاس' پجوسی نہ دیستی سے نیکلنے والے "نچس پچس پچس کراس دی سوبیولٹ یونیون" مے مایہ دیمابنسکی کا ایک جوتو سا سندر لکھ رسی بچوں کی سب سے بڑی سنسٹا "کیرور لنیناڈس" (Young Leninites) کے بارے مے لکھا ہے۔

بچوں کی اس तरह کی سنسٹا آجکل دنیا کے لگاتار سب سبھی دیشوں مے مایہ دیمابنسکی "یگ پائونیئرس" کہتے ہن۔ راس مے یھ سنسٹا سن 1922 مے کرایم ہونے لگی تھی اور پھر "یگ لنیناڈس" کہلاتی ہے۔

اس سبھی سوبیولٹ راس مے کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چوبیس برس کی عمر تک کے بچوں سے لے کر لڑکے اور لڑکیاں اس سنسٹا کے ممبر ہن۔

سنسٹا کے اندر یہ ہن:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں مے اپنے دیش کے لیے پرم پیدا کرنا؛

(2) انمے سب دیشوں کی جناتا کے لیے آواز پیدا کرنا؛

(3) انمے ہاتھ پیرے سے مہنت مچھری کے لیے مان پیدا کرنا، اور

(4) انمے جنان کی آواز کو بڈانا۔

سنسٹا کے سب ممبروں مے چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈیسیپلن)، (3) اچھے سبھانت، اور (4) سب کے ساتھ مایہ دیمابنسکی کا مایہ۔

نو برس سے لے کر کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو آہے سنسٹا کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے سامنے اس آواز کے سامنے اس آواز کی پریکٹس کرنی پڑتی ہے:—

"مے جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول مے اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالان کرے گا، اپنے اچھا پکوں اور نچلا کا برتاو کرے گا، مہنت کرے گا دوسروں کی مہنت کا آواز کرے گا، جناتا کے مال اور چیزوں کی رکھا کرے گا، سماج کے لیے لایمباق کاموں مے حصہ لے گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بچوں کو اچھا دیکھے گا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام کرے گا، اپنے سے جوتے بچوں کی مہنت اور سبھانتی کرے گا، اور سب کے ساتھ کام کرے گا۔"

اس سنسٹا کی اس طرح کی سنسٹا آجکل دنیا کے لگاتار سب سبھی دیشوں مے مایہ دیمابنسکی "یگ پائونیئرس" کہتے ہن۔ راس مے یھ سنسٹا سن 1922 مے کرایم ہونے لگی تھی اور پھر "یگ لنیناڈس" کہلاتی ہے۔

اس سنسٹا کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چوبیس برس کی عمر تک کے بچوں سے لے کر لڑکے اور لڑکیاں اس سنسٹا کے ممبر ہن۔ سنسٹا کے اندر یہ ہن:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں مے اپنے دیش کے لیے پرم پیدا کرنا؛

(2) ان مے سب دیشوں کی جناتا کے لیے آواز پیدا کرنا؛

(3) ان مے ہاتھ پیرے سے مہنت مچھری کے لیے مان پیدا کرنا، اور

(4) ان مے جنان کی آواز کو بڈانا۔

سنسٹا کے سب ممبروں مے چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈیسیپلن)، (3) اچھے سبھانت، اور (4) سب کے ساتھ مایہ دیمابنسکی کا مایہ۔

نو برس سے لے کر کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو آہے سنسٹا کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے سامنے اس آواز کے سامنے اس آواز کی پریکٹس کرنی پڑتی ہے:—

"مے جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول مے اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالان کرے گا، اپنے اچھا پکوں اور نچلا کا برتاو کرے گا، مہنت کرے گا دوسروں کی مہنت کا آواز کرے گا، جناتا کے مال اور چیزوں کی رکھا کرے گا، سماج کے لیے لایمباق کاموں مے حصہ لے گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بچوں کو اچھا دیکھے گا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام کرے گا، اپنے سے جوتے بچوں کی مہنت اور سبھانتی کرے گا، اور سب کے ساتھ کام کرے گا۔"

بیحدی نے ٹیک کرنے ہوتے ہیں، संस्था में कोई लड़का या लڑکی آرام-پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سंस्था کے लगभग سب بچے لڑکے لڑکیاں اپنے سے छोटे लड़कों और लڑکیوں کی باجاولی کلاسوں سے بنا کر یا دل بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، छुट्टیوں में या स्कूल के समय के बाद उनके लिये खेल कूद का प्रबन्ध करते हैं، उन्हें कितابें पढ़कर सुनाते हैं، कहानियाں सुनाते हैं، और उन्हें स्कूल के पाठ समझنے और याद کرنے में मदद देते हैं۔ इससे बचे लड़कों लڑکیوں का अपना लाभ भी होता है، छोटों में उनका मान बढ़ता है और उनका अपना ज्ञान भी अधिक पक्का होता है۔ संस्था में एक कहावत है—“हर ‘लेनिना-इट दूसरों के लिये आदर्श (नमूना) होता है۔”

ممبروں کی گگھ جگھ سभाएं होती हैं जिन्हें वह “مैं क्या करना जानता हूँ” कहते हैं۔ इन सभाओं में वह विद्वानों، साइन्स دانوں، लेखकों، मिलजुल कर खेती करने वाले किसानों، कारीगरों और आदर्श मजदूरों को बुलाते हैं، जो अपना अपना काम बच्चों को समझاتے हैं، जिससे बच्चों में उत्साह और जानकारी दोनों बढ़ते हैं۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی آوازت तरह तरह سے بच्चों में पैदा کی جاتی ہے۔ گڑھ کی کلاسوں کے بچے کاراج اور گنے کے نمونے، کڑیہ، خیلینے اور مڑیہ بناتے ہیں، لڑکی کی چیڑے بنانا کڑیہ کاڈنا، خوراک کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بچے لڑکے لڑکیاں کاراج یا لڑکی کے ڈھانچے جہاز، ریکٹوں اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بच्चों کے अच्छے अच्छے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کم్యونیست पार्टी और सोवियत सरकार दोनों बच्चों की तरफ सب से अधिक ध्यान देते हैं۔ ہر شہر، ہر کسبہ اور लगभग ہر بچے گاؤں میں “کیشور لینیٹائٹوں” کے الگ الگ مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیایک یا بڑے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سکھاتے ہیں، بच्चوں کی اپنی رہلیں ہوتی ہیں، اپنے ہمتیہ ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور खेल-بہر ہوتے ہیں۔ गरमियों کی اور جاکے کی छुट्टیوں में देश भर में उन کے अलग अलग खेल، ٹورنامنٹ اور तरह तरह کے جال سے ہوتے ہیں۔

सोवियत रूस भर में लाखों नर नारी बड़े प्रेम और उत्साह के साथ उन दिनों का याद करते हैं जब वह स्वयं लाल क्माल बांधकर और लाल तारे का बैज लगाकर फिरा और काम किया करते थे۔

—अनुवादक श्री मुहम्मद हैदर

چھوٹے ٹھیک کرتے ہوتے ہیں، سسٹما میں کوئی لڑکا یا لڑکی آرام پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سسٹما کے لگ بھگ سب بڑے لڑکے لڑکیاں اپنے سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کی باجاولی کلاسوں سے بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، چھٹتوں میں یا اسکول کے سمے کے بعد ان کے لیے کھیل کود کا پر بندہ کرتے ہیں، انہیں کتابیں پڑھ کر سنااتے ہیں، لکھائی سنااتے ہیں، اور انہیں اسکول کے پائو سمیٹھ اور یاد کرنے میں مدد دیتے ہیں، اس سے بڑے لڑکوں لڑکیوں کا اپنا فائدہ بھی ہوتا ہے، چھوٹوں میں ان کا مان بڑھتا ہے اور ان کا اپنا گیان بھی ادھک پکا ہوتا ہے۔ سسٹما میں ایک کہاوت ہے—“ہر لینیٹائٹ دوسروں کے لئے آدرش (نمونہ) ہوتا ہے۔”

ممبروں کی جگھ جگھ سبھائوں ہوتی ہیں جہاں انہیں کھا کرنا جانتا ہوں، کہتے ہیں۔ ان سبھائوں میں وہ دیوانوں، سائنسدانوں، لکھکوں، مل جل کر کھیتی کرنے والے کسانوں، کاریگروں اور آدرش مزدوروں کو بلاتے ہیں، جو اپنا اپنا کام بच्चوں کو سمجھاتے ہیں، جس سے بच्चوں میں افساد اور جالکاری دونوں بڑھتے ہیں۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی عادت طرح طرح سے بच्चوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ شروع کی کلاسوں کے بچے کٹڈ اور گنے کے نمونے، کھدے، کھولے اور مشینوں بناتے ہیں، لکڑی کی چیزیں بنانا، کھدے کاڈنا، کھدائی کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بڑے لڑکے لڑکیاں کٹڈ یا لکڑی کے ہوائی جہاز، ریکٹو اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بच्चوں کے اچھے اچھے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کمونیست پارٹی اور سوویت سرکار دونوں بच्चوں کی طرف سب سے ادھک دھیان دیتے ہیں۔ ہر شہر، ہر کسبہ اور لگ بھگ ہر بڑے گائوں میں “کیشور لینیٹائٹوں” کے الگ الگ مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیایک یا بڑے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سکھاتے ہیں، بच्चوں کی اپنی رہلیں ہوتی ہیں، اپنے ہمتیہ ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور کھیل - گھر ہوتے ہیں۔ گرمیوں کی اور جاکے کی چھٹتوں میں دیہی بہر میں ان کے الگ الگ کھیل، ٹورنامنٹ اور طرح طرح کے جلسے ہوتے ہیں۔

سوویت روس ہر میں لاکھوں نورانی بڑے یریم اور افس کے ساتھ ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب وہ سویم لال رومال باندھ کر اور لال تلخ کا بیج لگا کر پھرا اور کام کیا کرتے تھے۔

—انوارک شری محمد حیدر

جیووانی بوکشیو

جیووانی بوکشیو

کے شہر میں ناتن نام کا ایک بہت بڑا زمیندار رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار دھن دولت تھی۔ یورپ پشچم کے جانے والے اس کی زمینداری کے پاس سے ہی گزرتے تھے اور اس کے اپار ویہو کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ دور دور کے نامی لوہکروں کو بلا کر اس نے اپنا ایک محل بلوایا تھا جسے دیکھ کر لوگ دائتوں تلے آنکلی دہاتے تھے۔ باغی ساندروا کے طورہ عیض اور آرائی کے ایسے سادھلوں سے اس نے اپنے محل کو سجایا تھا کہ دور دور تک اس کی مثال کا دوسرا محل نہیں ملتا تھا۔ سیکڑوں ٹوکر چاکر اس کے یہاں کم کرتے تھے۔ ہزاروں روپے مہمانوں کی آویہت میں خرچ کیائے جاتے تھے۔ کھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی شان شوکت سے بڑے آدمی می رہ سکتے ہیں۔

ناتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے باریتر میں ایک ایسی دشمنی بھی تھی جس سے اسے بڑا بڑا اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئیلے پر ہی مشکل سے ہی ملے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

اس آدارنا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تھوڑی دور پر رہنے والے مٹھریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کام کی بڑائی پڑی تو اس کے من میں ناتن کی طرف خسد کا بیج پیدا ہو گیا۔ مٹھریڈنس ہی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دھار آیا کہ کیا کھول ناتن کو عی اتنا ہی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے ہی لاکھوں روپے خرچ کر کے ناتن کے جیسے ہی ایک محل تیار کروا لیا۔ اب اس کے یہاں بھی مہمان آئے لگے اور ان کا ہر پر سوائت ستار ہونے لگا۔ ضرورت مندوں کو دان دکھنا بھی خوب ملنے لگی۔ مطلب یہ کہ وہ ہر پرکار کی آدارنا میں ناتن سے برابر کی کوشش کرتے لگا۔ محض برابر کی کوشش ہی آہ تسلی نہیں ہوئی، بلکہ اس سے بھی آگے

بہتوں لوگوں پر اپنا سکہ لایم کرنے کے متنب بھی وہ

بہتوں لوگوں پر اپنا سکہ لایم کرنے کے متنب بھی وہ

ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ اپنے محل کے دربار ہال میں اکیلا بیٹھا تھا تو ایک بڑھیا وہاں آئی اور بھوک مانگنے لگی۔ اُسے جو کچھ چاہئے تھا فوراً دے دیا گیا۔ وہاں سے ہٹ کر وہی بڑھیا دوسرے دروازے پر پہنچتی اور بھوک مانگنے لگی۔ وہاں سے بھی اُسے جو کچھ ملتا چاہئے تھا، مل گیا۔ اس پرکار ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر، دوسرے سے ہٹ کر تیسرے پر پہنچتی ہوئی وہ بڑھیا دربار ہال کے بارے دروازوں پر پہنچتی اور پھر دروازے سے بھوک مٹانے کے لیے کچھ حاصل کرتی رہی۔ مٹھریڈنس اُس بڑھیا کو دھیان سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بارہویں دروازے سے ہٹ کر تیرھویں پر بھوک مانگنے آئی تو مٹھریڈنس سے کچھ کہہ بنا نہ رہا گیا۔ ہوا—”اے، مائی! اپنا تو تم فلک کو لے لگیں۔“ لیکن اُس نے اس بار بھی اُسے بھوک دے دی۔ بڑھیا کو مٹھریڈنس کے یہ لفظ پسند نہیں آئے اور وہ دھپ دھپ بڑبڑاتی لگی—”ناتن کی تو بات ہی اور ہے۔ وہی اُدارتا ہے کس میں اہاں؟ اُس کے محل کے چونڈیس دروازوں پر میں گئی، لیکن کسی بھی دروازے پر کسی نے بھی مجھے بھوک دینے وقت ایک شبد بھی نہیں کہا۔ لیکن یہاں تو بارہویں دروازے پر ہی مجھے روک دیا گیا۔“ اور وہ پھر بھی مٹھریڈنس کے دروازے پر بھوک مانگنے نہیں آئی۔

اس گھٹنا سے مٹھریڈنس کا من کھٹا ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ اِنہ کئے کرنے پر بھی میری قسمت میں ناتن کی سی لوک پرہیز نہیں ہدی۔ پھر کچھ دیر بعد ہی اُس کے من میں ناتن کے پرتی حسد کا پھل پیدا ہو گیا اور اُس نے طے کیا کہ جب تک میں ناتن کو اس سلسلے سے بدنامہ کر دوں گا، مجھے میرے پرہیز کا پورسکر—بھی اور لوک پرہیز—پراپت نہیں ہو سکتی۔ وہ بڑے جوش میں اُٹھا، اور ناتن کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کے مضبوط ارادے کے ساتھ وہ اُس کی زمینداری کی اور چل پڑا۔ ناتن کے محل کے پاس پہنچ کر اُس نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو، جو اُس کے ساتھ آئے تھے، ہدا کر دیا اور خود ناتن سے ملنے کے لئے اُس کے محل کی اور بڑھا۔ محل کے پلس شام کے وقت، بڑھیا ناتن بہت سادھان لیس میں اکیلا ٹھل رہا تھا۔ مٹھریڈنس نے اُسے پہلے کہی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اُسے محل کا کوئی نوکر سمجھ کر اُس نے پوچھا کہ ناتن کا محل کہاں ہے؟ ناتن نے یہ نہ بتائے ہوئے کہ وہ خود ہی ناتن ہے، مٹھریڈنس کا مواجہت کیا اور اُس سے کہا کہ وہ اُسے، جہاں وہ جاتا چاہتا ہے، خوشی سے پہنچا دیا۔ مٹھریڈنس نے اُس کے پرتی گہری کر لیتا پرکت کی اور یہ بھی چاہا کہ وہ اُس کے لئے ایسا اِنظام کرنے کی کربا کرے جس سے ناتن

ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ اپنے محل کے دربار ہال میں اکیلا بیٹھا تھا تو ایک بڑھیا وہاں آئی اور بھوک مانگنے لگی۔ اُسے جو کچھ چاہئے تھا فوراً دے دیا گیا۔ وہاں سے ہٹ کر وہی بڑھیا دوسرے دروازے پر پہنچتی اور بھوک مانگنے لگی۔ وہاں سے بھی اُسے جو کچھ ملتا چاہئے تھا، مل گیا۔ اس پرکار ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر، دوسرے سے ہٹ کر تیسرے پر پہنچتی ہوئی وہ بڑھیا دربار ہال کے بارے دروازوں پر پہنچتی اور پھر دروازے سے بھوک مٹانے کے لیے کچھ حاصل کرتی رہی۔ مٹھریڈنس اُس بڑھیا کو دھیان سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بارہویں دروازے سے ہٹ کر تیرھویں پر بھوک مانگنے آئی تو مٹھریڈنس سے کچھ کہہ بنا نہ رہا گیا۔ ہوا—”اے، مائی! اپنا تو تم فلک کو لے لگیں۔“ لیکن اُس نے اس بار بھی اُسے بھوک دے دی۔ بڑھیا کو مٹھریڈنس کے یہ لفظ پسند نہیں آئے اور وہ دھپ دھپ بڑبڑاتی لگی—”ناتن کی تو بات ہی اور ہے۔ وہی اُدارتا ہے کس میں اہاں؟ اُس کے محل کے چونڈیس دروازوں پر میں گئی، لیکن کسی بھی دروازے پر کسی نے بھی مجھے بھوک دینے وقت ایک شبد بھی نہیں کہا۔ لیکن یہاں تو بارہویں دروازے پر ہی مجھے روک دیا گیا۔“ اور وہ پھر بھی مٹھریڈنس کے دروازے پر بھوک مانگنے نہیں آئی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ اپنے محل کے دربار ہال میں اکیلا بیٹھا تھا تو ایک بڑھیا وہاں آئی اور بھوک مانگنے لگی۔ اُسے جو کچھ چاہئے تھا فوراً دے دیا گیا۔ وہاں سے ہٹ کر وہی بڑھیا دوسرے دروازے پر پہنچتی اور بھوک مانگنے لگی۔ وہاں سے بھی اُسے جو کچھ ملتا چاہئے تھا، مل گیا۔ اس پرکار ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر، دوسرے سے ہٹ کر تیسرے پر پہنچتی ہوئی وہ بڑھیا دربار ہال کے بارے دروازوں پر پہنچتی اور پھر دروازے سے بھوک مٹانے کے لیے کچھ حاصل کرتی رہی۔ مٹھریڈنس اُس بڑھیا کو دھیان سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بارہویں دروازے سے ہٹ کر تیرھویں پر بھوک مانگنے آئی تو مٹھریڈنس سے کچھ کہہ بنا نہ رہا گیا۔ ہوا—”اے، مائی! اپنا تو تم فلک کو لے لگیں۔“ لیکن اُس نے اس بار بھی اُسے بھوک دے دی۔ بڑھیا کو مٹھریڈنس کے یہ لفظ پسند نہیں آئے اور وہ دھپ دھپ بڑبڑاتی لگی—”ناتن کی تو بات ہی اور ہے۔ وہی اُدارتا ہے کس میں اہاں؟ اُس کے محل کے چونڈیس دروازوں پر میں گئی، لیکن کسی بھی دروازے پر کسی نے بھی مجھے بھوک دینے وقت ایک شبد بھی نہیں کہا۔ لیکن یہاں تو بارہویں دروازے پر ہی مجھے روک دیا گیا۔“ اور وہ پھر بھی مٹھریڈنس کے دروازے پر بھوک مانگنے نہیں آئی۔

وہ دیکھ نہیں سکے اور نہ اُس کے بازو میں کچھ چلی سکی۔ ناتن نے کوئی شکتا اٹھوا تعجب ظاہر کرتے ہوئے سرل سرہیل سے اُسے رچن دے دیا کہ جیسا وہ چاہتا ہے، ویسا ہی انتظام کر دیا جائیگا۔ اُس کے بعد وہ اُسے محل کے اندر لے گیا۔ محل میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے نوکر چاکروں سے کہہ دیا کہ کوئی اِس اجلی کو یہ نہ بتائے کہ ناتن کون ہے۔

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو غم رکھ کر اُسکی میٹھریڈنس کے ساتھ ساتھ گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اُس نے کہا کہ وہ ناتن کا ایک بہت پرانا نوکر ہے اور اُس کی سہولتوں کے بدلے اُسے اب تک وہی ترقی نہیں دی۔ لوگ باگ بٹے ہی ناتن کے گلوں کا پہنا کر ہیں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شرمندہ نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اُس سے کہتا ہے کہ اُس نے سچا لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اِس دیکھنے سے کافی سہاوتا ملے گا۔ ایک درجن بعد جب اُن دونوں میں کافی گفتگو ہو گئی تو ناتن نے میٹھریڈنس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اُسے اعتبار کے لائق سمجھ کر اپنا پورا پرچہ دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہا کہ اِس بات کو وہ گھٹ رکھے اور پتہ شکتی اُس کی سہاوتا ہی کرے۔ ناتن اُس کے آدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شہرہ ہی سنہل کر ہوا۔ ”بیٹا میٹھریڈنس، تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے آشا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارے کو تم نے اپنا آدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پریشانک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری طرح، ادارے کی ادارت سے ہونے بدلتا، شرع کو دیں تو اِس دیکھ دیکھ کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بعد کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمپت کر لے گی بات، سو وہ تو بڑا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا محل دور پر ایک بھونچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خاتمہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے، جس راستے سے جاؤ اُس سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سو رکشت راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلی کو کھسک جانا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پسین ہوا اور اُسے دھمکوات دیکر اپنا پروگرام بنانے میں چلتا گیا۔

دوسرے دن نئے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہولت کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھونچے میں

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو غم رکھ کر اُسکی میٹھریڈنس کے ساتھ ساتھ گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اُس نے کہا کہ وہ ناتن کا ایک بہت پرانا نوکر ہے اور اُس کی سہولتوں کے بدلے اُسے اب تک وہی ترقی نہیں دی۔ لوگ باگ بٹے ہی ناتن کے گلوں کا پہنا کر ہیں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شرمندہ نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اُس سے کہتا ہے کہ اُس نے سچا لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اِس دیکھنے سے کافی سہاوتا ملے گا۔ ایک درجن بعد جب اُن دونوں میں کافی گفتگو ہو گئی تو ناتن نے میٹھریڈنس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اُسے اعتبار کے لائق سمجھ کر اپنا پورا پرچہ دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہا کہ اِس بات کو وہ گھٹ رکھے اور پتہ شکتی اُس کی سہاوتا ہی کرے۔ ناتن اُس کے آدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شہرہ ہی سنہل کر ہوا۔ ”بیٹا میٹھریڈنس، تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے آشا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارے کو تم نے اپنا آدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پریشانک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری طرح، ادارے کی ادارت سے ہونے بدلتا، شرع کو دیں تو اِس دیکھ دیکھ کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بعد کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمپت کر لے گی بات، سو وہ تو بڑا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا محل دور پر ایک بھونچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خاتمہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے، جس راستے سے جاؤ اُس سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سو رکشت راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلی کو کھسک جانا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پسین ہوا اور اُسے دھمکوات دیکر اپنا پروگرام بنانے میں چلتا گیا۔

دوسرے دن نئے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہولت کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھونچے میں

بات سے ہے کہ اپنے مہرے پرے وچار کو جاننے ہوئے بھی اس پرکار اپنے آپ کو مہرے ہاتھوں قتل کرنے کے لئے سوئپ دیا؟

ناتن نے کہا—”بھٹا، اسमें آثارچری کی کیا بات ہے۔ جو کوئی بھی مہرے پلس آتا ہے، میں پتا شکتی اس کا منورہ پورا کرنے کی چیشٹا کرتا ہوں۔ جب تم مہرے پلس آئے تو تمہوں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کیسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پزسٹا کے لئے مجھے اپنے پران بھی دہلے پڑیں تو پوچھ نہیں سکتوں گا۔ اور پھر میں تو اب بورھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی گزی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم مہرے پران لے لو تو مجھے اس سے چھٹکارا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جانتا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا آیا تو کیا بلتا بکرتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم مہرے پران لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پزسٹا ہوگی اور سلتہس رہیگا کہ اپنے پران دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میتھریڈنس لکڑا اور گلابی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہی، نہی! اب یہ نہی ہو سکتا۔ ہتنے مूलیوان پراپوں کو لینے کی ہیمت مہری نہی! آپ کی جیون-سولا سماپ کرنے کے بجای میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یوگو تک جیویت رہے۔“

اس پر ناتن نے دوسرا پستاب اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم میرے مہل میں ہی رہو اور ناتن کے نام سے پزسٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میتھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میتھریڈنس نے उत्तर دیا—”نہی یہ بھی میرے بڑے کی بات نہی۔ آپ کی وشارتا کی پرسترا کا میں آپ کی ہی طرح چالو نہی رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پزسٹا کو ہی کرایم رکھنے کی مومم شکتی ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھما کر دیں۔“

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پزسٹا منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہیوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آدوتا کسے کہتے ہیں۔

ناتن نے کہا—”بھٹا، اس میں آہجریہ کی کیا بات ہے۔ جو کوئی بھی مہرے پلس آتا ہے، میں پتا شکتی اس کا منورہ پورا کرنے کی چیشٹا کرتا ہوں۔ جب تم مہرے پلس آئے تو تمہوں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کیسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پزسٹا کے لئے مجھے اپنے پران بھی دہلے پڑیں تو پوچھ نہیں سکتوں گا۔ اور پھر میں تو اب بورھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی گزی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم مہرے پران لے لو تو مجھے اس سے چھٹکارا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جانتا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا آیا تو کیا بلتا بکرتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم مہرے پران لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پزسٹا ہوگی اور سلتہس رہیگا کہ اپنے پران دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میتھریڈنس لکڑا اور گلابی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہی، نہی! اب یہ نہی ہو سکتا۔ ہتنے مूलیوان پراپوں کو لینے کی ہیمت مہری نہی! آپ کی جیون-سولا سماپ کرنے کے بجای میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یوگو تک جیویت رہے۔“

اس پر ناتن نے دوسرا پزسٹا اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم میرے محل میں ہی رہو اور ناتن کے نام سے پزسٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میتھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میتھریڈنس نے اُنر دیا—”نہی یہ بھی میرے بڑے کی بات نہی۔ آپ کی آدوتا کی پرسترا کو میں آپ کی ہی طرح چالو نہی رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پزسٹا کو ہی کرایم رکھنے کی مومم شکتی ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھما کر دیں۔“

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پزسٹا منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہیوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آدوتا کسے کہتے ہیں۔

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پزسٹا منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہیوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آدوتا کسے کہتے ہیں۔

دہااتی دواخانہ

دہااتی دواخانہ

(एकांकी नाटक)

(ایک انکی ناک)

भी विद्याभूषण मिश्र, एम० ए०, एल-एल० बी०

شوئی ویدا بوشن مصر، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

[सुबह के बरफ गांव का सरकारी दवाखाना खुला है। कम्पाउन्डर आकर सब दरवाजे खोलता है और मेज पोंछकर शीशियां लगाता है। बाहर बरामदे में पहले से ही बहुत से रोगी आकर बैठे हैं और आपस में बातें कर रहे हैं।]

[صبح کے وقت گلوں کا سرکاری دواخانہ کھلا ہے۔ کمپائونڈر آکر سب دروازے کھولتا ہے اور میز پونچھ کر شیشیاں لگانا ہے۔ باہر برآمدہ میں پہلے سے ہی بہت سے روگی آکر بیٹھے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔]

पहला रोगी—बह रे बाह! गांव-गांव में दवा-दारू का परबन्ध हो गया। क्या कहें भैया, पहले तो काले कोस चलकर सहर जाते थे, तब कहीं डाक्टर बाबू से भेंट होती थी।

پہلا روگی—واہ رے واہ! گلوں گلوں میں دوا دارو کا پر بندھ ہو گیا۔ کیا کہیں بھیا، پہلے تو کالہ کوس چل کر سہر جاتے تھے، تب کہیں ڈاکٹر بابو سے بھینٹ ہوتی تھی۔

दूसरा—हां भैया, ठीक कहते हो। हमें याद है, पांच बरस हुआ हमारे नाना जी बीमार पड़े थे। बस, इसी हरखू के इक्के पर बैठकर ले चले। चलते चलते संझा हां गई, पर सहर दिखाई न पड़ा। आखिर नाना जी ने इक्के पर ही सांस छोड़ी। अब तो भैया सरकार की किरपा से इस गांव में भी दवाई-खाना खुल गया है।

دوسرا—हां بھیا، ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یاد ہے، پانچ برس ہوا ہمارے نانا جی بیمار پڑے تھے۔ بس، اسی ہرکھو کے یکم پر بیٹھا کر لے چلے۔ چلتے چلتے سناٹھا ہو گئی، پر سہر دکھائی نہ پڑا۔ آکر نانا جی لے یکم پر ہی سانس چھوڑی۔ اب تو بھیا سڑکار کی کرپا سے اس گلوں میں بھی دوائی کھانہ کھل گیا ہے۔

तीसरा—यहाँ फायदा भी तो जल्दी होता है। देखो, मेरे पांव में फोड़ा हुआ था। हमने महीना भर दवा-दारू की, बराबर पान-पत्ते बांधते रहे, लेकिन रंचो फायदा न हुआ। यहाँ आकर डाक्टर को दिखाया, तो वह हंसकर कहने लगा कि इसको तुरन्त चिरवा डालो नहीं तो 'बलूड-पापनी' (Blood-poison) हो जाएगा। उसके मुसाक्या कर बोलने पर तो बड़ा गुस्सा लगा, लेकिन 'बलूड-पापनी' सुनकर डर गया। अभी चार दिन से यहाँ आ रहे हैं, लेकिन देखो, घाब भर गया है और दरद भी जाता रहा।

تیسرا—یہاں پھائدہ بھی تو جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو، میرے پاؤں میں پھوڑا ہوا تھا۔ ہم نے مہینہ بھر دوا دارو کی، برابر پان پتہ باندھتے رہے، لیکن رنچو پھائدہ نہ ہوا۔ یہاں آکر ڈاکٹر کو دکھایا، تو وہ ہلکے سے لگا کہ اس کو ترنت چروا ڈالو نہیں تو 'بلوڈ - پاپنی' (Blood-poison) ہو جائیگا۔ اس کے مسکھا کو بولنے پر تو بڑا گسے لگا، لیکن 'بلوڈ - پاپنی' سن کر تر گیا۔ ابھی چار دن سے یہاں آ رہے ہیں، لیکن دیکھو، کھاؤ بھر گیا ہے اور درد بھی جاتا رہا۔

पहला—यहाँ की सफाई की बलिहारी। देखो कैसे करीने से पट्टी बांधी है।

پہلا—یہاں کی سہائی کی بلماری۔ دیکھو کیسے کرپے سے پٹی باندھی ہے۔

चौथा—भैया जुग बदल गया है। क्यों, नहीं कहोगे? अरे डाक्टर ससुर परमात्मा थोड़े ही हैं। अपनी सकती भर ही तो करेंगे। पांव कट जाय तो डाक्टर के पास जाओगे, पर नजर लग जाय, सिर पर भूत आ जाय तब कहां सरन मिलेगी? तब डाक्टर क्या करेगा?

چوتھا—بھیا جگ بدل گیا ہے۔ کیوں، نہیں کہو گے؟ اے ڈاکٹر سسور پر مانتا تھوڑے ہی ہیں۔ اپنی سکتی بھر ہی تو کرینگے۔ پاؤں کٹ جائے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے، پر نجر لگ جائے، سر پر بھوت آجائے تب کہاں سرن ملے گی؟ تب ڈاکٹر کیا کرے گا؟

सब—हाँ भैया, यह बात तो सच्ची है, इसमें कोई شک नहीं है।

سب—हां بھیا، یہ بات تو سچی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

पांचवां—अरे भैया, हम तो सहर से आज ही आए हैं, एक बार हमें भी फोड़ा हुआ था और डाक्टर को

پانچواں—اے بھیا، ہم تو سہر سے آج ہی آئے ہیں۔ ایک بار ہمیں بھی پھوڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کو

دیکھایا تھا۔ پھر ہم کیا کہیں؟ جیسا اُس نے چونکے کی طرح روپیہ لیا اور تنگ کیا، ہم ہی جانتے ہیں۔ تب سے ہم نے کئی پتھر کہ ڈاکٹروں کے پاس نہیں جاکے، چاہے مر جائیں۔

چڑھا۔ واہ! تم نے تو اتنا دکھ سہک رہے کیا۔ ہم تو حال ہی میں ایک دوا لینے گئے اور ایک ہی کمر اک بی بی ہے۔ پرمہسور جانیں اس نے کیا دے دیا۔ دوا بیکتر جاتی ہی نہیں اور جاتی ہی ہے تو کے ہو جاتی ہے۔ ہم نے بھارت بھارت یہ سمجھا کہ کون جانے، مہنگی پڑی ہے، بھارت سے دوا آتی نہیں، اس سے کہیں حکومت بھر کر نہ بیچتے ہوں، ان کا کیا تھکاتہ؟ اسی لئے ہم نے بھی کسم کھالی ہے۔

پانچواں—معم تو بھیہا سہر کے ایک بابو کی دوا کرتے ہوں۔
وہ ہوموپاٹی (Homeopathy) دوا دیتے ہیں۔ سستی
ہوں ہوتی ہے اور بھجڑے بابو پیسے بھی توڑی، ہی لیتے ہیں۔
جو پیسے رہا آئے وہ دھوڑے سے لے لیتے ہیں اور اگر کسی نے دیکھ
لیا تو کہہ دیتے ہیں ”اب تمہاری دوائی کا نام چکنا ہو گیا۔“
ہم بھی اُن کی بات نہیں کاٹتے کہونکہ توڑے ہی میں کام
نکلتا ہے۔

چوتھا—ارے! یہ تو اور ادھک بھیانک ہوتے ہیں، ان سے تو اور بچو۔ یہ تو پانی ہی دیکر آئے دوا کہتے ہیں اور آجکل لٹھی دانا کھریدکو سیسیوں میں سجا کر رکھتے ہیں۔

پانچواں—ایسا نہ کہو بھیا، ہم کو تو بڑے گھنہ روگ
میں پھانسیا ہوا ہے ۔

چوتھا—کسمت اچھی نہی ۔ بیچ گئے ۔ لاکھ پورا نہیں ہوا
تھا ۔ بنا جہاز پورنک سیمے دوا بیکار ہے ۔ پھر ڈاکٹر لوگ جدھر
منکر کا حال کیا جائیں ؟

چھتا۔ (ایک کونے سے) جلتا۔ منتر سب تھکسا ہے۔

چوتھا—ہم بے نہیں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر کچھ بھی نہیں جانتے۔
 ضرور جانتے ہیں، پر اُنکا ہی 'نا' اپنی سکتی ہو۔

چھٹا۔ (کون سے) تو جب تم ڈاکٹر ہابو سے جہادہ جانتے ہو، تب یہاں اُنہ کیا کرنے؟ گھر بیٹھتے، اپنا کام کچ دیکھتے اور جہاز بھونک کرتے۔

چوتھا۔ (ہاتھ سے سرتی ملنے ہوئے) کس سسرور آیا ہے۔
(سرتی کی پھٹکی لیکر ہنک بھرے ہوئے) تمکے آئے تھے، سوچا
یہاں چین بھر بیٹھکر بسرام کر لیں۔ آکر سرکاری جگہ ہے، کچھ
کے باپ کا اجازت ہے!

چہتا۔ یہ لو، کہو ب پوچھ رہے، (میں ہنسنے لگی) تم آئے کسی
 نام؟ جیسے تمہیں ڈاکٹر نام کے باپ ہو نا!

کامپاؤنڈر—(भीतर से) —अरे ! यह क्या गुल-
सफाई मचा रखा है. यह अस्पताल है या तरकारी की
सड़ी ? चुपचाप बैठना हो तो बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर
कमरों.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कमरा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
झोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर मख मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तो नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंबूसी
करते हैं.

चौथा—(सिर हिलते) : अरे ! ये क्या गलत मचा रखा
है. ये अस्पताल है या तरकारी की सड़ी ? चुपचाप बैठना हो तो
बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर कमरों.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कमरा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
झोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर मख मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तो नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंबूसी
करते हैं.

چوہا—میری کھانسی بڑھ کر آ رہی ہے۔ میں تو دوا دینی چاہتا ہوں۔
 دو ہونڈ دوائی دیجئے۔ اندھڑ ہے نا؟ سرور مہاراج نے پرچا کے
 سم کے لئے دوا نہ کہلائی ہے، ان کے باپ کا کیا جاتا ہے؟ سہوی
 منگی کو پہلے ہی ہونڈ بہر دوائی دیں، پر ہروا میں کو اس سے
 کیا پھانڈ ہوگا؟

کپاٹنڈر—(باہر آکر) دیکھو، تم سب لوگ ایک ہی جگہ
 میں بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ (سب نیچے ایک
 پنکٹی پر بیٹھتے ہیں، کیول چوہا نہیں بیٹھتا۔ اسے لکھی کر
 کے) کہوں ہی، تم وہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔

چوہا—کیوں چلیں؟ ہم دوائی لینے تھے۔
 چوہا—چاہا دیکھی، تم کتنے مٹائے ہو گئے۔

کپاٹنڈر—یہ سرائے نہیں ہے کہ آئے سستالے لگے!
 (بہتر چلا جاتا ہے)

چوہا—(دھیرے سے) ہمدی جاننے والے کو کیوں بیٹھتا
 دو گے؟ روٹی ماری جائیگی نا؟ بڑے سپید پس بنے ہوں!

(ڈاکٹر کا آگامن۔ سب کھڑے ہو کر اسے سلام کرتے ہیں۔
 ڈاکٹر بھی پرہی کر کے بیٹھتا ہے۔ سر کی پٹری سے آکرائٹ
 روگی بہتر جا کر شکرہ باہر آتا ہے)

چوہا—کھو، دوا لے آئے؟

روگی—ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—باہ! اچھی دوا کہیں یوں کھراب کی جاتی ہے؟
 چوہا—راہ! اچھی دوا کہیں یوں کھراب کی جاتی ہے؟

روگی—(سوچ کر) یہ بھی پوچھ لیتا ٹھیک ہوگا۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—میری کھانسی بڑھ کر آ رہی ہے۔ میں تو دوا دینی چاہتا ہوں۔
 دو ہونڈ دوائی دیجئے۔ اندھڑ ہے نا؟ سرور مہاراج نے پرچا کے
 سم کے لئے دوا نہ کہلائی ہے، ان کے باپ کا کیا جاتا ہے؟ سہوی
 منگی کو پہلے ہی ہونڈ بہر دوائی دیں، پر ہروا میں کو اس سے
 کیا پھانڈ ہوگا؟

کپاٹنڈر—(باہر آکر) دیکھو، تم سب لوگ ایک ہی جگہ
 میں بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ (سب نیچے ایک
 پنکٹی پر بیٹھتے ہیں، کیول چوہا نہیں بیٹھتا۔ اسے لکھی کر
 کے) کہوں ہی، تم وہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔

چوہا—کیوں چلیں؟ ہم دوائی لینے تھے۔
 چوہا—چاہا دیکھی، تم کتنے مٹائے ہو گئے۔

کپاٹنڈر—یہ سرائے نہیں ہے کہ آئے سستالے لگے!
 (بہتر چلا جاتا ہے)

چوہا—(دھیرے سے) ہمدی جاننے والے کو کیوں بیٹھتا
 دو گے؟ روٹی ماری جائیگی نا؟ بڑے سپید پس بنے ہوں!

(ڈاکٹر کا آگامن۔ سب کھڑے ہو کر اسے سلام کرتے ہیں۔
 ڈاکٹر بھی پرہی کر کے بیٹھتا ہے۔ سر کی پٹری سے آکرائٹ
 روگی بہتر جا کر شکرہ باہر آتا ہے)

چوہا—کھو، دوا لے آئے؟

روگی—ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—باہ! اچھی دوا کہیں یوں کھراب کی جاتی ہے؟
 چوہا—راہ! اچھی دوا کہیں یوں کھراب کی جاتی ہے؟

روگی—(سوچ کر) یہ بھی پوچھ لیتا ٹھیک ہوگا۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

روگی—(سوج کر) ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں ڈال کر رکھنا۔ (سہا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

دوسرا—مپنی-مپنی باری سے بٹو، کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مپنی، تو مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ بے کے پاس پتے لے کر ایک بے کے کاتے میں باندھ کر آٹھ سے چھوڑ دو۔ جیسے-جیسے پتے سڑیں گے ویسے بے بیلانی بھی سڑتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہت کھانسی سے) ان دھاتیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

بویا—(رہنما سے) سنا تو سبھی جانتے ہیں؟ سبھی جانتے ہیں۔ تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

(ایک رومی جو دوا لے کر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بھا کر کھاتا ہے)

رومی—دیکھو مپنی، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لکھنا لگا ہے "باہر لگانے کے لیے")۔ بویا بوتل کو پرکھا میں دھان پوروک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

بویا—تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

رومی—دیکھو مپنی، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب تکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کر کے کھاتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔

سب—ٹھیک ہے۔ او! اس کھانسی کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹا پٹ)

دوسرا—مپنی-مپنی باری سے بٹو، کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مپنی، تو مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ بے کے پاس پتے لے کر ایک بے کے کاتے میں باندھ کر آٹھ سے چھوڑ دو۔ جیسے-جیسے پتے سڑیں گے ویسے بے بیلانی بھی سڑتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہت کھانسی سے) ان دھاتیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

بویا—(رہنما سے) سنا تو سبھی جانتے ہیں؟ سبھی جانتے ہیں۔ تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

(ایک رومی جو دوا لے کر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بھا کر کھاتا ہے)

رومی—دیکھو مپنی، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لکھنا لگا ہے "باہر لگانے کے لیے")۔ بویا بوتل کو پرکھا میں دھان پوروک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

بویا—تو ان سے کچھ کہہ دے گا اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے۔

رومی—دیکھو مپنی، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب تکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کر کے کھاتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔

سب—ٹھیک ہے۔ او! اس کھانسی کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹا پٹ)

भारतीय योजनाबन्दी में प्रामोयोग का महत्त्व

بھارتیہ یोजना بندی میں گرامو دیوک کا مہتو

श्री सुरेश रामभाई

شری سریش رامभाई

नये सिरबन की योजना और कुटीर धंधे

نئے سرچن کی یोजना اور کوٹیئر دھندے

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब वो महीना पड़ले 'कर्वे कमिटी' की रिपोर्ट के राया होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सभारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें हैं. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी बर्बाद उसके प्ले को बर्बाद देने का कमी उठता है तो वह आग बगुला हो

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब वो महीना पड़ले 'कर्वे कमिटी' की रिपोर्ट के राया होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सभारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें हैं. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी बर्बाद उसके प्ले को बर्बाद देने का कमी उठता है तो वह आग बगुला हो

کھاتا ہے اور جھوٹ کر کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے گی تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ گراہت کو ہی اس سے نقصان پہونچے گا۔ عجیب تشابہ ہے—غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

املاکاروں کی خبر ہے کہ بھاپاری-بازار کو کتنی بھڑکائی جاوے، اس پر ہمارے کینڈریک منٹری منڈل تک میں ایک مت نہیں ہے۔ اگر اوڈیوگیکرن کے بڑھنے سے دیہی میں بیکاری بھڑکتی ہوئی ہے تو کوئی سوال ہی نہیں کھڑا ہوتا، والا تھا اور ہر کوئی اسے بدھائی دیتا، مگر آفت یہ ہو رہی ہے کہ اوڈیوگیکرن کے ساتھ ساتھ—پھر جب پلچ ورشیہ یوجنا بھی ویسٹمنٹ تھک سے چل رہی ہو اور ویدیشیوں کی کارگو صلاح و مدد بھی مل رہی ہو—بیکاری زیادہ وکراں سو روپ لیتی جارہی ہے۔ اور تو اور، ہمارے کینڈریک منٹری روزگار دالنے کے سہیلہ میں جو وعدے کرتے ہیں ان پر بھی قائم نہیں رہ پاتے۔ پچھلے دسمبر میں پارلیامینٹ کے کانگریسی سندھیوں کی ایک سہا میں پورہان منٹری نے کہا کہ دیہی کے اندر پورے روزگار، وشمشکر اتنے بڑے پیمانے پر، برداشت نہیں کی جاسکتی اور روزگار دینا ایک فرض ہی نہیں سماجک ضرورت بھی ہے۔ اس وجہ سے سرکار ہاتھ کے دھندھوں کی طرف بھی جارہی ہے۔ لگ بھگ تین سال پہلے اس نے ایک اہل بھارت کھادی اور گرہودہوک ہورٹ بنایا جس کی یوجنائیں کچھ چل رہی ہیں، کچھ شروع ہوئے جارہی ہیں۔ اب یہ تو بھوشیہ ہی بتائیگا کہ بڑے اوڈیوگ اور کھادی ہورٹ کدے سے کدے ملاکر بیکاری دور کر سکتے ہیں یا بڑے اوڈیوگ میں ہی اتنی زیادہ سکت ہے کہ پورے روزگار ختم کر دیں یا اگر حالت اور بھی بگڑ جاتی ہے تو پھر نئے سرے سے چار کرنا ہوگا۔

بہت ہی آشادہی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی، تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا ہی سہا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہیوں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سہا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے دیہی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بھارت کی آشادہی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی، تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا ہی سہا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہیوں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سہا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے دیہی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بھارت کی آشادہی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی، تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا ہی سہا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہیوں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سہا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے دیہی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بھارت کی آشادہی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی، تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اتنا ہی سہا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہیوں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سہا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے دیہی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 انسان نہیں ہے۔ یہ بھی جپن کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بچہ کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کہیں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، یہ بھی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُن مادیوں موجود ہیں، یہ بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، یہ بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور کھراہٹ ہے۔ کیا سب
 ہے کہ انہی سمیوں ہونے پر بھی آج وہ انہی بہانہ کن ہتھیاروں کی
 تباہی میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے، اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہرجن کے مقصد سے ہے۔ جو یوجنا ہندی سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سکھ سے یہ صاف ہے کہ سلہرجن کی پشیمانی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسہلتا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہینوں کے اَدعا پر وہ چلتا کھڑی ہے وہ مہینہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ نرواد مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سکھچھپ میں کہیں تو وہ مہینہ منٹائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمی اور آپادوں کے ساندھوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شادی شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں بگڑ-بھد اور بگڑ-بھد کی تھاپنا۔

(5) جس کی لاٹھی اس کی مٹس—ہکھیاون کے مٹے-
 سچے ہیت میں بچاس کے ہیت کی ہلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلتا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہرجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشہ بہت ہی آندھکر مٹے ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشیمانی
 راشٹروں کے۔ پشیمانی رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ”پچھڑے“ ہونے نہ رہیں۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ وہ کسی کے ایک ہی اُتم ہتھیار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 انسان نہیں ہے۔ یہ بھی جپن کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بچہ کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کہیں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، یہ بھی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُن مادیوں موجود ہیں، یہ بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، یہ بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور کھراہٹ ہے۔ کیا سب
 ہے کہ انہی سمیوں ہونے پر بھی آج وہ انہی بہانہ کن ہتھیاروں کی
 تباہی میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہرجن کے مقصد سے ہے۔ جو یوجنا ہندی سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سکھ سے یہ صاف ہے کہ سلہرجن کی پشیمانی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسہلتا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہینوں کے اَدعا پر وہ چلتا کھڑی ہے وہ مہینہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ نرواد مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سکھچھپ میں کہیں تو وہ مہینہ منٹائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمی اور آپادوں کے ساندھوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شادی شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں بگڑ اور بھید اور درگ ودرنہش کی استھاپنا۔

(5) جس کی لٹھی اُس کی بھینس—اُکیادوں کے جھوٹے
 سچے ہیت میں اُنچاس کے ہیت کی ہلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلتا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہرجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشہ بہت ہی آندھکر مٹے ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشیمانی
 راشٹروں کے۔ پشیمانی رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ”پچھڑے“ ہونے نہ رہیں۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ وہ کسی کے ایک ہی اُتم ہتھیار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

پہلے—ٹیک جیسی طرح جس طرح جرمی کے آگے نرائس لٹ گیا یا امریکہ کے آگے جرمی و جاپان لٹ گئے۔ ایسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا لوہا کس کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سب سے پہلے یہ کہ ہم انہیں کی روشنی میں ہوت کال پر بھی پورے طور پر اور آگے کامیاب لکھنے اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دیکھ کر لے کر کئی فائدہ نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتیں لے کر ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی بچیں۔ یہ کسی فرد یا بات ہے کہ اُن سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اُس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک عہد بھی ہم چلتا کو تھا نہیں دے سکے۔ کون کھیل بھی ہے کہ ہمارے چلتی کی چیزیں ابھی تک ہمارے دیہی میں ہی ہیں۔ ہمارے کون تلو کا دھان بھی انہیں پر دیکھی چیزوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پور کر رہے ہیں کہ دیکھی پودے کو کسی طرح اپنے دیہی میں جلا دیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری کے لیے چوت پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ دیکھی پودے یہاں کی دھرتی میں لکھ سے انکار کر رہا ہے۔ اُس دیکھی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استعمال ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسبھٹ کرنا چاہئے اور اُس کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں انہیں پوچھنا یا پوچھنے کا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادہلوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوناہیت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادہلوں مقرر ہے، سادہلوں نہیں۔ ہمارے سامنے سادہلوں کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو روزگار کی व्यवस्था یا نی بیکاری کا اہستہ ہی نہ رہے۔

(2) نئے سماج رचना کی ستاپنا جسکی आधार بھوت بے مانیا تائیں نہ ہوں (جو اُپر دی جا چکی ہیں) جن کے کارن کارن پارچم دیکھی ہے۔

(3) شانتیمی اور اہنسک وپایوں کا প্রতিष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

اگر ہمارے مقصد یہ ہیں تب تو گراموڈیوک کے لئے اہتہاں ہے۔ بھارت جیسے وشال اور دین دیہی میں گراموڈیوک بیکاری دور کرنے میں کامیاب ہو، یہ کئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا نہیں ہے کہ بیکاری نوارن ہی گراموڈیوک کا لکھ نہیں ہے۔ گراموڈیوک ایک جنون پدھتی کا سکھت ہے۔ وہ ایک زندگی کا طریقہ ہے، ایک وچار جوتی کا

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسبھٹ کرنا چاہئے اور اُس کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں انہیں پوچھنا یا پوچھنے کا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادہلوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوناہیت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادہلوں مقرر ہے، سادہلوں نہیں۔ ہمارے سامنے سادہلوں کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

اگر ہمارے مقصد یہ ہیں تب تو گراموڈیوک کے لئے اہتہاں ہے۔ بھارت جیسے وشال اور دین دیہی میں گراموڈیوک بیکاری دور کرنے میں کامیاب ہو، یہ کئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا نہیں ہے کہ بیکاری نوارن ہی گراموڈیوک کا لکھ نہیں ہے۔ گراموڈیوک ایک جنون پدھتی کا سکھت ہے۔ وہ ایک زندگی کا طریقہ ہے، ایک وچار جوتی کا

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسبھٹ کرنا چاہئے اور اُس کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں انہیں پوچھنا یا پوچھنے کا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادہلوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوناہیت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادہلوں مقرر ہے، سادہلوں نہیں۔ ہمارے سامنے سادہلوں کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو روزگار کی व्यवस्था یا نی بیکاری کا اہستہ ہی نہ رہے۔

(2) نئے سماج رचना کی ستاپنا جسکی आधार بھوت بے مانیا تائیں نہ ہوں (جو اُپر دی جا چکی ہیں) جن کے کارن کارن پارچم دیکھی ہے۔

(3) شانتیمی اور اہنسک وپایوں کا प्रतिष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

اگر ہمارے مقصد یہ ہیں تب تو گراموڈیوک کے لئے اہتہاں ہے۔ بھارت جیسے وشال اور دین دیہی میں گراموڈیوک بیکاری دور کرنے میں کامیاب ہو، یہ کئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا نہیں ہے کہ بیکاری نوارن ہی گراموڈیوک کا لکھ نہیں ہے۔ گراموڈیوک ایک جنون پدھتی کا سکھت ہے۔ وہ ایک زندگی کا طریقہ ہے، ایک وچار جوتی کا

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سوئیکٹر ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے جائیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وگہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکنا ہوا آجکل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردناک تینوں کا بھی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تہرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گراموادیوگ کو بے شک جگہ ہے۔ لیکن گراموادیوگ کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گراموادیوگ نئے یک کے— شانتی، وگہاں اور اہلسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گراموادیوگ پہلے پوئے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گراموادیوگ کو بھی چوبک کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آدیوگکے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گراموادیوگ ہنسک اور بد پرہ چترچایا میں پلنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدیہی کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھی کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گراموادیوگ کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہیہو سے فائدہ اٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکھانک بدی سے، نئے قہنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلہتک دھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولہوں، نئے استھانوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت یوں کی رچنا کی تیاری کے لئے کمر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتیکاری کام میں، گراموادیوگ کا بڑا مہتوہون استھان ہوگا جو سور منقل میں سوہیہ کا ہے۔

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سوئیکٹر ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے جائیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وگہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکنا ہوا آجکل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردناک تینوں کا بھی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تہرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گراموادیوگ کو بے شک جگہ ہے۔ لیکن گراموادیوگ کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گراموادیوگ نئے یک کے— شانتی، وگہاں اور اہلسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گراموادیوگ پہلے پوئے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گراموادیوگ کو بھی چوبک کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آدیوگکے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گراموادیوگ ہنسک اور بد پرہ چترچایا میں پلنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدیہی کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھی کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گراموادیوگ کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہیہو سے فائدہ اٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکھانک بدی سے، نئے قہنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلہتک دھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولہوں، نئے استھانوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت یوں کی رچنا کی تیاری کے لئے کمر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتیکاری کام میں، گراموادیوگ کا بڑا مہتوہون استھان ہوگا جو سور منقل میں سوہیہ کا ہے۔

ہمارا

مہادی



ایشیا کی یکتا کے لیے ہیدراہاد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے देश अभी असम्भ या अर्धसम्भ हालत में थे एशिया और अफ्रीका में बड़ी बड़ी सभ्यताएँ जन्म ले चुकी थीं. उस प्राचीन जमाने में चीन, भारत, ईरान, सुमेर, बाबुल, और मिस्र बड़ी बड़ी और ऊँची सभ्यताओं के गहवारे थे. अमरीका का उस समय की सभ्य दुनिया में कहीं नाम तक न था. इसके बाद यूनान और रोम की सभ्यताओं का समय आया. यूनान एक अर्ध एशियायी देश था और यूनानी सभ्यता अर्ध एशियाई सभ्यता थी. रोम के उभरने के साथ साथ पहली बार एक शुद्ध योरोपीय सभ्यता का आरम्भ हुआ. पर रोमन सभ्यता के अच्छे से अच्छे दिनों में भी आधे से अधिक योरप जिसमें इंग्लैंड, फ्रांस और जर्मनी सब शामिल थे सभ्यता की निगाह से बहुत पिछड़ा हुआ प्रदेश माना जाता था.

जमाने ने पलटा ख़ाया. खासकर भाप और बिजली की ईजाद के साथ साथ योरप के देशों में नई चहल पहल शुरू हुई. योरपियन कॉमों की आर्थिक और राजनैतिक लालसाएँ बढ़ीं. एशिया और अफ्रीका की हज़ारों वर्ष पुरानी सभ्यताओं में कमज़ोरियाँ आई. उन कमज़ोरियों में यहाँ जाने की ज़रूरत नहीं है. एशिया और अफ्रीका के देशों पर योरप वालों के हमले शुरू हुए. यहाँ तक कि अनेक देशों पर योरप वालों का कम या अधिक कब्ज़ा हो गया. लगभग दो सदी तक एशिया और अफ्रीका में योरप वालों का प्रभुत्व रहा.

जमाने ने फिर पलटा ख़ाया. एशिया की बड़ी बड़ी क्रौमों जागीं. चीन और भारत जैसे बड़े बड़े देश योरप वालों के पजे से आज़ाद हुए. आज़ादी की लहर और देशों में भी फैली. आज एशिया और अफ्रीका में जगह जगह इस आज़ादी की कोशिशें जारी हैं और इसके खिलाफ़ जगह जगह ही पच्छिम की क्रौमों खासकर अमरीका, इंग्लैंड, फ्रांस, बेल्जियम, हीलैंड, स्वेन और पुर्तगाल की तरफ से

ایشیا کی ایکتا کے لئے حیدرآباد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے دیہی اسی اسبہ یا اردہ سبہہ حالت میں تھے ایشیا اور افریقہ میں بڑی بڑی سبہتائیں جنم لے چکی تھیں. اُس پرانچن زمانے میں چین، بھارت، ایران، سمیر، بابل اور مصر بڑی بڑی اور اونچی سبہتائوں کے گہوارے تھے. امریکہ کا اُس سے کی سبہہ دنیا میں کہیں نام تک نہ تھا. اُس کے بعد یونان اور روم کی سبہتائوں کا سہہ آیا. یونان ایک اردہ ایشیائی دیہی تھا اور یونانی سبہتائیں اردہ ایشیائی سبہتائیں تھیں. روم کے اُپرنے کے ساتھ ساتھ پہلی بار ایک شدہ یورپیہ سبہتائیں کا آرمیہ ہوا. پر رومی سبہتائیں کے اچھے سے اچھے دنوں میں بھی آدھے سے ادھک یورپ جس میں انگریز، فرانس اور جرمنی سب شامل تھے سبہتائیں کی نگاہ سے بہت پچھڑا ہوا پردیہ مانا جاتا تھا.

زمانے نے پلٹا کھایا. خاصکر ہاپ اور بجلی کی ایجاد کے ساتھ ساتھ یورپ کے دیہیوں میں نئی چہل پہل شروع ہوئی. یورپین قوموں کی آرتھک اور راجنٹھک لالساٹیں بڑھیں. ایشیا اور افریقہ کی ہزاروں ورش پرانی سبہتائوں میں کمزوریاں آئیں. اُن کمزوریوں میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے. ایشیا اور افریقہ کے دیہیوں پر یورپ والوں کے حملے شروع ہوئے. یہاں تک کہ انھک دیہیوں پر یورپ والوں کا کم یا ادھک قبضہ ہوگیا. لگ بھگ دو صدی تک ایشیا اور افریقہ میں یورپ والوں کا پربرتو رہا.

زمانے نے پھر پلٹا کھایا. ایشیا کی بڑی بڑی قومیں جاگیں. چین اور بھارت جیسے بڑے بڑے دیہی یورپ والوں کے پنجے سے آزاد ہوئے. آزادی کی لہر اور دیہیوں میں بھی پھیلی. آج ایشیا اور افریقہ میں جگہ جگہ اِس آزادی کی کوششیں جاری ہیں اور اِس کے خلاف جگہ جگہ ہی پیچم کی قومیں خاصکر امریکہ، انگریز، فرانس، بیلجیم، ہالینڈ، اسپین اور پرتگال کی طرف سے

ایشیا اور افریقہ کے انہک دیہوں پر ایسا پڑھو جو چاہئے رکھئے
اور دوسرے دیہوں پر سے اپنے کوٹے ہٹو پڑھو جو پھر سے قائم
کرنے کی کوششیں ہی جاری ہیں۔ توہک یہ اس سے کی
حالت ہے :

ایسی حالت میں ”ایشیا کی ایکٹا“ کی آواز یا ”ایشیا اور انریقہ کے سب دیہوں کی ایکٹا“ کی آواز اٹھتا ایک قدرتی بات ہے۔ خاصکر جبکہ ”بھوت ڈالو اور شامیں کرو“ کی اپنی پرائی چال کے آنسو پارچہ کی سامراجیت پریمی قومیں ایشیا اور انریقہ کی قوموں کو ایک دوسرے سے لڑنے کی بھروسہ چالیں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ملکر ٹکڑے ہونے میں ہی ہم سب کا اور دنیا کا بہلا ہے۔

اسی لئے اپریل سن 1955 میں دلی میں سب ایشیائی
دیشوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں
ایک ”انڈین کمیٹی فار ایشین سولائزیٹری“ (ایشیا کی ایکٹا
کے لئے بھارتیہ کمیٹی) بنی۔ اس کمیٹی کی طرف سے اکتوبر
سن 1955 میں ایشیائی ایکٹا کو اور مضبوط کرنے کے لئے
حیدرآباد میں ایک آل انڈیا کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس
میں یورپ سے لیکر پچھم تک اور اُتر سے لیکر دکھن تک بھارت
کے سب پرائنٹوں سے ہزارہ سو سے اوپر پرنٹنگھی شامل ہوئے۔

حیدرآباد کی کانفرنس ایک طرح سے جٹلا اور سرکار دونوں
 کی ملی جلی کانفرنس تھی۔ دیہی کی سب راجا جی پارٹیوں
 کے لوگ اور ان سب پارٹیوں کی طرف سے چند ہونے پارلیمنٹ
 اور دھارا سپہاؤں کے ممبر، یہاں تک کہ دھارا سپہاؤں کے
 اسپیکر اور سرکاری وزیر بھی اس میں شامل تھے۔ ان کے ریاستوں
 کے گورنروں، چھٹے منسٹروں، بھارت سرکار کے منسٹروں اور
 یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں نے کانفرنس کی سہولتوں کے
 لئے اپنے سلیبس بھیجے۔ دہلی ودھان سبھا کے لگ بھگ سب
 ممبروں نے اور آگر پر دیہی کی دھارا سبھا کے اسی سے اوپر
 ممبروں نے اپنی سہانہ ہونے کے پتھر اور تار بھیجے۔

کلائرنس مہن جو پرسٹاؤ پلس ہوئے اُن مہن 'پنچ شیٹل' پر پہلی سب دیشوں کے ملکر رہنے ایک دوسرے کی اہانتا اور آزادی کی قدر کرنے اور ایک دوسرے کے اندر کے مسائل مہن دخل نہ دینے پر زور دیا گیا، دنیا سے پرواہینتا اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے پڑھوتو کو مٹانے کو ضروری بتایا گیا، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جیسے ہتھیاروں کی قطعی بندش کی مانگ کی گئی، فوجی گتہ بندیوں کے خلاف اور ایشیا کے مسالیں مہن یورپ اور امریکہ والیں کی مداخلت کے خلاف آواز اٹھائی گئی، نئے چین کے راشٹر سیما مہن لئے جانے کی مانگ کو دہرایا گیا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

इंडियन कमिटी और एशियन सोसائटीटी देशों में और विदेशों में अपने अधिकार के लिए बहुत सी भाषाओं में पुस्तकें और पत्र पत्रिकाएँ निकालने वाली है।

कानकरींद में इस बात पर भी जोर दिया गया कि एशिया के अलग अलग देशों में विजारत और तरह-तरह के माल का लेन देन बढ़ाया जावे, कलचर यानी संस्कृति के मैदान में भारत की अनेक सांस्कृतिक संस्थाएँ, एशिया के अलग अलग देशों की कला और साहित्य को दूसरे देशों में पहुँचाने और फैलाने की कोशिश करें ताकि एक विशाल और सुंदर एशियाई कलचर रूप ले सके और आगे के लिये एक बसंत कलचर यानी जग-संस्कृति की बुनियादें पक्की हों।

समाजी मामलों में औरतों और बच्चों की रक्षा और खबरगीरी पर खास जोर दिया गया। कहा गया कि साइंस की उन्नति में भी एशिया के सब देशों को अपने अपने यहाँ की सौजों और ईजावों से एक दूसरे को माला-माल करने की कोशिश करनी चाहिए। यह दिखाया गया कि दुनिया की आजादी और दुनिया की शांति के लिए पहले एशिया की एकता सब से अधिक जरूरी है।

स्वागत समिति के अध्यक्ष उसमानिया युनिवर्सिटी के बाइस-चांसलर डा० भगवतम ने अपने भाषण में बड़ी सुन्दरता के साथ कहा कि इस युग की सब से बड़ी घटना नपेटम या हाइड्रोजन बम है, और न वह राजकाजी उथल पुथल है जिसने इस समय दुनिया को हिला रक्खा है, बल्कि युग की सब से बड़ी घटना "सारे मानव समाज की बढ़ती हुई एकता" है। उन्होंने एशिया की नई जागृति पर काफी जोर दिया। विश्व शांति के लिए भारत की कोशिशों को सराहते हुए उन्होंने बताया कि अगर एशिया की क्रीमें अपने अन्दर की कमजोरियों को जीतना और अपने ऊपर क़ाबू रखना सीख जायें तो आने वाले ज़माने में वह संसार को प्रेम और शांति का सच्चा रास्ता दिखा सकती हैं।

दूसरे बोलने वालों ने कुछ एशियाई देशों के साथ अमरीका और इंग्लैंड की फौजी गुट-बंदियों को सारी एशिया और सारी दुनिया के लिए खतरनाक बताते हुए लोगों को उनसे आगाह किया। इस बात पर जोर देते हुए कि जग को दुनिया से हमेशा के लिये ख़त्म कर देना चाहिए और दुनिया की सब कौजें धीरे धीरे ख़त्म हो जानी चाहिए, सोवियत रूस की इस बात के लिए सराहना की गई कि उसने अपनी ख़ुशी से अपनी सारे बड़े बड़े लाख फौज कम कर दी। पंचशील को एशियाई कौमों की एकता का आधार बताया गया। साफ़ साफ़ कहा गया कि दुनिया की जो क्रीम भी जहाँ भी अपनी आजादी के लिए कोशिश कर रही है एशिया की सब क्रीमें उस के साथ हैं। बाइंग की

असली मक़ददगी है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है।

अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है।

अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है।

अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है।

अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है। अश्लील मक़ददगी नहीं है।

کون کانفرنس کے کھیلوں کو سراہا گیا جس میں ایشیا اور افریقہ کے آئٹس دیشوں کی سرگروں کے پرنسپلینوں نے مل کر ایشیا اور افریقہ کی ایکٹا کی آواز اٹھائی تھی۔ ایکسٹن سن 1965 میں جنہا کے اندر سب دیشوں کے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں دنیا بھر کے سائنسدانوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ایٹم شکنی اور ہائیڈروجن شکنی کو انسانوں کی ہتھ کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ دنیا سے غریبی کو مٹانے اور دنیا بھر کی عام جنتا کے چھوٹے چھوٹے خوشحال بنانے کے لئے کام میں لیا جائے۔ دنیا کے سائنسدانوں کے اس فیصلے کی تعریف کی گئی۔ ہندوچین میں اور فارس میں پچھلی قوموں کی زبردستوں کی قندا کی گئی۔ جاپان کے پھر سے پوری طرح آزاد کیئے جانے پر زور دیا گیا۔ عرب دیشوں میں یورپ والوں کی سازشوں اور افریقہ میں کالہ گورے کے بھد پر دم پرکت کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

سدر شریستی رامیشوری نہرو نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنتا کی پوری آزادی کے لئے بڑے بڑے اڈیوگ دھندوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے اڈیوگ دھندوں اور گریڈو دستکاریوں کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوموں قوموں کے بیچ کی تجارت وہی ہونی چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو، وہ نہیں جس میں ایک دیش دوسرے کو چوسے یا اس سے بھجا نائیدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

کلچر یعنی سلسکرتی کے سوال پر انگ انگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سلسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

کلچر یعنی سلسکرتی کے سوال پر انگ انگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سلسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

ہمدراواہ کانفرنس کا شایعہ سب سے سندر پرستاہ سماجی پرستاہ تھا جس میں اورتوں اور بچوں کے سواستہ کی رکشا اور مردوں کے برابر کے حقوق، ویشادرتی کے دنیا سے مٹانے جانے اور ایشیائی دیشوں میں سماجی مہل جول کے بڑھانے پر زور دیا گیا۔ اس پرستاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی دیشوں کی ایکٹا کی مانگ کھول ایک راجکچی چیز ہی نہیں ہے بلکہ سچ مچ دنیا کی ایکٹا دنیائی خوشحالی اور دنیا کی شانتی میں ایک بہت بڑا حصہ لینے والی ہے۔

بھارت سے باہر چین، کو ریا اور ویت نام جیسے دیشوں سے جو سہلنہوتی کے سندیس آئے تھے انہوں نے کانفرنس کی ایکٹا اور اس کی شکنی کو اور بڑھا دیا۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہدائی دیتے ہیں۔

—سندر لال

15, 1, 66

مانف ایکتا کے شعبہ پریتن

دُنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تھام کرنے والے اور سب قوموں کی تاریخی و فنی اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ایک دیہوں میں آنا جانا بڑے اور اگ اگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہاپوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان آریہ پینکے ہی، جو اس سے چین کا دورہ کر رہا تھا، اس جلسہ

مانف ایکتا کے شعبہ پریتن

دُنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تھام کرنے والے اور سب قوموں کی تاریخی و فنی اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ایک دیہوں میں آنا جانا بڑے اور اگ اگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہاپوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوئی اور فلاسفر و تھمیں تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دُنیا کے سامنے ہیں اور انچلی سے اور انچلی کتابیں میں گنی جاتی ہیں۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکزو“ بھی دُنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان آریہ پینکے ہی، جو اس سے چین کا دورہ کر رہا تھا، اس جلسہ

میں سوجھتا تھا، اسلئے کہا کہ ریڈیو کے بیچاریوں نے
امریکا سے غلامی کی پرچہ کو مٹانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

سرہندو کے نابیل "ڈان کورڈو" کا انوباد
دنیایا کی اسی سے کپڑا مٹانے میں ہو چکا ہے۔

کئی دور دور کے دہائیوں سے آج کل کے لوگوں کے سہارا
جس سے میں پڑھ گیا۔

امریکا کے دو بیڈیوں نے امریکا سے آکر اس
جس سے میں پڑھ گیا، پر امریکی سرکار سے انہیں پاسپورٹ نہیں
مل سکے۔

چین میں دنیا کی اس کلچری ایکٹ کو بڑھانے کے
لیئے ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پیکنگ لائبریری نے، جو چین
کی سب سے بڑی لائبریری ہے، دنیا کے سترہویں دہائیوں کے ساتھ
پوسٹوں کا بدلنا شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے
میں مہینے کے اندر انہیں
لے پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
بدلے میں پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
چین میں پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
گیارہ انگلیت کی۔ ان میں لندن کا ہرٹس میوزیم، نیویارک کی
اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں
برائیس کی نیشنل لائبریری اور پورس یونیورسٹی کی لائبریری
شامل ہیں۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

روسی نیٹا شری بلانین نے 21 نومبر سن 1955
کو دہلی کی پارلیمنٹ کے سامنے کہا تھا کہ لگ بھگ پانچ سو برس
پانچ سو برس سے جب ایک روسی یاتری افغانا سی نیکی-
تین ہمارے آئے تھے۔ وہ
نہیں ہوس پھرتے تھے اور روس لوٹ کر انہیں لے ہمارے
پر اور اپنی بات پر "نہیں سمجھنا ہی پاترا" نام سے ایک بڑی
سندر کتب لکھی۔

سوویت روس کی سینٹرل ریکیو سرپیس نے اب
افغانا سی نیکی تین کی یاترا پر ایک سینما فلم
تیار کر لی ہے۔ اس فلم کے تیار کرنے میں کئی ہندو-
ستانی کلاکاروں سے بھی مدد لی گئی
ہے۔ یہ فلم 15 دسمبر سن 1955 کو روس میں دکھائی جا چکی
ہے۔

فلم سن 1446 میں شروع ہوتی ہے۔ اس میں پہلے اس
سم کے روس کے خاص خاص شہر دکھائے گئے ہیں۔ افغانا سی
نیکی تین کا اپنے دیہے سے چلنا، اس زمانے کا روسی رہن سہن اور
روسی لکھنے والے نئی کے کنارے کنارے کا سارا سفر، پھر دوسرے
دہائیوں کے اندر سے چلنا، راستہ میں طرح طرح کی ٹھکانوں
افغانا سی نیکی تین کا ایران پہنچنا اور وہاں سے ایک چوڑے سے
چہارے میں چلنا کر ہمارے آنا۔

میں سوجھتا تھا، اسلئے کہا کہ ریڈیو کے بیچاریوں نے
امریکا سے غلامی کی پرچہ کو مٹانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

سرہندو کے نابیل "ڈان کورڈو" کا انوباد
دنیایا کی اسی سے کپڑا مٹانے میں ہو چکا ہے۔

کئی دور دور کے دہائیوں سے آج کل کے لوگوں کے سہارا
جس سے میں پڑھ گیا۔

چین میں دنیا کی اس کلچری ایکٹ کو بڑھانے کے
لیئے ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پیکنگ لائبریری نے، جو چین
کی سب سے بڑی لائبریری ہے، دنیا کے سترہویں دہائیوں کے ساتھ
پوسٹوں کا بدلنا شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے
میں مہینے کے اندر انہیں
لے پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
بدلے میں پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
چین میں پوسٹوں کے ساتھ دوسرے دہائیوں کے ساتھ
گیارہ انگلیت کی۔ ان میں لندن کا ہرٹس میوزیم، نیویارک کی
اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں
برائیس کی نیشنل لائبریری اور پورس یونیورسٹی کی لائبریری
شامل ہیں۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو
رہا ہے۔

روسی نیٹا شری بلانین نے 21 نومبر سن 1955
کو دہلی کی پارلیمنٹ کے سامنے کہا تھا کہ لگ بھگ پانچ سو برس
پانچ سو برس سے جب ایک روسی یاتری افغانا سی نیکی-
تین ہمارے آئے تھے۔ وہ
نہیں ہوس پھرتے تھے اور روس لوٹ کر انہیں لے ہمارے
پر اور اپنی بات پر "نہیں سمجھنا ہی پاترا" نام سے ایک بڑی
سندر کتب لکھی۔

سوویت روس کی سینٹرل ریکیو سرپیس نے اب
افغانا سی نیکی تین کی یاترا پر ایک سینما فلم
تیار کر لی ہے۔ اس فلم کے تیار کرنے میں کئی ہندو-
ستانی کلاکاروں سے بھی مدد لی گئی
ہے۔ یہ فلم 15 دسمبر سن 1955 کو روس میں دکھائی جا چکی
ہے۔

فلم سن 1446 میں شروع ہوتی ہے۔ اس میں پہلے اس
سم کے روس کے خاص خاص شہر دکھائے گئے ہیں۔ افغانا سی
نیکی تین کا اپنے دیہے سے چلنا، اس زمانے کا روسی رہن سہن اور
روسی لکھنے والے نئی کے کنارے کنارے کا سارا سفر، پھر دوسرے
دہائیوں کے اندر سے چلنا، راستہ میں طرح طرح کی ٹھکانوں
افغانا سی نیکی تین کا ایران پہنچنا اور وہاں سے ایک چوڑے سے
چہارے میں چلنا کر ہمارے آنا۔

اسکے بعد پندرہویں صدی کے भारत کا اس میں خاصہ اچھا چتر ہے۔ भारत کے اس سے کے ایک لکڑوں اور لکڑوں کا درخت دکھایا گیا ہے۔ اس زمانے کا ہارتھ جیون روسی پاتری کے ساتھ ہارت واسپوں کا پریم، भारत واسپوں کا پریم، भारत کا گانا بجانا، یہ سب چیزیں اس فلم میں بڑی سچائی اور سندرتا کے ساتھ دکھائی گئی ہیں۔ ایک جگہ اناتلسی نکیتن کی भारत واسپوں سے بات چیت ہوئی ہے۔

آخر میں ”ہندی روسی بھائی بھائی“ سے شوختم ہوتا ہے۔ روس میں لوگوں کو یہ فلم بہت پسند آئی۔

مانو اپنا کو سائنات کرنے اور دنیا میں پریم بڑھانے کے اس طرح کے پریم بہت ہی سراہنیہ ہیں۔ ہم ان کا ہر دھڑ سے سواکت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے پریم سب دیشوں میں خوب بڑھیں!

21-12-55.

—سندرتلال

براداد کا सममौता और पाकिस्तान

ایران کی राजधानی براداد میں ترکی، ایران، پاکستان اور انڈیا کے بیچ پچھلے دنوں ایک نوجی سمجھوتہ ہوا ہے جس کا راجکاجی دنیا میں کافی شور مچ چکا ہے۔ 21 نومبر سن 1955 کو براداد ہی میں ان پانچوں دیشوں کے نمائندوں کی ایک بیٹھک ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے امریکہ ابھی اس سمجھوتے میں شامل نہیں ہے۔ لیکن یورپ کے اخباروں میں برادر نکلتا رہا ہے کہ امریکہ اس میں شامل ہوگا اور 21 نومبر کی بیٹھک میں امریکی سرکار کے نمائندے ”آبرورس“ یعنی دیشک کی حیثیت سے موجود تھے۔

امریکہ کے مشہور اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے اس نوجی سمجھوتے کی بابت صاف لکھا ہے کہ—”یہ سمجھوتہ ہماری (امریکہ کی) کوششوں کا نتیجہ ہے اور سوویت روس اور مصر دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ اسی سلسلے کی ایک بیچ کی کڑی ہے جس کی دوسرے کی کڑیاں پچھم میں ”نائو“ اور یورپ میں ”سٹو“ ہیں۔

یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ جبکہ ترکی، ایران، پاکستان چاروں ایشیائی دیش ہیں جن کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں یا ایک دوسرے کے پاس ہیں، انڈیا اور امریکہ دونوں ایشیا سے باہر کے دیش اور اس سے ہزاروں میل کی دوری پر ہیں۔

دنیا کے اخباروں اور راجکاجی نمائندوں کے ہاتھوں میں یہ بات بھی صاف آچکی ہے کہ اس سمجھوتے کی اصلی غرض یورپ کے ان دیشوں کی سٹا کو پچھم ایشیا

اس کے بعد پندرہویں صدی کے भारत کا اس میں خاصہ اچھا چتر ہے۔ भारत کے اس سے کے ایک لکڑوں اور لکڑوں کا درخت دکھایا گیا ہے۔ اس زمانے کا ہارتھ جیون روسی پاتری کے ساتھ ہارت واسپوں کا پریم، भारत واسپوں کا پریم، भारत کا گانا بجانا، یہ سب چیزیں اس فلم میں بڑی سچائی اور سندرتا کے ساتھ دکھائی گئی ہیں۔ ایک جگہ اناتلسی نکیتن کی भारत واسپوں سے بات چیت ہوئی ہے۔

آخر میں ”ہندی روسی بھائی بھائی“ سے شوختم ہوتا ہے۔ روس میں لوگوں کو یہ فلم بہت پسند آئی۔

مانو اپنا کو سائنات کرنے اور دنیا میں پریم بڑھانے کے اس طرح کے پریم بہت ہی سراہنیہ ہیں۔ ہم ان کا ہر دھڑ سے سواکت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے پریم سب دیشوں میں خوب بڑھیں!

—سندرتلال

21. 12. 55

بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان

ایران کی राजधानی براداد میں ترکی، ایران، پاکستان اور انڈیا کے بیچ پچھلے دنوں ایک نوجی سمجھوتہ ہوا ہے جس کا راجکاجی دنیا میں کافی شور مچ چکا ہے۔ 21 نومبر سن 1955 کو براداد ہی میں ان پانچوں دیشوں کے نمائندوں کی ایک بیٹھک ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے امریکہ ابھی اس سمجھوتے میں شامل نہیں ہے۔ لیکن یورپ کے اخباروں میں برادر نکلتا رہا ہے کہ امریکہ اس میں شامل ہوگا اور 21 نومبر کی بیٹھک میں امریکی سرکار کے نمائندے ”آبرورس“ یعنی دیشک کی حیثیت سے موجود تھے۔

امریکہ کے مشہور اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے اس نوجی سمجھوتے کی بابت صاف لکھا ہے کہ—”یہ سمجھوتہ ہماری (امریکہ کی) کوششوں کا نتیجہ ہے اور سوویت روس اور مصر دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ اسی سلسلے کی ایک بیچ کی کڑی ہے جس کی دوسرے کی کڑیاں پچھم میں ”نائو“ اور یورپ میں ”سٹو“ ہیں۔

یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ جبکہ ترکی، ایران، پاکستان چاروں ایشیائی دیش ہیں جن کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں یا ایک دوسرے کے پاس ہیں، انڈیا اور امریکہ دونوں ایشیا سے باہر کے دیش اور اس سے ہزاروں میل کی دوری پر ہیں۔

دنیا کے اخباروں اور راجکاجی نمائندوں کے ہاتھوں میں یہ بات بھی صاف آچکی ہے کہ اس سمجھوتے کی اصلی غرض یورپ کے ان دیشوں کی سٹا کو پچھم ایشیا

میں فیر سے پککا کرنا ہے جینکا بکسر اس علاقے میں ڈالنا میں کم ہونے لگا تھا۔ اصل غرض یہ ہے کہ ایشیا کے ان دیہیوں کے ترقی پزیرانوں، خاص کر ان کے قیمتی تیل کے کنوں پر قبضہ رکھا جائے اور اس قبضہ کو مضبوط کیا جائے۔

قدرتی طور پر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایشیا کے اس علاقے میں آزادی کی جو تحریکوں جنم لے رہی ہیں انہیں کسی طرح دبا کر رکھا جائے۔

پچھم ایشیا کے جو دیہی بغداد کے اس سمجھوتے کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں ان کے خلاف مالی اور تجارتی ہائیکٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یا ان کی سرکاروں کو یا ان کے راجگاہی نیاؤں کو ایک دینہ یا اٹھا کر پھینکنے کی سازشوں ہونے لگی ہیں۔

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ "لندن ٹائمز" نے لکھا ہے کہ—"یو۔ این۔ او۔ کی فوجیں پچھم ایشیا میں بھیجی جائیں اور وہاں رکھی جائیں۔" "انگلینڈ کے اخبار "ٹیلی میل" نے لکھا ہے کہ—"یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ فہر سوئٹز پر پھر سے قبضہ کریگا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہیگا۔"

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ "لندن ٹائمز" نے لکھا ہے کہ—"یو۔ این۔ او۔ کی فوجیں پچھم ایشیا میں بھیجی جائیں اور وہاں رکھی جائیں۔" "انگلینڈ کے اخبار "ٹیلی میل" نے لکھا ہے کہ—"یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ فہر سوئٹز پر پھر سے قبضہ کریگا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہیگا۔"

دنیا ابھی اس چیز کو بھی بھولی نہیں ہے کہ کچھ عرب دیہیوں کو مصیبت میں ڈالنے اور انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بھی یہودیوں کو دنیا بھر کے ملکوں سے لا کر اور جمع کر کے فلسطین میں "اسرائیل" نام کا ایک نیا ملک بسایا گیا تھا اور آج انہیں عربوں کو ہرباد کرنے کے لئے عرب اسرائیل جھگڑے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس جھگڑے کے بہانے ان ملکوں کے اندرونی معاملوں میں زبردستی دخل دیا جا رہا ہے۔

یہ بھی دھیان رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی باہت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز امیروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی ہوریلے کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

عرب دیہیوں کی جلتا این چیزوں کو خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ لہٰذا وہاں کے الگ الگ وچاروں اور الگ الگ پارٹیوں کے لوگ بھی بغداد کے فوجی سمجھوتے کے خلاف ہیں۔

میں اس طرح کی فوجی گت بندی کے ساتھ خلاف ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر جمال عبدال ناصر نے حال میں کہا ہے:—”ہمارے اس ایشیائی علاقے کے ملکوں کی رکشا ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم اس معاملے میں کسی باہر والے کو اپنا رکشک بنانا منظور نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی ہی فوجوں کی مدد سے اپنی آزادی کی رکشا کر سکتے ہیں اور کرینگے۔“

مصر کے اسٹیمٹ منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار ”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ:—”ہندوستان کا سمجھوتہ ان ملکوں کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ:—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کمانڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس ہائے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اس سے سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے ڈھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے وہی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ:—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کمانڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس ہائے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اس سے سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے ڈھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے وہی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جٹا کے راجکاجی نہتا، وہاں کی پارلیمنٹ کے ممبر، پروفیسر اور مذہبی رہنما سب شامل تھے، حال میں ایک بیان نکالا تھا جس میں کہا گیا ہے کہ:—”ہمارے یہاں کی جنگ ہندوستان کے سمجھوتے کو ایک اس طرح کی فوجی گت بندی سمجھتی ہے جس کی غرض دوسروں پر حملہ کرنا ہے۔ یہ سمجھوتہ جلدی کی اسورت کے خلاف ہے، سیریا کے اخباروں میں بھی اسی طرح کے لیکھ نکل رہے ہیں۔“

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ ان کی سرکار طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار ”النبی“ نے لکھا ہے:—”ہم ان کی فوجی گت بندیوں میں شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریزوں کی طرف سے عراق کے لوسٹی پٹی والی بن بیٹے تھے۔ ہندوستان کی فوجی

سومکریٹے میں جب سے انگلینڈ شامل ہو گیا ہے بغداد کے سمجھوتے کا وہی مطلب ہے جو سن 1980 کے انگریز عراقی صلحنامہ کا تھا۔ آج سمجھوتہ کے سمجھوتے کے ایک ذریعہ ہونے کے ناطے تکنیکی اور نوجوانی معادہ دہلے کے بہانے انگلینڈ عراقی میں کس رہا ہے۔ لبنان کہی بھی دوسری حکومتوں کا پچھلا نہیں بلوگا۔“

ترکی کے پریزیڈنٹ بشار کے ساتھ وہاں کے کچھ नेता نومبر کے شروع میں جارتن گئے تھے۔ انہوں نے جارتن کی سرکار کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ بھی بغداد کے سمجھوتے میں شامل ہو جاوے۔ لیکن عرب اخباروں میں جو کچھ نکلتا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے نیٹاؤں کو وہاں بھی کامیابی نہیں ملی۔ وہاں کے اخبار ”الاکرم“ نے لکھا تھا کہ ترکی کے نیٹا جہاں جاتے تھے وہاں وہاں ان کے سامنے بڑے بڑے پردرشن ہوتے تھے جن میں اس طرح کے نمونے لگائے جاتے تھے—”ترکی عراقی سمجھوتہ ختم کرو۔“ 10 نومبر کو رائٹر اخبار ایجنسی نے وہاں سے خبر دی کہ جارتن کے نیٹا سعید المفتی اور وہاں کے دوسرے نیٹاؤں نے یہ کہا کہ جارتن سب گٹ ہدیوں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے بغداد کے سمجھوتے میں شامل نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ہمارے اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

اور وہاں کے لوگوں کے لئے کسی طرح اور کسی معنی میں بنی
مفید نہیں ہو سکتا۔

اٹھ سال پہلے کے ملے جلے ہندوستان کو جن گناہوں کے بدلے
میں دیر سے برس سے اور غوروں کی غلامی میں رہنا پڑا ان
میں سے ایک بڑا گناہ یہ تھا کہ ہماری ہندو مسلم اور سکھ یعنی
ہندوستانی فرجوں نے غوروں کے تلواردار بن کر دوسرے ملکوں میں
جا کر وہاں کے بے گناہ اور گناہی ہمسائیوں اور غوروں کو
ان کی اسی ناپاک کوششوں میں مدد دی۔ کہ وہ دوسروں کو
اپنا ظلم بنا سکیں۔ ہم سب کو اس گناہ سے یا اس کے امکان سے
بھی اب کسوں دور رہنا چاہئے۔ تب سے اب تک دنیا بہت
آگے بڑھ چکی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارا اپنا عقیدہ ہے کہ
یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ ان نازک
حالات میں ہر ملک، ہر قوم اور ہر آدمی کا فرض ہے کہ دنیا
کے حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرے اور کم سے کم
یہ کہ جب کوئی قدم اٹھارے تو خود اپنے ہاتھ پیر پچھا کر
اٹھارے۔

12-12-'55

—سुन्दरलाल

—ساندر لال

12. 12. 55

نئے چین میں زمین کی ویوستہا

نیا چین آج کل کے لئے ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔
کمیونیزم ایک درجے تک نئے چین کا آدرش ہے۔ لیکن
چین کے لوگوں کے انوسار چین ابھی کمیونیزم سے کافی دور ہے۔
ان کا کہنا ہے کہ کمیونیزم یعنی سامیواد کی پہلی سوسہی
سوسیالزم یعنی سامیواد ہے اور نیا چین ابھی بیس یا بیس
برس کے بعد سامیواد کے آدرش تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے
بعد سامیواد سے سامیواد تک پہنچنے میں کتنا سہ لگتا ہے
آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی اسٹیٹ کی خاصہ
اچھا پتر وہاں کی زمین کی ویوستہا سے مل سکتا ہے۔
نئے چین میں کھیتی کی ادھکتر زمین کی مالک نہ سرکار ہے
اور نہ سماج، اور نہ وہاں کمیونسٹ تھنک کی ملہیت ہے۔
وہاں ادھکتر زمین کے مالک وہی الگ الگ کسان ہیں جو
اپنی اپنی زمین میں کھیتی کرتے ہیں۔ وٹوہاجی کہا کرتے
ہیں—”سہ بیہمی گوہال کی“۔ فلسکرت کی ایک کہوت
ہے :—”کسان ہی زمین کا مالک ہے۔“ متحد صاحب کی
ایک حدیث ہے :—”ساری زمین اللہ کی زمین ہے اور
سب مطہق اللہ کے بندے ہیں : جو کوئی کسی بڑی ہوئی
زمین کو چرتا اور ہوتا ہے اسی کا اس زمین پر سب سے

कहावा इतना है, किसी दूसरे को इतना नहीं है कि उसे उस
कमीन से निकाले।" (अबुलकादर, तिरमिजी, मालिक)
आजकल के चीन की हालत लगभग इन्हीं कहावतों के
अनुसार है.

लेकिन नए चीन के नेता इस हालत से निकल कर धीरे-धीरे, देख भाल कर, और संभल-संभल कर, समाजवाद की तरफ कदम बढ़ाते जा रहे हैं। कोशिश यह हो रही है कि अलग-अलग गाँव या अलग अलग इलाकों के थोड़े थोड़े किसान मिलकर अपनी-अपनी जमीनों और खेती के अपने-अपने दूसरे साधनों को मिलाकर कोऑपरेटिव की शकल में यानी एक दूसरे के सहयोग से खेती का सारा काम करें और इस तरह देश की पैदावार को भी बढ़ावें और खुद भी अधिक कमा सकें। लेकिन यह चीज किसी के लिये लाजमी नहीं है। किसी के साथ किसी तरह की जबरदस्ती नहीं। जो किसान चाहें इस तरह मिलकर काम करें और जो न चाहें अपना अलग-अलग काम करते रहें। इस तरह के कोऑपरेटिव या सहयोग संघ, जो इस समय चीन में काम कर रहे हैं, उन्हें चीनी सेमी-सोशलिस्ट यानी अर्ध-समाजवादी कहते हैं। इसी नवम्बर में इस तरह के कोऑपरेटिवों को बढ़ाने और उनका प्रबन्ध ठीक करने के लिये वहाँ की सरकार की तरफ से कुछ नए क़ायदे तैयार करके देश के सामने रखे गए हैं और उनपर देश भर में खूब से राय माँगी गई है। इन क़ायदों से चीनी नेताओं के इस बारे में बिचारों और उनके काम करने के ढङ्ग का ख़ासा पता चलता है।

चीन के सब से बड़े दैनिक “पीपुल्स डेली” (जन दैनिक) में, जिसकी ग्राहक संख्या एक करोड़ से ऊपर है, इन नए क्रायों की खास-खास बातें छपी हैं, जिनमें से कुछ हम नीचे देते हैं:—

“नए क्रायदों में सब से पहले किसानों को इस बात का पूरा भरोसा दिलाया गया है कि कोअपरेटिव में शामिल होने से उनके अपने-अपने अलग अलग हित को कोई नुकसान नहीं पहुँचने पायेगा.”

“इनमें वह बुनियादी असूल बयान किये गए हैं जिनके अनुसार अपने हाथ से मेहनत करने वाले किसान जो चाहें खुद अपनी मर्जी से मिलकर काम करना तय कर सकें और काम कर सकें।”

“दो बातों को खास तौर से साफ़ कर दिया गया है। एक यह कि कोआपरेटिव में शामिल होना किसी के लिये लाजमी नहीं है, यह पूरी तरह हर एक की अपनी इच्छा पर है, दूसरे यह कि हर कोआपरेटिव में जहाँ पूरे कोआपरेटिव का मिलकर भला और लाभ देखा जायगा वहाँ हर एक मेम्बर के अलग-अलग भले और लाभ का भी इतना ही ज़्यादा देखा जायेगा।”

والدہ حق تھا کسی عیب پر تو حق نہیں ہے کہ اسے اس
 زمین سے نکالے۔" (ابو حادود، ترمذی، مالک) اُچل کے چلن
 کی حالت تک یہاں انہیں کہاوتوں کے انوسار ہے۔

لیکن ٹکے چھیننے نہایت اِس حالت سے نکل کر دھیرے دھیرے‘
دیکھ بھال کر، اور سنبھل سنبھل کر، سماج واد کی طرف قدم بڑھاتے
جا رہے ہیں۔ کشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ الگ گروں یا
انگ انگ عقیدوں کے تھورے تھورے کسان ملکر اپنی اپنی
زمینوں اور کھیتی کے اپنے اپنے دوسرے سادھنوں کو ملا کر کوآپریٹو
کی شکل میں یعنی ایک دوسرے کے سپروگ سے کھیتی کا سارا
کام کریں اور اِس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھادیں اور
خود بھی ادھک کما سکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑسی
نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو
کسان چاہیں اُس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا
انگ الگ کام کرتے رہیں۔ اِس طرح کے کوآپریٹو یا سپروگ
سنکھ، جو اِس سیمے چھین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی
سوسی سوشلسٹ یعنی اردھ سماج وادی کہتے ہیں۔ اِسی نومبر
میں اِس طرح کے کوآپریٹو کو بڑھانے اور اُن کا پربندہ تھیک
کرنے کے لئے وہاں کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار
کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور اُن پر دیہی بھر میں
سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ اِن قاعدوں سے چینی نہتائوں کے
اِس بارے میں وچاروں اور اُن کے کام کرنے کے قہنگ کا خاصہ
بندہ چلتا ہے۔

چہن کے سب سے بڑے دیلک ”پہلس ڈیلی“ (جن دیلک) میں، جس کی گراہک سنگھدا ایک کرور سے اوپر ہے، اُن نمہ فاعلوں کی خاص خاص باتیں چھپی ہیں جن میں سے کچھ ہم نیچے دیتے ہیں:—

”نئے قاعدوں میں سب سے پہلے کسانوں کو اس بات کا بڑا بھروسہ دلایا گیا ہے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے ان کے اپنے اپنے الگ الگ ہت کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔“

”اے میں وہ بنیادی اصول بیان کرتے ہیں جن کے
 انوسار اپنے ہاتھ سے محنت کر کے والے کسان جو چاہیں خود
 اپنے مرضی سے ملک کو کرنا ملے کر سکیں اور کام کر سکیں۔“

”دو باتوں کو خاص طور سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ نوآپریتو میں شامل ہونا کسی کے لئے لازمی نہیں ہے، یہ دوسری طرح ہر ایک کی اپنی اچھا پر ہے، دوسرے یہ کہ نوآپریتو میں جہاں پرے نوآپریتو کا ملکر بیلا اور لیں دیکھا جاتا ہے وہاں ہر ایک ممبر کے الگ الگ بیلا اور لیں کا بھی اٹنا ہے، خیال رکھا جائیگا۔“

”اگر وہ ہے تو اس کے پاس کوئی اپنے ہمسے یا اپنی پوجی یا اپنی سڑک کے بل پر کسی دوسرے کی مہنت سے اپنے لیے بے جا فائدہ نہ اٹھا سکے۔“

”ان قاعدوں میں سب سے اہمک دھیان غریب کسانوں کی پوجی کا رکھا گیا ہے۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ کیوں سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھائے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح لاپہ ہے، ہائی نہیں ہے، کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑتا چلتے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جاویں انہیں اس بات کا بھی حق دیا گیا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر الگ ہو جاویں۔“

”یہ بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جاویں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا کھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق ہرگز اسی کسان کا بنا رہے گا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکوگ اس کوآپریتو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جاوے گا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے طور پر) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہرگز کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”مختلفہ کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کرنے کا حوصلہ سب میں بڑھے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ کیوں سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھائے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح لاپہ ہے، ہائی نہیں ہے، کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑتا چلتے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جاویں انہیں اس بات کا بھی حق دیا گیا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر الگ ہو جاویں۔“

”یہ بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جاویں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا کھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق ہرگز اسی کسان کا بنا رہے گا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکوگ اس کوآپریتو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جاوے گا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے طور پر) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہرگز کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”مختلفہ کا کتنا حصہ کسی کسان کو اس کی زمین کی ملکیت کے لئے ملے اور کتنا اس کی محنت کے لئے اس کا ہتھوڑا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین کی ملکیت سے مزدوری کی قیمت زیادہ مانی گئی ہے تاکہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کرنے کا حوصلہ سب میں بڑھے، کیونکہ ہر کوآپریتو کے ممبر کی کوآپریتو کے مزدور ہیں۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہرگز کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”جواب ہی جاس ضرورتوں اور جاس حالاتوں کا بھی جھجکا رہا گیا ہے۔ کسی کسان کی اگر زمین ادھک اچھی ہے اور اُس کے بیل کم گرتے والے ہیں تو اُس کو زمین کے مالک کی حالت سے ملنے کا ادھک حصہ دیا جائیگا۔ اسے ہی کہیں پر زمین کم ہے اور آدمی ادھک ہیں۔ ایک ایک حالتوں کے انوسار زمین کی ملکیت کے لئے ملنے کا حصہ کہیں مزدوری سے کم دیا جائیگا اور کہیں مزدوری کے برابر۔“

”کوئی بات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسی کسان کی اپنی زمین کی ملکیت کے حق میں کوئی فرق آئے۔“

”مونا کے کی تکرسیم زمین کے چٹیا یا بڑیا ہونے کے انوسار اور اسل پداوار کے متاثر کی جائیگی۔“

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی چانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہونگے۔ اُس کی ملکیت رہیگا۔ وہی اُنکے چانوروں کو کھانے پلانے کا تانہ چانور بھی ٹھیک رہ سکے اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔“

”جب بھی کوآپریٹو چانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے چانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لیا۔“

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکیت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سنبھال رہیگا۔“

”اپنی چلتی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دینا اُس کے انوسار منافع میں اُس کا حصہ سمجھا جائیگا۔“

”کل زمین اور کھیتی کے دوسرے سادھنوں کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپریٹو کیا جائیگا۔“

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی الگ نجی زمین رہ سکے گی جس طرح چاہے کم میں لے۔“

”نصیب کے بولے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جائیگا۔“

”پیداوار کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جائیگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ روزانہ رکھا جائیگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔“

”ممبروں کو منافع کا جو کچھ حصہ ملتا ہے اُس کی کرنلی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی رقم دیا جائیگا۔“

”کونئی بات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسان کی اپنی زمین کی ملکیت کے حق میں کوئی فرق آئے۔“

”مونا کے کی تقسیم زمین کے کھانا یا بڑیا ہونے کے انوسار اور اصل پیداوار کے مطابق کی جائیگی۔“

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی چانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہونگے۔ اُس کی ملکیت رہیگا۔ وہی اُنکے چانوروں کو کھانے پلانے کا تانہ چانور بھی ٹھیک رہ سکے اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔“

”جب بھی کوآپریٹو چانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے چانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لیا۔“

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکیت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سنبھال رہیگا۔“

”اپنی چلتی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دینا اُس کے انوسار منافع میں اُس کا حصہ سمجھا جائیگا۔“

”کل زمین اور کھیتی کے دوسرے سادھنوں کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپریٹو کیا جائیگا۔“

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی الگ نجی زمین رہ سکے گی جس طرح چاہے کم میں لے۔“

”نصیب کے بولے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جائیگا۔“

”پیداوار کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جائیگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ روزانہ رکھا جائیگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔“

”ممبروں کو منافع کا جو کچھ حصہ ملتا ہے اُس کی کرنلی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی رقم دیا جائیگا۔“

“کوآپریٹو اپنے ممبروں کو اس بات سے متنبہ کر رہا ہے کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی چٹلی بڑھتی جائے گی اور اس کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی ایسی چیز دوسروں کی منکحات سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائے گی کہ دیہی میں پنہنی زاد گتہ اور سچا زاد بڑے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی چلتا کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہے گا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”نوآپریٹو کے انتظام میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھکاری اپنے ادھکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے نئے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چٹن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55.

—سندھ لال

”کوآپریٹو اپنے ممبروں کو اس بات سے متنبہ کر رہا ہے کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی چٹلی بڑھتی جائے گی اور اس کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی ایسی چیز دوسروں کی منکحات سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائے گی کہ دیہی میں پنہنی زاد گتہ اور سچا زاد بڑے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی چلتا کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہے گا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”نوآپریٹو کے انتظام میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھکاری اپنے ادھکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے نئے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چٹن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55

—سندھ لال

دلی کی نمائش اور ”نوجیون“

دلی کی اس بڑی نمائش میں، جسے دیکھنے کو لاکھوں آدمی بھارت کے دور دور کے بھاگوں سے آ رہے ہیں، ہمیں دو بار جانے کا موقع ملا۔ دونوں بار ہم نے سامنے کھستے ہی ایک اونچی دیوار پر ناگری اکشروں میں ”نوجیون“ شبد لکھ دیکھا۔ ”نوجیون“ شبد بھارت بھر میں پوسر ہے۔ پردیشی کی اُس دیوار پر انہیں لکھا دیکھ کر ہم یہ سمجھے کہ وہاں نوجیون پرکاشن کی پستکیں رکھی ہوئی ہیں۔ ہمیں کچھ خوشی ہوئی کہ سوچ کر کہ سرکار نے اور اُس نمائش کے ادھکاریوں نے مہاتما گاندھی کے وچاروں کے خاص پرچارک ”نوجیون“ کو وہاں جگہ دی ہے۔

بہار ہوتی ہے۔ دوسری بار جب ہم گئے اور انہیں دیکھا تو اس وقت کے پاس سے نکلے تو ہم نے ایک اور کی دیوار پر 'نیا دنیا' کا انگریزی انشورڈ The New Life لکھا ہوا دیکھا۔ ہم کچھ چکر لگائے، کیونکہ عام طور پر اس طرح کے انشورڈ نہیں کیا جاتا۔ ہم نے ایک درشک سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہیں کے اس بھاگ 'نوجوان' پرکاشن کے ساتھ کوئی سہولت ہی نہیں ہے۔ ہم نے اندر جا کر دیکھا تو دیکھا۔ اس گھر کے اندر تھوڑے سے مہینے کی اس سہ سے کی پچھڑی ہوئی حالت کو دیکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سہار کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ سہار کے معاملہ میں ایک ایک رائے تو ہیں ہی۔ وہاں ہوں کچھ چیزیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور کچھ ناٹھیک بھی۔ سرکاری یوچناؤں کا پورا پرچار تھا۔ ساری پودرشی کا ہی یہ خاص پہلو صاف چمکتا ہے۔ بھارت کے بڑے سے بڑے مشہور پونجی پتوں کے نوٹو بھی اس 'نوجوان' گھر میں خاص طور سے دکھائے گئے ہیں۔ ان کی طرف لوگوں کا رشک دیکھا آکشت کیا گیا ہے جو 'ہو' اچھا برا یا ملے جٹ' پودرشی کا وہ بھاگ نہ کوئی گاندھی وادی چمڑ ہے نہ کوئی کمپونٹ چیز ہے، وہ ہے شدہ پونجی وادی۔ گاندھی جی کے وچاروں یا نوجوانوں کے وچاروں سے اس کا کوئی سہولت نہیں ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاہزاد جی گاندھی کے وچار دیکھ سہار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر بھی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چنتا ہے۔ پر انشورڈ کے انشورڈ کا "نوجوان" نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے جو سہوہ ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے وچار کا اور اپنے کام کے دکھانے کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور 'جائے یا اٹھانے' جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

انہیں میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ نمائندے گھر ہیں۔ ویدیشی نمائندے گھروں میں انشورڈ پتوں سب سے انشورڈ تعریف چینی نمائندے گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی پیدوار' چینی دستکاروں، نئے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہار پودرشی ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاہزاد جی گاندھی کے وچار دیکھ سہار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر بھی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چنتا ہے۔ پر انشورڈ کے انشورڈ کا "نوجوان" نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے جو سہوہ ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے وچار کا اور اپنے کام کے دکھانے کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور 'جائے یا اٹھانے' جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

انہیں میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ نمائندے گھر ہیں۔ ویدیشی نمائندے گھروں میں انشورڈ پتوں سب سے انشورڈ تعریف چینی نمائندے گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی پیدوار' چینی دستکاروں، نئے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہار پودرشی ہے۔

انہیں میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ نمائندے گھر ہیں۔ ویدیشی نمائندے گھروں میں انشورڈ پتوں سب سے انشورڈ تعریف چینی نمائندے گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی پیدوار' چینی دستکاروں، نئے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چینی کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہار پودرشی ہے۔

हसी नुमायरा घर में भी सस की औद्योगिक और वास्तविक वैज्ञानिक उन्नति का सब पर बहुत गहरा प्रभाव पड़ता है। बाक़ी घरों में से पूरबी जर्मनी के नुमायरा घर में दो चीज़ें लोगों को खास तौर से पसन्द आती हैं—एक शीशे का एक आदमी जिसके अन्दर की अंतर्दृष्टियाँ, फेफड़े, दिल, गुर्दा, और एक एक नस साफ़ दिखाई देती है और वह सब अंग काम करते हुए भी दिखाई देते हैं, और दूसरे एक अन्द अंधेरा शामियाना जिसमें तारों भरी रात का समान और तारों और गृहों का घूमना देखने को मिलता है। अमरीकी नुमायरा घर, जिसमें पेटम और बिजली अधिक है, लोगों को एक तरह का जादूचर मासूम होता है। भारत के नुमायरा घरों में कुछ घरेलू वंशों का भी अच्छा प्रदर्शन है, पर अधिकतर सरकार की पंच वर्षी योजना और भारत के बड़े बड़े पूँजीपतियों और कारख़ानों के मालिकों का बढ़िया विज्ञापन है।

एक अन्तर्राष्ट्रीय प्रदर्शनी की हैसियत से चीज अच्छी है, पर जहाँ तक अपने देश का सम्बन्ध है, हमने जगह जगह लोगों के मुँह से यही शब्द या इनसे मिलते जुलते शब्द सुने—“भैया, सब सरमायादारों का खेल है !” यह है जनता पर आम असर और हमें यह गलत भी नहीं साबूम हुआ.

8-12-'55

—सुन्दरलाल

पेलोपैथी और दूसरे इलाज के तरीके

पिछले कई लेखों में हम यह दिखा चुके हैं कि नए चीन की सरकार यूरोप के ऐलोपैथिक इलाज से पूरा पूरा लाभ उठाने के साथ साथ अपने देश के पुराने इलाज के तरीके से भी कितना लाभ उठा रही है और उसे किस तरह बढ़ावा दे रही है; सरकार ने वहां एक खास महकमा खोल रखा है जिसका काम पुराने इलाज के तरीकों की साइंसी ढंग से खोज करना है, अनेक शहरों में बड़े बड़े अस्पताल खोले गए हैं जिनमें केवल पुराने तरीके से ही सब रोगों का इलाज किया जाता है, पुरानी दवाओं को नए रोगों पर आजमाया जा रहा है, अनेक रोगों में उन्हें ऐलोपैथिक दवाओं और ऐलोपैथिक इलाज के मुकाबले में पुरानी दवाएं और पुराना इलाज अधिक सफल मालूम हुआ है।

हाल में पेकिंग के बच्चों के अस्पतालों के डिप्टी डाइरेक्टर डाक्टर शु चेंग-मेन ने कहा है कि बच्चों के लकवे की बीमारी में जिसे 'इनफेन्टाइल पैरेलिसिस' कहते हैं पिछले दो साल के अन्दर पुराने तरीके से उनके यहां डिहटर कीसरी (76%) बीमार बिलकुल अच्छे हो गए.

میں نے اس وقت تک کہ میں ہی دوسری آنسو بہا کر اور خاص کر وہاں تک
 پہنچنے کا سب سے پہلا تجربہ ہوتا ہے۔ بالائی گھروں میں سے
 اپنی جہتی کے نشانیں گھر میں دو چیزیں لوگوں کو خاص طور
 پر پسند آتی ہیں۔ ایک شہرے کا ایک آدمی جس کے اندر
 'توڑا'، 'پھینکا'، 'دل'، 'کودہ' اور ایک ایک نرس صاف دکھائی
 دیتی ہے اور یہ سب ایک کام کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے
 ہیں اور دوسرے ایک ہلکے انداز پر شامیانے جس میں تاروں
 پر دھت کا سلسل اور تاروں اور گڑھوں کا کھونا دیکھنے کو ملتا
 ہے۔ امریکی نشانیں گھر، جس میں ایٹم اور بجلی ادھک ہے،
 انہیں کہ ایک طرح کا جادو گھر معلوم ہوتا ہے۔ بھارت کے
 نشانیں گھروں میں گھریلو دھندوں کا بھی اچھا پرورش ہے، پر
 دھندوں کی پینج ورشی بوجھا اور بھارت کے بڑے بڑے
 صنعتی پنپوں اور کارخانوں کے مالکوں کا بوجھا دکھائی دیتا ہے۔

ایک انترواشٹریہ پوریشی کی حیثیت سے چیز اچھی ہے ۔
و جہاں تک اپنے دیس کا سہندہ ہے ہم نے جگہ جگہ لوگوں
کے منہ سے بھی شہد یا ان سے ملتے جلتے شہد سنے۔ ”یہاں !
سب سرسایت لڑوں کا کھیل ہے !“ یہ ہے جنتا پر عام اثر اور
انہیں یہ غلط بھی نہیں معلوم ہوا ۔

سینڈر لال

8.12.55

ایلوپیتھی اور دوسرے علاج کے طریقے

پچھلے کئی لاکھوں میں ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ نئے چھوٹے
نئی سرکار یورپ کے ایلوپیتھک علاج سے پورا پورا لاپ اٹھانے کے ساتھ
ساتھ اپنے دیہن کے پرانے علاج کے طریقے سے بھی کتنا لاپ اٹھا رہی
ہے اور اسے کس طرح بڑھاوا دے رہی ہے۔ سرکار نے وہاں ایک
خاص محکمہ کھول رکھا ہے جس کا کام پرانے علاج کے طریقوں کی
سائنسی قدیم سے کھوج کرنا ہے۔ انیک شہروں میں بڑے بڑے
اسپتال کھولے گئے ہیں جن میں کھول پرانے طریقے سے ہی سب
روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ پرانی دواؤں کو نئے روگوں پر آزمایا
جاتا رہا ہے۔ انیک روگوں میں انہیں ایلوپیتھک دواؤں اور
ایلوپیتھک علاج کے مقابلے میں پرانی دواؤں اور پرانا علاج
لحک سہل معلوم ہوا ہے۔

حال میں پینک کے بچوں کے اسپتال کے طبی ڈائریکٹر شوچینگ وین نے کہا ہے کہ بچوں کے لقوہ کی بیماری میں جسم پر کھال پڑاؤس، کہتے ہیں پچھلے دو سال کے اندر پورے طور پر تھے آئی کے یہاں چھتر فیصدی (76%) بیمار بالکل اچھے ہو گئے۔

इलाज में दिल्ली के अन्दर एक मोमला स्वयं राजकुमारी जी के सामने आया। भाकरा कन्ट्रोल बोर्ड नहीं दिल्ली के सेक्रेट्री भी हरबन्स लाल बवेरा आई० एस० ई० को सन् 1945 में फ़ाखाने के साथ खून आना शुरू हुआ। श्री बवेरा मासूम होता है अंगरेजी डंग के डाक्टरों के ही शौदाई से, इलाज शुरू होगया, न जाने कितनी बार तरह तरह के इन्सुलान हुए, बड़े बड़े नाम लेकर कभी एक तरह की पेचिश बताई गई, कभी दूसरी तरह की, दिल्ली के एक मशहूर अस्पताल में भी इलाज के लिये भरती हो गए, अब कहा गया कि पेचिश के साथ बवासीर भी है, खाने के लिये उन से कहा गया कि बिना मान्साहार के वह जलवी अच्छे नहीं होंगे, श्री बवेरा का कहना है कि उस आहार ने भी उन्हें सुखान ही किया, सन् 1952 में बीमारी और खोर पर भी, कहा गया कि नीचे की अंतर्दियों में फोड़े हो गए हैं, एकसरे फोड़े भी खिया गया, दिल्ली में फ़ायदा न हुआ तो बम्बई के डाक्टरों के पास पहुँचे और वहाँ से मद्रास, चेन्निलीन, ट्रेपदोमाईसीन, डेरामाईसीन, औरियो-माईसीन, कोर्टिखोन, क्लोरो-माईस्टाइन, जैसी सब

میں اس وقت تک نہیں ہٹاؤں گا۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں
 جو جن کے دو سال سے ہاتھ پیر ختم ہو چکے تھے اور
 ہاتھ بالکل بے جان ہو گئے تھے۔ ایک چار برس کا لڑکا جس
 کی تھالی سال سے ہونٹوں لٹکیں ماری جا چکی تھیں اس علاج
 کی بدولت دیر سے سہارے کے ساتھ دیر دیر تک چلنے پھرنے
 کا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اُسے اس سہارے کی بھی ضرورت نہ
 رہ گئی۔

علج کا نہ ہرانا طریقہ چمن میں ایکھوپنچکر (Acu- puncture) کہلاتا ہے۔ اس میں ہارک ہارک سوئوں کے ذریعہ بدن کی نسلوں کو پھر سے جگایا اور جٹایا جاتا ہے، لیکن رنگی کو کسی طرح کی پورا انور نہیں ہوتی۔

ہمیں 'بڑے' دم کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بھارت سرکار کا
 'استبداد' وہی ہے جو پہلے کے عہد کے طریقے پر اتنا ادھک لگو ہے
 کہ یہاں کے 'دیکھ'، 'بونا'، 'ہوم'، 'پتہ' اور 'نہج' وہی ہے جیسا
 دوسرے عہد کے طریقوں کو سرکار سے جیسی مدد اور جیسا
 بڑھارا ملتا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یہاں تک کہ جیسا ہم پہلے
 کہہ چکے ہیں راجکمار کی امرت کوڑے چپن سے لوٹ کر پڑانے
 چھٹی عہد کے طریقے کی طرف نئی چھٹی سرکار کے رخ کو بھی
 غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی علاج کے دوسرے طریقوں
 کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس
 ظاہر کیا !

حال میں دلی کے اندر ایک معاملہ سویم راجکاری جی کے سامنے آیا۔ یہاں کنٹرول بورڈ نئی دلی کے سیکریٹری شری مہربنس لال ودیہا آئی۔ ایس۔ لی۔ کو جنوری سن 1945 میں پاخانے کے ساتھ خون آنا شروع ہوا۔ شری ودیہا معلوم ہوتا ہے انگریزی تہذیب کے ڈاکٹروں کے ہی شہدائی تھے۔ علاج شروع ہو گیا۔ نہ جانے کتنی بار طرح طرح کے امتحان ہوئے۔ بڑے بڑے نام لیگر بھی ایک طرح کی پیچھے ہٹائی گئی کہیں دوسری طرح کی۔ دلی کے ایک مشہور اسپتال میں بھی علاج کے ائمہ بھرتی ہو گئے۔ اب کہا گیا پیچھے کے ساتھ ہوا ستر ہی ہے۔ کھانے کے لئے ان سے کہا گیا کہ بنا متساہار کے وہ جلدی اچھے نہیں ہوں گے۔ شری ودیہا کا کہنا ہے کہ اس آہار نے بھی انہیں نقصان ہی کیا۔ سن 1952 میں بیماری اور زور پر تھی۔ کہا گیا کہ نیچے کی انگریزوں میں پھوڑے ہو گئے ہیں۔ ایکس رے نوٹوہی لیا گیا۔ دلی میں فائدہ نہ ہوا تو ہیمپٹی کے ڈاکٹروں کے پاس پہنچے اور وہاں سے مدراس، پینسلین، 'اسٹیٹو مائیسٹن' 'ٹرا مائیسٹن' اور 'پینٹیسٹن' کورٹیسون' کورٹیزون اسٹائن جیسی سب

अधुनक दवाई-आजार भाजनाई गई. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बक्षेरा सिबाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बक्षेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें रूप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. डेढ़ महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाबुल हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें जरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और वलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

अधुनक दवाई-आजार भाजनाई गई. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बक्षेरा सिबाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बक्षेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें रूप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. डेढ़ महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाबुल हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें जरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और वलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

—सुन्दरलाल

20. 12. 55

آचार्य نرنند دے

پیدلی 19 فروری کو آचार्य نرنند دے کی لمبی بیماری کے بعد یرود (دکن، بھارت) میں آچانک موت ہو گئی۔ ان کا شہ لہاؤ لیا گیا جہاں ہزاروں شکر دوست احباب کے آنسوؤں کے بیچ آہ ٹھیک آئی جبکہ آگ کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا جہاں کچھ برس پہلے شریعی سروچلی ٹانگو اور ڈاکٹر بریل سہلی کے پارنہو جسم آگ کے سپرد کئے گئے تھے۔

یوں تو موت کے وقت آچارہ جی 65 برس کے تھے پھر بھی ان کا اس طرح آچانک چہ جانا نہ صرف ان کے آئینوں دوستوں اور پرچا سوشلسٹ پارٹی والوں کو اٹھرا بلکہ ہندستان کے ہر سمجھدار ناگروک کو اس سے سخت صدمہ پہونچا۔ آچارہ جی کی شخصیت میں کچھ ایسی بات تھی جس نے انہیں سب کا پرہ پتر بنا دیا تھا۔ وہ آکر راجنیتی میں رہتے ہوئے بھی راجنیتی کے تنگ نظریہ سے آویز تھے۔ سیدھا - سادہ، مدھر، پریم سے بھرا ہوا، ان کا دیکھو تھا جو ہر ایک کو ان کا پرسک بنا دیتا تھا۔ ان کی ٹھیک ٹھیک، ایمانداری، کرتوبہ نشہا، سچائی اور صاف گوئی سب پر اثر ڈالتی تھی اسی لئے ان کے چلے جانے کا دیہی کے ہر گروہ، ہر پارٹی اور ہر دیکھی کو رنج ہے۔

بھارتیہ کلچر، بھارتیہ سہیہ اور بھارتیہ درشن کے وہ بہت بڑے دونوں تھے۔ بڑے دھرم پر ان کے گرتو ودوتنا، کوج اور سوتنا سے بھرے ہوئے ہیں۔ آچارہ جی کی ہندستان کے راجنیتک اور سائنسرتک جہوں میں ایک خاص جگہ تھی جسے جلد بھر سکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنے اس غم میں دیہی واسیوں کے ساتھ شریک ہیں۔

قاضی محمد عبدالغفار
کل ہند انجمن ترقی اردو کے جنرل سکرٹری قاضی عبدالغفار کا پچھلے دسمبر میں لمبی بیماری کے بعد علیحدتہ میں انتقال ہو گیا۔ قاضی صاحب ایک خاموش، سیدھے سادے لیکن بہت ارنچے درجہ کے عالم، اردو زبان کے سپوک اور ہندستان کی ملی جلی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ ان میں عالی درجہ کی سککھن کی شکتی تھی اور اصولوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقت۔

وہ ہندستانی کلچر سہاتی کی گرتک ہلتی کے مہمبر اور نباہل کے ہمدردوں میں تھے۔ ان کی موت سے جو کچھ خالی ہوئی ہے اسی آسانی سے نہیں بھرا جا سکتا۔ ہم 'لیاہند' کی طرف سے ان کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

25. 2. 56
—رشمیر نامہ پانچہ۔

—رشمیر نامہ پانچہ۔

25. 2. 56

بھارتیہ کلچر، بھارتیہ سہیہ اور بھارتیہ درشن کے وہ بہت بڑے دونوں تھے۔ بڑے دھرم پر ان کے گرتو ودوتنا، کوج اور سوتنا سے بھرے ہوئے ہیں۔ آچارہ جی کی ہندستان کے راجنیتک اور سائنسرتک جہوں میں ایک خاص جگہ تھی جسے جلد بھر سکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنے اس غم میں دیہی واسیوں کے ساتھ شریک ہیں۔

کراچی موہممد ابوبدول راففکار

کل ہند ہندو ابوبدول راففکار کے جنرل سکرٹری کراچی ابوبدول راففکار کا پیدلے ديسمبہر میں لمبی بیماری کے بعد ابوبدول میں ہندوستان ہو گیا۔ کراچی ساہب ایک خاموش، سیدھے سادے لیکن بہت ارنچے درجہ کے عالم، اردو زبان کے سپوک اور ہندستان کی ملی جلی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ ان میں عالی درجہ کی سککھن کی شکتی تھی اور اصولوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقت۔

وہ ہندوستانی کلچر سہاتی کی گرتک ہلتی کے مہمبر اور نباہل کے ہمدردوں میں تھے۔ ان کی موت سے جو کچھ خالی ہوئی ہے اسی آسانی سے نہیں بھرا جا سکتا۔ ہم 'لیاہند' کی طرف سے ان کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

25. 2. '56

—رشمیر نامہ پانچہ

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिज़वी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय फिराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

حضور محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضور عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
مولیہ—ذیرہ روپیہ

مہاتما زر تھستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

سمیر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈھ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بھاؤپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ذیرہ روپیہ

قرآن اور دھارمک متبھید

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد، قیمت—ذیرہ روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مٹھی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر तरह کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کنڈر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کینڈر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

(ہندی اور اردو میں)

لکھکر—گاندھیباد کے مانے جانے

لیکھکر—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : श्री मंजरा अली मारुता

بیڈوان : श्री मंजरा अली मारुता

सफे 225, कीमत दो रुपया

सफे 225, कीमत दो रुपया

गान्धी वाचा

गान्धी वाचा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कुदुमिया जैदी

लेखिका—कुदुमिया जैदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

दाम दो रुपया

—:0:—

—:0:—

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

गोता और कुरान

275 सफे, दाम ढाई रुपया

275 सफे, दाम ढाई रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सफे, दाम बारह आने

100 सफे, दाम बारह आने

महاتमा गान्धी के बलिदान से सबक

महاتमा गान्धी के बलिदान से सबक

कीमत बारह आने

कीमत बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

पंजाब हमें क्या सिखाता है

कीमत चार आने

कीमत चार आने

बंगाल और उससे सबक

बंगाल और उससे सबक

कीमत दो आने

कीमत दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्गोज इलाहाबाद

145 मुद्गोज इलाहाबाद

10

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

1505

हिन्दु

नمبر 3 नम्बर 21 जिल्द

मार्च 1956

हिन्दुतानो कलचर नोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 मन्थी कंज अलाहाबाद

کتاب کیا ہے	صفحہ	سفر
1. ہند اور ایران کا کلچری میل جول
—ویربمبھرناتھ پانڈے	119	...
2. چینی ادب (ساہتیہ) پر ایک سرسری نظر
—ڈاکٹر لالوکریشتری ایم. اے. ڈی. فیل (آکسین)	181	...
3. نیا مکان (کہانی)
—پروفیسر محمد مجیب	140	...
4. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں
—انوار داک : شری محمد رضوی	147	...
5. بلدیہی پشور کا مرض
—شری لہونارتھ دھیس	150	...
6. سنگم (ایک چھانکی)
—سورگیتھ پروفیسر سودھیندر	156	...
7. نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی योजना
—شری جے. سی. کارپا	159	...
8. ہماری رائے—
شانیت کا بجٹ اور جگ کا بجٹ
—سندرلال؛ آئزن ہاور کے نام
بلگن کا پٹر—سندرلال؛ علی کا
دہی طریقہ—موہن لال نہرو۔

ہند اور ایران کا کلچری میل جول

ہند اور ایران کا کلچری میل جول

بیربمیرناٹھ پانڈے

مشہور ہونٹام پانڈے

ایران میں भारत کے राजदूत माननीय डाक्टर ताराचन्द ने भारत और ایران के कल्चरी मेल जोल पर तक्रیر करते हुये कहा था—

“हिन्दुस्तान और ایران एशिया के ऐसे दो देश हैं जिन्हें कदरत ने एक दूसरे से पास पास बसाया है. बीच के पहाड़ी के सिलसिले और फैला हुआ समन्दर कभी भी दोनों तरफ से लोगों के मेल जोल को नहीं रोक सके. इन बीच की हकावटों की वजह से दोनों तरफ से साहसी और प्रेमी लोग और भी क्यादा एक दूसरे की तरफ खिंचते रहे हैं. जब से इनसान की तारीख या इतिहास शुरू होता है उसके पहले से आज तक लगातार क्राफिले के क्राफिले जमीन के और पानी के रास्ते पहाड़ों, जंगलों, रेगिस्तानों और समन्दर को पार करते हुए इधर से उधर और उधर से इधर आते जाते रहे हैं.

“मालूम पड़ता है कि इन दो मुल्कों के लोगों ने लगभग एक साथ एक ही वक्त इनसानी तहजीब की उन्नति की मंखिलें तय करनी शुरू कीं. यह दोनों मुल्क अरब सागर के दो सिरों पर हैं. पच्छिम के सिर पर क्राहू नदी दक्खिनी जागरूस में से बहती हुई और उन मैदानों में से होती हुई जहां ایران की सबसे पहली सभ्यताओं ने जन्म लिया था, ایران की खाड़ी में जाकर गिरती है. पूर्व में सिन्ध नदी, जिसका निकास हिमालय की बरफानी चाटियों से है, पंजाब और सिन्ध के मैदानों को सैलाब करती हुई किसी जमाने में कच्छ की खाड़ी में जाकर गिरती थी. क्राहू और सिन्ध दोनों पहाड़ी के पथरों और तरह तरह की उपजाऊ मिट्टी को अपने साथ ढकेलती, हमेशा अपना रास्ता बदलती और इन मुल्कों के अलग अलग हिस्सों को उपजाऊ बनाती रहीं हैं.

“अरब सागर के इन दोनों सिरों पर इनसानी तहजीब साथ-साथ शुरू हुई. दोनों जगह साथ-साथ शहर आबाद हुए, खेती बाड़ी, पशु पालन और धातु की चीजों के बनने के साथ-साथ दोनों जगह इनसान एक बहुत बड़े दरजे तक कदरत की गुलामी से एक साथ आजाद हुआ, दौलत और विजारत, सामाजिक संस्थाएं, राज सरकार, इस्लम और हुनर दोनों जगह फले फूले और दोनों जगह की सभ्यताओं को तरफ़ाई देने लगे. पच्छिम में तरुते जमशीद (परसी पोथि) शुरू, आराम और विहायन्द, बचर में अस्तराबाद और अजमेर के काल में ایرانی राज्यों की आधार से

ایران میں भारत کے راجدوت ماننیه ڈاکٹر تارا چند نے भारत اور ایران کے 'اچری میل جول' پر تقریر کرتے ہوئے کہا —

“هندستان اور ایران ایشیا کے ایسے دو دیس ہیں جنہیں قدرت نے ایک دوسرے سے پاس پاس بسایا ہے. بیچ کے پہاڑی کے سلسلے اور پھیلا ہوا سمندر کبھی بھی دونوں طرف سے لوگوں کے میل جول کو نہیں روک سکے. ان بیچ کی رکاوٹوں کی وجہ سے دونوں طرف سے سادھی اور پریمی لوگ اور بھی زیادہ ایک دوسرے کی طرف کھینچے رہے ہیں. جب سے انسان کی تاریخ یا ایتھاس شروع ہوتا ہے اُس کے پہلے سے آج تک لگاناؤ قافلے کے قافلے زمین کے اور پانی کے راستہ پہاڑوں، جنگلوں، ریگستانوں اور سمندر کو پار کرتے ہوئے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے ہیں.

“معلوم پڑتا ہے کہ ان دو ملکوں کے لوگوں نے لگ بھگ ایک ساتھ ایک ہی وقت انسانی تہذیب کی اُفتی کی منزلیں طے کرنی شروع کیں. یہ دونوں ملک عرب ساگر کے دو سروں پر ہیں. پچھم کے سروے پر قاروں ندی دکھلی راگروس میں سے بہتی ہوئی اور ان میدانون میں سے ہوتی ہوئی جہاں ایران کی سب سے پہلی سہیتاؤں نے جنم لیا تھا، ایران کی کھاری میں جا کر گرتی ہے، یورو میں سندھ ندی، جس کا نکاس ہمالیہ کی ہرفانی چوٹیوں سے ہے، پنجاب اور سندھ کے میدانون کو سیلاب لڑتی ہوئی کسی زمانے میں کچھ کی کھاری میں جا کر گرتی تھی. قاروں اور سندھ دونوں پہاڑی کے پتھروں اور طرح طرح کی اُپجاؤ مٹی کو اپنے ساتھ ڈھکیلتی، ہمیشہ اپنا راستہ بدلتی اور ان ملکوں کے الگ الگ حصوں کو اُپجاؤ بناتی رہی ہیں.

“عرب ساگر کے ان دونوں سروں پر انسانی تہذیب ساتھ ساتھ شروع ہوئی. دونوں جگہ ساتھ ساتھ شہر آباد ہوئے، کھیتی باڑی، پشو پالان اور دھاتو کی چیزوں کے بننے کے ساتھ ساتھ دونوں جگہ انسان ایک بہت بڑے درجے تک قدرت کی عظمت سے ایک ساتھ آزاد ہوا، دولت اور تجارت، سماجک منستھانیں، راج سرکار، علم اور ہنر دونوں جگہ پلے پھولے اور دونوں جگہ کی سہیتاؤں کو ترقی دینے لگے. پچھم میں قضا جشمید (پرسی یولس) شوش، کاشان اور تہاند، اتر میں استراباد

سونا، کپاس، کھجور، آلو، جوار، گندم اور میٹھی کے بڑے پیمانے پر پیدا کیے جاتے ہیں جن سے اس علاقے کی ایرانی تہذیب اور معاشرے کی ترقی کی بنیاد پڑی ہے۔ یہ علاقہ ایک وسیع اور خوشحال علاقہ ہے جس میں کھجور، آلو، جوار، گندم اور میٹھی کے بڑے پیمانے پر پیدا کیے جاتے ہیں جن سے اس علاقے کی ایرانی تہذیب اور معاشرے کی ترقی کی بنیاد پڑی ہے۔

اس کے بعد دونوں دیشوں پر آریہ حملہ آوروں نے جو حملے کئے، ان سے پہلے کے حالات کا پورا اثر پڑا۔ ایران میں طرح طرح کے گھمبیراں ہو گئیں۔ کھجور، آلو، جوار، گندم اور میٹھی کے پیداوار میں کمی آئی۔ اس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگی بے چارہ ہو گئی۔

ان آریہ لوگوں کے ایران میں ہس جانے کے بعد ان پر وہاں کے چاروں طرف کی حالتیں کا پورا اثر پڑا۔ ایران میں طرح طرح کے گھمبیراں ہو گئیں۔ کھجور، آلو، جوار، گندم اور میٹھی کے پیداوار میں کمی آئی۔ اس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگی بے چارہ ہو گئی۔

ہندستان میں اس کے خلاف پرکرتی زیادہ نرم، میٹھی، ملائم اور رحمدل معلوم ہوتی تھی، ایک دوسرے کے بعد کھلے ہوئے بڑے میدان تھے جنہیں بہت سے بڑے بڑے دریا سینچتے تھے اور ہر سال موسمی بارش جنہیں پھر سے شاداب کر دیتی تھی۔ ہر سال نئی بھاری بھاری آبادی کے پیداوار میں اضافہ ہوتا تھا۔ اس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگی بے چارہ ہو گئی۔

قدرت کی ان رنگارنگیوں نے ایران اور ہندستان، دونوں ملکوں میں انسان کے جذباتوں کو نئی آرائش اور نئی لہریں دیں، جو نہ صرف موجودہ زندگی سے انہیں نجات کا اطمینان دلاتی تھیں بلکہ جنم چندرت کے لئے انہیں امیدوں سے بھر دیتی تھیں۔ اس آراگن یعنی تناسخ کے بارے میں آپ ایران کے مہان صوفی مولانا جلال الدین رومی کا قلم

.....

”ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام،
ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام۔“

ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام،
ہم کو سب سے بڑا بارہا روئندہ ام۔“

[illegible]

यानी—“मैं सब्जे यानी चास की तरह बार बार पैदा हुआ हूँ. मैंने सात सौ छतर जिस्म देखे हैं”. मैं पहले जमादात यानी मिट्टी, पत्थर वगैरा की हालत में था. उसके बाद नबातात यानी बनस्पति बना. नबातात से निकलकर मैं पशु योनि में आया. पशु योनि से निकलकर मैं आदमी बना. आदमी के बाद फुरिश्ता बनूँगा और फुरिश्ते के बाद जिस जैची हालत को पहुँचूँगा वह इस बच्चे, गुमान से बाहर है।”

दोनों देशों की मज़हबी एकता

ईरान के पैगम्बरों में सबसे चमकता हुआ नाम ज़रतुश्त का है। ज़रतुश्त की पैदायश के वक्त ईरान बहुत गिरी हुई हालत में था। अग्निपूजा ने निराकार ईश्वर की जगह ले ली थी। ज़रतुश्त की एकेश्वर की पूजा का पुरोहितों ने प्रचंड विरोध किया। लेकिन उन्हें अपने मिशन पर अखंड विश्वास था। अन्त में उन्हें कामयाबी हासिल हुई। उन्होंने ईरान को क़बीलों के भग़ावों से उठाकर एक विश्वात्मा, सर्व शक्तिमान अहुरमज़्द की उपासना का उपदेश दिया। रबीन्द्रनाथ ठाकुर के मुताबिक ज़रतुश्त पहले पैगम्बर थे जिन्होंने धर्म को क़बीले के देवता के पद से ऊपर उठाकर उसे मानवता की वस्तु बताया।

परतुष्ट ने ईरानी मज्जहब को जो नया रूप दिया वह अपने हर पहलू में साफ़ साफ़ यह बता रहा है कि ईरानी और वैदिक धर्म दोनों एक ही खानदान से हैं। ऋग्वेद में लिखा है कि “ईश्वर एक है, विद्वान लोग उसे तरह तरह से बयान करते हैं.” ईरानी धर्म-पुस्तक अवस्ता के मुताबिक “अहुरमज्द ही इस सारी दुनिया का बनाने वाला और सारी ज़िन्दगी का मालिक है.”

तीन हजार बरस पहले के ईरानी और हिन्दुस्तानी वरुण (इन्द्र), अग्नि, वायु, सोम और मित्र जैसे देवताओं की उपासना करते थे, नामों में बेशक थोड़ा बहुत फर्क हो चला था, जैसे अवस्ता में 'वरुण' का नाम 'वरय' है, अवस्ता और ऋग्वेद दोनों में वरुण को इस सारी दुनिया का बनाने वाला, कायम रखने वाला और रक्षा करने वाला बताया गया है, वही सर्वज्ञ यानी अलीम है, वही सभीन और आसमान का बनाने वाला है,

اے جماعتی مردم و نفسی حکیم
 وز نفسی مردم یہ حیوان مرزوم
 مردم از حیوانیو آدم شدم
 پس چه ترسم کے ز مردم کم شوم
 حمله دیگر بمردم از بشر
 تا بوارم از ملایک مال دیر
 بار دیگر از ملک پیران شوم
 آنچه اندر دم آید آن شوم

یعنی۔ ”میں سبزے یعنی گھاس کی طرح ہر بار پیدا ہوا ہوں۔ میں نے سات سوستر جسم دیکھے ہیں۔ میں پہلے جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ اُس کے بعد نباتات یعنی ونسہنی بنا۔ نباتات سے نکل کر میں پشویو نی میں آیا۔ پشو یونی سے نکل کر میں آدمی بنا۔ آدمی کے بعد فرشتہ ہلونا اور فرشتہ کے بعد جس اونچی حالت کو پہونچونگا وہ اِس وقت گمان سے باہر ہے۔“

دولوں دیشوں کی مذہبی ایکتا

ایران کے پیغمبروں میں سب سے چمکتا ہوا نام زرتشت کا ہے۔ زرتشت کی پیدائش کے وقت ایران بہت گری ہوئی حالت میں تھا۔ اگنی پوجا نے نراکو ایشور کی جگہ لے لی تھی۔ زرتشت کی ایکشور کی پوجا کا پروہتوں نے پوجنڈ ورون کیا۔ لیکن انہیں اپنے مشن پر اگنڈ وشولس تھا۔ انت میں انہیں کھیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے ایران کو قبیلوں کے جھگڑوں سے اٹھاکر ایک وشوانما، سرو شکیمان اومزد کی ایاسنا کا ابدیہ دیا۔ رویندرناقہ تھاگر کے مطابق زرتشت پہلے پیغمبر تھے جنہوں نے دھرم کو قبیلے کے دیوتا کے بد سے اڈپر اٹھاکر اے مانوکی وسو بٹایا۔

زرزشت نے ایرانی مذہب کو جو نیا روپ دیا وہ اپنے ہر پہلو میں صاف صاف یہ بتا رہا ہے کہ ایرانی اور ویدک دھرم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ ”ایشر ایک ہے“ ودوان لوگ اُسے طرح طرح سے بھان کرتے ہیں۔“ ایرانی دھرم بسترک اوستا کے مطابق ”اھرمزد ہی اِس ساری دنیا کا بنانے والا اور ساری زندگی کا مالک ہے۔“

تین ہزار برس پہلے کے ایرانی اور ہندستانی ورنقر
(زند) اگنی، واپو، سوم اور متری جیسے دیوتاؤں کی اپاسنا
کرتے تھے، فاسوں میں بے شک تھوڑا بہت فرق ہو چلا تھا،
جیسے اوستا میں 'ورنقر' کا نام 'ورنقر' ہے۔ اوستا اور
رگید دونوں میں ورنقر کو اِس ساری دنیا کا بنانے والا
قائم رکھنے والا اور رکشا کرنے والا بتایا گیا ہے۔ وہی
سورگتہ یعنی علیم ہے، وہی زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے

اِس نے کھانسی کے بغیر کہیں اور اُن کی گلی کو قائم کیا اور
جل اور جل کر پتھر کی مٹی پر انہیں کو بٹایا ہے، وہی سب
نوم چاند، باد اور سب کا حاکم ہے۔

वेदों में इसी वदण को 'असुर विश्व देवस' या असुर मेधा कहा गया है. अथस्ता में उसे 'अहुरमज्द' के नाम से पुकारा गया है. अथस्ता का 'अहुर' वेदों का 'असुर' है. ऋग्वेद की गुरु की रिचाओं में 'असुर' ईश्वर के अर्थ में ही आया है. ईरानी 'मज्दा' के वही मानी हैं जो संस्कृत 'मेधा' के. ऋग्वेद के मुताबिक वैदिक काल में 'देवगण' और 'पितृगण' सभी 'मेधा' की उपासना करते थे.

‘मित्र’ का नाम अबस्ता में ‘मिथ’ है, संस्कृत में मित्र का अर्थ सूर्य भी है, ईरानी भी सूर्य के रूप में मित्र की पूजा करते थे, वैदिक वायु ईरानी वयु, वैदिक अग्नि अबस्ता का ‘आतरे’ है, जो बाद में फारसी में आतश हो गया, दोनों में अग्नि देवता की पैदाइश बादलों के अन्दर की बिजली से बताई गई है, इन्द्र का नाम ज्यों का त्यों अबस्ता में मौजूद है, वेदों में इन्द्र का नाम ‘वृत्रहन’ है और अबस्ता में ‘वृथहन’ है, यम अबस्ता का ‘यिम’ है, अप्सरा ईरान में ‘पेरिका’ हो गई, दोनों का काम तपस्वियों का योग प्रष्ट करना है.

ईरानी और हिन्दुस्तानी दोनों ऐसे लोगों में से हैं जो जीवन को झुरी और उमंग के साथ देखते थे, दोनों ऊँची खिन्वगी और नेकी के उसूलों के सच्चे खोजी थे. दोनों ने इस उसूल को पा लिया था कि सब का खुदा यानी ईश्वर एक है. दोनों यह मानते थे कि दुनिया एक ऐसे अच्छे कानून के सहारे चल रही है जो हमेशा से है और हमेशा तक रहेगा.

इसी ख्याल को ईरान के मशहूर सूफी हाफिज़ ने किस
कबूलती के साथ अदा किया है—

‘‘झुर्रम आं रोज़ कर्ज़ीं मंजिले बीरां बेरबम्
 राहले आं तखबम् बज पप जानां बेरबम्
 ब हवादारिये ऊ अरां सिकत रक्त कुनम्
 ब खवे चरमप झुर्रिदि दरग्यां बेरबम्
 फ़ाश भी गोयसो अज गुफ़तप ह्रुद दिख शादम्
 बन्दप हरकमो अज हरवो जहाँ आज़ादम्
 नेस्त बर खीहे दिखम जुज अजिके फ़ामते बार
 ने कुसम हफ़े दिगार आद नवाद उस्तावम्’’

बानी मुबारक बह बकी होगी जब मैं दुनिया की इस उजड़ी
 सड़क से बिदा होऊँगा, जब दिन मैं रुहानी मुलक की खोज में अपने
 जीवन को दूँगा.

ویدوں میں اسی درونگر کو 'اسور' و 'دیوس' یا 'اسور' 'مہدھا' کہا گیا ہے۔ اسکا میں اے 'اھو: مزد' کے 'م' سے پکارا گیا ہے۔ اسکا 'اھو' ویدوں کا 'اسور' ہے۔ رگوید کی شروع کی رچاؤں میں 'اسور' ایشور کے ارتے میں ہی آیا ہے۔ ایرانی 'مزدہ' کے وہی معنی ہیں جو سنسکرت 'مہدھا' کے۔ رگوید کے مطابق ویدک کل میں 'دیوگنز' اور 'پتر گنز' سبھی 'مہدھا' کی آپاسنا کرتے تھے۔

’متر‘ کا نام اوستا میں ’متھر‘ ہے سنسکرت میں متر کا ارتھ سورہ بھی ہے، ایرانی بھی سورہ کے روپ میں متر کی ہوجا کرتے تھے۔ ویدک دایو ایرانی دیو، ویدک اگنی اوستا کا ’آترے‘ ہے، جو بعد میں فارسی میں آتھس ہو گیا۔ درنوں میں اگنی دیوتا کی پودایہی ہاداوں کے اندر کی بجلی سے ہٹائی گئی ہے۔ اندر کا نام چھوٹوں کا تھوں اوستا میں موجود ہے۔ ویدوں میں ’اندر‘ کا نام ’ورترھن‘ ہے اور اوستا میں ’ورترھسن‘ ہے۔ یم اوستا کا ’ایم‘ ہے، ایسرا ایرانی میں ’پیڑیکا‘ ہو گئی۔ درنوں کا کام تھسریوں کو یوگ پھرشٹ کرنا ہے۔

ایرانی اور ہندوستانی دونوں ایسے لوگوں میں سے ہیں جن کو خوشی اور اُمنگ کے ساتھ دیکھتے تھے، دونوں اُنچی زندگی اور تھکی کے اصولوں کے سچے کھوجی تھے۔ دونوں نے اِس اصول کو پا لیا تھا کہ سب کا خدا یعنی ایشر ایک ہے۔ دونوں یہ مانتے تھے کہ دنیا ایک ایسے اچھے قانون کے سہارے چل رہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

اِسی خیال کو ایران کے مشہور صوفی حافظ نے کس خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

خبرم آن روز کزین منزل ویران بدم
راحت جان طلبم روز پنه جانان بدم
به هواداریه او ز رصفت رقص کنم
به لب چشمه خورشید دخیلش بدم
فانی می گویم و از گفته خود دل شادم
بنده مشقم و از هر دو جهان آزادم
نهست در لوح دلم جز آنف قاسم یار
چه کنم حرف دیگر یاد ندان استقام

یعنی "سہارک وہ گہری ہوئی جب میں دنیا کی اس آخری
سڑائی سے جدا ہوں گا۔ اُس دن میں روحانی سکے کی گہچ میں
اپنے پروردگار کو ڈھونڈوں گا۔"

”ہند کے زبانوں میں سے ایک اور زبان ہے۔
 ہند کے زبانوں میں سے ایک اور زبان ہے۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔
 میرے دل کی لگتی ہے۔ میرے دل کی لگتی ہے۔
 میرے دل کی لگتی ہے۔ میرے دل کی لگتی ہے۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔

ابا اور سادھت

ہند ایرانی भाषा समूह में कुछ समान खासियतें हैं।
 اسकी वजह سے हिन्द ایرانی भाषा गिरोह अन्य भाषा
 गिरोहों से एक अलहदा इस्ती रखता है۔ हिन्द ایرانی
 गिरोह में तीन बुनियादी स्वरों की जगह सिर्फ एक अकार
 दोनों में उदासीन स्वर की जगह इकार है۔ अन्तस्थ
 ल का हिन्द ایرانی गिरोह में अभेद मिलता है۔ भाषा
 शेषों का विचार है कि ये दोनों अन्तस्थ हिन्द ایرانی
 और लु हो गये हैं۔ पहली ओं की कंठ्य स्पर्श हिन्द
 रानी गिरोह में क, ख, ग, घ, से श, ष, ज, झ, में
 दल गये۔

प्राचीन ایرانی और वेदों की भाषा में इतना साम्य है
 थाड़ी सी तबदीली से एक दूसरे में बदल जाती है۔
 लगी के तौर पर अवस्था की एक पंक्ति सुनें...

“यो यथा पुथम् तदन्तम् ह्योमम् बन्धन्ता मन्त्रो।”

اب इसका संस्कृत रूपान्तर सुनें:

“यो यथा पुथम् तदन्तम् सोमं बन्धन्ता मन्त्रः।”

इरानी की दो उप शाखायें प्राचीन काल में मिलती हैं۔
 क ‘परशि’ और दूसरी ‘अवस्ती’۔ इसी भाषा का कई
 ताब्दी बाद वाला रूप पहलवी है۔ इसकी एक शैली में
 ामी लफ्जों की भरमार है۔

ईरान के साथ हिन्दुस्तान के गहरे कल्चरी सम्बन्धों
 की वजह से भारत की सूबाई अबानों के और खास तौर
 र हिन्दी के बहुत से शब्द फ़ारसी अबान में दाखिल हो
 गये हैं। फ़ारसी में हिन्दी शब्दों को मिताबट महमूद राजनवी
 6 जमाने से शुरू हुई۔ उस जमाने के कवियों और लेखकों
 जैसे फ़िरदौसी, उन्सरी, फ़रखी, असदी और सनाई ने
 गोतवाल, नौबहार, लगन, कतारा, कटार, चन्दन और
 ानी—शब्दों का प्रयोग किया है। दूसरे ईरानी शायरों ने
 गो हिन्दी लफ्ज इस्तेमाल किये हैं जरा उनकी बानगी देखिये:
 अगर, राबत, प्रायक, सेबती, मीलभी बघेरह۔

फ़ारसी अबान के सबसे पहले रूप देने वाले इंसल-
 वादख़िखी थे۔ रोदकी को सुस्तान-बस-शोरा कहा जाता है۔

”ہند کے زبانوں میں سے ایک اور زبان ہے۔
 ہند کے زبانوں میں سے ایک اور زبان ہے۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔
 میں اس کا کچھ سمجھتا ہوں اور اس کی بات کر رہا ہوں۔

میں عشق کا بندہ ہوں اور دونوں جہان سے آزاد ہوں
 میرے دل کی تختی پر سوائے میرے پریم پرمانا اف
 کے سوا کوئی دوسرا اکثر نہیں لکھا۔
 میں کیا کروں میرے گرد لے مجھے کوئی صومرا اکثر سکھایا
 ہی نہیں۔“

ہاشا اور سامیہ

ہند ایرانی ہاشا سمرہ میں کچھ سمان خاصیتیں ہیں جس
 کی وجہ سے ہند اور ایرانی ہاشا گروہ آریہ ہاشا گروہوں
 سے ایک علیحدہ ہستی رکھتا ہے۔ ہند ایرانی گروہ میں تین
 پہلوانی سمرہ کی جگہ صرف ایک آکر ہے۔ دونوں میں
 آداسین سمرہ کی جگہ آکر ہے۔ آنتسم ر ل کا ہند ایرانی گروہ
 میں ابھن ملتا ہے۔ ہاشا ویشکھیں کا وچار ہے کہ یہ دونوں
 آنتسم ہند ایرانی میں رو اور لو ہو گئے ہیں۔ پہلی شریلی کے
 کٹھنہ اسپرہ ہند ایرانی گروہ میں کا، کھا، کا، کھا سے ہی، شہ، ز
 وہ میں بدل گئے۔

پراچین ایرانی اور ویدوں کی ہاشا میں اتنا سامیہ ہے کہ
 تھوڑی سی تبدیلی سے ایک دوسرے میں بدل جاتی ہے۔
 ہالگی کے طور پر اوستا کی ایک ہلکتی سنیں...

”ہوں یگھا پوتھرم تو روئم ہوئم بندایتا مشہور“

اب اس کا سنسکرت روپا قدر سنیں :

”یوتھا پتھرم تووئم سوئم ونڈیت متریہ۔“

ایرانی کی دو آپ شاخائیں پراچین کال میں ملتی ہیں
 —ایک ‘پرش’ اور دوسری ‘اوستی’۔ اسی ہاشا کا کئی
 شاخائی والا روپ پہلوی ہے۔ اس کی ایک شیلی میں سلمی
 لفظوں کی بھرمار ہے۔

ایران کے ساتھ ہندوستان کے گہرے کلتھری سمبندھوں کی
 وجہ سے بھارت کی صوبائی زبانوں کے اور خاص طور پر ہندی
 کے بہت سے شبد فارسی زبان میں داخل ہو گئے ہیں۔
 فارسی میں ہندی شبدوں کی ملاوت محمود غزنوی کے زمانے
 سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے عربی اور لکھنوی جیسے فردوسی
 عنصری، فرخی، اسدی اور ثنائی نے—’نوتوال‘، ’نوبہار‘، ’اکن‘، ’کٹار‘
 کٹار، چندن اور پانی—شبدوں کا پروک کیا ہے۔ دوسرے ایرانی
 شاعروں نے جو ہندی کے لفظ استعمال کئے ہیں ذرا ان کی
 ہانگی دیکھئے : ساگر، راوت، پاک، سہوتی، مونشوی وغیرہ۔

فارسی زبان کے سب سے پہلے روپ دینے والے حلال
 ہاشا ہی ہے۔ روڈکی کو ’سلطان احمدہ‘ کہا جاتا ہے۔

ہزار کے ہزاروں میں جس نام دہائی 'عصری' لکھی ہے
 پورچوئی اور لکھی کے ہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا فارسی
 نام 'فرہوسی' تھا جس نے پراچین ایران کی شان کو پھر سے چکا
 لکھ کر دیا۔

प्राचीन ईरानी कलचर की यह बेदारी महज शेर-शायरी तक ही मझपूष नहीं रही. फाराबी, इब्न सीना, अबुरेहान, अकबरेल्लनी जैसे बड़े बड़े फिलासफर इसी जमाने के थे. तसन्नूफ के फूल सबसे पहले ईरान में ही खिले. शुरु के सूक्तियों में इशाहीम अजम, अहमद खजबिया, अबुअली शकीक, यहिया बिन मआज, फुजैल बिन अयाज, मारूफ करखी, अबुल हुसेन नूरी और बायजीद विस्तामी के नाम इज्जत से याद किये जाते हैं.

रुद्धियों और कर्मकांड के बन्धनों से मुक्त इन सदियों की आजाद ख्याली की बानगी देखिये:

**"दिल बरस्त आवर कि हउजे अकररस्त
अबु हजारों काबा यक दिल बेहतरस्त!"**

**“काबा बुनगाहे जलसीके बाजरस्त
दिक गजरगाहे जलसीके चकवरस्त !”**

“दिया तबालो दिखो कुन कि काबए मझक्रीस्त
कि जाँ पखीख बिना कहीं ई’ कदा ज़द साफ़त।”

यानी—“किसी के दिल को हाथ में ले,
क्यों कि यही सबसे बड़ी हज़्ज है
हज़ारों कार्यों से एक दिल बदकर है।”

“काबा तो आज़र के बेटे बलील का कायम किया हुआ है और दिस अस्ताह के भाने जाने की जगह है।”

“ए मेरे दिल ! दिलों की परीक्षा कर, उनमें ही काबा
 छिपा हुआ है, वह पत्थर का काबा तो खलील का बनाया
 हुआ है और यह दिल के अन्दर का काबा खुद खुदा का
 बनाया हुआ है,”

तसञ्चुक्र और वेदान्त

आइये इस तसव्वुक्त या वेदान्त के नये दौर पर ज़रा हम-गौर करें. यह दौर ज्ञान की खोज का दौर था. भारत के छे वैदिक दर्शनों में से आखिरी दर्शन उत्तर मीमांसा यानी वेदान्त है. वेदान्त के मुताबिक यह सारा विश्व माया से पैदा हुआ. यह सब एक भोखा है. परमात्मा यानी ब्रह्म ही असल हकीकत है. शुरू में वही वह था और अपनी ही जोत यानी अपने ही जूर से रोशान था. उसी से यह क्रुदरत बजूद में आई और लाखों करोड़ों रूप बने. पर है यह सब माया यानी फरेक, और असल बजूद यानी असलियत एक ही है.

پراچین ایرانی کلچر کی یہ بھاری محض شعروشاعری تک
 ہی محدود نہیں رہی۔ ناری، ابن سینا، ابو یحیٰ، ابودونی
 جیسے بڑے بڑے فلسفہ ہی اسی زمانے کے تھے۔ تصرف کے
 پہل سب سے پہلے ایران میں ہی کہلے۔ شروع کے صوفیوں میں
 ابراہیم اعظم، احمد خروہ، ابو علی شافعی، ابن سینا، قنبل
 بن ایاز، معروف کرخی، عبدالحسین نوری، اور بایزید ہستانی
 کے نام عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

روزہ دہیں اور گرم کantz کے بلذہنوں سے ممت ! ان صدیوں کی
ازان خیمائی کی ہانکی دیکھئے :

دل بدست آورد که حج اکبرست
از هزاران کعبه یک دل بدست

کعبہ ہنگامہ خلیل آہستہ
دل گذرگاہ جلیل اکہوست !

دلا طواف دلائل کن کہ کعبہ مہینہ
کہ اُس خلیل بنا کردہ اہن خدا خود ساخت

یعنی۔ ”کسی کے دل کو ہاتھ میں لے“
کیونکہ یہی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

ہزاروں کمپوں سے ایک دل بڑھکر ۛ

”کعبہ تو آذر کے بیٹے خلیل کا قایم کیا ہوا ہے

اور دل اللہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔“

”اے میرے دل دلوں کی پریکرمہ کر: اُن میں ہی کعبہ چھپا ہوا ہے، وہ پتھر کا کعبہ تو خلیل کا بنایا ہوا ہے اور یہ دل کے اندر کا کعبہ خد خدا کا بنایا ہوا ہے۔“

تصوف اور ویدانت

آئندہ اس تصوف یا ویدانت کے نقطہ دور پر ذرا ہم غور کریں۔
 یہ دور گیان کی کھوج کا دور تھا۔ یوارت کے چہ ویدک درشنوں
 میں سے آخری درشن اُتر مہمانسا یعنی ویدانت ہے۔ ویدانت
 کے مطابق یہ سارا رشو مایا سے پیدا ہوا۔ یہ سب ایک دھوکا
 ہے۔ پر ماتما یعنی برہم ہی اصل حقیقت ہے۔ شروع میں وہی
 وہ تھا اور اپنی ہی جدت یعنی اپنے ہی نور سے روشن تھا۔ اُسی
 سے یہ قدرت وجود میں آئی اور لاکھوں کروڑوں روپ بنے۔ پھر
 یہ سب ملیا۔ یعنی فریب اور اصل وجود یعنی اصلیت ایک
 رہی ہے۔

میں نے یہی سوچا کہ اگر وہ حقیقی رہے تو وہی دیندار ہو۔
 ان کے دل کے لیے جو دین داری کا ایک ذریعہ ہے۔“

مجاہدین اور پرم دھرم

آپس کے اسی میلان سے وہ گہری دھارا بہ نکلتی
 جسے دنیا مجاہدین اور پرم دھرم کے نام سے
 جانتی ہے اور یہ مجاہدین اور پرم دھرم ہے کیا؟
 دنیا کی آوازیوں سے دل کو ہٹانا، جو مل گیا اس
 پر سنبھال کرنا، آدمی آدمی سے ملنا کرنا،
 ہمتا ہمتا یا تو لڑنا، جنہوں نے دنیا کو
 سنبھال دیا ہے ان کا سب سے بڑا کام، گرو یا پیر کی عزت
 کرنا، یہی پرم دھرم کا نچوڑ تھا۔

ان پرم دھرمی صوفیوں کے سرور مصلوہ ہے، جو ایک
 ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ کہہ سکتے—
 ”انالہی“ یعنی میں ہی دھرم ہوں۔“ اسی مقام پر پہنچ کر ہائیزد بسمانی
 نے کہا تھا ”سبکداری ما اعظم شانی“۔ ایران کے مشہور صوفیوں میں
 نربادین عطار، ابولمؤد صناعی اور سب میں بزرگ اور پرم
 دھرم کے سرتاج مولانا جلال الدین رومی ہوتے تھے۔ ہندوستان
 میں کبیر، نانک، دادو، تکارام، مہین الدین چشتی، بابا فرید
 رجب، سرمد اور داراشکوہ نے اور باہر سے آئے شمس تبریز نے
 اس پرم دھرم کو پہنچایا۔ اس سے سب سے شوم، سندرم کے وہ
 پائے تیار ہوئے جن کو دیکھ کر آج بھی ہماری رگوں میں خون
 نیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔ اسی دل سے وہ جذبہ، وہ وجہ
 (وہ ہواؤں نہیں پیدا ہوئیں جنہوں نے کچھ دنوں کے لئے کروڑوں
 ہندوستانوں کے دلوں سے دوزی کو مٹا دیا۔

پرم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے
 ہیں :

مذہب عشق اور پرم دھرم

اپس کے اسی میلان سے وہ گہری دھارا بہ نکلتی
 دنیا مذہب عشق یعنی پرم دھرم کے نام سے پکارتی ہے اور یہ
 مذہب عشق یا پرم دھرم ہے کیا؟ دنیا کی خواہشوں سے دل
 کو ہٹانا، جو مل گیا اسی پر سنبھال کرنا، آدمی آدمی سے
 ملنا کرنا، ہمتا ہمتا یعنی روح کل سے مل لگانا، جنہوں نے دنیا کو
 سنبھال دیا ہے ان کا سب سے بڑا کام، گرو یا پیر کی عزت کرنا،
 یہی پرم دھرم کا نچوڑ تھا۔

پرم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے
 ہیں :

”موسم آداب داناں دیکراند

عاشقان سوز دروہاں دیکراند

”ہلداں را اصطلاح دادہ اند

سلاہیاں را اصطلاح دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

لے ہوائے فصل کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتحد است

عاشقان از مذہب و ملت خداست“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لفظ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پرم دھرم، جن کے اندر ہر کی ایک لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندوستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے۔“

پرم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم
 فرماتے ہیں :

”موسیٰ آداب داناں دیکراند

عاشقان سوز دروہاں دیکراند

”ہلداں را اصطلاح دادہ اند

سلاہیاں را اصطلاح دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

لے ہوائے فصل کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتحد است

عاشقان از مذہب و ملت خداست“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لفظ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پرم دھرم، جن کے اندر ہر کی ایک لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندوستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے۔“

हुके का जो अर्थ है कि प्रेम का अर्थ है...

एक को दूसरे से कलने के लिए नहीं वेस गया था.

प्रेम बर्न सब बर्नो' से अलग है.

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है."

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के ए प्रोत्साहन दिया. प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर कुरबान हो गया.

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"आशिको इश्क बुतो बुतगरो अरधारे कीस्त काबजो दैरो मसजिद हमजा तारीकीस्त !
गर दरवाई व चमने बहदते बकरंगी बी गौर कुन आशिको माशूको गुलोज़ार बकीस्त !
तर्क करदम काराहाए जुमला अज माबाए खेश नरे इकरा दीदाअम अज जेर ता बाबाए खेश !
गर तू भी प्रवाही बुनी हमशाँ जुदा अज जाए खुद ता बबीनी मजदरे हक जुम्ला सर ता पाए खेश !"

"आशिक और इश्क, मूर्ति और मूर्तिकार कौन है ?

काबा, बुतखाना और मसजिद सब जगह अंधेरा है.

अगर तू बहदत की बकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशूक, फूल और कटि सब एक है."

मैं कवियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सबई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो कवियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सबई के ज़हर को देख सके."

न्द-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया. सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं. चन्द्रगुप्त मौर्य कई ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए. ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है. सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें त से ईरानी शब्द आते हैं. पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों लेख खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

सब को मारने के लिये भेजा गया था.

एक को दूसरे से प्यार के लिये नहीं भेजा गया था.

"प्रेम हम सब धर्मों से अलग है.

प्रेमी के लिये एक-खुदा ही अस् का दीन और खुदा ही अस् धर्म है."

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के ए प्रोत्साहन दिया. प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर कुरबान हो गया.

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"عاشقو عشق بت و بتگرو عیاره کیست

کعبه و دیو و مسجد همه جا تاریکست !

گر در آئی به چمن وحدت یکرنگی بین

غور کن عاشق و معشوق گل و خار یکست !

"ترک کردیم چارهائے جمله از ماوائے خویش

نور حق را دیده ام از زیر تا بالائے خویش !

گر تو می خواهی چنیں همه شاں جدا از جائے خون

قابه بینی مظهر حق جمله سر تا پائے خویش !"

"عاشق और عشق, मूर्ती और मूर्तिकार कौन है ?

कعبे, बेत खाने और مسجد सब जगह अंधेरा है.

अगर तू وحدत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पायेगा कि आशिक और माशूक, फूल और कटि सब एक हैं."

मैं कवियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सबई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो कवियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सबई के ज़हर को देख सके."

हंद-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया. सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं. चन्द्रगुप्त मौर्य कई ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए. ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है. सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें त से ईरानी शब्द आते हैं. पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों लेख खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

سلسلہ۔ भारत کی مूर्तिकلا پر بھی ایرانی असर साफ़ दिखाई देता है, भारत में सूर्य की जो सब से पुरानी मूर्ति मिलती है वह पहली सदी ईस्वी की बनी हुई है। उसके शरीर पर ईरानी कुरता, चौड़ीदार पाजामा, पांव में ऊंचे पशियाई जूते, सिर पर इरानी टोपी और कमर से इस्फ़हानी खंजर लटकता हुआ दिखाया गया है। उससे पहले किसी भी हिन्दुस्तानी देवता का यह लिबास नहीं पाया जाता। हिन्दुस्तान की सरजमीन पर सदियों के बिछड़े ईरानी और हिन्दुस्तानी भाई फिर एक साथ प्रेम और मुहब्बत से गले मिले।

सुरालों के जमाने में ईरानी कलाकारों ने हिन्दुस्तान की कौमी चिन्द्गी के सब अंगों को अपनी कला के तोहफे में दे दिए। इस ईरानी और हिन्दुस्तानी कला के संगम के शानदार नतीजे हमें हिन्दुस्तान की फ़ने तामीर (निर्माण कला) तस्वीर साजी, (चित्र कला), साहित्य और संगीत में देखने को मिलते हैं। ईरानी और भारतीय निर्माण कला ने मिलकर दुनिया की सब से खूबसूरत इमारत ताजमहल को तामीर किया। भारतीय इमारतों में सरो के पेड़, फूलों के गमले, फल, मधु के प्याले, गुलाबजल की सुराहियां सब ईरान की देन हैं। अंगूरी बेल का डिजाइन भी ईरानी है। राजपूत चित्रकला पर हमें बहुत साफ़ ईरानी असर दिखाई देता है। हिन्दी और फ़ारसी के मेल से एक नई ख़बान उर्दू पैदा हुई। हिन्दुओं और मुसलमानों ने मिलकर इसके साहित्य का चमकाया। सुरालों के जमाने में ईरानी संगीत भी भारत आया। दोनों संगीतों के मिलन से नई नई राग रागनियां पैदा हुईं। ईरानी और भारतीय कलाकारों ने मिलकर रागों का तरतीब और स्थान मुक़रर किया—मैरां, परच, सोहनी, सिन्धी, पीलू और मैरवी आदि राग धार्मिक भजनों के लिए और दरबारी, मालकोष, मल्हार और दुर्गा राज दरबारों में गाए जाने के लिए तय हुए। अकबरी दरबार में नृत्य और गान विद्या के अनेकों ईरानी कलाकार थे। भारतीय सप्तक में—सा, रे, ग, म, प, ध, नी हैं तो ईरानी सप्तक में—यक, दो, से, चहार, पंच, शष, हफ़्त हैं। गायन में ईरानी स्वर माधुर्य पर जोर देते थे तो भारतीय लय पर। दोनों की मिलाबट से भारत के संगीत में लय और स्वर माधुर्य दोनों चमक उठे।

संगीत के इस आपसी मेलजोल ने ईरानी संगीत पर भी काफ़ी असर डाला।

ईरान का राजकाजी सिलसिला

जिस तरह आध्यात्मिक, सांस्कृतिक, साहित्यिक और दार्शनिक क्षेत्रों में बड़ी से बड़ी हस्तियाँ ईरानी आकाश में चमकी, उसी तरह राजकाजी क्षेत्र में भी अशोक, हर्ष और अकबर की तरह ईरान में कुब, दारा और अबुसीरवा

। भारत की मूर्तिकला पर भी ایرانی असر واضح دکھائی دیتا ہے۔ भारत میں سورج کی جو سب سے پुरانی مورتی ملتی ہے وہ پہلی صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے شہر پر ایرانی کورتا، چوڑیدار پاجامہ، پاؤں میں اونچے پشیانی جوتے، سر پر ایرانی ٹوپی اور کمر سے اسفہانی خنجر لٹکتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ اس سے پہلے کسی بھی ہندوستانی دیوتا کا یہ لباس نہیں پایا جاتا۔ ہندستان کی سرزمین پر صدیوں کے بچھے ایرانی اور ہندوستانی بھائی پر ایک ساتھ پریم اور محبت سے گلے ملے۔

منہوں کے زمانے میں ایرانی کلاؤں نے ہندستان کی قومی زندگی کے سب اکنوں کو اپنی کلا کے تحت بیٹھ گئے۔ اس ایرانی اور ہندوستانی کلا کے سنگم کے شاندار نتیجے ہیں ہندستان کی فن تعمیر (نرمان کلا) تصویر سازی (چتر کلا) سادھتہ اور سنگیت میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایرانی اور ہارتیہ نرمان کلا نے ملکر دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت تاج محل کو تعمیر کیا۔ ہارتیہ عمارتوں میں سروں کے پتے، پھولوں کے گلے، پل، مچھو کے پیالے، گلاب جل کی صراحیاں سب ایران کی دیں ہیں۔ انگریزی بیل کا ڈیزائن بھی ایرانی ہے۔ راجپوت چتر کلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ ہندی اور فارسی کے میل سے ایک نئی زبان اردو پیدا ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے ملکر اس کے سادھتہ کو چمکایا۔ منہوں کے زمانے میں ایرانی سنگیت بھی بھارت آیا۔ دونوں سنگیتوں کے ملن سے نئی نئی راگ راگنیاں پیدا ہوئیں۔ ایرانی اور ہارتیہ کلاؤں نے ملکر راگوں کی ترتیب اور استھان مقرر کیا—بھدروں، پرچ، سوہلی، سندھی، پھلو اور بھدروی اسی راگ دھارمک بھجनों کے لئے اور درباری، مالکوہ، ملہار اور درگا راج درباروں میں گائے جانے کے لئے طے ہوئے۔ اکبری دربار میں نرتیہ اور گن ودیا کے انیکوں ایرانی کلاکار تھے۔ ہارتیہ سہتک میں—سا، رہ، گا، ما، پا، دھا، نی، ہیں تو ایرانی سہتک میں—یک، دو، سہ، چہار، پنچ، شش، ہفت ہیں۔ گین میں ایرانی سر مادھوریہ پر زور دیتے تھے تو ہارتیہ نے پر۔ دونوں کی ملوث سے بھارت کے سنگیت میں لہ اور سر مادھوریہ دونوں چمک اٹھے۔

سنگیت کے اس آپسی میل جول نے ایرانی سنگیت پر بھی کافی اثر ڈالا۔

ایران کا راجکاجی سلسلہ

جس طرح آدھتاک، سانسکرتک، سادھتک اور دارشک چیتروں میں بڑی سے بڑی ہستیاں ایرانی آکھ میں چمکیں، اسی طرح راجکاجی چیتروں میں بھی اشوک، ہرہ اور اکبر کی طرح ایران میں کرد، دارا اور انشورول

نام اپنے سامنے رکھ کر، راجکاروں کی خدمت میں، نواہ
 کتا اور کتب خانوں کے لیے احکامات میں ہمیشہ یاد رکھ کر
 دیے۔ کتب خانوں سے جو کتابیں پہلے پیدا ہوئی۔ یونانی
 کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس نے اداروں اور پریم کی بنیادوں پر اپنی حکومت
 قائم کی۔ وہ خود اگنی یوجک تھا۔ پر اس نے جیروسلم میں
 یہودیوں کے مندر اور بابل میں دوک کے مندر پر سے ہوائے۔
 خود جیتے ہوئے دیہات کے ساتھ کرو کا ہوا۔ اتنے رحم اور محبت
 کا ہونا تھا کہ جس کی مثال اس سے پہلے کے کسی بادشاہ
 کی حکومت میں نہیں ملتی۔

عیسوی سے 522 برس پہلے دارا ایران کے تخت پر بیٹھا۔
 یونانی اسے تیریس کہتے ہیں۔ وہ دیوان اور رحمدل بادشاہ
 تھا۔ راجکار میں وہ بہت ہوشیار تھا۔ رعایا کا وہ سچا متکلف
 تھا۔ اس نے بڑی بڑی عمارتیں اور نہریں بنوائیں۔ سبزی کی
 نہر سب سے پہلے دارا نے ہی تیار کرائی۔ اس کا وہ زبردست
 پوشک تھا۔ اس کی حکومت میں سب کو پوری پوری آزادی
 تھی۔ پریم کی وہ موتی تھا۔ زرتشت کا وہ سچا انویائی تھا۔

عیسوی کی چھٹی صدی سن 531 ع میں ساسانی
 خاندان کا مشہور بادشاہ انوشیروان جسے نوشیروان بھی کہتے ہیں
 تخت پر بیٹھا۔ انوشیروان ایک ہوشیار سپہسالار، رحمدل حاکم
 چتر راجنیتیکہ اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ یونان اور ہندستان
 کے بڑے بڑے عالم اس کے دربار میں رہتے تھے۔ وہ مذہب والوں
 کے ساتھ وہ بڑی اداروں سے پیسے آتا تھا۔ کلیمینٹ وھارت کے
 مطابق انوشیروان کا دربار زرتشتی، بودھ اور عیسائی دھرموں کا
 ایک مندر ملاپ گھر تھا۔ اسلام کے پیغمبر حضرت محمد بڑے فخر
 کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ”میں عدل پسند انوشیروان کی شہنشاہیت
 کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں۔“

632 ع میں ایران پر عربوں کی حکومت قائم ہوئی۔
 سیاسی طور پر ایران کی آزادی چلی گئی مگر علمی اور کلتوری
 نگاہ سے ایران اپنے حملہ آوروں کے اوپر چھا گیا۔ ایران کے
 عالموں نے اسلام کو اپنی اداروں، اپنے فلسفے اور پریم دھرم سے چار
 چاند لگائے۔ سائنس، حکمت، فنکار، ادب، دھرم شاستر
 گنوت، دیباچن سب میں ایرانی ودوان تھوڑے ہی دنوں میں
 عربوں سے بڑھ گئے۔ ابوسینا، عمرخیم، فردوسی، شیخ سعدی
 حافظ، سہروردی، جامی اور رومی جیسے مہاپرش اسی زمانے میں
 پیدا ہوئے۔ سن 1500 میں مغربی خاندان کے جھانڈے کے نیچے
 ایران میں ایرانیوں کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ سن 1907
 میں ایران میں جن تندر حکومت کے ماتحت ایک پارلیمنٹ
 بنی۔ سن 1921 میں رضا شاہ پہلوی نے ایران میں اپنی آزاد

عیسوی سے 522 برس پہلے دارا ایران کے تخت پر بیٹھا۔
 یونانی اسے تیریس کہتے ہیں۔ وہ دیوان اور رحمدل بادشاہ
 تھا۔ راجکار میں وہ بہت ہوشیار تھا۔ رعایا کا وہ سچا متکلف
 تھا۔ اس نے بڑی بڑی عمارتیں اور نہریں بنوائیں۔ سبزی کی
 نہر سب سے پہلے دارا نے ہی تیار کرائی۔ اس کا وہ زبردست
 پوشک تھا۔ اس کی حکومت میں سب کو پوری پوری آزادی
 تھی۔ پریم کی وہ موتی تھا۔ زرتشت کا وہ سچا انویائی تھا۔

عیسوی کی چھٹی صدی سن 531 ع میں ساسانی
 خاندان کا مشہور بادشاہ انوشیروان جسے نوشیروان بھی کہتے ہیں
 تخت پر بیٹھا۔ انوشیروان ایک ہوشیار سپہسالار، رحمدل حاکم
 چتر راجنیتیکہ اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ یونان اور ہندستان
 کے بڑے بڑے عالم اس کے دربار میں رہتے تھے۔ وہ مذہب والوں
 کے ساتھ وہ بڑی اداروں سے پیسے آتا تھا۔ کلیمینٹ وھارت کے
 مطابق انوشیروان کا دربار زرتشتی، بودھ اور عیسائی دھرموں کا
 ایک مندر ملاپ گھر تھا۔ اسلام کے پیغمبر حضرت محمد بڑے فخر
 کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ”میں عدل پسند انوشیروان کی شہنشاہیت
 کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں۔“

632 ع میں ایران پر عربوں کی حکومت قائم ہوئی۔
 سیاسی طور پر ایران کی آزادی چلی گئی مگر علمی اور کلتوری
 نگاہ سے ایران اپنے حملہ آوروں کے اوپر چھا گیا۔ ایران کے
 عالموں نے اسلام کو اپنی اداروں، اپنے فلسفے اور پریم دھرم سے چار
 چاند لگائے۔ سائنس، حکمت، فنکار، ادب، دھرم شاستر
 گنوت، دیباچن سب میں ایرانی ودوان تھوڑے ہی دنوں میں
 عربوں سے بڑھ گئے۔ ابوسینا، عمرخیم، فردوسی، شیخ سعدی
 حافظ، سہروردی، جامی اور رومی جیسے مہاپرش اسی زمانے میں
 پیدا ہوئے۔ سن 1500 میں مغربی خاندان کے جھانڈے کے نیچے
 ایران میں ایرانیوں کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ سن 1907
 میں ایران میں جن تندر حکومت کے ماتحت ایک پارلیمنٹ
 بنی۔ سن 1921 میں رضا شاہ پہلوی نے ایران میں اپنی آزاد

عیسوی سے 522 برس پہلے دارا ایران کے تخت پر بیٹھا۔
 یونانی اسے تیریس کہتے ہیں۔ وہ دیوان اور رحمدل بادشاہ
 تھا۔ راجکار میں وہ بہت ہوشیار تھا۔ رعایا کا وہ سچا متکلف
 تھا۔ اس نے بڑی بڑی عمارتیں اور نہریں بنوائیں۔ سبزی کی
 نہر سب سے پہلے دارا نے ہی تیار کرائی۔ اس کا وہ زبردست
 پوشک تھا۔ اس کی حکومت میں سب کو پوری پوری آزادی
 تھی۔ پریم کی وہ موتی تھا۔ زرتشت کا وہ سچا انویائی تھا۔

हिन्दुस्तान काचम की. ईरान के मौजूदा शाहनेशाह मोहम्मद
शाह पहलवी उन्हीं के बेटे हैं. दो करोड़ बीस लाख
आबादी वाला यह प्राचीन एशियाई देश अपनी 80 फी
सदी किसानों की आबादी को तराक़ी के रास्ते पर आगे
बढ़ा रहा है. उसके रेगिस्तानी इलाकों में तेल का बेअन्त
खज़ीरा है. हिन्दुस्तान की तरह यूरोप की साम्राज्यवादी
ताक़तों ने उसे हैरान और परेशान कर रखा है. लेकिन
हज़ारों वर्ष की शानदार ख़िन्दगी के फ़ीमती तजुर्बे उसके
पास हैं, जिनकी रोशनी में वह अपने लिए सही और मुना-
सिब रास्ता निकाल रहा है, और जरूर निकालेगा. ईरान
और हिन्दुस्तान दोनों को अपनी क़दीम मुहब्बत और दांस्ती
को फिर से मजबूत और ताज़ा करना है. शाह ईरान की
आमद के मौक़े पर ईरान के मशहूर आलिम और आजकल
हिन्दुस्तान में ईरान के राजदूत हिज़ एक्सेलैन्सी डाक्टर
अली असग़ार हिकमत के पैग़ाम का एक जुज़ हम आपके
ख़ामने पेश कर रहे हैं—

“पिछली सदियों में अगरचे हिन्दुस्तान में ईरानी कला और साहित्य की आवाज़ बढक्रिस्मती से ख़ामोश होकर किसी दरजे याद से बाहर हो गई थी, खुदा का शुक्र है कि हिन्दुस्तान के अगुवाओं की कोशिशों से उसमें फिर से एक जान बिखाई दे रही है. हिन्दुस्तान आज फिर से एक आज़ाद और ताक़तवर देश है. मुलामी की जंजीरों को तोड़ कर वह फिर से अपनी पुरानी परम्पराओं, अपने प्राचीन ऐश्वर्य और अपनी पुरानी मित्रता को नए सिरे से हासिल करने की कोशिश कर रहा है.”

ईरान के माननीय राजदूत डाक्टर अली असगार विक्रमत के इस बयान से हम पूरी तरह सहमत हैं. शाहन-शाह ईरान की इस मुल्क में मैत्री-यात्रा का हम दिल से स्वागत करते हैं. हम उस दिन के इन्तज़ार में हैं जब हमारी पुरानी दोस्ती गहरी, मजबूत और ताज़ा होगी और भारत और ईरान की मुहब्बत के तराने ईरान की 19 हजार फीट ऊँची देमाबन्द की चोटियों और हिमालय के गगन-चुम्बी शिखरों पर गुँजेंगे और उसकी ध्वनि, प्रतिध्वनि सारी दुनिया को सुनाई देगी.॥

حکومت ایران کی ایرانی کے موجودہ شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلی آنکھ کے بینے ہیں۔ دو کروڑ بیس لاکھ آبادی والا یہ پانچویں ایشیائی دیہی اپنی 80 فیصدی کسانوں کی آبادی کو ترقی کے راستے پر آگے بڑھا رہا ہے۔ اُس کے ریگستانی علاقوں میں تیل کانے اُمف ذخیرہ ہے۔ ہندستان کی طرح یورپ کی سامراجی طاقتوں نے اُسے حقراں اور پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن ہزاروں ورہ کی شاندار زندگی کے قیمتی تجربے اُس کے پاس ہیں، جنگی روشنی میں وہ اپنے لئے صحیح اور مناسب راستہ نکل رہا ہے اور ضرور نکالے گا۔ ایران اور ہندستان دونوں کو اپنی قدیم محبت اور دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ کرنا ہے۔ شاہ ایران کی آمد کے موقع پر ایران کے مشہور عالم اور آجکل ہندستان میں ایران کے راجہ دوت ہڑ ایکسپینسی ڈاکٹر علی اسفر حکمت کے پیغام کا ایک جزو ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

”بچہلی صدیوں میں اگرچہ ہندستان میں ایرانی کلا اور
 سائنس کی آواز بدقسمتی سے خاموش ہو کر کسی درجہ یاد سے
 باہر ہو گئی تھی، خدا کا شکر ہے کہ ہندستان کے اگر لوگوں کی
 کششوں سے اُس میں پھر سے ایک جان دہائی نہ رہی ہے۔
 ہندستان آج پھر سے ایک آزاد اور طاقتور دیس ہے۔ غلامی کی
 زنجیروں کو توڑ کر وہ پھر سے اپنی پرانی پرہیزگاروں، اپنے پراچین
 ایشوریہ اور اپنی پڑائی متروک کو نئے سرے سے حاصل کرنے کی
 کوشش کر رہا ہے۔“

ایرلن کے مانڈیہ راج پوت قادر علی اسعر حکمت کے اس بیان سے ہم پوری طرح سہمت ہیں۔ شہنشاہ ایرلن کی اس ملک میں میٹری پائرا کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔ ہم اُس دن کے انتظار میں ہیں جب ہماری پرانی دوستی گہری، مضبوط اور قارۂ ہوگی اور بھارت اور ایرلن کی محبت کے تارے ایران کی 19 ہزار فیٹ اونچائی دیا بند کی چوٹیوں اور ہمالیہ کے گنگ چوٹی شہروں پر گونجنے لگیں اور اُس نئی دھونی، پر نئی دھونی ساری دنیا کو سنائی دے گی۔ ❁❁

शराहनशाह ईरान और मलका सोरइया की मैत्री-यात्रा के मौके पर 15 फरवरी को दिल्ली और काशमीर रेल्वे स्टेशनों से प्रसारित.

(बाल इच्छा रोकिया गई दिल्ली के सौजन्य से)

۱۵ فروری کو دلی اور کشمیر رہنماؤں کی میٹنگ کے موقع پر

(۱) ان القضاہ ویدیو نشی دلی کے سرچاہہ سے)

चीनी अदब (साहित्य) पर एक सरसरी नज़र

چینی ادب (ساختہ) پر ایک
سرسری نظر

डाक्टर लतीफ़ दफ्तरी एम० ए०, डी० फ़िला० (आक्सन)

ڈاکٹر لطیف دفتوری ایم . اے . پی . ایچ . (افسر)

पिछले 15 बरस से एशियाई मुल्कों के लोग चीन की सियासी (राजनैतिक) उथल-पुथल को हमदर्दी के साथ देखते रहे हैं। चीनी आजादी की जङ्ग के साथ हम पूरबवालों ने हमेशा से एक अपनापा महसूस किया है। सन् 1857 में चीन की टीएण्डजिन की सुलह, हिन्दुस्तान की इनकलाबी बराबत और ईरान में नेहेबन्द की साजिशों साम्राज्यादी जंजीर की मुक्तलिफ कड़ियाँ थीं जिससे समूचे एशिया को गुलामी के बन्धनों में बाँध लिया गया। ये तीनों ही मुल्क हजारों बरस पुरानी तहजीब के दावेदार हैं। तीनों ने ही हजारों बरस तक एक दूसरे के साथ कल्चरल लेन-देन किया है। इस लेख में मैं चीनी कल्चर, चीनी अदब (साहित्य), चीनी जनता और चीनी इस्लाम के भण्डार पर एक बसीअ (बिस्तृत) नजर डालना चाहूँगा। एशियायी होने के नाते मेरा यह पतक्काव (विश्वास) है कि हिन्दुस्तान, चीन और ईरान की एकता एशियायी कल्चरों की वह त्रिवेनी है कि जिसकी धारा में न सिर्फ एशिया को बल्कि मुलसी हुई दुनिया को राहत मिलेगी। आज दुनिया की कल्चरल (सांस्कृतिक) बागडोर पच्छिम के खुद-गारज साम्राज्य देशों के हाथों में चली गई है पर हमें यह न भूलना चाहिये कि हजारों बरस तक हिन्दुस्तान, चीन और ईरान दुनिया के अरबों खरबों आदमियों को रास्ता दिखाते रहे हैं, कि जो रास्ता एटम बम का नहीं बल्कि आत्मा को शान्ति देनेवाला रूहानी रास्ता था। चीन के साथ आज हमें टूटी हुई कल्चरल कड़ी को फिर से जोड़ना है और उसकी तहजीब की बसअतआमेज शकल (बिराट रूप) के दर्शन करने हैं।

चीनी बोली और लिखावट

एशियाई ज़बानों में चीनी उस गिरोह की ज़बान है कि जिसका हर हरफ़ एक अलग माने रखता है और एक ही मटके में बोला जाता है। चीनी ज़बान दो साक अलग अलग हिस्सों में बँटी हुई है। बोलने की अलग, लिखने की अलग। चीनी बोली कोई अपने आप अलग पूरी बोली नहीं है बल्कि कई सूत्रों की बोलियों की मिलावट है, हालाँकि इन सभी बोलियों का विकास एक ही सोते से हुआ है।

پچھلے 15 برس سے ایشیائی ملکوں کے لوگ چھن کی سیاسی (راجنیتک) اُنہل پھل کو ہمدردی کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں۔ چینی آزادی کی جنگ کے ساتھ ہم یورپ والوں نے ہمسعہ سے ایک اپنا ہمسعہ بن لیا ہے۔ سن 1857 میں چھن کی فلاحوں کی صلح، ہندوستان کی انقلابی بغاوت اور ایران میں شہرہ کی سازشیں سامراجی وادی زنجیر کی مختلف کڑیوں تھیں جس سے چینی ایشیا کو غلامی کے بندھنوں میں باندھ لیا گیا۔ یہ تیلوں ہی ملک ہزاروں برس پرانی تہذیب کے دعویدار ہیں۔ تیلوں نے ہی ہزاروں برس تک ایک دوسرے کے ساتھ کلچرل لین دین کیا ہے۔ اس لیے کہ میں چینی کلچر، چینی ادب (ساعتیہ) چینی جنتا اور چینی علم کے پہلدار پر ایک وسیع (وسعت) نظر ڈالنا چاہوں گا۔ ایشیائی ہونے کے ناتے یہاں یہ اعتقاد (شواہد) ہے کہ ہندوستان، چھن اور ایران کی ایک ایشیائی کلچروں کی وہ ترویجی ہے کہ جس کی دھارا میں نہ صرف ایشیا کو بلکہ جہلسی ہوئی دنیا کو راحت ملے گی۔ آج دنیا کی کلچرل (سائنسرتک) ہاگڈور پچھم کے خوردغرض سامراجی دیشوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے یہ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہزاروں برس تک ہندوستان، چھن اور ایران دنیا کے اربوں لہروں آدمیوں کو راستہ دکھاتے رہے ہوں۔ یہ جو راستہ اب ہم کا نہیں بلکہ آتما کو شانتی دینے والا روحانی راستہ تھا۔ چھن کے ساتھ آج ہمیں ڈوٹی ہوئی کلچرل کڑی کو پھر سے جوڑنا ہے اور اس کی تہذیب کی وسعت آمیز شکل (وراثت روپ) کے درشن کرنے ہیں۔

چینی ہوائی اور لکھاؤٹ

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہو جانا ہے۔ چینی زبان دو صاف الگ الگ حصوں میں بنتی ہوئی ہے۔ ہوانہ کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی دنی اپنے آپ الگ پوری بولی نہیں ہے بلکہ کئی صوبوں کی بولوں کی ملوث ہے۔ حالانکہ ان سبھی بولوں کا لکنا ایک ہی سوئے سے ہوا ہے۔

پنجاب میں 'کھڑکی' بولی جاتی ہے۔ اس کے پڑوسی صوبہ میں لوگ 'کھڑا' بولی جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ہم اتر کی طرف بڑھتے ہیں میں 'کھڑا'، 'کھڑا' اور 'کھڑا' بولنے والے لوگ ملتے ہیں۔ اور زیادہ اتر میں 80 فیصد چینی 'مندان' زبان بولتے ہیں۔ مندان کی دو خاصیتیں ہیں—(1) یہ کہ 15 ویں صدی سے یہ چینی راجدھانی کی زبان رہی ہے اور (2) سرکاری خط و کتابت میں یہ زبان استعمال کی جاتی رہی ہے۔

اپنے پڑائوں کے لحاظ سے کھڑکی زبان بہت اہم ہے۔ لیکن سرکاری زبان رہنے کی وجہ سے مندان نے بے حد ترقی کر لی ہے۔ یہ بات غور کرنے لائق ہے کہ کھڑکی زبان اُس بہت شروع کی 'بابا آدم' کے زمانے کی 'چینی زبان' سے نکلی ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی بول چال کی اور لکھی جانے والی چینی کو جنم دیا۔ چینی زبان میں پہلے ہر خیال کو ظاہر کرنے کے لئے الگ الگ حروف تھے۔ کلفوسیس کے زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ لکھاوت (لپی) کی ایک چھوٹے دائرے میں حد بندی کی جائے۔ اسی زمانے میں کتابی زبان کے پیچ ہوئے گئے۔ لیکن اس سے اصل مقصد پورا نہیں ہوا۔ اس کوشش سے ایک ایسی بھاری بھرکم لکھاوت نکلی کہ جس میں بچے گئے دھرم گرتے پوتے کے پوتے بن گئے۔ مگر پھر بھی چینی ادب (ساہتہ) کی ترقی میں کلفوسیس کے زمانے کی یہ کوشش بڑے کام کی ثابت ہوئی۔

لکھاوت کی اس ترقی کے بعد اور چین میں چھائی کے لئے لکھی کے چھاپوں کی ایجاد کے بعد ادب (ساہتہ) ہمسکوار ہو گیا۔ اُس میں ایک پھیلاؤ اور چستی آگئی مگر اُس کے ساتھ ہی ساتھ دھرم گرتوں کی طرف لوگوں کی عزت (شردھا) اس قدر بڑھی کہ ساہتہ اور معمولی بول چال کی زبان میں کوئی واسطہ ہی نہیں رہ گیا۔

اسب (وزن مالا)

اسپ (وزن مالا)

چینی لکھاوت ہاوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا سہار کے ایک تصویری لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حرف کے ٹھیک محلہ نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ویدیشوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (آچان) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ مرنے طور پر چینی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خیالوں کو ظاہر کرنے والے (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے (3) جلسہ

چینی لکھاوت ہاوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا سہار کے ایک تصویری لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حرف کے ٹھیک محلہ نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ویدیشوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (آچان) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ مرنے طور پر چینی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خیالوں کو ظاہر کرنے والے (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے (3) جلسہ

کچھ عرصے تک رہی، (4) دوسری بات یہ ہے کہ، (5) یہی ہرکھ جو کسی دینی پویشی کے دوسرے لفظوں سے ملتا ہو۔

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جن کو لوگوں نے ان کی جگہ دھاریوں کے حساب کی نہیں تھی وہ ملا جانے لگے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی سی تھی کہ چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حروف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھ رہی تھی۔ چینی کے پہلے ہونے پر حصے کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

چینی ادب (ساختہ)

اور دوسرے پوری ادب (ساختہ) کی طرح چینی کے اپنے ساختہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہا) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفہیم (آپنا) کو چھوڑ کر چینی ساختہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساختہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوپ (سالمون) فلسفہ (دشمن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہا جس میں ہر طرح کا انتہا سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کشا) اور ہونگول شامل ہیں، آرٹ (کلا) اور سائنس (دیکھنا) تھا زبان کا علم (بھاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شبد سنگرہ) آتی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساختہ کیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

شاعری (کویتا)

شاعری (کویتا)

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساختہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظموں (کویتائیں) بھی، جنہیں ہم مثلاً (کھنڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظموں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آسمانوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھنڈ والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے دین دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھانوں

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جن کو لوگوں نے ان کی جگہ دھاریوں کے حساب کی نہیں تھی وہ ملا جانے لگے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی سی تھی کہ چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حروف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھ رہی تھی۔ چینی کے پہلے ہونے پر حصے کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جن کو لوگوں نے ان کی جگہ دھاریوں کے حساب کی نہیں تھی وہ ملا جانے لگے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی سی تھی کہ چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حروف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھ رہی تھی۔ چینی کے پہلے ہونے پر حصے کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

چینی ادب (ساختہ)

اور دوسرے پوری ادب (ساختہ) کی طرح چینی کے اپنے ساختہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہا) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفہیم (آپنا) کو چھوڑ کر چینی ساختہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساختہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوپ (سالمون) فلسفہ (دشمن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہا جس میں ہر طرح کا انتہا سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کشا) اور ہونگول شامل ہیں، آرٹ (کلا) اور سائنس (دیکھنا) تھا زبان کا علم (بھاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شبد سنگرہ) آتی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساختہ کیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

شاعری (کویتا)

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساختہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظموں (کویتائیں) بھی، جنہیں ہم مثلاً (کھنڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظموں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آسمانوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھنڈ والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے دین دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھانوں

کے کاموں کو توڑ کر آج شاعری لکھی جاتی ہے وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی ہے۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ (پروہ) ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 لی۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلیمنس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت لکھا گئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانڈکر 311 گیتوں کا ایک سوئدر مزمومہ (سفر) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب سے مشہور شاعر ای۔ ٹائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور نو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ ٹائی۔ یو۔ کو اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹے فرشتے' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شہ لکھوں) پر اُتاری گئیں۔

سورنگ حکومت میں راجاؤں کا بڑھاپا پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تھلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (مواند) کی کسی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سورنگ - ٹونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پرہ) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ - لہک) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (یرنہا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں ٹنگ - ہی اور چٹین - ٹونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

افسانے (وپیاسا)

شاہسکی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (ایپلوپس) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واہالہن) اپنی رنگی شکل میں درج (چکرت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانی (ایپلوپس) کا لکھا جانا توڑ پھڑ صدی سے

کے کاموں کو توڑ کر آج شاعری لکھی جاتی ہے وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی ہے۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ (پروہ) ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 لی۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلیمنس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت لکھا گئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانڈکر 311 گیتوں کا ایک سوئدر مزمومہ (سفر) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب سے مشہور شاعر ای۔ ٹائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور نو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ ٹائی۔ یو۔ کو اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹے فرشتے' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شہ لکھوں) پر اُتاری گئیں۔

سورنگ حکومت میں راجاؤں کا بڑھاپا پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تھلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (مواند) کی کسی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سورنگ - ٹونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پرہ) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ - لہک) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (یرنہا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں ٹنگ - ہی اور چٹین - ٹونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

شاہسکی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (ایپلوپس) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واہالہن) اپنی رنگی شکل میں درج (چکرت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانی (ایپلوپس) کا لکھا جانا توڑ پھڑ صدی سے

शुरू होता है। 17 वीं सदी में अफसाना नबीसी अपनी
 बाँटी पर पहुँची जब 'दुख-लोभ-मेरु' और 'लिम्बाओ चल'
 जैसे मराठूर अफसाने लिखे गये। इनमें से पहले उपन्यास के
 लिखनेवाले का पता नहीं चलता मगर वह कला के लिहाज
 से अच्छा लिखा गया है। प्रेम और परम्यन्त्र, दोलत और
 गुरबब, सादगी और कमीनेपन आदि मुखलिफ़ कैफ़ियतों
 की इतनी खूबसूरती के साथ कहानी में मलक दिखाई गई
 है कि पढ़कर लेखक की कलम घूमने की तबियत होती है।
 उपन्यास में करीब 400 पात्र हैं जिनके चरित्र को बड़ी
 खूबसूरती के साथ पेश किया गया है। उपन्यास में जगह
 जगह सतही गंवइयत (धामीखता) जरूर दिखाई देती है पर
 आजकल के उपन्यासों में जो एक जानलेवा सुभाव (पातक
 ब्यंजना) होता है वह उनमें न मिलेगा। 'लिम्बाओ चल' का
 लेख रु पु मुन लिख है जिसने उसे सन् 1679 ई० में लिखा।
 साहित्यिक लोग इसे साहित्यिक स्टाइल के लिये एक अम्रली
 नीष (बिचार कृति) समझते हैं। इसमें देहाती पात्रों की
 घरेलू खिन्दगी का सुन्दर और सही (वास्तविक) खाका है।

नाटक

चीन में उपन्यासों के साथ साथ ही नाटकों का लिखा जाना भी शुरू हुआ। नाटकों का दौर मंगोलों का वक्त (1260-1368 ई०) समझा जाता है हालांकि मामूली रूप में नाटक पुराने अदब (प्राचीन साहित्य) में भी मिलते हैं। एक बात यह कही जाती है कि चीनी साहित्य में मंगोल बादशाहों ने नाटकों का रिवाज डाला और इसलिये चीनी नाटकों की मध्य एशियाई बुनियाद है। लेकिन इस वक्त चीनी जनता नाटकों को बेहद पसन्द करती है। शायद दुनिया में चीनी जनता के बराबर दूसरी जनता नाटकों को इतना पसन्द नहीं करती। मंगोलों के जमाने के लिखे हुये करीब 100 नाटकों का एक मजमुआ सन् 1615 ई० में शायी हुआ था। एक दूसरा बड़ा (बृहत) संग्रह सन् 1845 में निकला जिसमें नाटकों को सरतीबवार (बर्गीकरण) करके उन्हें शाय किया गया।

तारीख (इतिहास)

प्राचीन (प्राचीन) जमाने के लिखे हुये चीनी इतिहासों में सबसे खास कन्फ्यूसियस का लिखा हुआ इतिहास है। यह पौराणिक राजा याओ (1357 ई० पू०-2205 ई० पू०) से शुरू होता है। यह बात क्राबिले गोर है कि उस वक्त भी चीन में लोग सिर्फ एक अस्ताह (एकेश्वरवाद) का मानते थे। याओ के आठ बरस बाद इमारत बनाने वाला राजा यु हुआ जिसने अवर्द्धत बाद आने के कारण राज भर में हथारों मील के दायरे में जो पाना भर गया था उसे बड़ी परकीश से बाहर निकाला। पच्छिमी लेखक इस क्रिस्ते को बाइबिल के Deluge (प्रलय) की कहानी से मिलाते हैं।

شرح عرفانہ . 17 ویں صدی میں افسانہ نویسی اپنی چوٹی پر پہنچی جب 'ہن لوسٹن' اور 'لہاؤ چل' جیسے مشہور افسانے لکھے گئے . ان میں سے پہلے افسانے کے لکھنے والے کا پتہ نہیں چلتا مگر وہ بلا کے لحاظ سے اچھا سمجھا گیا ہے . پریم اور شریمنتر ، دولت اور غربت ، سادگی اور شہنشاہ بن آدمی مختلف کیفیتوں کی انہی خوبصورتی کے ساتھ کہانی میں جھلک دکھائی گئی ہے کہ پڑھکر لیکھک کی قلم چومنے کی طبیعت ہوتی ہے . افسانوں میں قریب 400 پاتروں ہیں جن کے چتر کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے . افسانوں میں جگہ جگہ سطحی گفتگویت (گرامیٹکا) ضرور دکھائی دیتی ہے پر آجکل کے افسانوں میں جو ایک جان لہوا - جھاؤ (گھٹاک و بچنا) ہوتا ہے وہ ان میں نہ ملے گا . 'لہاؤ چل' کا لیکھک یو سن لن ہے جس نے اسے سن 1679ء میں لکھا . سائنٹیک لوگ اسے سائنٹیک اسٹائل کے لئے ایک عقلی چیز (چار کرتی) سمجھتے ہیں . اس میں دیہاتی پاتروں کی گھریلو زندگی کا سندر اور صحیح (راستہ) خاکہ ہے .

نای

چین میں آپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی نائٹوں کا لکھا جانا شروع ہوا۔ نائٹوں کا دور منگولوں کا وقت (1260-1368ع) سمجھا جاتا ہے حالانکہ معمولی روپ میں نائٹ پرانے ادب (پراچین سائٹیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی سائٹیہ میں منگول بادشاہوں نے نائٹوں کا رواج ڈالا اور اِس لئے چینی نائٹوں کی مدد سے آبیشائی ہنڈیا ہے۔ لیکن اِس وقت چینی، جنٹا نائٹوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شاید دنیا میں چنٹو، جنٹا کے برابر دوسری جنٹا نائٹوں کو اتنا پسند نہ ہوئی کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لئے ہوئے قریب 100 نائٹوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا بڑا (ورہت) سنکرا سن 1840 میں نکلا جس میں نائٹوں کو ترتیب وار (ورنگھن) کر کے انہیں شائع کیا گیا۔

تاریخ (اقبال)

قدیم (پراچین) زمانے کے لکھے ہوئے چٹیلی ایتھاس میں سب سے خاص کنفرمیسیس کا لکھا ہوا ایتھاس ہے۔ وہ پورا ایک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ 1357 ای۔ پو) سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اُس وقت بھی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکیشور وان) کو مانتے تھے۔ یاؤ کے آٹھ برس بعد عمارت بنائے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست ہارہ آلے کے کلون راجہ ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی بھر گیا تھا اُسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا۔ پچھلی لیکھک اِس قصہ کو ہائیل کے Deluge (پزل) کی کہانی سے ملاتے ہیں۔

دوسری عمر (جینی)

دوسری عمر میں ملنے والی جینی جہیزوں میں بھی لکھی گئی تھیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جہیزوں پر بڑے بڑے پوتے لکھے ہیں۔ جینی جہیزوں میں پیدائش کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پیدائش کا وقت نکالنا پڑتا ہے۔ جینی جہیزوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جغرافیہ (ہوگول)

جغرافیہ پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16ویں صدی میں پہلی بار جغرافیہ پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگول پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہندوؤں (ہستار) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

یاترا ورتانت

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھائیوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی اُمید تھی۔ اس اُمید کو پورا کرنے کی غرض سے سن 399ء میں فادیان گوبی کے رینگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لایا، ہندوستان کے آس پاس رہتا، ایک دو برس لکھا میں رک کر چین کے لیے روانہ ہوا اور 414ء میں جہاز سے واپس پہونچا۔

ہندوستانیوں کے نکتہ نظر سے ہونے والی یاترا کئی بار پور ہوئی۔ وہ چین میں سن 629ء میں رہا اور 645ء میں واپس پہونچا۔ اپنے ساتھ وہ 700 بڑے بھائی، مورتیاں، تسمیں اور یادگار لے گیا۔ واپس پہونچ کر وہ ان تمام بڑے بھائیوں کا جینی میں تسمیں کرنے میں لگا پڑا اور اپنی دیکھ بھال یاترا کو 'پنجی' کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

راجنیک (راجنیک)

سن 700ء سے 750ء کے درمیان میں جینی میں ایک بڑے بھائی (راجنیک) نے ایک بڑے بھائی (راجنیک) کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

دوسری عمر (جینی)

دوسری عمر میں ملنے والی جینی جہیزوں میں بھی لکھی گئی تھیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جہیزوں پر بڑے بڑے پوتے لکھے ہیں۔ جینی جہیزوں میں پیدائش کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پیدائش کا وقت نکالنا پڑتا ہے۔ جینی جہیزوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جغرافیہ (ہوگول)

جغرافیہ پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16ویں صدی میں پہلی بار جغرافیہ پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگول پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہندوؤں (ہستار) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

یاترا ورتانت

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھائیوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی اُمید تھی۔ اس اُمید کو پورا کرنے کی غرض سے سن 399ء میں فادیان گوبی کے رینگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لایا، ہندوستان کے آس پاس رہتا، ایک دو برس لکھا میں رک کر چین کے لیے روانہ ہوا اور 414ء میں جہاز سے واپس پہونچا۔

ہندوستانیوں کے نکتہ نظر سے ہونے والی یاترا کئی بار پور ہوئی۔ وہ چین میں سن 629ء میں رہا اور 645ء میں واپس پہونچا۔ اپنے ساتھ وہ 700 بڑے بھائی، مورتیاں، تسمیں اور یادگار لے گیا۔ واپس پہونچ کر وہ ان تمام بڑے بھائیوں کا جینی میں تسمیں کرنے میں لگا پڑا اور اپنی دیکھ بھال یاترا کو 'پنجی' کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

راجنیک (راجنیک)

سن 700ء سے 750ء کے درمیان میں جینی میں ایک بڑے بھائی (راجنیک) نے ایک بڑے بھائی (راجنیک) کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

کارڈ شمار. ۱۹۵۵ء میں 21 دیکھے گئے تھے۔ 15 دیکھے
 سرکاری سرکاری اور فیکٹریوں کے دروازے کرنے کی بات
 کی اور یہ دیکھے آوارہلوؤں اور کام کرنے والوں کے۔
 اسکی اسے آمدنی کی پختگی اس بات میں تھی کہ ایک
 خلیفہ خلیفہ ملک کے سامنے ہمیشہ رازی کا مسئلہ
 (مسئلہ) رہتا ہے جبکہ ایک کارخانہ دار ملک کو
 لیک لگاؤ کے وقت میں ہی غلے
 کی کسی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی وہ اس بات کے خلاف تھا کہ
 کھنڈر میں باہر سے بلے مال کے آنے پر کسی قسم کی
 بندھ لگائی جائے۔ اس کی اس دریا دلی کی وجہ یہ تھی
 کہ اسے اپنے دیہے کے بلے مال کی عمدگی پر پورا یقین تھا۔

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں مینیسٹرس نامک
 ایک مشہور چینی فلاسفر ہوا ہے۔ اسے حقوق تجارت پر ٹیکس
 لگانے کی صلاح دی۔ لیکن اس سے اس کی مراد کچھ راج کی
 آمدنی بڑھانا نہیں تھا بلکہ لوگوں کی کفلی ہٹا کر ان کی
 فیک اور آرتھک حالت کو سدھارنا تھا۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لاوتزے کا نام
 سب سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفے کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاس کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاس کے مقابلہ میں
 ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھتے ہوئے اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیش کے
 مطابق وہ شولاس کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لاوتزے کا نام
 سب سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفے کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاس کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاس کے مقابلہ میں
 ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھتے ہوئے اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیش کے
 مطابق وہ شولاس کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لاوتزے کا نام
 سب سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفے کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاس کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاس کے مقابلہ میں
 ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھتے ہوئے اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیش کے
 مطابق وہ شولاس کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لاوتزے کا نام
 سب سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفے کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاس کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاس کے مقابلہ میں
 ایک دھرم پریشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھتے ہوئے اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیش کے
 مطابق وہ شولاس کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

چینی साहित्य में वैद्यशास्त्र کے ऊپر बहुत سی کتابیں ہیں۔ ان تمام کتابوں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سین شون' کے نام سے سن 2698-2598 ع. پ. کے درمیان میں کیا گیا۔ چینی میں نیپاشی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بانم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنگ) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی آپریٹڈ شاسٹر 'سینٹوپا مڈیکا' اتنا پوانا ہے کہ لوگ اسے تاریخ سے ہی پوانا (پراگ ایتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درجوں کی گٹار انٹیک محنت کے بعد اس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578 ع. میں 'یہن تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور ہات ہے کہ چینی یہن تساو میں اصل (مولک) دواؤں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سبڈسٹ) ہے۔ ان میں 120 وشنائی (سنگھا، کچلا، آدو، زہریلی دواؤں) ہیں، 120 سورن آدی (سونا، چاندی، تانبہ، موتی، مرنکا، لسی کی ہسم) اور 120 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

خیتی

حالانکہ راجنیتیک اثر شاخ کے اصولوں پر چین میں حضرت عیسیٰ کی پیداوار سے صدیوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر ہائی کے آپریٹڈ ساہتہ میں کوئی مستند (پرومانک) کتاب 1200 ع. سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200 ع. میں چین نو نے ہائی بار کھیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے کیڑوں کے اوپر ایک بڑی سی کتاب لکھی۔ یہ کھیتی پر ویکھانک اور اسٹینڈرڈ کتاب ہوئی۔ سمرات ہوئی (1562-1634) نے لکھوائی۔ اس پستک کا نام 'چین-چوان-شو' ہے اور یہ چھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

چیتراکلا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چترک کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراختی (شوہن لیکھن) کی بھی چترک کے ساتھ ہی ساتھ ترکتی ہوئی۔ چترک پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانہ ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع. کے بیچ چینی سمرات نے چترک کے آپریٹڈ 'ہوان' ہو ہوا، نامک گرتہ ہوایا۔ اس کے مصلف (لیکھک) کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر اس میں 236 چینی چترکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چتروں کا اس میں سنگرہ ہے۔

شویکھ

چینی ساہتہ کی چوتھ ترقی نے یہ ضروری کر دیا، حوالہ (الیکم) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا (شوکی) کی رچنا کی جائے۔ نائی بن یوئی

چینی ساہتہ میں ویدیک شاسٹر کے آپریٹڈ میں کتابیں ہیں۔ ان تمام کتابوں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سین شون' کے نام سے سن 2698-2598 ع. پ. کے درمیان میں کیا گیا۔ چینی میں نیپاشی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بانم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنگ) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی آپریٹڈ شاسٹر 'سینٹوپا مڈیکا' اتنا پوانا ہے کہ لوگ اسے تاریخ سے ہی پوانا (پراگ ایتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درجوں کی گٹار انٹیک محنت کے بعد اس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578 ع. میں 'یہن تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور ہات ہے کہ چینی یہن تساو میں اصل (مولک) دواؤں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سبڈسٹ) ہے۔ ان میں 120 وشنائی (سنگھا، کچلا، آدو، زہریلی دواؤں) ہیں، 120 سورن آدی (سونا، چاندی، تانبہ، موتی، مرنکا، لسی کی ہسم) اور 120 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

چیتراکلا

حالانکہ راجنیتیک اثر شاخ کے اصولوں پر چین میں حضرت عیسیٰ کی پیداوار سے صدیوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر ہائی کے آپریٹڈ ساہتہ میں کوئی مستند (پرومانک) کتاب 1200 ع. سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200 ع. میں چین نو نے ہائی بار کھیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے کیڑوں کے اوپر ایک بڑی سی کتاب لکھی۔ یہ کھیتی پر ویکھانک اور اسٹینڈرڈ کتاب ہوئی۔ سمرات ہوئی (1562-1634) نے لکھوائی۔ اس پستک کا نام 'چین-چوان-شو' ہے اور یہ چھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

چیتراکلا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چترک کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراختی (شوہن لیکھن) کی بھی چترک کے ساتھ ہی ساتھ ترکتی ہوئی۔ چترک پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانہ ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع. کے بیچ چینی سمرات نے چترک کے آپریٹڈ 'ہوان' ہو ہوا، نامک گرتہ ہوایا۔ اس کے مصلف (لیکھک) کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر اس میں 236 چینی چترکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چتروں کا اس میں سنگرہ ہے۔

شویکھ

چینی ساہتہ کی چوتھ ترقی نے یہ ضروری کر دیا، حوالہ (الیکم) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا (شوکی) کی رچنا کی جائے۔ نائی بن یوئی

एक इसी समय का विद्वान्महोदय है (राजनीति विद्वान् नहीं) और वह 1000 ई० में लिखा गया, करीब चार सौ बरस के बाद एक दूसरा विश्वकोप 'यु आन लो ता सिपेन' सन 1408 ई० में शम्सी हुकुम से लिखा गया। इसमें कन्व्यू-सिबस के उपदेशों, इतिहास, दर्शन और आम साहित्य पर मुफ़्तिमल (बिस्वुत) इवाले मिलते हैं। तीसरा बड़ा विश्व-कोप 'तु सि पि चाक' सम्राट काक हि ने तैयार कराया पर उसके बारिस (उत्तराधिकारी) सम्राट युक चेक (1723-1736 ई०) ने इसे शायी (प्रकाशित) किया। इसमें हर तरह के इस्लामी इवाले देने की कोशिश की गई है, जैसे—तारा मन्जल, पृथ्वी, मनुष्य, कला, विज्ञान, फलसफा (दर्शन), सियासत (राजनीति) वगैरा।

चीनी साहित्य पर एक सरसरी नज़र डालने से ही चार बातें खास तौर पर दिखाई देंगी (1) उसकी क्रदाभूत (प्राचीनता), (2) इख़्तलाफ़ (विभन्नता), (3) मुस्तानद होना (प्रामाणिकता) और (4) ऊँचे उसूल (उच्च सिद्धांत-बादशाह). चीन में साहित्य की हज़ारों बरस के दौर में जो लगातार तरक्की हुई है, मुख़्तलिफ़ विषयों पर जिस वैज्ञानिक तरीक़े से किताबें लिखी गई हैं, ऐतिहासिक बाक़यात का जिस सही सही तरीक़े से बयान किया गया है और हर तरह के साहित्य को भेदपन से जिस तरह बचाया गया है—ये सब ऐसी बातें हैं जिनकी मिसाल दूसरे देशों की अब्दी तारीख़ (साहित्यिक इतिहास) में नहीं मिलती.

لیکن اسی طرح کا رشوکش ہے (حادثہ ہوا نہیں)
 اور یہ 1000 ع میں لکھا گیا۔ قریب چار سو برس کے
 بعد ایک دوسرا رشوکش 'یوان لونا ٹین' سن 1408 ع
 میں شامی حکم سے لکھا گیا۔ اس میں کتبہ سوس کے ابدیہوں
 'اٹھاس' درشن اور عام سامعہ پر مفصل (وہارت) حوالہ
 ملتا ہے۔ تیسرا بڑا رشوکش توشی چی چان' سمرات کان
 ہی نے تیار کرایا پر اس کے وارث (آزادہ کاری) سمرات یوں
 چین (1736-1722 ع) نے اُسے شائع (پرکاشت) کیا۔ اس
 میں ہر طرح کے علمی حوالے دیئے کی کوشش کی گئی ہے
 جیسے—'تاراسنڈل' پرتھوی' ملہیہ' کا' وگیان' فلسفہ (درشن)
 مہاست (راجپوتی وغیرہ)

چوہلی سہتیہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی چار باتیں خاص طور پر دکھائی دینگی (1) اُس کی قدامت (پراچینیتا) (2) اختلاف (وہلتا) (3) مستند ہونا (پرامانیتا) اور (4) اُنچھ اصول (اُچ سہانتوادیتا)۔ چوہلی میں سہتیہ کی ہزاروں برس کے دور میں جو لگاتار ترقی ہوئی ہے، مختلف دشمنوں پر جس وینگانک طریقہ سے کتابیں لکھی گئی ہیں، ایتھاسک واقعات کو جس صحیح صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے سہتیہ کو بھدسین سے جس طرح بچایا گیا ہے۔ سب ایسی باتیں ہیں جنکی مثال دوسرے دیہوں کی ادنی تاریخ (سہتیہ ایتھاس) میں نہیں ملتی۔

پروفیسر محمد محبوب

پروفیسر محمد محبوب

انسان کو خدا کی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی آنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پورے کئی برس سے سنبھلا رہے تھے، لیکن اس نے اپنی زندگی کا قعنگ بدلنے کا ارادہ اسی وقت کیا جب اس کی جوان لڑکی اور دس برس کا لڑکا ایک ہی ہفتے کے اندر انتقال کر گئے اور اسے اپنی داہی میں سفید بال نظر آئے تھے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورت شکل پر انفا بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اس پر راضی ہو گئی اور ’چھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اسے معلوم ہوتا کہ جیسے اس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اسے اکثر تعجب ہوتا تھا! لیکن وہ اسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اس نے اپنے مختار مومد میاں کے سپرد کیا اور وہ روز جاکر اس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کرادو۔

’مومد میاں! ہمارے کا کچھ بڑا کام نہ کرو، جیتنے بچنے پر لگاؤ۔ میرا ہر ایک کام سچی-سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومد میاں، تم میری سے کام کرنا، بڑھاپہ نہ کرو۔ میں تمہیں مکان کی ترس میں مرنے دیتا ہوں۔‘

ہر شام کو ایوب خاں اور مومد میاں میں وہی سوال و جواب ہوا کرتے تھے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورت شکل پر انفا بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اس پر راضی ہو گئی اور ’چھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اسے معلوم ہوتا کہ جیسے اس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اسے اکثر تعجب ہوتا تھا! لیکن وہ اسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اس نے اپنے مختار مومد میاں کے سپرد کیا اور وہ روز جاکر اس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کرادو۔

’مومد میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اس پر لگاؤ۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہوں۔ میرا ارادہ اب سبھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومد میاں، تم میری سے کام کرنا، بڑھاپہ نہ کرو۔ میں تمہیں مکان کی ترس میں مرنے دیتا ہوں۔‘

ہر شام کو ایوب خاں اور مومد میاں میں وہی سوال و جواب ہوا کرتے تھے۔

अध्यापक को यह, यह समझता और पहचानता था, क्या इसी दौरान
 ने एक नया कम लेकर उस घर हमला किया था ? नहीं, वह एक नहीं
 था, वहाँ न हुसम था, न तलब. घर पहुँचते-पहुँचते अग्रदूतों को
 विशुद्ध नशीन हो गया था कि वह आशिक नहीं हुआ है; मगर
 फिर वह बरगहट क्यों ? वह साचारी क्यों ?

पर पहुँचते ही अप्सूवर्मा ने दो रकसत नमाऊं पढ़ी। खुदा की आज्ञा में वह कभी इतना न हुआ था जितना इस नमाऊं में, और यह असीम बात थी कि हरबस उस नौजवान मजदूरीनी की शोक आँखों से ताकती रही, उसका दिल चढ़कता रहा, तबीयत कुछ परेशान रही, लेकिन श्वास्त में कोई फर्क न आया, खुदा खफा न हुआ, कज़ीबे के बीच-बीच में वह खुरी की आँखें भरता जाता था, उसकी आँखों में आंसू आ रहे थे, उस मरीज़ की तरह जो किसी लम्बी बीमारी से जम्झा होकर अपनी आफ़ियत की खुरी मना रहा हो।

‘अजीब बात है...अजीब बात है...’—इसके सिवा अयूब का के मुँह से कुछ न निकला.

सबैरे जब सोकर उठा तो अपने-आपको उसने एक बिलकुल दूसरा आदमी पाया, वह सादा लिबास जिसे वह रोज़ा, नमाज़ और बज़ीरों की ज़ंजीरों की कड़ी और अपने लिये एक सज़ा समझता था, उसे बहुत पसन्द आया, नौकर जब नाश्ता खाया तो उससे वह बहुत प्यार से बोला, इस तरह कि नौकर चबरा गया; क्योंकि वह एक सूखा पेहरा और दुर्लभ आँखें देखने का आदी था, दो-चार लोग मिलकर आये, वह भी ख़ुश हुए और वह राम बापस लेकर गये कि तास्सेदार साहब वाकई अन्तहाइ वाले हो गये हैं, अबूबक़ा जब मक़ान देखने गया, तो उसने बज़ाय मुक़तार के साथ घूमने के मज़दूरों से बातें केलीं, बिलकुल इस तरह गोया वह खुद मज़दूर है, एक मुट्ठा मिला, जिसे उसने पहले कभी नहीं देखा था, उसे उस दिन बहुत पसन्द आया, यहाँ तक कि वह उसके पास बैठ गया और बैतकस्लूफी से बातें करने लगा.

‘भई क्या तुम आज से काम कर रहे हो ?’

‘जाहीं हज़ूर, हम तो बहुत दिनन से हियाँ हन.’—मिर्जी ने जवाब दिया. ‘हज़ूर गरीब आदमिन का कौन देखत है. ग़द्दी का ज़ख़्ख़ाबत है ?’—मिस्त्री ने मसकरा कर कहा.

“हां भाई, ठीक कहते हो।”—अयूब खां बजाय इस ताने पर साराफ होने के और सारा हुआ, उसके दिल में खुदहिसा पैदा हुई कि अपने और मिर्जा के दरमियान जो फासला है वह कम हो जाय, जो बंदीर है वह गिर जाय, पहले अगर वह इसकी कोशिश करता तो उसकी समझ काम न देती, आज उसे सब साफ दिखाई दे रहा था,

‘हां माई, ठीक कहते हो।’—उसने ठण्ठी सांस भरकर कहा—
‘मुझ-सा कोई एक महीने से काम कर रहे हो और मुझे वह भी
नहीं पता कि मुझ को भी या नहीं... लेकिन अब धीरे-धीरे मेरी
कमीशन बढ़ रही है। अब मुझे भावना हुआ कि हमारे राष्ट्र ने
मेरी माई का है कि माई के दिल में भावना है जाना उसका ही अधिकार

انداز کو وہ عجب سمجھتا اور پہچانتا تھا۔ کیا اسی شہنشاہ نے ایک نیا روپ لٹکر اُسی پر حسلہ کیا تھا؟ نہیں، یہ عشق نہیں تھا۔ یہاں نہ حسن تھا، نہ طلب۔ گھر بھونچتے بھونچتے ایب خلق کو بالکل یقین ہو گیا تھا کہ وہ عاشق نہیں ہوا ہے، مگر پھر یہ گھبراہٹ کیسی؟ یہ لچاری کہی؟

گھر پہنچتے ہی ایوب خاں نے دو رکعت نماز پڑھی ۔
خدا کی یاد میں وہ کبھی اِلا نہ کہتا تھا جتنا اس نماز میں
اور یہ عجیب بات تھی کہ ہر دم اُس نوجوان مزدور کی
روح انہیں اُسے فاکتی رہیں، اُس کا دل دھڑکتا رہا، طبیعت
کچھ پریشان رہی؛ لیکن عبادت میں کوئی فرق نہ آیا، خدا
خفا نہ ہوا، دھیمے کے بیچ بیچ میں وہ خوشی کی آہیں بہتا
جاتا تھا، اُس کی آنکھوں میں آنسو اُڑھتے تھے، اُس مریض کی
طرح جو کسی لمبی بیماری سے اچھا ہو کر اپنی عاقبت کی
خوشی منا رہا ہو ۔

عجیب بات ہے.....عجیب بات ہے۔ اس کے سوا
ایک خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔

سویرے۔ جب سوکر اُٹھا تو اپنے آپ کو اُس نے ایک بالکل دوسرا آدمی پایا، وہ سادہ لباس جسے وہ روزہ نماز اور وظیفہ کی زنجیروں کی کڑی اور اپنے لئے ایک سزا سمجھتا تھا، اُسے بہت پسند آیا۔ نوکر جب ناشتہ لایا تو اُس سے وہ بہت پیار سے بولا، اس طرح کہ نوکر کھدرا گیا؛ کیونکہ وہ ایک سوکھا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھنے کا عادی تھا۔ دو چار لوگ ملنے آئے، وہ بھی خوش ہوئے اور یہ رائے واپس لیکر گئے کہ تعلقہ دار صاحب واقعی اللہ والے ہو گئے ہیں۔ ایوب خان جب مکان دیکھنے گیا تو اُس نے بچائے مختار کے ساتھ گھومنے کے مزدوروں سے باتیں چھڑیں، بالکل اِس طرح گویا وہ خود مزدور ہے۔ ایک بدھا مستری، جسے اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اُسے اُس دن بہت پسند آیا، یہاں تک کہ وہ اُس کے پاس بیٹھ گیا اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگا۔

’بھئی کیا تم آپ سے کلم کر رہے ہو؟‘

’ناہیں مجبور‘ ہم تو بہت دنوں سے یہاں ہیں؛ مستری نے جواب دیا۔ ’مجبور گریب آدمی کا کہن دیکھت ہے۔ دھکی کا مجبور ات ہوں؟‘ مستری نے مسکرا کر کہا۔

’ماں بھائی‘ ٹھیک کہتے ہو۔ ایوب خاں بچائے اس طعنہ پر ناراض ہونے کے اور خواہش ہو۔ اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے اور مستری کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ کم ہو جائے جو دیوار ہے وہ گر جائے۔ پہلے اگر وہ اُس کی کوشش کرتا تو اُس کی سمجھ کام نہ دیتی۔ آج اُسے سب صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”ہاں بھائی، تھیک کہتے ہو؟۔ اُس نے قہقہے سانس بھر کر کہا۔ ”تم یہاں کوئی ایک مہینہ سے کام کر رہے ہو اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ہو یہی یا نہیں..... لیکن آپ دھڑرے دھڑرے پہری طبعیت بدل رہی ہے۔ آپ مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے رسولؐ نے کیا فرمایا ہے کہ مسیحوں کے لئے جنت میں جانا آسان ہی مشکل

[illegible]

‘हां इन्कार ! जब सारी दुनिया खुदाई की है, तो खुदाय को भूलने के दुनिया कैसे मिले ?’—मिस्त्री ने इतमीनाम से कहा.

‘हां ब्रीक कहते हो.....इसलिये मैंने इरादा कर लिया है कि अपना पुराना मकान, जहां मैं अपनीसे की तरह रहता था, छोड़ दूंगा, और इस नये मकान में बैठकर अपने खुदा की इबादत करूंगा।’

मिस्त्री कुछ कहना चाहता था अगर रुक गया। जयबका ने खिल-खिला जारी रखी—‘मैं जब यहाँ बिल्कुल गरीबों की ज़िन्दगी बसर करूँगा....गरीबों के साथ रहूँगा...सबका दोस्त, सबका भाई...’

अयूबको कुछ देर तक आँसोरा कसा खोचता रहा। दिल की बात ब्रह्मन पर इतनी आसानी से नहीं आती। मिस्त्री ने एक ठंडी साँभ ली और काम शुरू कर दिया; लेकिन दोनों को यह आख्य हो गया कि हमने दोस्ती हो गई है, और दोनों इससे बहुत खरा हुए। अयूबका मैं अब किसी क्रिस्म की क्रिस्म काजगी नहीं रही।

धूमते-धूमते वह उस जगह पर भी पहुँचा जहाँ वह नौजवान मजदूरनी काम कर रही थी, जिसकी आँखों और मुसकराहट ने मजदूरनी में वह नया जोश पैदा कर दिया था, लकड़ी के मजदूरों और सिर्फ़ एक सरसरी नज़र वाली और अपने काम में लगी रही; लेकिन मजदूरनी को वह नज़र भी बहुत प्यारी 'मालूम हुई, वह रातों की मुहब्बत, हमदर्दी, दिली दोस्ती से भरी थी, उसने एकदम से ज़हिर बर दिया, जो महीनों की दोस्ती में नहीं बताया जा सकता और फिर ज़बान में वह कूतते अवा कहीं जो निगाहों में हुआ करती है, कम-से-कम मजदूरनी इसे यों ही समझा, उसने यह नहीं सोचा कि मजदूरनी उसकी राज़दर क्यों बनने लगी, ऐसी बात आज उसके देमाग में समा ही नहीं सकती थी, आज वह सच्चा भाई, सब का दोस्त था, उसे एक तरह से आशा थी कि हर मर्द और औरत उससे अपनी मुहब्बत का इज़हार करेगी, और इसमें उसे निराशा नहीं हुई।

मिस्त्री उसके बेतक़्क़ुड़ी से बातें करने लगे और हर रोज़ उनसे बातें करने में अग्रगण्य को नया आनन्द आता था; हर रोज़ वह उसे जज़्बात दिल में खमेठ कर घर बापस जाता, जैसे लोग कोई प्रीमती चीज़ बग़ल में दबाकर ले जाते हैं और इस दीवार को अपने हृदय के सामने पैदा करता। इबादत उसके लिए एक मुलाकात-सी हो गई, जिसकी वह खिलाफ़ और पुरख़फ़ बनाने के लिए हर दिन ई ईता ईख़ता और नये आँख़ रोता। मिस्त्रियों से बातचीत करते-करते हमेशा ईई-न-कोई ऐसी बात सुनाई देती जो उसे क़वाई और इम्पत से भरती हुई आस पौती। इस क़ायम अज़्ज़रनी की आँखों

ہا، جتنا آپت کا سہلی کے ناز سے نکلا، میں نے اسے
جوتی بڑی بڑی طرح نکالی۔ اسی کچھ میں جو کہ
جب میرے دو بچے ایک ہی ہفتے کے اندر مر گئے، تب
مجھے خیال آیا کہ خدا میں ایک چیز ہے، اور جو خدا کو
پہل جاتا ہے، اس کا نقصان ہی نقصان ہے۔

ہاں ہجور! جب ساری دنیا کھدائی کی ہے تو کھدائے کو پھول سے دنیا کیسے ملے؟ مسکری نے اطمینان سے کہا۔

’ہاں ٹھیک کہتے ہو..... اس لئے میں نے اِرادۃ کر لیا ہے
 کہ اپنا پرانا مکان، جہاں میں اُمیروں کی طرح رہتا تھا، چھوڑ
 دوں گا اور اِص نئے مکان میں بیٹھ کر اپنے خدا کی عبادت کروں گا۔‘
 مستری کچھ کہنا چاہتا تھا مگر رک گیا۔ ابوب خاں نے
 سلسلہ جاری رکھا۔ ’میں اب یہاں بالکل غریبوں کی زندگی
 بسر کروں گا... غریبوں کے ساتھ رہوں گا... سب کا دوست‘ سب کا
 بھائی...‘

ایوب خاں کچھ دیر تک خاموشی بھرا سوچتا رہا۔ دل کی بات زبان پر انہی آسانی سے نہیں آتی۔ مستری نے ایک ٹھٹھی سانس لی اور کام شروع کر دیا؛ لیکن دونوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن میں دوستی ہو گئی ہے، اور دونوں اُس سے بہت خوش ہوئے۔ ایوب خاں میں اب کسی قسم کی جھجک باقی نہیں رہی۔

گھومتے گھومتے وہ اُس جگہ پر بھی پہنچا جہاں وہ نوحوان
مزدورنی کلم کورہی تھی، جس کی آنکھیں اور مسکراہٹ نے ایوب
خاں میں یہ لہجہ چوہی پیدا کر دیا تھا۔ لڑکی نے ایوب خاں پر
صرف ایک سرسری نظر ڈالی اور اپنے کام میں لگی رہی؛ لیکن
ایوب خاں کو یہ نظر بھی بہت پیاری معلوم ہوئی۔ وہ بوسوں
کی محبت، ہمدردی، دلی دوستی سے بوجی تھی، اُس نے
ایک دم میں ظاہر کر دیا، جو مہینوں کی دوستی میں نہیں
بقایا جاسکتا اور پھر زبان میں وہ قوت ادا کھل جو نگاہوں
میں ہوا کرتی ہے۔ کم سے کم ایوب خاں اسے ہیں ہی سمجھا
اُس نے یہ نہیں سوچا کہ مزدورنی اُس کی رازدار نہیں بلکہ
لٹی، ایسی بات آج اُس کے دماغ میں سما ہی نہیں سکتی
تھی۔ آج وہ سب کا بھائی، سب کا دوست تھا۔ اُسے ایک
طرح سے آشا تھی کہ ہر مرد اور عورت اُس سے اپنی محبت
کا اظہار کرے، اور اِس میں اُسے نراشا نہیں ہوئی۔

مستربی اُس سے بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے اور ہر روز اُن سے باتیں کرنے میں ایوب خان کو نہا اُنکا آتا تھا؛ ہر روز وہ نئے جذبہ بات دل میں سمیٹ کر گھر واپس جاتا، جیسے لوگ کوئی قیمتی چیز ہتل میں دبا کر لے جاتے ہیں اور اُس دولت کو اپنے خدا کے سامنے پیش کرتا۔ عبادت اُس کے لئے ایک ملاقات سی ہو گئی، جسکو وہ دلچسپ اور پُرلطف بنانے کے لئے ہر دن نئے نئے ہلکی ہلکی نئے آئینے، روئے، مستربین سے بات چیت کرتے ہوئے اُسے ہمیشہ کوئی نئی کوئی ایسی بات سناتی دیتے جو اُسے سچائی اور مصیبت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی۔ اِس چاروں مزدوری کی آنکھیں

مکمل بات کا ایک ایسا کڑوا سا کہ انصافوں کے دھل میں ہر ایک ایک نیا ہنگامہ پیدا ہوتا ہے اور اسے بھونک اسی وقت ہوتا ہے کہ وہ عبادت میں اپنے خدا کو سراہا حال بنا دیتا۔

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ دی گئی تو سارا رات وہ تو بڑھے میلی نے، جو انصافوں سے بیکار ہوا تھا وہ بے پروا کرتا تھا، مسکراتے کہتے—'کہو صاحب، کیا یہ کب ہوگا؟'

'کب؟'

'ہم کہہ کی پانچ گھنٹے ہیں، انہیں کون رہی ہے، آپ تو دین-رات نماز پڑھتے ہیں۔'

انصافوں نے مسکراتے اور کچھ جواب نہ دیا، اس کی بیوی کا دھیانت کوئی پانچ سال پہلے ہو چکا تھا؛ لیکن اس زمانے میں وہ عیاشی میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ اسے دوسری شادی کا خیال کبھی نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسا باپ ملا جو اسے بیوی دینے پر راضی تھا۔ مسکری کے سوال کو اس وقت تو ٹال گیا، مگر دل میں یہ بات ٹھہر گئی۔ کمرے کا آخری مرتبہ گشت لگاتے ہوئے اس نے سوچا—'کہتا تو دراصل ٹھیک ہے' مکان خالی خالی سا دیکھا اور پھر دوسری شادی میں گلاہ کیا ہے؟ عیاشی تو میرے چہرے پر ہے۔۔۔ پہلی بیوی کو میرے جو تکلیف دی ہے، اس کے بدلے ایک دوسری عورت کو اگر خوش کر سکوں، تو۔۔۔' اسے ایک بار بھی اس جوان مزدور کی خیال آگیا۔ ایوب خاں سے اب وہ اس قدر ہل گئی تھی کہ دونوں میں خوب باتیں ہوا کرتی تھیں لیکن اس کی پہلی نگاہ کا جو اثر پڑا تھا اسے وہ کبھی نہیں بھولا، اور دل میں اس معمولی مزدور کی کی بہت عزت کرتا رہا۔ آج شادی کی فکر نے اس کے تعلقات کا رنگ بدل دیا، اس نے اپنے آپ کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں ہے، لیکن اس کے پھر اسے بے اختیار اسی کمرے کی طرف لے چلے جہاں وہ مزدور کی کلم کر رہی تھی۔ نئے ارادوں کے ساتھ، تازہ دیدار کا شوق پیدا ہوا اور ایوب خاں کی آنکھیں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ مزدور کی اگر اس کی بیوی ہوئی تو کیسی معلوم ہوگی؟ کمرے میں پہنچ کر اس نے مستریوں سے باتیں شروع کر دیں، کچھ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے، کچھ اس قدر سے کہ کہیں کسی کو خیال نہ ہو جائے کہ وہ مزدور کی کے لئے آیا ہے؛ لیکن ان ترکیبوں نے زیادہ دیر تک کلم نہیں دیا اور چاند جھلکوں کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نئے مکان اور نئی زندگی کی تصویر تھی۔ وہ دیکھتا کہ خود عبادت میں مشغول ہے اور اس کی بیوی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے میں ایک نظر ڈال جاتی ہے اور ایوب خاں مزدور کی طرف دیکھ کر سوچتا کہ یہ نظر کیسی ہوگی؟ کبھی اسے دونوں کھالے پر بیٹھے دکھائی دیتے، وہ مختلف چیزیں اس کے سامنے پیش کرتی ہوتی اور ایوب خاں اس مزدور کی طرف دیکھتا کہ یہ تواضع کیسی ہوگی؟ کبھی انصافوں کے منظر پیش کرتا کہ دونوں شام کے وقت سوئے ہوئے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اس کا

میں چند روز ایک ایسا عرصہ تھا کہ ایوب خاں کے دل میں ہر روز ایک نیا ہنگامہ پیدا ہوتا اور اسے سکون اسی وقت ہوتا جب وہ عبادت میں اپنے خدا کو سراہا حال بنا دیتا۔ ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور مسکری اندر دیواروں پر چڑھا تھا تو بڑھے مسکری نے، جو ایوب خاں سے بالکل آدھی سے گفتگو کرتا تھا، مسکرا کر کہا—'کہو صاحب، کیا یہ کب ہوگا؟'

'میں کہا کہ پانچ گھنٹے ہیں، اور میں کون رہی ہے، آپ تو دن رات نماز پڑھتے ہیں۔'

ایوب خاں مسکرایا اور کچھ جواب نہ دیا، اس کی بیوی کا دھیانت کوئی پانچ سال پہلے ہو چکا تھا؛ لیکن اس زمانے میں وہ عیاشی میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ اسے دوسری شادی کا خیال کبھی نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسا باپ ملا جو اسے بیوی دینے پر راضی تھا۔ مسکری کے سوال کو اس وقت تو ٹال گیا، مگر دل میں یہ بات ٹھہر گئی۔ کمرے کا آخری مرتبہ گشت لگاتے ہوئے اس نے سوچا—'کہتا تو دراصل ٹھیک ہے' مکان خالی خالی سا دیکھا اور پھر دوسری شادی میں گلاہ کیا ہے؟ عیاشی تو میرے چہرے پر ہے۔۔۔ پہلی بیوی کو میرے جو تکلیف دی ہے، اس کے بدلے ایک دوسری عورت کو اگر خوش کر سکوں، تو۔۔۔' اسے ایک بار بھی اس جوان مزدور کی خیال آگیا۔ ایوب

خاں سے اب وہ اس قدر ہل گئی تھی کہ دونوں میں خوب باتیں ہوا کرتی تھیں لیکن اس کی پہلی نگاہ کا جو اثر پڑا تھا اسے وہ کبھی نہیں بھولا، اور دل میں اس معمولی مزدور کی کی بہت عزت کرتا رہا۔ آج شادی کی فکر نے اس کے تعلقات کا رنگ بدل دیا، اس نے اپنے آپ کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں ہے، لیکن اس کے پھر اسے بے اختیار اسی کمرے کی طرف لے چلے جہاں وہ مزدور کی کلم کر رہی تھی۔ نئے ارادوں کے ساتھ، تازہ دیدار کا شوق پیدا ہوا اور ایوب خاں کی آنکھیں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ مزدور کی اگر اس کی بیوی ہوئی تو کیسی معلوم ہوگی؟ کمرے میں پہنچ کر اس نے مستریوں سے باتیں شروع کر دیں، کچھ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے، کچھ اس قدر سے کہ کہیں کسی کو خیال نہ ہو جائے کہ وہ مزدور کی کے لئے آیا ہے؛ لیکن ان ترکیبوں نے زیادہ دیر تک کلم نہیں دیا اور چاند جھلکوں کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نئے مکان اور نئی زندگی کی تصویر تھی۔ وہ دیکھتا کہ خود عبادت میں مشغول ہے اور اس کی بیوی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے میں ایک نظر ڈال جاتی ہے اور ایوب خاں مزدور کی طرف دیکھ کر سوچتا کہ یہ نظر کیسی ہوگی؟ کبھی اسے دونوں کھالے پر بیٹھے دکھائی دیتے، وہ مختلف چیزیں اس کے سامنے پیش کرتی ہوتی اور ایوب خاں اس مزدور کی طرف دیکھتا کہ یہ تواضع کیسی ہوگی؟ کبھی انصافوں کے منظر پیش کرتا کہ دونوں شام کے وقت سوئے ہوئے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اس کا

اسے ایک بار بھی اس جوان مزدور کی خیال آگیا۔ ایوب خاں سے اب وہ اس قدر ہل گئی تھی کہ دونوں میں خوب باتیں ہوا کرتی تھیں لیکن اس کی پہلی نگاہ کا جو اثر پڑا تھا اسے وہ کبھی نہیں بھولا، اور دل میں اس معمولی مزدور کی کی بہت عزت کرتا رہا۔ آج شادی کی فکر نے اس کے تعلقات کا رنگ بدل دیا، اس نے اپنے آپ کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں ہے، لیکن اس کے پھر اسے بے اختیار اسی کمرے کی طرف لے چلے جہاں وہ مزدور کی کلم کر رہی تھی۔ نئے ارادوں کے ساتھ، تازہ دیدار کا شوق پیدا ہوا اور ایوب خاں کی آنکھیں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ مزدور کی اگر اس کی بیوی ہوئی تو کیسی معلوم ہوگی؟ کمرے میں پہنچ کر اس نے مستریوں سے باتیں شروع کر دیں، کچھ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے، کچھ اس قدر سے کہ کہیں کسی کو خیال نہ ہو جائے کہ وہ مزدور کی کے لئے آیا ہے؛ لیکن ان ترکیبوں نے زیادہ دیر تک کلم نہیں دیا اور چاند جھلکوں کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نئے مکان اور نئی زندگی کی تصویر تھی۔ وہ دیکھتا کہ خود عبادت میں مشغول ہے اور اس کی بیوی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے میں ایک نظر ڈال جاتی ہے اور ایوب خاں مزدور کی طرف دیکھ کر سوچتا کہ یہ نظر کیسی ہوگی؟ کبھی اسے دونوں کھالے پر بیٹھے دکھائی دیتے، وہ مختلف چیزیں اس کے سامنے پیش کرتی ہوتی اور ایوب خاں اس مزدور کی طرف دیکھتا کہ یہ تواضع کیسی ہوگی؟ کبھی انصافوں کے منظر پیش کرتا کہ دونوں شام کے وقت سوئے ہوئے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اس کا

इस वृत्त में जो भी शक्ति होती उसका नाम है। फिर अमृतकी प्रशंसा की जाती है कि वह आनन्दोत्ती होती होती है। प्रशंसा की जाती है, जिसकी शोभापन, इसकी सुखमय होती निगम है। वर ने सजाने और जिन्दगी के सुख करने के लिए इससे क्या कि प्रशंसा की ज़रूरत थी। फिर देखा से वह कहानी लगाव, गरीबों से वह दोस्ती, जिसका उठने कुछ दिन पहले ही इस्तेमाल किया था, उन सबके फायदा रखने की और कौन-सी तरकीब हो सकती थी। अमृतकी का भी कहने लगा कि किसी तरह वह कुछ-कुछकर अपनी शोभा हालत से उस जिन्दगी तक पहुँच जाय जिसकी एक फलक अभी उसे नज़र आई थी, अपनी उम्मीदें पूरी करे और दिल की बेचैनी दूर करे; लेकिन जब वह घर पहुँचा और जाने के बाद आराम करके नमाज़ पढ़ना चाहा, तो उसे एक अजीब सुस्ती-सी महसूस हुई। जहाँ वह मौजूब से जाता था वहाँ आज मालूम होता था कि कोई ज़बरदस्ती लिये जा रहा है। नमाज़ तो उसने किसी तरह से खत्म कर ली, मगर उसे इस तन्दीबी पर डेरत हुई।

ہم اس کے ساتھ یہ ہے اور دونوں خاموش ہیں۔ یہ کون سی
مردہ کی کس طرف دیکھتا کہ وہ خاموشی کیسے ہوئی؟ مردہ کی
سادگی! اُس کا بیوا، بن، اُس کی صحبت بھری نکالیں! گھر کے
جانے اور زندگی کے خراب کرنے کے لئے اِس سے زیادہ کس چیز کی
ضرورت تھی؟ پھر دیہے سے وہ روحانی لگاؤ، غریبوں سے وہ
ہوسنی جس کا اُس نے کچھ دن پہلے ہی اِقرار کیا تھا! اُن سب
کے قایم رکھا کی اور کون سی ترکیب ہو سکتی تھی؟ ارباب
بِخاں کا جی چاہئے لگا کہ کسی طرح سے وہ کون پھاند کر اپنی
موجودہ حالت سے اُس زندگی تک پہنچ جائے جس کی ایک
چٹان ابھی اُسے نظر آئی تھی، اپنی آمدین پوری کرے اور دل
کے بے چینی دور کرے، لیکن جب وہ گھر پہنچا اور کھانے کے
بعد آرام کر کے نماز پڑھنا چاہا، تو اُسے ایک عجیب سستی سی
محسوس ہوئی۔ جہاں وہ شوق سے جاتا تھا وہاں آج معلوم
ہوتا تھا کہ کوئی زبردستی لٹے جا رہا ہے۔ نماز تو اُس نے کسی
طرح سے ختم کر لی، مگر اُسے اِس تبدیلی پر حیرت ہوئی۔

जिंदगीदार भावपूर्ण होते हैं, वह भी एक दांत दिखावेगे, भगवद्गुणी दुनिया में सब से महसूरत औरत बन जायेगी और वह खुद सबसे सुगंधा बेवकूफ आदमी, और क्या कोई बन्का लिये लोगों की राय महसूरत करेगा ? अग्रयुद्धों के खुदाकात का देर तक वही रंग रहा, और जब नजर ने जाय लाने में देर की तो उसे बिलकुल यकीन हो गया कि शादी का नतीजा बुरा होगा.

छात्री शाम और आधी रात तक अग्रबर्त्ता की तबीयत परेशान रही, कभी उम्मीद नई किन्दगी को उसके सामने दिलाइया शक्लों में पेश करती, कभी लोग उसका हिमाकृत पर हैंसते हुये नजर आते. वह भी मुमकिन न था कि वह इबादत में संलग्न होकर इन सब झगड़ों को भूल जाय, क्योंकि इस पर उसका जी किसी तरह से राजी नहीं होता था, बाखिरकार नींद ने आकर वह सब मुस्तबी कर दी. दूसरे दिन सवेरे जब नये मकान को देखने के लिए जाने का इन्तजाम आया, तो अग्रबर्त्ता का अजीब हाल था.

‘यहलो तो नई जिन्दगी के तरीके को तय कर लेना चाहिए’—
उसने सोचा—‘यह मकान बगैरे तो सब मज़ाक है, वहाँ कोई जाकर
क्या करे.’ मगर नई जिन्दगी का मसला तैयार नहा हो सकता था,
इसलिए वह दिला बहलान के लिए बला गया.

मकान के अन्दर मित्रियों में बड़े जोर-शोर से बहस हो रही थी। अग्रजबलों को देखते ही बुढ़े मिस्त्री ने उसकी तरफ मुख़ातिब होकर कहा—‘और सुनिये मित्रा साहेब ! वह सुन्दरिया भाग गई, कैद दिन की मजदूरी छोड़कर चली गई...’

‘कौन, सुन्दरिया कौन ?’
अयूबकाँ को इस जवन मजदूरी का नाम तो माखन था,
लेकिन वह यह कहकर सुनकर ऐसा घबराया कि उसकी समझ में और
कोई सवाल न आया।

‘भरे बही साहेब, नाकी अस बगुला जैसी अँखियाँ रहिन. आप तो बाका जानत हैं.’

‘क्यों ! कैसे भाग गई ?’
‘हम का जानी साहेब, ई मंगल तो कहत हैं कि ऊ भासिक होय गई रहे, इनहिन से पूछौ.’

मिस्त्री मंगल ने इतमीनान से कहा—‘साहेब, अब से वह हिया खाई रहे यू मिद्ध बही जिहके साथ बली गुर्हा है, उसे रोज कहत रहे कि हमारे पास कानपुर मा मकान है, हमारे साथ हुवां भाग बलो, हम मजदूरी करबै तुम रोटी पकाओ. वह सारी का जाने, न साथ न बाप जिहसे सलाह लें, कानपुर का नाम सुन के बाके साथ भाग गई.’

‘लेकिन आखिर मजदूरी क्यों खो गई ?’
मंगला ने कुछ नाराज़ होकर कहा—‘अब यूँ साहब हम का जानी !’
बुढ़ा मिस्त्री बोले उठा—‘घार कइ दिहिस होइहे कि कानपुर
की गाड़ी आजै जात है फिर कहीं न मिलिहे !’

आयुबख़ाँ का खिर चक्कर खाने लगा. मुँह पर बीमारों की-सी मुस्कराहट आगई, बगैर और कुछ कह-सुन वह घर के बाहर निकल आया और मोटर में जाकर बैठ गया.

‘भई, घर बहो.’—उसने साइबर से कहा—‘जरा घूमते-कामते
कामना.’

शेडर काटेक से बाहर निकल गयी और जख्मों ने पीछे फिर
उपर गये जखान पर बसों की न डाली.

طالبانوں کی طرف سے ان کے خلاف کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ ان کے خلاف کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ ان کے خلاف کارروائیوں کا آغاز ہوا۔

سارے شام اور آدھی رات تک ایوب خان کی طبیعت پریشان رہی۔ کبھی اُمید نئی زندگی کو اُس کے سامنے دہرا دکھائیں مہیں بھی کرتی، کبھی لوگ اُس کی حماقت پر ہنستے ہوئے نظر آتے۔ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ عبادت میں مائل ہو کر اُن سب جھگڑوں کو بھول جائے، کیونکہ اُس پر اُس کا ہی کسی طرح سے راضی نہیں ہوتا تھا۔ آخر کار نیند نے اُس پر بحث ملکہی کر دی۔ دوسرے دن سویرے جب مکان کو دیکھنے کے لئے چالے کا وقت آیا، تو ایوب خان کا عجیب حال تھا۔

’پہلے تو نفی زندگی کے طریقہ کو طے کر لیا، چاہیئے‘۔ اُس نے سوچا۔ ’یہ مکان وغیرہ تو سب مذق ہے‘ وہاں کوئی جائز کیا ذمہ؟ مگر نفی زندگی کا مسئلہ تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس لئے وہ دل بہلانے کے لئے چلا گیا۔

مکان کے اندر مستویوں میں ہڑے زور شور سے بحث ہو رہی تھی۔ ایوب خاں کو دیکھتے ہی ہڈے مستری نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا: "اور ساتھ میں صاحب! وہ سندریا ہوگئی۔ دیکھ دن کی مسکری چوڑ کر چلی گئی..."

ایزباحتو اس چوان مزدورنی کا نام تو معلوم تھا، لیکن وہ یہ
خبر سن کر ایسا گھرایا کہ اس کی سمجھ میں اور کوئی سوال نہ آیا۔
’اے وہی صاحب‘ چنی اُس بگ جیسی آنکھیاں دھن . آپ
نو راکا جانتے ہیں۔‘

’ہم کا جانی صاحب! ای میل تو کت ہیں کہ او آسک
’کھوں! کیسے بہا کئی؟‘

میں نے اسے دیکھا۔ وہ ابھی تک اسی طرح تھکتا تھا۔
 مسزری نے اس کے اطمینان سے کہا، 'صاحب' جب سے وہ
 یہاں آئی ہے تو میں وہی جاگے ساتھ چلی گئی ہوں' ویسے راج

کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کانپور میں ایک ہے۔ ہمارے ساتھ ہواں
 ہلاک چلو! ہم مجبوری کر کے یہ روٹی پکھو۔ وہ ساری کا جائے نہ
 مانے نہ پاس ہے۔ کانپور کا نام ہے۔ ایک سو بائیس گئے۔

’لہکن اُھر مزدوری نہیں چھوڑا گئی؟‘
منگل نے کچھ ناراض ہو کر کہا۔ ’اب تو صاحب ہم کا جانی!‘

بٹھا مسکری ہول اُٹھا۔ 'سار کہہ دیس ہوئی ہے کہ کانپور
کی گری اچھے جات ہے پھر 'بھوں نہ ملے' ا'
اُجب جلد کا سبب حکم تھا۔ یہاں سے وہ دیکھا کہ

مسکراہٹ اگنی، پتھر اور لچھہ کھم سنے وہ کمر کے باہر نکل آیا اور سوئر میں جا کر بیٹھ گیا۔

میں نے چلوں۔ اس نے قادیان سے کہا۔ ذرا کھوسو
میں نے کہا۔ کھوسو۔ کھوسو۔ کھوسو۔ کھوسو۔ کھوسو۔

۱۔ مکتبہ پر نظر ہی نہ دانی ۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب نے کہا: —"جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔"

—ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

—ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: —"پہلی بیوی جس سے کسی مرد کو کایہ نہ پہنچے اس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"پہلی بیوی جس سے کسی مرد کو کایہ نہ پہنچے اس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔"

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: —"بڑے سے بڑے لوگ وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرانی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"بڑے سے بڑے لوگ وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرانی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔"

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: —"سب مہینوں کے دن رات کے لیے اللہ کی نظروں میں سب سے بڑے آدمی وہ ہونگے جو دینوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لیں نہیں اٹھایا۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"سب مہینوں کے دن رات کے لیے اللہ کی نظروں میں سب سے بڑے آدمی وہ ہونگے جو دینوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لیں نہیں اٹھایا۔"

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: —"جو کوئی اس لیے اللہ کی نظروں میں سب سے بڑے آدمی وہ ہونگے جو دینوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لیں نہیں اٹھایا۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"جو کوئی اس لیے اللہ کی نظروں میں سب سے بڑے آدمی وہ ہونگے جو دینوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لیں نہیں اٹھایا۔"

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: —"جس کسی آدمی سے کئی بات پوچھی جاوے اور وہ اسے جان بوجھ کر دوسروں سے چھپائے، تو اس کے منہ میں آگ لگی جاتی ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا: —"جس کسی آدمی سے کئی بات پوچھی جاوے اور وہ اسے جان بوجھ کر دوسروں سے چھپائے، تو اس کے منہ میں آگ لگی جاتی ہے۔"

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

—ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے لیے سب سے اچھی چیز جاننے کی بات ہے اور جو اپنے اپنی محنت سے کماتا ہے۔"

—آیازشا، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — "ساری زمین اللہ کی زمین ہے اور سب مخلوق اللہ کی مخلوق ہے: جو کسی کسی پرستی زمین کو جوت باندھ کر بناتا ہے اسی کا اس زمین پر سب سے زیادہ حق ہے۔"

—عروہ، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتا ہے اور جو اپنے ہاتھ سے باندھ کر بناتا ہے اس سے بڑھ کر کسی نے نہیں کیا۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی پکڑی ہوئی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے وہی اس زمین کا مالک ہے، اسے اس زمین سے نیکالنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔"

—عروہ بن زبیر، ابو داؤد: ترمذی: مالک۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

—مسند امام، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی کسی ایسی زمین کو جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے جسے اس زمین کا مالک جوت باندھ کر اس سے پیدا کرتا ہے بلکہ اسے ایسی ہی زمین دیتا ہے، وہ زمین اسی جوت باندھ کر اس کی ہو جائیگی۔"

ہے، لوگوں کے دلوں کے پاس رہتا ہے، اور ہوشیار کی آماج سے دور رہتا ہے، اور کچھس آبادی اسلاہ سے دور رہتا ہے، جنت سے دور رہتا ہے، لوگوں کے دلوں سے دور رہتا ہے اور ہوشیار کی آماج کے پاس رہتا ہے، اسلاہ عبادت یا نی پڑا کرنے والے کچھس آبادی کے مکتبہ کے میں جاہل دان دینے والے آبادی کو پیارا پیار کرتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایسا والہ نہ ہوگے اور تم ہرگز ایسا والہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

آئی لیونارڈ ویلیامس

شری لیونارڈ ویلیامس

مہاتما گاندھی دُنیا کے ان بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خیر کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا خون کا دباؤ کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لکے میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

مہاتما گاندھی دُنیا کے ان بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خیر کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا خون کا دباؤ کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لکے میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

❀

❀

❀

❀

❀

❀

بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کی شکایت آجکل ایک فیشن میں ہو گئی ہے۔ یہ فیشن خاص طور سے اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شامل ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سیکھ سکتے ہیں کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلیں سبیں اور ڈرائنگ لے اُن سے کیا کہا گیا مگر وہ اپنے ڈرائنگ کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بڑے پیٹ کے درد کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیپاں رہتا ہی ہے لیکن ڈرائنگ یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گتھیا کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے وہ بڑے جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گتھیا کے بیمار ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گتھیا کا گھمٹا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں سے خون نکلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چلائیں ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کے ساتھ میں خون کا اُن نالیوں کی

بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کی شکایت آجکل ایک فیشن میں ہو گئی ہے۔ یہ فیشن خاص طور سے اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شامل ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سیکھ سکتے ہیں کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلیں سبیں اور ڈرائنگ لے اُن سے کیا کہا گیا مگر وہ اپنے ڈرائنگ کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بڑے پیٹ کے درد کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیپاں رہتا ہی ہے لیکن ڈرائنگ یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گتھیا کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے وہ بڑے جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گتھیا کے بیمار ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گتھیا کا گھمٹا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں سے خون نکلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چلائیں ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کے ساتھ میں خون کا اُن نالیوں کی

ہیڈروں پر دباؤ ڈالنا جن میں سے ہونے والی خون کی شرح میں چکر لگانا ہے۔ یہ شریک کا ایک ایسا کام ہے جس میں کوئی بھید کی یا انوکھی بات نہیں ہے۔ بھید کی بات اگر ہو بھی تو تب ہو سکتی ہے جب ہم اس دباؤ کے پتہ بڑھانے اور اس کے کاربوں کی جانچ کرنے لگے۔

بلاڈ پریشر کا ناپنا

بلاڈ پریشر کے ٹوک ٹوک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کلائی کے کپڑے کی ناڈی میں، خون کے پال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتا لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی اُن کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنکلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کی کسی طرح دوز رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں ماپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے بلڈ ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکلوا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی ماپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ بلڈ ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلے سے اسی طرح ہمارے بلڈ پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

بلڈ پریشر کا ناپنا

بلڈ پریشر کے ٹھیک ٹھیک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کتنی کے اوپر کی نازی میں خون کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتہ لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی اُن کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنکلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کی کسی طرح دوز رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں ماپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے بلڈ ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکلوا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی ماپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ بلڈ ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلے سے اسی طرح ہمارے بلڈ پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

پہلا تجربہ

پہلا تجربہ

بلاڈ پریشر کو ٹوک ٹوک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کی کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک انگریز پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چھو پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورنڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سٹ۔ مری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک کھیتی پر تجربہ کیا۔

کھیتی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا ٹوک ٹوک سے بچا دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی بائیں پیر کی، خون کی ناڈی میں ڈھونڈ دیا گیا۔ پورے نالی میں 8 فٹ 3 انچ کی کھنڈی تک بڑھ گیا اور اب تک خون کام نہیں کیا تھا تب تک برابر

بلڈ پریشر کو ٹھیک ٹھیک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کی کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک انگریز پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چھو پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورنڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سٹ۔ مری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک کھیتی پر تجربہ کیا۔

کھیتی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا ٹوک ٹوک سے بچا دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی بائیں پیر کی خون کی نازی میں ڈھونڈ دیا گیا۔ پورے نالی میں 8 فٹ 3 انچ کی کھنڈی تک بڑھ گیا اور اب تک خون کام نہیں کیا تھا تب تک برابر

خون کے بہانے اور دھوکے کے ساتھ ساتھ نلی میں کمر بڑھاتا اور بڑھتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک خون نلی میں اُپر چڑھا یا وہی اس جانور کے خون کا دباؤ تھا۔

بلاڈ پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تنب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے یانٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا بلاڈ پریشر بیلکول ٹیک ٹیک بتا سکتے ہیں۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔ اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم کیا جا رہا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اُس آدمی کا پریشر محض اُس کے اس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور پلٹر میں اُس کا بلاڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلاڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔ ہفرت آلبٹ ایک مریض کا قصہ بتاتے ہیں جس کا بلاڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلاڈ پریشر والے پلٹر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ترس تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ ترس غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلاڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلاڈ پریشر کے تھرو سے بڑے پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلاڈ پریشر بڑھتا ہے اور اس لئے ہمارے آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی انداز کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اسی طرح غیر لی نظارے، چائے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں ہمارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، مگر جب وہ قانونی بھی ہو، لوگوں کا بلاڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے پلٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں چاہے وہ آدمی بھی حالت میں کہوں نہ ہو۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔ اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم کیا جا رہا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اُس آدمی کا پریشر محض اُس کے اس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور پلٹر میں اُس کا بلاڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلاڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔ ہفرت آلبٹ ایک مریض کا قصہ بتاتے ہیں جس کا بلاڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلاڈ پریشر والے پلٹر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ترس تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ ترس غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلاڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلاڈ پریشر کے تھرو سے بڑے پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلاڈ پریشر بڑھتا ہے اور اس لئے ہمارے آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی انداز کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اسی طرح غیر لی نظارے، چائے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں ہمارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، مگر جب وہ قانونی بھی ہو، لوگوں کا بلاڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے پلٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں چاہے وہ آدمی بھی حالت میں کہوں نہ ہو۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔ اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم کیا جا رہا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اُس آدمی کا پریشر محض اُس کے اس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور پلٹر میں اُس کا بلاڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلاڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔ ہفرت آلبٹ ایک مریض کا قصہ بتاتے ہیں جس کا بلاڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلاڈ پریشر والے پلٹر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ترس تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ ترس غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلاڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلاڈ پریشر کے تھرو سے بڑے پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلاڈ پریشر بڑھتا ہے اور اس لئے ہمارے آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی انداز کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اسی طرح غیر لی نظارے، چائے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں ہمارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، مگر جب وہ قانونی بھی ہو، لوگوں کا بلاڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

जबसे वास्तव में —— भी, जिसमें बचपन का वह पारिवारिक
 किए हों, जो खुशी इसको महसूस होती है इसकी भाव तौर
 से बड़ी बजह होती है, जब कोई दुनिया के सुखों को तुच्छ
 समझनेवाला आदमी कहता है कि भाषे से ज्यादा मजा
 सुख में नहीं है बल्कि सुख के इन्तज़ार करने में है तो वह
 साइन्स की निगाह से सच्ची बात कहता है, इस बात को
 अब सब जानते हैं कि किसी भी आनेवाली ख़ुरशी का सिर्फ़
 ख़याल करने से आदमी के खून का दबाव बढ़ जाता है,
 इसके रोंगटे खड़े होने लगते हैं, असली सुख के साथ बुराई
 भी हो सकती है लेकिन सिर्फ़ इन्तज़ार के साथ कोई बुराई
 नहीं हांती, सिर्फ़ थोड़ी सी ख़ुरशी होती है.

رونگٹے کے ہونے

रोंगटे खड़े होना

रोंगटे खड़े होना बिलकुल एक जिस्मानी चीज है, रोंगटे खड़े होने की वजह ब्लड प्रेशर बढ़ना इतना नहीं है जितना कि वे बातें हैं जिनकी वजह से ब्लड प्रेशर बढ़ जाता है, बात यह है कि खून की नलियों पतली हो जाती हैं, कोई भी चीज अगर किसी जोर के साथ किसी नली में होकर बह रही हो तो नली जितनी पतली हो जावेगी बहाव का जोर उतना ही बढ़ जावेगा, नसों में यह ताकत होती है कि वे खून की नलियों की मोटाई को जितना चाहे कम या ज्यादा कर दें और जब कभी ब्लड प्रेशर को बढ़ाने की जरूरत होती है तो वे नलियों आम तौर पर सिकुड़ जाती हैं, असल में नलियों को सिकुड़ जाने से ही रोंगटे खड़े हो जाते हैं, इसीलिए जब नल से ठंडे पानी की धार बदन पर पड़ती है तो रोंगटे खड़े हो जाते हैं क्योंकि सारे बदन की खून की नलियाँ एकदम सिकुड़ जाती हैं, यही वजह है कि किसी भी जोश के बरक़ बदन सफ़ेद पड़ जाता है, सिर्फ़ डर ही की वजह से बदन पीला नहीं पड़ जाता बल्कि कोई भी चीज जो ब्लड प्रेशर को एकदम तेज़ी से बढ़ा दे, बदन को पीला कर देगी, आवाज़ें सुनने से ब्लड प्रेशर बढ़ जाता है, यह अब सब जानते हैं, यकायक आवाज़ों का होना, तेज़ आवाज़ें ये सब ब्लड प्रेशर बढ़ा देती हैं, जैसा हम ऊपर बता चुके हैं ये चीज़ें डर पैदा करती हैं और कुछ न कुछ करने की रमक दिल में पैदा कर देती हैं, इससे आदमी या तो लड़ने के लिए तैयार हो जाता है या भागने लगता है.

फौजी गानों के असर से 'कुछ न कुछ करने की' इच्छा होती ही है, सिपाही जो थक जाते हैं और जिनके पैर सूज जाते हैं वह फौजी बैण्ड के बजते ही फिर से ताजे हो जाते हैं, अच्छी कविता का भी किसी हद तक यही असर होता है, कविता के बारे में मैथ्यू अर्नाल्ड (Methe Arnold) का कहना है कि अच्छी कविता में जब साफ और जीवी जागती बातें होती हैं तो पढ़ने वाले के रोंगटे खड़े हो जाते हैं.

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بلڈ پریشر ہے، ان کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا بلڈ پریشر معمولی سے زیادہ ہے۔ یہ سچ سچ اچھی چیز نہیں ہے۔ کوئی پتلی چیز نالیوں میں ہو کر بہ رہی ہو اور ان نالیوں پر بیجا دباؤ ڈال رہی ہو تو نلی کے ٹٹ جالے یا پھٹ جالے گا تو رہتا ہے اور اگر نلی کی دیوار میں نہیں پر کوئی کمزور جگہ ہو تو وہیں پر پھٹنے کا تر رہتا ہے۔ آدمی کی نالیوں میں ایسی ایک کمزور جگہ ہے اور دریا کی طرح وہ جگہ دماغ میں ہے۔ اونچے بلڈ پریشر والے آدمی کے کسی بھی جگہ سے خون گرنا شروع ہو سکتا ہے لیکن سب سے زیادہ تر دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کا ہوتا ہے۔ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کے پہلے ایک دو دمہ شاید آدمی کی ناک سے خون گره۔ اس لئے ذرا سے بھی چرھ سے کسی اندھڑ آدمی کی ناک سے یوں خون گرنا شروع ہو جاتا تو اس آدمی کو ڈاکٹر سے صلاح لینی چاہئے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ عام طور سے اسے لقمہ کا دورہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے اسٹروک یعنی یکایک چوٹ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ہاتھوں یکایک ہوتی ہیں، بالکل جیسے کسی چہرہ پر آدمی نے پدھ سے زور کا کھرسہ مار کر گرا دیا ہو۔ اگر مریض بچ جاوے تو اس کا اثر بعد میں ہوشہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف کے بدن کے حصے میں لقمہ مار جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کا پرانا بالکل بند ہو جائے۔ یہ سب چیزیں آدمی کو بے حد کمزور بنا دیتی ہیں اور مریض کو زیادہ دن تک نہیں چلنے دیتیں۔ روگی کی نالیوں میں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ وہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کو برداشت نہیں کر پاتیں اور آدمی کی زندگی کو بہت جلد ختم کر دیتی ہیں۔ اس طرح آدمی بہت سی نالیوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بلڈ پریشر کا اونچا جانا شیطانی کا ایک بہانا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ جب بلڈ پریشر کچھ اونچا جاتا ہے تو ندرستی اچھی لگتی ہے اور 'کچھ نہ کچھ کرنے یا سوچنے' کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے اونچے بلڈ پریشر والا آدمی ضرورت سے زیادہ خوش معلوم ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی ایسی آپری حالت نہ پیدا ہو یا نہ دکھائی دے جس سے اسے اپنے خطرے کا پتہ آسانی سے لگ جاوے۔ یہ ایک اور زبردست وجہ ہے کہ ہر سال ہمیں اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا کہ اسے درست رکھنا چاہئے۔ اس چیز کے لئے ہمیں جانتے جانتے اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا ہے۔ جہاں تک نالیوں کا تعلق ہے کسی بھی

पौसत व्याख्य प्रेशर

اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا اپنا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ یہ مقابلہ اپنے دانتوں کی جانچ کرانے کے لیے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے دانت کے ڈاکٹر کے پاس سال بھر میں کم سے کم ایک بار ضرور جاتے ہیں لیکن بہت سے کم لوگ ایسے ملہائے جو ڈاکٹر سے اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرانے کے لیے درست دیکھ کی کوشش کرتے ہیں۔ پچاس برس کے خوب تندرست آدمی کے لئے جسے اس بات کا گھمنڈ ہے کہ وہ زندگی میں کبھی بھی اتنا اچھا نہیں رہا، اس کا بہت بڑا تر ہے کہ کہیں وہ اس روگ کے نزدیک نہ ہو۔

اوسط ہلق پریشر

جس پلٹر سے بلڈ پریشر معلوم کیا جاتا ہے اسے اسفاگنومینٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس پلٹر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے مینومینٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ انہیں آدمیوں کا بلڈ پریشر اس پلٹر سے پڑھا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلڈ پریشر کیا ہونا چاہئے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھپک یعنی تندرست آدمی کا بلڈ پریشر نہیں ہے۔ اوپر جو تجربے بتائے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بوس برس کے جوان آدمی کا بلڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ انکڑا اوسط بلڈ پریشر اور مناسب بلڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی ویسے بلڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چور دیں تو اس کا بلڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم مینومینٹر میں دیکھیں تو یہی بلڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے قاتر اس بات سے سمجھتے ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلڈ پریشر بڑا ہوتا جاتا ہے وہ مناسب بلڈ پریشر ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جیسے جیسے ناریاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور ہوتی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی دھڑکیوں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتے رہنے والے بلڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس کا بلڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہر حالت میں اسے بڑھنے نہیں دینا چاہئے۔

स्वर्गीय प्रो० सुधीन्द्र

سرگتھ پرورشسر سوधेन्द्र

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

[अवतार—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

(भक्त कबीर, घन्ना जाट, रैदास चमार, वैष्णव ब्रह्मचर्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बिसर गई सब तात पराई जब से साधू संगत पाई !
ना कोई बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !

[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द:—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—रांकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास:—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फूस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सबै भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

(बैक कबीर, देहा जाट, रैदास चमार, वैष्णव भक्त रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बस गयी सब तात पराई जब से साधु संकट पाई !
ना कोनी भरी ना बिगाना सकल संकट हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !
[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द—कलम आन्द का मरुत है आज ! कुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—शंकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फूस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द—राम ! राम !! राम ! राम !!

सबै भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

कबीर—धन्य है प्रभु ! सभी तो गगरीन गढ़ के राजा प्रतापसिंह आज उस राम-नाम के राज्य में अपने राज को मिलाने के लिए यहाँ आये हैं, इससे बढ़कर भगवान्, आपकी विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज ! राजा प्रतापसिंह को भी-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजा प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राजमुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजा प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

जीवै सै प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

कबीर—देखते हो प्रभु ! नहीं तो लाजों गन्ध के राजे प्रतापसिंह आज अस् राम नाम के राजे में अपने राज को मिला के लगे हैं। इससे बढ़कर भगवान्, आप की विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज ! राजे प्रतापसिंह को भी-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजे प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राज मुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजे प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

जीवै सै प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

کبیر—بمبارے کے دھکوں کو رام نام کے باغوں سے
جوڑ کر اِسٹم پر پھرنے لایا تو بناوے ہو توم رے واس !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर
तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दर-
बार तो सबके लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई ।

हरि को भजै सौ हरि का होई ।

आज तो धन्ना चाहे जाट हों तो भी भगत हैं, सेना
माई हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत
हैं, रैवास बमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हैं
तो भी भगत हैं. यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश
है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर
रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू
और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें
भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और
हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न
मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा
के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो
एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं.
कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग
बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुलुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

کبیر—چہرے کے گزروں کو رام نام کے دھاکوں سے جوڑ کر
جسم پر پہنائے گئے تو پہنائے ہو تم ریداس !

धन्ना—भक्तों, रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर
पुत्र बन जाता है पीपा भक्त !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दर-
बार तो सब के लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई ।

हरि को भजै सौ हरि का होई ।

آج تو دھاکا چاہے جات ہو تو بھی بھکت ہیں، سینائی
ہوں تو بھی بھکت ہیں، کبیر مسلمان ہوں تو بھی بھکت ہیں،
ریداس چمار ہوں تو بھی بھکت ہیں اور پیپا راج پتر ہوں تو
بھی بھکت ہیں. یہاں سب ایک ہیں. راما نند کا یہی
سندیش ہے. بھکوان رامانج نے جو نہیں کیا وہ میں آج کر
رہا ہوں. میرا یہ سندیش تم سب کو گھر پہنچا دو. ہندو
اور مسلمان کبیر کے شبدوں میں دو آنکھیں ہیں—دو آنکھیں
بھکوان کا روپ تو الگ الگ نہیں دیکھ سکتیں اور ہندو ! یہ
اُرنج نیچ کا بھید ہی رام کا نام بھی نہ مٹا سکے تو پھر وہ نہیں
مٹے گا ! مسلمانوں کے خدا کے دربار میں بھی تو سب ایک ہیں
اور رام اور خدا تو ایک ہی ہیں. نام کے بھید کے پیچھے لڑ لڑ
کر مرنے ہیں. کبیر، تم گلو تو اپنا وہ پد—سنتو، دیکھت جگ
بورانا !

(کبیر پد گاتے ہیں)

سنتو دیکھ جگ بورانا .

سانج کہو تو مارن دھارے، چھوٹے جگ پتیاں .

ہندو کہہ موئی رام پھارا ترک کہہ رحمانا .

آپس میں دوڑ لڑی لڑی موئے، مرم نہ کھو جانا .

کہت کبیر سنو ہو سنتو، ای سب ہرم بھولانا .

کینک کہوں کہا نہیں مانے، آپوہی آپ سامانا .

(پٹاکشیپ)

نئے ہند کی دوسری پانچ برسی योजना

نئے ہند کی دوسری پانچ برسی योजना

شری جے . سی . کماریا

شری جے . سی . کماریا

دوسری پانچ برسی योजना کا مسودہ دہش کے سامنے ہے . اس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اسے دھیان سے پڑھنے کی ضرورت ہے .

دوسری پانچ برسی پانچ برسوں کا مسودہ دیہش کے سامنے ہے . اس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اسے دھیان سے پڑھنے کی ضرورت ہے .

ہمارا دہش ایک تاریک شہر ہے اسلئے ہم یہ ہمنیہ کر رہے ہیں کہ اس یोजना میں سب سے زیادہ خیال کسانوں کی ضرورتوں اور انکی ہلاکت کا کیا گیا ہوگا . باقی سب باتوں کو اسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ ان سے کسانوں کی ترقی میں مدد ملے . یہی ایسا کیا جانا چاہیے کہ اس کے خلاف یہ مسودہ بڑے بڑے پونجی پتوں اور بڑے بڑے کل کارخانے والوں کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے . دیہش کے ہائی لوگوں کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک کہ وہ اس پونجی والی دیہش کو پہلے پہلے میں مدد نہ سکیں اس طرح کے مسودے کو ہم ایک "تدبیر" یا "تدبیر" کہہ سکتے ہیں . دیہش کے یोजना نہیں کہہ سکتے . اس سارے مسودے میں اسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دیہش کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیہشوں میں بیجا جاسکے . باہر کے دیہشوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے دیہش کے کارخانوں کے مالکوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس طرح دیہش میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں .

ہمارا دہش ایک تاریک شہر ہے اسلئے ہم یہ ہمنیہ کر رہے ہیں کہ اس یोजना میں سب سے زیادہ خیال کسانوں کی ضرورتوں اور ان کی ہلاکت کا کیا گیا ہوگا . باقی سب باتوں کو اسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ ان سے کسانوں کی ترقی میں مدد ملے . یہی ایسا کیا جانا چاہیے کہ اس کے خلاف یہ مسودہ بڑے بڑے پونجی پتوں اور بڑے بڑے کل کارخانے والوں کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے . دیہش کے ہائی لوگوں کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک کہ وہ اس پونجی والی دیہش کو پہلے پہلے میں مدد نہ سکیں اس طرح کے مسودے کو ہم ایک "تدبیر" یا "تدبیر" کہہ سکتے ہیں . دیہش کے یोजना نہیں کہہ سکتے . اس سارے مسودے میں اسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دیہش کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیہشوں میں بیجا جاسکے . باہر کے دیہشوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے دیہش کے کارخانوں کے مالکوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس طرح دیہش میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں .

کمونیٹی پروجیکٹس یا نی سہکار یोजनाؤں، کمونیٹی ڈویلپمنٹ یا نی سہکار یोजना یا نیشنل ایکشن پلان یا نی سہکار یोजना کے نام سے جو کچھ شوقا بہت کر رہا ہے وہ سب بھلے کی چیز ہے . بچہ جب دودھ مانگا ہے تو ربر کی چوسلی اس کے منہ میں دے دی جاتی ہے . بچہ اسے چوستا رہتا ہے لیکن اس سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا . ہمارا دیہش چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا یہ سے سنگتوں کیا جاوے . اس مانگ کے جواب میں کچھ توڑے سے چلے ہوئے علاقوں میں یہ مہنگی "کلیانکاری" یोजनाں بھی کی جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا . اس طرح کی یोजनाؤں کو بنیادی طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور کھیتی کسانوں کے دوسرے ادھک دھنوں کے ساتھ اس طرح چرنا چاہیے کہ جس سے لوگوں والوں کی دھن پیدا کرے

کمونیٹی پروجیکٹس یا نی سہکار یोजनाؤں، کمونیٹی ڈویلپمنٹ یا نی سہکار یोजना یا نیشنل ایکشن پلان یا نی سہکار یोजना کے نام سے جو کچھ شوقا بہت کر رہا ہے وہ سب بھلے کی چیز ہے . بچہ جب دودھ مانگا ہے تو ربر کی چوسلی اس کے منہ میں دے دی جاتی ہے . بچہ اسے چوستا رہتا ہے لیکن اس سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا . ہمارا دیہش چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا یہ سے سنگتوں کیا جاوے . اس مانگ کے جواب میں کچھ توڑے سے چلے ہوئے علاقوں میں یہ مہنگی "کلیانکاری" یोजनाں بھی کی جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا . اس طرح کی یोजनाؤں کو بنیادی طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور کھیتی کسانوں کے دوسرے ادھک دھنوں کے ساتھ اس طرح چرنا چاہیے کہ جس سے لوگوں والوں کی دھن پیدا کرے

چلتی رہے ہمارے اس سونے میں یہ نہیں کہا گیا۔ دھبی
 فوراً اس بات کی ہے کہ دیہات کی ترقی کا ایک چال
 ہزاروں طرف پور دیا جاوے جس میں گلوں کے اچھی طرح
 سے ہونے علم کوئے والے ہوں اور اُن کی مدد کے لئے ایک
 بڑے اندھیکر والی سرکاری کمپنی ہو جس کے اوپر ایک پوجنا
 مٹائی ہو۔ آجکل کی یہ پوجنائیں کھول راجکائی پوجنائیں
 ہیں۔ ان کی غرض راجکائی پوریہکھتا ہے۔ ان میں گلوں کی
 باتیں کے لئے جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ کھول آنسو پوجنے والی
 ہیں۔ چلتا کا دھوچ اور چلتا کا صبر دھوچ دھوچ اس
 سے ٹوٹ سکتا ہے۔

ہم پہلے بھی کئی بار تم چکے ہیں کہ ہمارے دیہے کا بڑی
ری ندیوں کے بہاؤ کے حساب سے پھر سے بتوڑا ہونا چاہئے اور
ان ندیوں سے ایسی نہریں نکلتی چاہئیں جو عمالہ کے برساتی
انی کو سونکھ ہوئے کھیتوں میں سے لے جاتی ہوئی کلیا کماوی
ک پہونچا دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی بھی پارٹی
ورسٹمنٹ یا ان کے مددگروں اور نیتاؤں کے مقابلے میں کسانوں
ی مالی ضرورتوں کا کہیں ادھک خیال رکھا جاوے۔ راجکاج
مارے لئے اب ایک دوسرے درجے کی چیز ہونی چاہئے۔ پہلے
رجہ ہمیں جلتا کی مالی ضرورتوں کو دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے
مذاری منڈلوں کو بھی اسی طرح نئے سرے سے بدلنا چاہئے جس
عام جلتا کی مالی حالت کو ہم سمجھ بوجھ کے ساتھ اوپر لے
جاسکیں اور سارے راشنر کا نئے سرے سے سلکھیں کر سکیں۔

ہم اب بھی آشاکرتے ہیں کہ اسی دوسری پانچ دہری
وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا
ہر اسی مسئلہ کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عالم
مفتا کی ضرورتیں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا
جاسکے۔

نئی بیوجنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اگلی مائٹا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اگلی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ ایک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گاؤں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقہ میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے میل جول رکھ سکتا ہے۔ لڑ والوں کے بھلے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے پیچھے ہونے گرام سبوں کی ضرورت ہوگی۔ پڑ پڑی ہیں بارت کی دروہا جنتا کو اور اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوتا۔

اس بیچلا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے آدمیوں کو بڑے بڑے کارخانوں کو پڑھایا جاوے تو ہوسکتی ہیں کہ ان کے اندر جو گہروں آندھنوں کا برج پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے عجب ہم سب کا پیڑھوں کا تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے آدمیوں کو کچھ سے کچھ جانتے رہنا دیکھ کر ڈانٹ پڑتا

जाते हैं।
 इस योजना में यह मान लिया गया है कि गाँव
 में आला है जो कम दिन के काम है और वह यह है कि गाँव
 में छोटे-छोटे बच्चे बढ़ाये जायें और उन्हें सरकारी ही जाय.
 इसीसे मैं भी अनुमान इस बात को मान लिया गया है पर
 इसीसे के बचाने वाले इस अनुसूल पर अमल करने के लिये
 खलिये तैयार नहीं हैं कि इससे आये दिन की जरूरत की
 चीजों को पैदा करने वाले बड़े बड़े कारखानों के रूप में
 बल सकेंगे और बड़े पूँजी पतियों का काम कम हो
 जायगा.

हम अपने देश की समस्याओं को और बढ़ाकर या
 इसे भाम कर उन्हें हल नहीं कर सकते. हमें देश से
 बेकारी मिटानी है जो हमें गाँव के धन्धों और गाँव के कारी-
 गरों को बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कारखानों की बातक
 हाँ से बचाना ही होगा.

इस योजना में यह मान लिया गया है कि आये दिन
 की जरूरत की चीजों को पैदा करने के लिये बड़ी बड़ी पूँजी
 लगाकर जो कारखाने खोले जायेंगे उनसे जो बहुत सा
 माल पैदा होगा उस माल से लोगों के रहन सहन का ढंग
 और ऊँचा हो जायगा. रहन सहन का ढङ्ग जनता का तब
 ऊँचा होता है जब वह मजदूर या वह कारीगर जो मेहनत
 मजदूरी करता है ज्यादा माल खरीद सके. बड़ी पूँजी वाले
 कारखाने से धन का फैलाव बन्द हो जाता है और वह
 पूँजी बनकर थोड़े से हाथों में जमा हो जाता है. इससे
 करोड़ों जनता के रहन सहन का ढङ्ग और नीचे जाता है.
 कपड़ा, तेल, चमड़े का सामान, शक्कर और ऐसी चीजों
 हैं जिनकी पैदावार में ज्यादा से ज्यादा आदमियों को काम
 मिलना चाहिये और जिनसे पैदा हुआ धन ज्यादा से
 ज्यादा लोगों तक फैल जाना चाहिये. हम अपने धन्धों को
 इस तरह चलायें तो कारखाने के माल की हमें जरूरत ही
 नहीं रहेगी, न कारखानों में पूँजी लगाने की जरूरत रहेगी
 और जनता का रहन सहन का ढङ्ग अपने आप ऊँचा चला
 जायगा. सबके पास पैसा होगा और सब उससे अपने
 सुख का सामान खरीद सकेंगे.

इस योजना में उन पूँजी पतियों को मदद देने के लिये
 जो अपने निजी कारखाने चला रहे हैं या चलाना चाहते
 हैं 60 करोड़ रुपया रखा गया है. इसके मुकाबले में गाँव
 के धन्धों को मदद देने के लिये, जिनका तात्कालिक करोड़ों
 जनता से है, सिर्फ 200 करोड़ रखा गया है, यानी उसके
 आधे से भी कम. लगभग तीन-चौथाई में कुछ हजार पूँजी
 पति और एक चौथाई में करोड़ों छोटे बच्चे वाले. इससे
 सादिर है कि अमीरों और सरीशों, पैसे वालों और नौदारों
 के बीच की खाई और बढ़ती चली जायगी.

हम जानते हैं कि गाँव में बहुत सी समस्याएँ हैं और हमें इनको
 हल करना है. हमें एक ही ओर दे बने कि गाँव के
 छोटे-छोटे कारखाने और गाँवों में और उनमें तرقि दी जाय.
 इससे हमें भी अनुमान है कि गाँव में आला है जो कम दिन के काम है और वह यह है कि गाँव
 में छोटे-छोटे बच्चे बढ़ाये जायें और उन्हें सरकारी ही जाय.
 इसीसे मैं भी अनुमान इस बात को मान लिया गया है पर
 इसीसे के बचाने वाले इस अनुसूल पर अमल करने के लिये
 खलिये तैयार नहीं हैं कि इससे आये दिन की जरूरत की
 चीजों को पैदा करने वाले बड़े बड़े कारखानों के रूप में
 बल सकेंगे और बड़े पूँजी पतियों का काम कम हो
 जायगा.

हम अपने देश की समस्याओं को और बढ़ाकर या
 इसे भाम कर उन्हें हल नहीं कर सकते. हमें देश से
 बेकारी मिटानी है जो हमें गाँव के धन्धों और गाँव के कारी-
 गरों को बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कारखानों की बातक
 हाँ से बचाना ही होगा.

इस योजना में यह मान लिया गया है कि आये दिन
 की जरूरत की चीजों को पैदा करने के लिये बड़ी बड़ी पूँजी
 लगाकर जो कारखाने खोले जायेंगे उनसे जो बहुत सा
 माल पैदा होगा उस माल से लोगों के रहन सहन का ढंग
 और ऊँचा हो जायगा. रहन सहन का ढङ्ग जनता का तब
 ऊँचा होता है जब वह मजदूर या वह कारीगर जो मेहनत
 मजदूरी करता है ज्यादा माल खरीद सके. बड़ी पूँजी वाले
 कारखाने से धन का फैलाव बन्द हो जाता है और वह
 पूँजी बनकर थोड़े से हाथों में जमा हो जाता है. इससे
 करोड़ों जनता के रहन सहन का ढङ्ग और नीचे जाता है.
 कपड़ा, तेल, चमड़े का सामान, शक्कर और ऐसी चीजों
 हैं जिनकी पैदावार में ज्यादा से ज्यादा आदमियों को काम
 मिलना चाहिये और जिनसे पैदा हुआ धन ज्यादा से
 ज्यादा लोगों तक फैल जाना चाहिये. हम अपने धन्धों को
 इस तरह चलायें तो कारखाने के माल की हमें जरूरत ही
 नहीं रहेगी, न कारखानों में पूँजी लगाने की जरूरत रहेगी
 और जनता का रहन सहन का ढङ्ग अपने आप ऊँचा चला
 जायगा. सबके पास पैसा होगा और सब उससे अपने
 सुख का सामान खरीद सकेंगे.

इस योजना में उन पूँजी पतियों को मदद देने के लिये
 जो अपने निजी कारखाने चला रहे हैं या चलाना चाहते
 हैं 60 करोड़ रुपया रखा गया है. इसके मुकाबले में गाँव
 के धन्धों को मदद देने के लिये, जिनका तात्कालिक करोड़ों
 जनता से है, सिर्फ 200 करोड़ रखा गया है, यानी उसके
 आधे से भी कम. लगभग तीन-चौथाई में कुछ हजार पूँजी
 पति और एक चौथाई में करोड़ों छोटे बच्चे वाले. इससे
 सादिर है कि अमीरों और सरीशों, पैसे वालों और नौदारों
 के बीच की खाई और बढ़ती चली जायगी.

اس योजना میں اس بات کی سب سے زیادہ چلتا دکھائی گئی ہے کہ ہمارے دیہی سے بہت سا مال دوسرے دیہوں کو پہنچا جاوے۔ اس طرح کے ویپار سے زیادہ تر فائدہ یونٹھی پنوں اور بڑے کارخانے والوں کو ہی ہوتا ہے۔ انہیں کو اپنے کارخانوں کی ضرورت کا مال اور اپنے عیشی آرام کا مال دیشوں سے خریدنے کے لئے ویدیشی سکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے ویپار سے کسی دیہی میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں آسکتی۔ دنیا میں شانتی نہیں قائم ہو سکتی ہے اور کروڑوں چلتا نہیں خوشحال ہو سکتی ہے جب ہر دیہی کم سے کم اپنی آئے دن کی ضرورتوں کی چیزیں خود بناوے اور اس معاملے میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو۔ ہم اپنے دیہی سے اندھکڑ کچا مال باہر بھیجتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے یہاں سے پروڈکٹری دور کرلی ہے تو ہمیں اس طرح کے سب کچھ مال کو اپنے یہاں روک کر خود اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں تیار کرنی چاہئیں۔ جب تک ہم کچا مال باہر بھیجتے رہیں گے اور ہلی ہوتی چیزیں باہر سے منگاتے رہیں گے تب تک دیہی میں پروڈکٹری ہلی رہیگی۔ اس سلسلے تو ہماری یہ حالت ہے کہ ویدیشوں میں بنی چیزوں اور ویدیشی یونٹھی سے ہلی چیزوں سے ہمارے بازار بھرے ہوئے ہیں۔ "لکس" جیسے ویدیشی صاحب ہمارے دور دور کے گاؤں گاؤں تک پہنچ گئے ہیں۔ کیا پاکستان کے کسی گاؤں میں ہندستان کا ہلا صاحب آپ بومل سکتا ہے؟ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کے چیلوں کو پھر سے اوجھلے جانیں، اسے سولولیمی بنائیں اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا موقع دیں تو ہمیں ہمت سے کم لہنا ہوگا۔ دیہی کی چلتا کو دوسرے دیہوں کے سکوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی گڑھی محنت کی پیداوار کا ہمیں اس طرح کا آپہنگ نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے یونٹھی پنوں کو ویدیشی مال خریدنے کے لئے ویدیشی سکے مل سکیں۔

کھیتی

یہ ٹھیک ہے کہ کھیتی ہمارے یہاں اتھارہ فیصدی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ پیداوار ان چیزوں کی بڑھی ہے جنہیں ویدیشوں میں بیچ کر دھن کمایا جا سکتا ہے۔ ناچ یا ان چیزوں کی پیداوار جن سے پیٹ بھرا جا سکتا ہے بڑھی نہیں بلکہ اور گھٹی ہے۔ یہ ہم اگلی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں لوگوں کو شکاری ہڈائے رکھنے کے لئے جیسا چاہیئے بوجھ نہیں ملتا۔ بہکیرے لگ بھگ بڑے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں ناچ کی پیداوار پر سارا زور دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ ہمارے کھانے کے لئے ناچ

خیتی

یہ ٹھیک ہے کہ خیتی ہمارے یہاں اتھارہ فیصدی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ پیداوار ان چیزوں کی بڑھی ہے جنہیں ویدیشوں میں بیچ کر دھن کمایا جا سکتا ہے۔ ناچ یا ان چیزوں کی پیداوار جن سے پیٹ بھرا جا سکتا ہے بڑھی نہیں بلکہ اور گھٹی ہے۔ یہ ہم اگلی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں لوگوں کو شکاری ہڈائے رکھنے کے لئے جیسا چاہیئے بوجھ نہیں ملتا۔ بہکیرے لگ بھگ بڑے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں ناچ کی پیداوار پر سارا زور دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ ہمارے کھانے کے لئے ناچ

बाहर के बाले, दूसरे देशों के साथ इस तरह की विचारधारा जिसमें अपना घर का माल हम बाहर भेजें और उनका ज़मीनी माल हमसे खरीदें देश को और ज्यादा गरीब कर देगी, हमें नाश की पैदावार बढ़ानी चाहिये, हमारे देश के अन्दर की विचारधारा का हंग भी इसी तरह का बिगड़ा हुआ है, गांव वाले खेती की पैदावार जैसे घान, तिलहन, रुई और चमड़ा शहरों को भेजते हैं और तैयार माल जैसे मिल के कुटे चावल, मिल का तेल, मिल का सूत, मिल के कपड़े, जूते बरौटह शहरों से खरीदते हैं, अगर गांव वालों की माली हालत को सुधारना है तो इस बहाव को रोकना होगा.

बाढ़ की रोक थाम

तालाबों की मिट्टी, निकाल देने से हम एक दूरी तक नदियों की बाढ़ों और उन बाढ़ों से अच्छी मिट्टी के कगारों के बह जाने को भी रोक सकेंगे। नदियों का बहुत सा फालतू पानी, जो अब हथारों जानें लेता हुआ और गांव के गांव बरबाद करता हुआ समन्दर में जा गिरता है, तब गहरे तालाबों में भर जायगा और गांव वालों के काम आयेगा।

हर जगह यह भी कोशिश होनी चाहिये कि गांव का सब गन्दा पानी ऐसे गड्ढों में पहुँच जाय जहाँ उससे अच्छी कम्पोस्ट खाद तैयार हो सके। इससे भी बगती की पैदावार बढ़ेगी, और हमें अधिक नाज और हमारे जानवरों को अधिक चारा मिल सकेगा।

लोखी में समझ से काम देने का यह मतलब है कि हम इस बात की तरफ ध्यान दें कि किस भोजन से किसी

[illegible]

اگر ہم آبپاشی کے چھوٹے چھوٹے ذریعوں کو ٹھیک رکھنے کی طرف دھیان دیں تو آبپاشی کی زمین کی پیداوار آسانی سے چوگنی ہو سکتی ہے۔ ہمیں برس سے ہم نے گلوں کے ٹالپوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اُن میں سے بہت سوں میں مٹی اُڑو تک بھر گئی ہے۔ اکثر میں تو بارش ہونے پر بھی مشکل سے ایک نف پانی نکلتا ہے۔ دیہی میں جگہ جگہ بڑے بڑے ٹالپ موجود ہیں، پر اُن میں ایک فصل کے لائق بھی پانی نہیں رہتا۔ اگر ہم اُن کی مٹی نکالوا کر انہیں چار پانچ فٹ گہرا کر دیں، تو وہ مٹی ٹھٹھوں میں سلسلہ عمارت کا کام دے سکتی ہے، ٹالپوں میں دو دو اور تین تین فصل کے لائق پانی دے سکتا ہے اور آبپاشی کی ٹھٹھکی آج سے دوگنی ہو سکتی ہے۔ ہم گلوں والوں کے ساتھ اس طرح کا پروگرام رکھیں تو وہ ہر طرح سے دیکھ کر ہمارے ہیں۔ مٹی لگانے کے لئے ہم بل شوزروں سے کام لے سکتے ہیں۔ ٹھٹھکی کی آبپاشی کے لئے نہروں میں پانی پہنچانے کے واسطے ہم پتھلی کے پتھوں سے بھی کام لے سکتے ہیں۔

ہمارے بچے کی روک تھام

تالابوں کی مٹی نکال دینے سے ہم ایک درجہ تک ندیوں
کی بازوؤں اور ان بازوؤں سے اچھی مٹی اور مٹی کے ٹکڑوں کے بہ
جانے کو بھی روک سکتے ہیں۔ ندیوں کا بہت سے فالتو پانی، جو
انہما ہزاروں جاتیں لیتا ہوا اور گٹوں کے گٹوں پر بہا کرنا ہوا سمندر
میں جا کرتا ہے، تب کہہ رہے تالابوں میں بھر جائیگا اور گٹوں والوں
کے کام آئیگا۔

ہر جگہ یہ بھی کوشش ہوئی چاہیے کہ بچوں کا سب گنا
پائے۔ ایسے گناہوں میں پہنچ جائے جہاں اس سے اچھی
کمپیوٹ کیا جا رہا ہو سکے۔ اس سے بھی بھرتی کی پیداوار
بڑھتی ہے اور ہمیں انکے ناچ اور ہمارے جانوروں کو انکے
چارا مل سکتا ہے۔

کہانی میں سب سے کم لہجہ کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس بات کی طرف دھیان دیں کہ کس پہلو سے کہانی

کھیت میں کامیابی ہے، اور پھر اس طرح کی فصلیں پیدا ہوں گی۔ ایک طرح کے پھل، جیسا کہ ہم سب کو مل سکے، جگہ جگہ کی مٹی اور پانی کی ایک ایک سائنسی پیم کے لئے ہی ایسی ہمارے پاس ملائی نہیں ہیں، یہ ہو جائے تب ہی ہم ایک کھانے سب جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ کیوں بلاوٹی کھیتی کھائیں سب جگہ پہنچا دینا، جیسا کہ سرکاری یوجنا کے مسودے میں تھا گیا ہے، بلا جگہ جگہ کی مٹی اور پانی کی کھیتی پیم کے، اور اٹا کھانک ہوگا۔ اس کے لئے دگیان ملنے کی کھانک ہے۔

ہماری یोजना یہی ہونی چاہیے کہ جس سے سستی کی پہاچار ہونے کیسری یا ہونے کیسری نہیں، بلکہ ہونے گونا یا ہونے گونا بد سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سستی سے سمنبھہ رکھنے والے علاقوں بنوں اور گاؤں کی کھیتکاریوں کو بھی بڑاوا چاہیے جس سے کھیتکاری کی کھیتی مینے اور سب کو کام اور رोजگار मिल سکے۔

کریمتے

آجکل کسان کو اپنی مہنت کے پورے پورے دام حاصل نہیں ہوتے۔ اس کے پہاچار کی کریمتوں کو ہٹانا بڑاوا کھیتی مینے اور کھیتی مینے کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نہیں رہنا چاہیے۔ اپنی پہاچار کی کریمتوں سے کرنے میں خود کسان کی آواز سب سے زوردار رہنی چاہیے۔ قیمت کا بہت بڑا بھاگ جمل بیج کے لوگ کھا جاتے ہیں۔ ان دلالوں کا ایک لمبا سلسلہ بن گیا ہے۔ یہ سلسلہ کھیتا چاہیے۔ قیمت کا ادھیکانہیں بھاگ کسان اور مزدور کو ملنا چاہیے۔

نئے رोजگار

نئی یोजना میں پدے لیکھے بے رोजگاروں کے لیے کچھ نئے کام گدے گئے ہیں۔ پر یہ کام یہی ہیں جن سے دیہی کی پیدوار یا دیہی کا دھن نہیں بڑھتا، خرچ ہی خرچ بڑھتا ہے۔ بے رोजگاری دور کرنے کے لئے ہمارے لئے کام ایسے ہونے چاہیے جن سے پیدوار و دھن بڑھے۔

اگر ہم ان طریقوں سے کام کریں تو ہمیں دوسرے دیہیوں کے سامنے مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی چاند دیکھ کر پاؤں پھیلانے، ضرورت کی ضرورت کی اپنی ضرورت کا ادھیکار سامان خود پیدا کریں، تو جن آٹھ سو کروڑ روپے کے باہر سے لینے کی ضرورت اس یोजना میں پائی گئی ہے ان کی ہمیں باہر سے لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم اپنی پیدوار اور اپنے دھن کی کھیت دونوں کو دھیان سے لیکھیں اور اپنے سامان کا کھیت کھیت کر دیں تو جتنا بھی

تھی مل سکتی ہے۔ اس طرح کی فصلیں پیدا ہوں گی۔ ایک طرح کے پھل، جیسا کہ ہم سب کو مل سکے، جگہ جگہ کی مٹی اور پانی کی ایک ایک سائنسی پیم کے لئے ہی ایسی ہمارے پاس ملائی نہیں ہیں، یہ ہو جائے تب ہی ہم ایک کھانے سب جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ کیوں بلاوٹی کھیتی کھائیں سب جگہ پہنچا دینا، جیسا کہ سرکاری یوجنا کے مسودے میں تھا گیا ہے، بلا جگہ جگہ کی مٹی اور پانی کی کھیتی پیم کے، اور اٹا کھانک ہوگا۔ اس کے لئے دگیان ملنے کی کھانک ہے۔

ہماری یोजना یہی ہونی چاہیے کہ جس سے سستی کی پہاچار ہونے کیسری یا ہونے کیسری نہیں، بلکہ ہونے گونا یا ہونے گونا بد سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سستی سے سمنبھہ رکھنے والے علاقوں بنوں اور گاؤں کی کھیتکاریوں کو بھی بڑاوا چاہیے جس سے کھیتکاری کی کھیتی مینے اور سب کو کام اور رोजگار मिल سکے۔

قیمتیں

آجکل کسانوں کو اپنی مہنت کے پورے پورے دام وصول نہیں ہوتے۔ اس کے پہاچار کی کریمتوں کو ہٹانا بڑاوا کھیتی مینے اور کھیتی مینے کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نہیں رہنا چاہیے۔ اپنی پہاچار کی کریمتوں سے کرنے میں خود کسان کی آواز سب سے زوردار رہنی چاہیے۔ قیمت کا بہت بڑا بھاگ جمل بیج کے لوگ کھا جاتے ہیں۔ ان دلالوں کا ایک لمبا سلسلہ بن گیا ہے۔ یہ سلسلہ کھیتا چاہیے۔ قیمت کا ادھیکانہیں بھاگ کسان اور مزدور کو ملنا چاہیے۔

نئے رोजگار

نئی یोजना میں پدے لیکھے بے رोजگاروں کے لیے کچھ نئے کام گدے گئے ہیں۔ پر یہ کام یہی ہیں جن سے دیہی کی پیدوار یا دیہی کا دھن نہیں بڑھتا، خرچ ہی خرچ بڑھتا ہے۔ بے رोजگاری دور کرنے کے لئے ہمارے لئے کام ایسے ہونے چاہیے جن سے پیدوار و دھن بڑھے۔

اگر ہم ان طریقوں سے کام کریں تو ہمیں دوسرے دیہیوں کے سامنے مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی چاند دیکھ کر پاؤں پھیلانے، ضرورت کی ضرورت کی اپنی ضرورت کا ادھیکار سامان خود پیدا کریں، تو جن آٹھ سو کروڑ روپے کے باہر سے لینے کی ضرورت اس یोजना میں پائی گئی ہے ان کی ہمیں باہر سے لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم اپنی پیدوار اور اپنے دھن کی کھیت دونوں کو دھیان سے لیکھیں اور اپنے سامان کا کھیت کھیت کر دیں تو جتنا بھی

میں نے کہا کہ وہ سب سے پہلے دیکھ لیں کہ میں کیا کرتا ہوں۔
 میں نے کہا کہ اگر ہم باہر کی مدد کے سہارے رکھیں اور
 ان کے اندر چیزوں کی کھیت کو سمجھداری کے ساتھ
 دیکھ لیں تو انہیں دیکھ کر اس دیکھ میں جہاں لوگوں کے
 دھن سہن کا قہنگ اب بھی معمولی آدمی کی ضرورتیں
 ہیں گوا ہوا ہے اور ہم مہنگائی اور بڑھا دینے اور پیسے کے دلم
 رکھنا دیکھیں۔

میرزا یزدی

دراب ہندی کے ساتھ ساتھ ہمیں خاتمہ کو تازی تھار کرنے والیں کر
 نام دینے کا بھی پروا پر بندہ کر دینا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں
 اپنا کر اور چینی تاز کے رص سے تھار کرنی چاہئے۔ تاز سے
 ہمیں اپنی ضرورت کا پیرا کر اور پوری چینی مل سکتی ہے۔
 کتا بولے میں بھی ہم کہیں کے سادھلوں کا غلط آپدوگ کرتے
 ہیں۔ شکر یا چینی ادھکر ہوا اور پانی سے ہلتی ہے، زمین سے
 کوئی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کتے کی زمین کو ہمیں دوسری
 فصلیں پیدا کرنے کے نام میں لانا چاہئے۔ جو لوگ کتے کی
 چینی کی ملاں سے لاپیں دیتے کتے ہیں وہ اس کے لئے
 زمین سے راضی نہ ہونگے کہ ہم اسی زمین کا آپدوگ ادھک
 مسجد اور کے ساتھ دوسرے کاموں کے لئے کریں۔ چینی کی
 ملاں کی پیداوار پر اگر ہم حد باندھ دیں کہ وہ ایلہ سے زیادہ
 چینی پیدا نہ کر سکیں تو اس سے بھی ہمارے سمسما حل نہ
 ہوگی۔

شراب ہندی اگر ہم مسجداری کے ساتھ کریں تو اُس سے ہمیں بھت میں گھٹا نہیں ہونا چاہئے۔ دیشی سولانیوں یا خاص سرکاری ملازموں وغیرہ کے لئے چھوٹ کی شکل میں بھی کوئی کمزوری ہمارے شراب ہندی کے پروگرام میں نہیں ہونی چاہئے۔ شراب سب کسی کے لئے قانوناً بند ہونی چاہئے اور اُس کے ساتھ سماج میں ہر طرح کی شراب کے پینے کو برا سمجھا جانا چاہئے، چائے کوئی کم پینے اور چائے اٹھک۔ قوتی چھینکے شراب ہندی کرنے سے ہماری کلہانیاں بڑھ جائیں گی، جیسا کہ آجکل کہیں کہیں دیکھتے ہیں آرہا ہے۔

پیشی سے

ویدیو سکوں کے لوہے میں ہی ہم دیہی میں رہیں گے۔
 کی خاطر داری ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ انگریزی سٹارٹ
 کے لئے کھجرات گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ
 خاطر داری بھی گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ ہم جو
 دیہیوں کی خاطر داری کرتے ہیں اس کی جڑ میں ہمارا
 دیہی سکوں کا لوہہ ہے اور ویدیو مکہ ہمیں کھول مل
 باتوں کی ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے چاہئیں۔
 بطور قریب گھر جوہرہ مکہ ویدیو ہمارے دل کی بات

مہاجرین، ہمارے قریب مقام تک ہسٹریے بجا کر رہے جاتے ہیں کہ بیہوشی یا پھر بے ہوشی آجائے۔ یہ بات کوئی بڑی بات نہیں ہے، بھلا ہم پہلے اپنے لوگوں کو کاکی آرام پہنچا سکتے ہوتے۔ پر یہاں تیسرے درجے میں سفر کرنا آسان کی لینک لائن جیسی بہت سی جگہوں میں ایسا ہی ہے جیسا جائیروں کا ترکوں میں لکڑی جانا۔ ایسی صورت میں ہمیں 'ایئر کنڈیشنڈ' گاڑیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ریل کے پٹریوں کو معمولی انسانوں کا سا آرام ہی نہیں ملتا۔ ہم ان باتوں پر اپنے سادھن کوں غائب کریں جن سے ویدیشی پٹری یہاں ادھک کھینچیں؟ اگر ہم ویدیشی پٹریوں کو وہ سب آرام پہنچانا چاہیں گے جو انہیں اپنے اپنے دیہوں میں حاصل ہیں تو ہمیں ویدیشوں سے عیش آرام کے سامان منگائے۔ پورنگے اور ویدیشی پٹری بھی ہمارے یہاں کے اصولی رہن سہن کو ٹھیک ٹھیک نہ سمجھ پاویں گے۔

ہمیں بھلا گاؤں کی زندگی کو بڑھانا ہے تو گاؤں کے باشندوں میں اکثریت گاؤں کی خیریت کو پہچاننا اور گاؤں کے کاموں باندھوں کی بنیاد پر ہی بیکری چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں کی ضرورت کی چیزیں ادھکتر گاؤں کے کچے مال سے گاؤں کے کاریگر ہی تیار کر کے اور میلوں کے اس مال کا، جو گاؤں میں سستا بیکر گاؤں کے باندھوں کو بڑھاد کر سکتا ہے، گاؤں میں جانا باندھ کر دیا جائے۔ بیہوشی سائڈوں اور ویدیشی سائڈوں میں پہنچانا کچھ دیر کے لئے ایک دایک ہو سکتا ہے۔ پر یہ گاؤں والوں کی سسٹمز اور کھانسیں کا ٹکڑا حل نہیں ہے۔ ٹکڑا حل یہ ہے کہ ہم سائنسی کھوجیں کر کے اور تجربے کر کے خود اپنے یہاں کی نسلیں کو بڑھادیں اور سدھاریں۔

میلوں کی بنیاد پر ہی گاؤں کے باندھوں سے ٹکڑا کر لیتی ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتی ہیں وہ کہل تب ہی تک گاؤں میں جانی چاہئیں جب تک کہ گاؤں کے اسی طرح کے دھندوں میں یہ سے جان نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد کسی پونجی پٹی کو اپنا کارخانہ ہو کر گاؤں کے اس طرح کے دھندوں کو ملانے کا موقع نہیں دیا جاتا چاہئے۔ سرکاری بوجھ کا مسودہ تیار کر کے والوں نے جو اپنی نہیں بتائی ہے وہ ہماری اس بات کے خلاف ہے۔ ان کی تہمتی ہے۔ "آجکل کے تھنگ کی ایک ایسی آرٹیکل ویسٹا قائم کرنا جس میں بہت سی پونجی سے طرح طرح کی چیزیں تیار کی جاسکیں۔" اس طرح کی تہمتی سے ہی سامراجیاد پیدا ہوتا ہے، اس سے ساج والی تھانہ (موشلسٹ پٹری) تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے جو لوگ 'سوروش' کے اصول کے انہماق ملے ملے ایک ایک تھانہ اور آئی آئی کی پٹری

ہمیں اگر گاؤں کی زندگی کو بڑھانا ہے تو گاؤں کے باشندوں میں اکثریت گاؤں کی خیریت کو پہچاننا اور گاؤں کے کاموں باندھوں کی بنیاد پر ہی بیکری چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں کی ضرورت کی چیزیں ادھکتر گاؤں کے کچے مال سے گاؤں کے کاریگر ہی تیار کر کے اور میلوں کے اس مال کا، جو گاؤں میں سستا بیکر گاؤں کے باندھوں کو بڑھاد کر سکتا ہے، گاؤں میں جانا باندھ کر دیا جائے۔ بیہوشی سائڈوں اور ویدیشی سائڈوں میں پہنچانا کچھ دیر کے لئے ایک دایک ہو سکتا ہے۔ پر یہ گاؤں والوں کی سسٹمز اور کھانسیں کا ٹکڑا حل نہیں ہے۔ ٹکڑا حل یہ ہے کہ ہم سائنسی کھوجیں کر کے اور تجربے کر کے خود اپنے یہاں کی نسلیں کو بڑھادیں اور سدھاریں۔

میلوں کی بنیاد پر ہی گاؤں کے باندھوں سے ٹکڑا کر لیتی ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتی ہیں وہ کہل تب ہی تک گاؤں میں جانی چاہئیں جب تک کہ گاؤں کے اسی طرح کے دھندوں میں یہ سے جان نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد کسی پونجی پٹی کو اپنا کارخانہ ہو کر گاؤں کے اس طرح کے دھندوں کو ملانے کا موقع نہیں دیا جاتا چاہئے۔ سرکاری بوجھ کا مسودہ تیار کر کے والوں نے جو اپنی نہیں بتائی ہے وہ ہماری اس بات کے خلاف ہے۔ ان کی تہمتی ہے۔ "آجکل کے تھنگ کی ایک ایسی آرٹیکل ویسٹا قائم کرنا جس میں بہت سی پونجی سے طرح طرح کی چیزیں تیار کی جاسکیں۔" اس طرح کی تہمتی سے ہی سامراجیاد پیدا ہوتا ہے، اس سے ساج والی تھانہ (موشلسٹ پٹری) تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے جو لوگ 'سوروش' کے اصول کے انہماق ملے ملے ایک ایک تھانہ اور آئی آئی کی پٹری

میلوں کی بنیاد پر ہی گاؤں کے باندھوں سے ٹکڑا کر لیتی ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتی ہیں وہ کہل تب ہی تک گاؤں میں جانی چاہئیں جب تک کہ گاؤں کے اسی طرح کے دھندوں میں یہ سے جان نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد کسی پونجی پٹی کو اپنا کارخانہ ہو کر گاؤں کے اس طرح کے دھندوں کو ملانے کا موقع نہیں دیا جاتا چاہئے۔ سرکاری بوجھ کا مسودہ تیار کر کے والوں نے جو اپنی نہیں بتائی ہے وہ ہماری اس بات کے خلاف ہے۔ ان کی تہمتی ہے۔ "آجکل کے تھنگ کی ایک ایسی آرٹیکل ویسٹا قائم کرنا جس میں بہت سی پونجی سے طرح طرح کی چیزیں تیار کی جاسکیں۔" اس طرح کی تہمتی سے ہی سامراجیاد پیدا ہوتا ہے، اس سے ساج والی تھانہ (موشلسٹ پٹری) تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے جو لوگ 'سوروش' کے اصول کے انہماق ملے ملے ایک ایک تھانہ اور آئی آئی کی پٹری

کا اسی طرح کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ کسی طرح سے اسے
یोजना کا حصہ نہیں دے سکتے۔

ہم انگریزوں کے جن اصولوں کا، اور جس اہمیت
اور سچائی کا ہم بھرتے ہیں اس کے ساتھ ہی اس یोजना
کی یہ नीति مेल نہیں لگاتی۔ ہم دنیا بھر میں شانتی چاہتے ہیں
تو اپنے دیس میں ہمیں اسی آدھار پر آرٹھک رچنا کرنی
چاہیے۔ ہمیں اپنے آدرشوں کو ٹھیک ٹھیک مل کرنا چاہیے اور
ان کے افسار ٹھیک ٹھیک سوچنا اور عمل کرنا چاہیے۔

جو مال ہمارے دیس میں پیدا ہو وہ ایک خاص اچھی
قسم کا ہو (سٹینڈرڈائزیشن) مال کے درجے بھی ملے ہوں
(گریڈنگ) یہ سب ٹھیک ہے۔ پر ان کے ساتھ اشتہار بازی
پر بھی سرکار کی روک تھام ضروری ہے، خاص کر کھانے پینے کی
چیزوں اور دواؤں کے سب اشتہاروں پر مناسب سرکاری محکموں
کی پوری روک تھام ہونی چاہیے۔

ہمیں اپنی ویدشی تجارت کی بھی دھیان کے ساتھ
لے کر کرنی چاہیے۔ کچے لوہے، کچے میلکینیز، کچے ہاکسٹ
جیسی چیزوں کا دیس سے باہر بھیجنا ہمیں بالکل بند کر دینا
چاہیے، اس طرح کے کچے مادیوں کا ٹھیک ٹھیک ایڈریس کر کے
ہم ان بڑے بڑے دھندوں کو خوب بڑھا سکتے ہیں جو سرکار کی
طرف سے چلائے جاویں، جنہیں 'پبلک سیکٹر' کہتے ہیں۔ ہم
ابھی چاہے اس کے لئے تیار نہ ہوں پر ہمیں اسے نگاہ میں رکھنا
اور جلدی سے جلدی کرنا چاہیے۔ جیسا بھی کوئلہ ہمارے پاس
ہے اسے ہمیں اپنے کام کے لئے دیس کے اندر رکھنا چاہیے، تاکہ کم
سے کم ہمیں باہر سے کوئلہ نہ ملنا پڑے اور باہر سے کوئلہ آنا
بند ہو جائے۔ شروع شروع میں اس سے کچھ اسویدھا ہو سکتی
ہے، پر ہم سائنسی کھوج سے پوا کم لیں تو اپنے ہی کوئلے سے
کافی 'کھلری' پیدا کر سکتے ہیں۔

آئے جانے کے سادھن

آئے جانے کے ساधन

آئے جانے اور مال کو لانے لے جانے کے لئے ہمیں پانی کے
رستے بڑھانے کی طرف ادھک دھیان دینا چاہیے۔ آئر، دکن
یورپ اور پچھم چاروں طرف جانے والی نہروں کا ایک ایسا جال
ہمیں پور دینا چاہیے جو دیس کے سب گوشوں کو ایک دوسرے
کے ساتھ جڑ دے۔ اس سے آبپاشی اور پیداوار بھی بڑھتی ہے۔
آئے جانے کا یہ سادھن بہت سستا پڑتا ہے، اور جب کھیتوں میں
کم نہیں رہتا تو اس سے لاکھوں کو کام اور روزگار مل جاتا ہے۔

مکان

مکان

ہر کارخانے کے مکملوں کے لئے کے لئے مکان
پناہ دینا اور مکان دینے کی ضرورتی کارخانوں کے مکملوں

ہر کارخانے کے مزدوروں کے لئے کے لئے مکان
پناہ دینا اور مکان دینے کی ضرورتی کارخانوں کے مکملوں

100

بیماریوں کی دیکھ بھال میں آکر سہکار
 ناہی (کمیونٹی ڈیولپمنٹ) اور راشیہ کلائنک
 نل ڈسپنسری) کے روپ میں، شیدی پجنٹوں کی
 مدد کے سارے کھج بھری اور رکھی رکھی کانشیوں
 دہا کے سامنے رکھی جا رہی ہیں۔ اس तरह کی کانشیوں
 अधिकतर खास खास चुने हुए इलाकों या केन्द्रों में की
 जा रही हैं। इन कोशिशों और योजनाओं से समय की
 जरूरत पूरी नहीं हो सकती। एक तो सीखे हुए काम करने
 वालों की कमी है और दूसरे धन की भी बेहद कमी रहती
 है। इस काम में अगर खेती को और खेती से और गांव
 से सम्बन्ध रखने वाले सब उद्योग धन्धों को बढ़ाने और
 तरक्की देने का पूरा पूरा खयाल रखा जावे और इतने
 बड़े काम के लिये काफी धन लगाया जाय और काम
 करने वालों को ठीक ठीक अधिकार मिले हुए हों तो कुछ
 ठीक काम हो सकता है।

एक योजना मिनिस्ट्री हमारे यहां मौजूद है। उसके
 साथ एक अलग डिपटी मिनिस्टर होना चाहिये जो सब
 पहलुओं को ध्यान में रखकर इस काम को पूरा करे।
 उस डिपटी मिनिस्टर को पूरा अधिकार होना चाहिये कि
 जिन जिन सरकारी महकमों का इस काम से वास्ता पड़ता
 है उन सब के इस तरह के कामों को मिलाकर ठीक
 तरह चला सके। समाज सेवकों का उस तरह का काम
 जैसा सरकारी मसौदे में बताया गया है केवल ऊपर से
 लीपा पोती और धोखा है। हमें करना यह है कि गांव
 वालों की माली हालत को पूरी तरह मजबूत बना दें। यह काम
 अधसिखे समाज सेवक नहीं कर सकते। यह पूरी जिम्मेवारी
 का काम है। सरकार को अपना पूरा और इस काम में
 लगाना चाहिये।

سب سے پہلے ہی کی ہے۔ اب آخر میں اگر سب سے پہلے
 (کمیونٹی ڈیولپمنٹ) اور راشیہ کلائنک (نیشنل ایسٹبلشمنٹ)
 کے روپ میں، وڈیشی ایجنسیوں کی مدد کے سارے کھج
 اندھیری اور رکھی رکھی کوششیں دیں کے سامنے رکھی جا رہی
 ہیں۔ اس طرح کی کوششیں اندھیر خاص خاص چلے ہوئے
 علاقوں یا کینڈروں میں کی جا رہی ہیں۔ ان کوششوں اور
 یोजनाؤں سے سب کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ ایک تو
 سیکھے ہوئے کام کرنے والوں کی کمی ہے اور دوسرے دھن کی بھی
 بے حد کمی رہتی ہے۔ اس کام میں اگر کھیتی کو اور کھیتی سے اور
 گاؤں سے سببندہ رکھنے والے سب ادیوگ دھندوں کو بڑھانے اور
 دہانے ترقی کا پورا پورا خیال رکھا جاوے اور اتنے بڑے کام کے لئے
 کافی دھن لگایا جائے اور کام کرنے والوں کو ٹھیک ٹھیک ادائیگ
 ہوئے ملے ہوں تو کچھ ٹھیک کام ہو سکتا ہے۔

ایک یوجنا منسٹری ہمارے یہاں موجود ہے۔ اس کے ساتھ
 ایک الگ ڈپٹی منسٹر ہونا چاہئے جو سب پہلوؤں کو دھیان
 میں رکھ کر اس کام کو پورا کرے۔ اس ڈپٹی منسٹر کو پورا
 ادھیکار ہونا چاہئے کہ جن جن سرکاری محکموں کا اس کام سے
 واسطہ پڑتا ہے ان سب کے اس طرح کے کاموں کو مل کر ٹھیک
 طرح چلا سکے۔ سماج سہوکوں کا اس طرح کا کام جیسا سرکاری
 مسودے میں بتایا گیا ہے کیوں اڈپر سے لیا پوتی اور دھوکا ہے۔
 ہمیں کرنا یہ ہے کہ گاؤں والوں کی مالی حالت کو پوری طرح مضبوط
 بنا دیں۔ یہ کام انہ سب سے سماج سہوک نہیں کر سکتے۔ یہ پوری
 رسواری کا کام ہے۔ سڑکار کو اپنا پورا زور اس کام میں لگانا
 چاہئے۔

ہماری رائے

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس زمانہ دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر بیرواں بڑانے اور دنیا کے سانہوں کو کروڑوں چننا کی پھائی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشواس اور فرتوں کو بڑانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریوں خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہونے میں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اٹھتی ہے کہ کین کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اس دہا میں "شانیتامی تاملری بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دہوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتیاروں پر خرچ ہوا۔ بچنے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم اسے تعمیراتی کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چننا کا سم اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلمیمی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویدہ میں پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ 10,970 کروڑ نئی آرٹھک یوجناؤں میں لگایا جائیگا۔ تعلیم پر، سائنس کے تجربوں پر، ہسپتالوں، کتابوں، اخباروں، کسرت گھروں، چننا کی تلمیمی کے دوسرے تجربوں اور بڑھ اور لکھت لوگوں کی پھلانیوں پر سال میں 16,150 کروڑ خرچ ہوا۔

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس سم دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر اوشواس بڑانے اور دنیا کے سانہوں کو کروڑوں چننا کی پھائی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشواس اور فرتوں کو بڑانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریوں خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہونے میں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اٹھتی ہے کہ کین کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اس دہا میں "شانیتامی سے تعمیراتی بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دہوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتیاروں پر خرچ ہوا۔ بچنے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم اسے تعمیراتی کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چننا کا سم اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلمیمی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویدہ میں پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ 10,970 کروڑ نئی آرٹھک یوجناؤں میں لگایا جائیگا۔ تعلیم پر، سائنس کے تجربوں پر، ہسپتالوں، کتابوں، اخباروں، کسرت گھروں، چننا کی تلمیمی کے دوسرے تجربوں اور بڑھ اور لکھت لوگوں کی پھلانیوں پر سال میں 16,150 کروڑ خرچ ہوا۔

سفر 1955-56 کے دوران میں نے امریکی وزارت دفاع کی مالیاتی کمپنی پر 2,000 کروڑ ڈالر شیکاگو اور کینٹر کے کاموں پر 1,490 کروڑ ڈالر خرچ کیا جائے گا۔ کینٹر کے خرچ سے جی 1,000 کروڑ ڈالر بچاوا گیا ہے۔ یہ سب انہی کے ہاتھ کے انہی کاموں میں خرچ ہوا۔

کینیڈا کے خرچ کو بڑھانے اور تائیمری کاموں کے خرچ کو بڑھانے سے سوویت روس کا رخ سارا دکھائی دیتا ہے۔ پچھلے سال کے مقررہ سال میں سوویت روس نے اپنی کینیڈا میں جی 6,40,000 آدمی کم کر دیے ہیں۔ یہ سب مانعہ رکھ کر اس سے بڑھ کر تائیمری کاموں میں لگا دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اپنے اپنے ملک سے باہر روس کا کبھی ایک فوجی اڈا تھا اور وہ فلینڈ کے پاس پورک ٹاؤن نام کا جہل تھا۔ سوویت روس نے اب اپنے سب کاربار وہاں سے اٹھا لیا اور وہ جیک فلینڈ کو واپس لے گیا۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرکاری نوٹ دیتے ہیں۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤس نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگہ اور ہتھیاروں کی دیکھ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا یہی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچ 6,590 کروڑ ڈالر رہا ہے۔ ایک سال کا خرچ 6,590 کروڑ ڈالر رہا ہے۔ اس میں سے 4,240 کروڑ یعنی کل بجٹ کے چوتھوں حصے کے برابر ہتھیاروں اور فوج پر خرچ کیا جائے گا۔ کینیڈا کے خرچ کم کرنے کے بجائے پچھلے سال کے مقررہ سال میں 100 کروڑ ڈالر بڑھا دیا گیا ہے۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی فوج کی تعداد بڑھانی جائے گی اور ایٹم بم اور بالذورجن بم جیسے ہتھیاروں کی تیاری پر اور زیادہ رقم خرچ کی جائے گی۔ امریکی فوج میں 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی فوج کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالر اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو آج کل کے ہتھیاروں کے مقررہ سال میں کافی زیادہ ہیں۔ 430 کروڑ ڈالر کوریا، پاکستان اور ترکی جیسے ممالک اور کینگا کوریا جیسے ممالک کو ہتھیاروں کی مدد دینے پر خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رقم بھی پچھلے سال کی طرح کی رقم سے 10 کروڑ ڈالر کم ہے۔

اس بجٹ سے امریکی سرکار کی نیابت اور اس کی بھی نہیں کا صاف پتہ چلتا ہے۔ ہتھیاروں اور فوج

میں 1956-57 کے بجٹ میں ایک سال میں ایک کروڑ 2,000 کروڑ اور شیکاگو اور کینٹر کے کاموں پر 1,490 کروڑ ڈالر خرچ کیا جائے گا۔ کینٹر کے خرچ سے جی 1,000 کروڑ ڈالر بچاوا گیا ہے۔ یہ سب انہی کے ہاتھ کے انہی کاموں میں خرچ ہوا۔

فوجی خرچ کو بڑھانے اور تعمیری کاموں کے خرچ کو بڑھانے سے سوویت روس کا رخ صاف دکھائی دیتا ہے۔ پچھلے سال کے مقررہ سال میں سوویت روس نے اپنی فوج میں جی 6,40,000 آدمی کم کر دیے ہیں۔ یہ سب مانعہ رکھ کر اس سے بڑھ کر تائیمری کاموں میں لگا دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اپنے اپنے ملک سے باہر روس کا کبھی ایک فوجی اڈا تھا اور وہ فلینڈ کے پاس پورک ٹاؤن نام کا جہل تھا۔ سوویت روس نے اب اپنے سب کاربار وہاں سے اٹھا لیا اور وہ جیک فلینڈ کو واپس لے گیا۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرکاری نوٹ دیتے ہیں۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤس نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگہ اور ہتھیاروں کی دیکھ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا یہی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچ 6,590 کروڑ ڈالر رہا ہے۔ ایک سال کا خرچ 6,590 کروڑ ڈالر رہا ہے۔ اس میں سے 4,240 کروڑ یعنی کل بجٹ کے چوتھوں حصے کے برابر ہتھیاروں اور فوج پر خرچ کیا جائے گا۔ کینیڈا کے خرچ کم کرنے کے بجائے پچھلے سال کے مقررہ سال میں 100 کروڑ ڈالر بڑھا دیا گیا ہے۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی فوج کی تعداد بڑھانی جائے گی اور ایٹم بم اور بالذورجن بم جیسے ہتھیاروں کی تیاری پر اور زیادہ رقم خرچ کی جائے گی۔ امریکی فوج میں 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی فوج کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالر اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو آج کل کے ہتھیاروں کے مقررہ سال میں کافی زیادہ ہیں۔ 430 کروڑ ڈالر کوریا، پاکستان اور ترکی جیسے ممالک اور کینگا کوریا جیسے ممالک کو ہتھیاروں کی مدد دینے پر خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رقم بھی پچھلے سال کی طرح کی رقم سے 10 کروڑ ڈالر کم ہے۔

اس بجٹ سے امریکی سرکار کی نیابت اور اس کی بھی نہیں کا صاف پتہ چلتا ہے۔ ہتھیاروں اور فوج

یہ ایک بڑے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیے ایک طرف تعلیم، کھوپڑی، کھوپڑی کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

दोनों देशों के बजट की यह कुछ मोटी मोटी बातें हैं. इनसे बाहर है कि जहां तक दुनिया के अमन का सम्बन्ध है दोनों देशों की निगाहें दो तरफ हैं. रूस जहां तक वन पड़े दुनिया को जंग से बचाना चाहता है, देशों देशों के बीच शान्ति चाहता है और अपने यहां की आम जनता को अधिक सुखी और अधिक खुशहाल बनाने में अपनी सारी शक्ति खर्च करना चाहता है. दूसरी तरफ अमरीका की आजकल की सरकार अपनी कौजी शक्ति को अधिक से अधिक बढ़ाकर, दूसरे देशों में ताड़ फोड़ करके, कुछ को धन और हथियारों का लालच देकर और कुछ को जंग की धमकी देकर, और अगर जरूरत पड़े और मौका मिल सके तो एक को दूसरे से लड़ाकर अपने असर और अपनी ताकत को बढ़ाना चाहती है. पहला रास्ता दुनिया भर के लिये अमन और सलामती का रास्ता है. दूसरा रास्ता दुनिया के लिये जंग और बरबादी का रास्ता है.

—सुन्दरलाल

आइज़नहावर के नाम बुलगानिन का पत्र

23 जनवरी सन् 1956 को सोवियत रूस के प्रधान मंत्री बुलगानिन ने अमरीका के प्रेजीडेंट आइज़नहावर को एक खत लिखा जिसमें उन्होंने अमरीका के प्रेजीडेंट को सुझाया कि कम से कम बीस बरस के लिये अमरीका और रूस की सरकारों में दोस्ती और मिलके काम करने का सम्मेलन हो जाय ताकि एक दूसरे पर विश्वास पैदा हो, आपसी को मेल मिलाप की राहें खुलें और विश्व शान्ति की नींव पक्की हो सके.

इस सुन्दर और लम्बे पत्र में प्रधान मंत्री बुलगानिन ने लिखा है कि दुनिया के अमन को कायम रखने की सब से बड़ी जिम्मेदारी इस समय अमरीका और रूस पर है. और अगर यह दोनों आपस में अमन से रहने का फैसला कर लें तो सारी दुनिया जंग के खतरे से बच सकती है.

پہ اس طرح کے پتے پر آتا ہے کہ ایک طرف تعلیم، کھوپڑی، کھوپڑی کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

دونوں دیشوں کے بچت کی یہ کچھ موٹی موٹی باتیں ہیں. ان سے ظاہر ہے کہ جہاں تک دنیا کے امن کا سمبندھ ہے دونوں دیشوں کی نگاہیں دو طرف ہیں. روس جہاں تک بن پڑے دنیا کو جنگ سے بچانا چاہتا ہے، دونوں دیشوں کے بیچ شانتی چاہتا ہے اور اپنے یہاں کی عام جلنا کو ادھک سکھی اور ادھک خوشحال بنانے میں اپنی ساری شکتی خرچ کرنا چاہتا ہے. دوسری طرف امریکہ کی آجکل کی سرکار اپنی فوجی شکتی کو ادھک سے ادھک بڑھا کر، دوسرے دیشوں میں ترور پھوز کر کے، کچھ کو دھن اور ہتھیاروں کا لالچ دیکر اور کچھ کو جنگ کی دھمکی دیکر، اور اگر ضرورت پڑے اور موقع مل سکے تو ایک کو دوسرے سے لڑا کر اپنے اثر اور اپنی دھاک کو بڑھانا چاہتی ہے. پہلا راستہ دنیا بھر کے لئے امن اور سلامتی کا راستہ ہے. دوسرا راستہ دنیا کے لئے جنگ اور بربادی کا راستہ ہے.

—سند لال

آئزن ہاور کے نام بلگانین کا پتر

23 جنوری سن 1956 کو سوویت روس کے پردھان منتری بلگانین نے امریکہ کے پریزیڈنٹ آئزن ہاور کو ایک خط لکھا جس میں انھوں نے امریکہ کے پریزیڈنٹ کو سچایا کہ کم سے کم بیس برس کے لئے امریکہ اور روس کی سرکاروں میں دوستی اور مل کے کام کرنے کا سمبندھ ہو جائے تاکہ ایک دوسرے پر دشواری پیدا ہوئے آگے کو میل ملاپ کی راہیں کھلن اور دشواری کی نہیں بنی ہوسکے.

اسی سند اور لمبے پتر میں پردھان منتری بلگانین نے لکھا ہے کہ دنیا کے امن کو قائم رکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری اس جمے امریکہ اور روس پر ہے. اور اگر یہ دونوں آپس میں امن سے رہنے کا فیصلہ کر لیں تو ساری دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے.

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ دوسرے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لینن کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کئی خاص پہلو نہیں ہے، نہ کہیں دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ ہی علاقہ کو امریکہ اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگائین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—”امریکا کے لوگ، سوویت روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں، دونوں देशوں کے لوگوں میں کوئی کدورتی فرق نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا کھانا ہے، نہ کوئی تجارتی رگ ذات ہے۔ پچھلے لہاس میں ہمارے دونوں دیشوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔“

انہوں نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے لیا گیا ہے۔

انہوں نے اس بات پر توجہ دلائی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پروم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو فائدہ ہو۔

انہوں نے سوچا کہ کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر یہی ایک بار امریکہ اور روس میں صلح سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہو تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگائین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائیکروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ دوسرے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لینن کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کئی خاص پہلو نہیں ہے، نہ کہیں دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ ہی علاقہ کو امریکہ اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگائین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—”امریکا کے لوگ، سوویت روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں، دونوں देशوں کے لوگوں میں کوئی کدورتی فرق نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا کھانا ہے، نہ کوئی تجارتی رگ ذات ہے۔ پچھلے لہاس میں ہمارے دونوں دیشوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔“

انہوں نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے لیا گیا ہے۔

انہوں نے اس بات پر توجہ دلائی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پروم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو فائدہ ہو۔

انہوں نے سوچا کہ کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر یہی ایک بار امریکہ اور روس میں صلح سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہو تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگائین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائیکروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

اور پھر آپس کے کچھ ممالک کا جمیلا संयुक्त राष्ट्र संघ کے اصولوں کے अनुसार सुलह سے और आपसी बात चीत से ही किया जावे.

उन्होंने इस खत में लिखा है कि हथियारों की दौड़ में दोनों का कितना नुकसान है और इस दौड़ को बन्द कर देने से दोनों देशों की जनता का कितना लाभ है. जो आवश्यक शक्ति इस समय लड़ाई की तैयारियों में खर्च हो रही है उसे फिर दुनिया की जनता की सुहावली के बढ़ाने में खर्च किया जा सकता है.

भी बुलगानिन ने लिखा है कि अमरीका और रूस में दोस्ती का समझौता इस समय दुनिया की सब से बड़ी आवश्यक है, और यह बराबरी, एक दूसरे की आजादी की इच्छा और एक दूसरे के अन्दरूनी मामलों में दखल न देने के اصولों पर और इस बात पर ही हो सकता है कि जितने अन्तर्राष्ट्रीय झगड़े रह गए हैं उन्हें जंग से तय करने की कोशिश न करके संयुक्त राष्ट्र संघ के चार्टर के अनुसार सुलह से ही तय किया जावे.

भी बुलगानिन ने लिखा है कि दोनों देशों में माली, तिजारती, कलचरी और साईसी लेन देन भी बढ़ना चाहिये जिस से दोनों को लाभ हो.

भी बुलगानिन ने इस पत्र के साथ एक आरखी सुलह-नामे का मसौदा भेजा है जिसमें इसी बात पर जोर दिया गया है कि बराबरी और दोनों के फायदे के असूल पर दोनों में कलचरी और तिजारती मेल जोल बढ़ाया जावे और कम से कम बीस बरस के लिये दोनों यह तय कर लें कि एक दूसरे से लड़ेंगे नहीं और जो भी आपसी झगड़े रह गए हैं वह सुलह और बात चीत से ही तय करेंगे.

इसमें सन्देह नहीं कि प्रधान मंत्री बुलगानिन का पत्र सुन्दर और साफ है. पर शायद अमरीका के जो पूँजीपति अरबों और खरबों सालाना हथियारों की तैयारी से कमा रहे हैं, या जिनके बड़े बड़े कारखाने दूसरे देशों के कच्चे माल और दूर दूर की मन्डियों के सहारे ही चल रहे हैं, उनके गले से दुनिया के भले की यह बात आसानी से नहीं उतर रही है. फिर भी हमें विश्वास है कि अमरीका की जनता और अमरीका के शासक जंग के खतरों को अच्छी तरह समझ रहे हैं. किसी देश की जनता जंग नहीं चाहती. हमें विश्वास है कि बाड़ी बहुत देर भले ही लगे, अमरीका को, रूस को और सारी दुनिया को जंग को हमेशा के लिये दुनिया के अन्त कर देने का एकमात्र कौसला करना ही होगा.

कहें और आपसी के कचें मालों का जमला संयुक्त राष्ट्र संघ के اصولों के अनुसार सुलह से और आपसी बात चीत से ही किया जावे.

अनेक ने इस खत में लिखा है कि हथियारों की दौड़ में दोनों का कितना नुकसान है और इस दौड़ को बन्द कर देने से दोनों देशों की जनता का कितना लाभ है. जो आवश्यक शक्ति इस समय लड़ाई की तैयारियों में खर्च हो रही है उसे फिर दुनिया की जनता की सुहावली के बढ़ाने में खर्च किया जा सकता है.

श्री बुलगानिन ने लिखा है कि अमरीका और रूस में दोस्ती का समझौता इस समय दुनिया की सब से बड़ी आवश्यक है, और यह बराबरी, एक दूसरे की आजादी की इच्छा और एक दूसरे के अन्दरूनी मामलों में दखल न देने के اصولों पर और इस बात पर ही हो सकता है कि जितने अन्तर्राष्ट्रीय झगड़े रह गए हैं उन्हें जंग से तय करने की कोशिश न करके संयुक्त राष्ट्र संघ के चार्टर के अनुसार सुलह से ही तय किया जावे.

श्री बुलगानिन ने लिखा है कि दोनों देशों में माली, तिजारती, कलचरी और साईसी लेन देन भी बढ़ना चाहिये जिस से दोनों को लाभ हो.

श्री बुलगानिन ने इस पत्र के साथ एक आरखी सुलह-नामे का मसौदा भेजा है जिसमें इसी बात पर जोर दिया गया है कि बराबरी और दोनों के फायदे के असूल पर दोनों में कलचरी और तिजारती मेल जोल बढ़ाया जावे और कम से कम बीस बरस के लिये दोनों यह तय कर लें कि एक दूसरे से लड़ेंगे नहीं और जो भी आपसी झगड़े रह गए हैं वह सुलह और बात चीत से ही तय करेंगे.

इसमें सन्देह नहीं कि प्रधान मंत्री बुलगानिन का पत्र सुन्दर और साफ है. पर शायद अमरीका के जो पूँजीपति अरबों और खरबों सालाना हथियारों की तैयारी से कमा रहे हैं, या जिनके बड़े बड़े कारखाने दूसरे देशों के कच्चे माल और दूर दूर की मन्डियों के सहारे ही चल रहे हैं, उनके गले से दुनिया के भले की यह बात आसानी से नहीं उतर रही है. फिर भी हमें विश्वास है कि अमरीका की जनता और अमरीका के शासक जंग के खतरों को अच्छी तरह समझ रहे हैं. किसी देश की जनता जंग नहीं चाहती. हमें विश्वास है कि बाड़ी बहुत देर भले ही लगे, अमरीका को, रूस को और सारी दुनिया को जंग को हमेशा के लिये दुनिया के अन्त कर देने का एकमात्र कौसला करना ही होगा.

مائی مندر لال جی !

آپ کا پتہ پتہ راجکماری اسٹریٹ کے دہلی والے ہسپتال پر پڑنے میں آیا۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ہر سسٹم میں کچھ نہ کچھ بھڑکائی ہے۔ مگر کسی مینسٹر سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی کہ ہر ایک کی ہر ہر بھڑکائی ہی دیکھا کرے۔

میں تو میں اپنا ہی ایک کھس بٹاتا ہوں۔ میں کوئی 12 سال کا تھا جب مجھے لہجہ لہجہ اور بھڑکائی آیا۔ کئی مہینے یہ رہا اور بھڑک چلا۔ روز سول سرجن اور این اور کئی دہلی کے لوگ آتے تھے اور اس سسٹم کے زمانے میں ہائیس روپے روز فیس نہیں دیتے تھے۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہمارے گھر کے ایک لڑکے نے مہری مانا سے کہا کہ سداڑا مہاں جراح کے پاس کوئی دوا ہے جو فائدہ کرے گی۔ مہری چاچا کی آگیا لہجہ جراح کو لیا گیا۔ اس نے کہا کہ دن میں اچھا ہو جاوے گا۔ اسے اجازت ملے پر اس نے اپنی میلی تھلی سے دوا نکال کر مہری جانک ملی۔ واقعی ساتویں دن نہ بھڑکا تھا نہ درد۔ اسے دس روپے انعام دیکر رخصت کیا گیا اور وہ خوش ہو گیا۔

میںسٹروں کو کہیں اتنی فرصت کہ ان چھٹ بھٹوں کی امانت کو دیکھیں اور اس کا بھان کریں۔ یہی کیا کم ہے کہ یہ پور روک نہ لگائی جاوے۔

—موہن لال نہرو۔

مائی مندر لال جی !

آپ کا اعتراض راجکماری اسٹریٹ کے دہلی والے ہسپتال پر پڑنے میں آیا۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ہر سسٹم میں کچھ نہ کچھ بھڑکائی ہے۔ مگر کسی مینسٹر سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی کہ ہر ایک کی ہر ہر بھڑکائی ہی دیکھا کرے۔

میں تو میں اپنا ہی ایک کھس بٹاتا ہوں۔ میں کوئی 12 سال کا تھا جب مجھے لہجہ لہجہ اور بھڑکائی آیا۔ کئی مہینے یہ رہا اور بھڑک چلا۔ روز سول سرجن اور این اور کئی دہلی کے لوگ آتے تھے اور اس سسٹم کے زمانے میں ہائیس روپے روز فیس نہیں دیتے تھے۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہمارے گھر کے ایک لڑکے نے مہری مانا سے کہا کہ سداڑا مہاں جراح کے پاس کوئی دوا ہے جو فائدہ کرے گی۔ مہری چاچا کی آگیا لہجہ جراح کو لیا گیا۔ اس نے کہا کہ دن میں اچھا ہو جاوے گا۔ اسے اجازت ملے پر اس نے اپنی میلی تھلی سے دوا نکال کر مہری جانک ملی۔ واقعی ساتویں دن نہ بھڑکا تھا نہ درد۔ اسے دس روپے انعام دیکر رخصت کیا گیا اور وہ خوش ہو گیا۔

میںسٹروں کو کہیں اتنی فرصت کہ ان چھٹ بھٹوں کی امانت کو دیکھیں اور اس کا بھان کریں۔ یہی کیا کم ہے کہ یہ پور روک نہ لگائی جاوے۔

—موہن لال نہرو۔

नोट—यह किताबें हिन्दी में हैं.

नाम किताब	लेखक	पृष्ठ	लोक	नाम किताब
1. शेर-ओ-शायरी	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	8 0 0	शरी अयोध्या प्रसाद गोयलीय	1. शेर-ओ-शायरी
2. शेर-ओ-सुखन	"	8 0 0	"	2. शेर-ओ-सुखन
3. गहरे पानी पैठ	"	2 8 0	"	3. गहरे पानी पैठ
4. हमारे आराध्य	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	3 0 0	शरी बनारसीदास चतुर्वेदी	4. हमारे आराध्य
5. संस्मरण	"	3 0 0	"	5. संस्मरण
6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियाँ	श्री जगदीशचन्द्र जैन	3 0 0	शरी जगदीशचन्द्र जैन	6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियाँ
7. ज्ञान गंगा	श्री नारायण साद जैन	6 0 0	शरी नारायण साद जैन	7. ज्ञान गंगा
8. पंच चिन्ह	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	शरी शान्ति प्रिय द्विवेदी	8. पंच चिन्ह
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	शान्ति एम. ए.	9. पंच प्रदीप
10. आकाश के तारे भरती के फूल	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	शरी कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	10. आकाश के तारे भरती के फूल
11. मुक्ति दूत	श्री बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0	शरी बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	11. मुक्ति दूत
12. मिलन यामिनी	श्री बच्चन	4 0 0	शरी बच्चन	12. मिलन यामिनी
13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	डाक्टर रामकुमार वर्मा	13. रजत रश्मि
14. मेरे बापू	श्री तन्मय बुलारिया	2 8 0	शरी तन्मय बुलारिया	14. मेरे बापू
15. विश्व संघ की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	15. विश्व संघ की ओर
16. भारतीय अर्थशास्त्र	श्री भगवानदास केला	0 0	शरी भगवानदास केला	16. भारतीय अर्थशास्त्र
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	"	17. भारतीय शासन
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	"	18. नागरिक शास्त्र
19. साम्राज्य और जनका पतन	"	2 8 0	"	19. साम्राज्य और जनका पतन
20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन	"	1 4 0	"	20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन
21. सर्वोच्च अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	"	21. सर्वोच्च अर्थ व्यवस्था
22. हमारी आदिम जातियाँ	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	शरी भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	22. हमारी आदिम जातियाँ
23. अर्थशास्त्र सम्भावनी	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	2 0 0	शरी दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	23. अर्थशास्त्र सम्भावनी
24. नागरिक शिक्षा	श्री भगवानदास केला श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	शरी भगवानदास केला श्री दयाशंकर दुबे	24. नागरिक शिक्षा
25. राष्ट्र मंडल शासन	श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	शरी दयाशंकर दुबे	25. राष्ट्र मंडल शासन
26. जवानो	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	महात्मा भगवानदीन	26. जवानो
27. मारने की हिम्मत !	"	1 0 0	"	27. मारने की हिम्मत !
28. छलोन सच	"	0 8 0	"	28. छलोन सच
29. मेरे साथी	"	1 0 0	"	29. मेरे साथी

मिशन का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द'

145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद-3

मैनेजर 'नया हिन्द'

145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद-3

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा जर्धुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

चीन मित्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मिस्र बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्ठीगंज, इलाहाबाद

145 मथी कंज, अलाहाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولا—دین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بیاریہ بیہاؤں میں اس سے
سنذر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولا—دین روپیہ

مہاتما زر توستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر تاجہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر تاجہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سہیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر تاجہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

سیر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہر تاجہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سہیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر تاجہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بیہاؤروں سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—دین روپیہ

قرآن اور دھارمک متبہید

لیکھک—مولاانا ابوالکلام آزاد، قیمت—دین روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کہانیاں کا سنڈرہ)

لیکھک—رگپتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کےन्द्र—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لکھک—گاندھیواک کے مانے جانے
ویدوان : شری منجرا اعلیٰ ساروتا
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ
— : 0 : —

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لیکھک—گاندھیواک کے مانے جانے
ویدوان : شری منظر علی سوختہ
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)
لکھک—کدوسیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دوام دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)
لیکھک—کدوسیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دوام دو روپیہ
— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈاڑھ روپیہ

ہندو مسلم एकता

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈاڑھ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

115، مٹی گنج اندرون

ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145، مٹھوگنج، ایلہ آباد

نیا حصہ

اس نمبر کے خاص لیکھ

حضرت محمد اور ان کا پیغام

—وٹومبر ناتھ پانڈے

پ্রেم اور بیاہ

—شری چکرورتی راجکوبالاچاریہ

—شری چکرورتی راجکوبالاچاریہ

زندگی اور حقیقت

—شری گوبند سنگھ

—شری گوبند سنگھ

—شری گوبند سنگھ

پتھر و چار

—مہاتما بھگوان دین

—مہاتما بھگوان دین

نیلام کا ہار (کہانی)

—وٹومبر ناتھ پانڈے

—وٹومبر ناتھ پانڈے

اس کے علاوہ

—وٹومبر ناتھ پانڈے

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری راء میں ضروری سپہادی نوٹ

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری راء میں ضروری سپہادی نوٹ

کلی سوسائٹی، الہ آباد



کلی سوسائٹی، الہ آباد

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)
Mahatma Bhagwan Din
Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law
Pandit Sundarlal
Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai
Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-
Foreign Rs. 10/-
Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145. MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کا ہندوستانی

نمبر 4 نمبر جلد 21 جلد



اپریل 1956

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کولچر سوسائٹی

145 سٹریٹ، دہلی

145 سٹریٹ، دہلی

اپریل 1956

<u>کتاب کیس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کتاب کیس سے</u>
1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھارناٹھ پانڈے	... 177 ...	1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھارناٹھ پانڈے
2. ابلوہرانی —ڈاکٹر یدوناٹھ سرکار	... 185 ...	2. ابلوہرانی —ڈاکٹر یدوناٹھ سرکار
3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०	3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०
4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०	... 189 ...	4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०
5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य	... 196 ...	5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य
6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह	... 200 ...	6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह
7. बय्या —आई मदन गोपाल जी	... 204 ...	7. बय्या —आई मदन गोपाल जी
8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिफवी	... 207 ...	8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिफवी
9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिफवी	... 212 ...	9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिफवी
10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन	... 216 ...	10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन
1. नीलम का हार (कहानी) —बیرबमبھारनाٹھ पانڈे	... 217 ...	11. नीलम का हार (कहानी) —बیرबमबھारनाٹھ पانڈे
2. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरलाल	... 226 ...	12. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरलाल

میر تقی میر

میر تقی میر

اسلام کے پیغمبر حضرت محمدؐ کی گنتی دنیا کی مہمان سے مہمان آسمانوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک معمولی غریب گھر میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی موت سے پہلے سمیعہ عرب کے مختلف حصوں کی ہمسایہ لگ بھگ 40 برسوں اور ایک سو تیس برسوں کی اس زمانے کی گوی ہوئی حالت میں ایشور کے انہیں ان کے دیہی اور تمام دنیا کی بھائی کا راستہ دکھایا۔ انہیں یہ پیغام شروع کرنے کے وقت وہ 40 برس کے تھے اور ان برسوں کی عمر میں وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمد صاحب کے اجداد عربوں کے اندر سے بہت سی برائیوں کو، جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، لڑکیوں کو سزا کاٹنا وغیرہ جو سے مٹا دیا۔ سیکڑوں اور ہزاروں الگ الگ دیہی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے ان الگ الگ دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ کر، ایک نواگر ایشور، ایک اللہ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک دھاتک میں باندھ کر ان سب کی ایک قوم بنادی۔ ساری قوم کے چلن اور رهن سہن کو پاک اور اونچا کر دیا۔ ان میں علم اور ایمان کی چاہ پیدا کر دی۔ عرب نے ان سب قوموں کو جو ایک ایک دیہی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے عرب پر ایک خود مختار عرب حکومت قائم کر دی۔ اور یہ سب کام 28 برس کے بعد پورا ہو گیا۔

محمد صاحب کے مرنے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا یہ دنیا میں چھن کی دیوار سے لیکر آٹلانٹک مہاساگر تک، افریقہ اور یورپ، تہوں میں پھول گیا۔ تمام پیچیدہ ایشور اور افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ طرح طرح کے علم اور دھرم ان دنوں کے عرب پیشگی دنیا کی سب سے بڑھی چوٹی پر مٹا جانے لگے۔ آج دنیا میں جس کوڑ سے زیادہ آدمی اسلام دھرم کے ساتھ والے ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ محمدؐ کی زندگی اور اسلام سے اپنی نفسی زندگی کے دھرم کا راستہ اور انسانی بھائی کا سبق نہ سیکھتے ہیں۔

اس دھرم کے دھرم مذہبوں میں بھی رائج ہیں اور انسانی کی طرح دل باندھتا ہوا ہو گئی ہیں۔ ہر مذہب

اسلام کے پیغمبر حضرت محمدؐ کی گنتی دنیا کی مہمان سے مہمان آسمانوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک معمولی غریب گھر میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی موت سے پہلے سمیعہ عرب کے مختلف حصوں کی ہمسایہ لگ بھگ 40 برسوں اور ایک سو تیس برسوں کی اس زمانے کی گوی ہوئی حالت میں ایشور کے انہیں ان کے دیہی اور تمام دنیا کی بھائی کا راستہ دکھایا۔ انہیں یہ پیغام شروع کرنے کے وقت وہ 40 برس کے تھے اور ان برسوں کی عمر میں وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمد صاحب کے اجداد عربوں کے اندر سے بہت سی برائیوں کو، جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، لڑکیوں کو سزا کاٹنا وغیرہ جو سے مٹا دیا۔ سیکڑوں اور ہزاروں الگ الگ دیہی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے ان الگ الگ دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ کر، ایک نواگر ایشور، ایک اللہ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک دھاتک میں باندھ کر ان سب کی ایک قوم بنادی۔ ساری قوم کے چلن اور رهن سہن کو پاک اور اونچا کر دیا۔ ان میں علم اور ایمان کی چاہ پیدا کر دی۔ عرب نے ان سب قوموں کو جو ایک ایک دیہی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے عرب پر ایک خود مختار عرب حکومت قائم کر دی۔ اور یہ سب کام 28 برس کے بعد پورا ہو گیا۔

محمد صاحب کے مرنے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا یہ دنیا میں چھن کی دیوار سے لیکر آٹلانٹک مہاساگر تک، افریقہ اور یورپ، تہوں میں پھول گیا۔ تمام پیچیدہ ایشور اور افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ طرح طرح کے علم اور دھرم ان دنوں کے عرب پیشگی دنیا کی سب سے بڑھی چوٹی پر مٹا جانے لگے۔ آج دنیا میں جس کوڑ سے زیادہ آدمی اسلام دھرم کے ساتھ والے ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ محمدؐ کی زندگی اور اسلام سے اپنی نفسی زندگی کے دھرم کا راستہ اور انسانی بھائی کا سبق نہ سیکھتے ہیں۔

اس دھرم کے دھرم مذہبوں میں بھی رائج ہیں اور انسانی کی طرح دل باندھتا ہوا ہو گئی ہیں۔ ہر مذہب

انسان نے جتنا سمجھنا یا کہ سچائی سمجھنے کی صلاحیت ہے اور جو میرے مذہب کے ماننے والے ہیں جنت میں جائیں گے اور جو میرے مذہب کے ماننے والے ہیں جہنم میں جائیں گے۔ دوسرے مذہب والوں کے لیے یہی نہیں ہے۔ ہر مذہب اپنی کرم کاٹھنوں اور ریت ریتوں کو ہی دھرم کی اصلیت سمجھتا تھا، جیسے آپسٹا کا ایک خاص طریقہ، ہس کا رواج، خاص طرح کا کھان پان اور ایک خاص طرح سے یہ ریت رواج ہر مذہب کے ماننے والوں میں الگ تھے۔ اس لیے ہر مذہب والا وشوئیں کرتا تھا کہ دوسرے مذہب والوں کے پاس مذہبی سچائی نہیں ہے، ہر مذہب کا بھی نہیں تھا کہ وہ سچا ہے، یہ بھی تھا کہ دوسرے مذہب نہیں کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ اور ایشور کے نام پر ہر مذہب دوسرے مذہب والوں سے نفرت کرتا تھا اور ان کا خون بہانا تک جائز سمجھتا تھا۔

اسلام نے اس زمانے کی اس مذہبی گروہ بندی کے خلاف لیا۔ اس نے نئے سرے سے اس اصول کو پیش کیا کہ نہ اسلام میں بلکہ دنیا کے سب مذہبوں میں سچائی موجود قرآن میں ایک سورہ ہے۔

”اے پیغمبر! ہم نے ہر گروہ کے لیے آپسٹا کی ایک خاص جگہ کر دی ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ اس لیے کہ کو چاہئے کہ اس کے بارے میں جھگڑا نہ کریں۔ اے پیغمبر! تم کو اپنے اللہ کی طرف بلو“۔ (سورہ 22، آیت 66)

جب اسلام کے پیغمبر نے بیت المقدس (جیروسلم) کے قلعہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی شروع کی تو یہ بات ہوں اور عیسائیوں کو اگڑی، کیونکہ وہ ان باہری اور اڈری پر ہی مذہب کا دار مدار سمجھتے تھے اور انہیں کو سچ جہوت کی کسوٹی مانتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہ آپنے اپنی پوجا کی دشا کسوں بدل دی؟ قرآن کے بقر میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ ”یورب اور یحیم دونوں کے ہیں۔ اس لیے جدھر بھی تم مڑو اُدھر ہی اللہ کا منہ (115-2)۔ محمد صاحب نے اس معاملے کو بالکل ہی نظر سے دیکھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کی باتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے ہو؟ وہ نہ سچ اور جہوت کی کسوٹی ہے اور نہ لین کا دھرم کے بنیادی اصولوں سے ہی تعلق ہے۔ قرآن میں لکھا ہے۔

”ہر گروہ کے لیے کوئی نہ کوئی دشا ہے جس کی اور آپسٹا سے وہ اپنا منہ کر لیتا ہے، اس لیے اسے طہل نہ دیکر نہیں رہا۔ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ چاہے اس جگہ بھی ہو، اللہ تمہیں توبذہ لگا۔ بیشک اللہ کی الفت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ (سورہ 2، آیت 148)۔

جس کی طرف منہ کرنا ہے، اسے سچائی سمجھنے کی صلاحیت ہے اور جو میرے مذہب کے ماننے والے ہیں جنت میں جائیں گے اور جو میرے مذہب کے ماننے والے ہیں جہنم میں جائیں گے۔ دوسرے مذہب والوں کے لیے یہی نہیں ہے۔ ہر مذہب اپنی کرم کاٹھنوں اور ریت ریتوں کو ہی دھرم کی اصلیت سمجھتا تھا، جیسے آپسٹا کا ایک خاص طریقہ، ہس کا رواج، خاص طرح کا کھان پان اور ایک خاص طرح سے یہ ریت رواج ہر مذہب کے ماننے والوں میں الگ تھے۔ اس لیے ہر مذہب والا وشوئیں کرتا تھا کہ دوسرے مذہب والوں کے پاس مذہبی سچائی نہیں ہے، ہر مذہب کا بھی نہیں تھا کہ وہ سچا ہے، یہ بھی تھا کہ دوسرے مذہب نہیں کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ اور ایشور کے نام پر ہر مذہب دوسرے مذہب والوں سے نفرت کرتا تھا اور ان کا خون بہانا تک جائز سمجھتا تھا۔

اسلام نے اس زمانے کی اس مذہبی گروہ بندی کے خلاف لیا۔ اس نے نئے سرے سے اس اصول کو پیش کیا کہ نہ اسلام میں بلکہ دنیا کے سب مذہبوں میں سچائی موجود قرآن میں ایک سورہ ہے۔

”اے پیغمبر! ہم نے ہر گروہ کے لیے آپسٹا کی ایک خاص جگہ کر دی ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ اس لیے کہ کو چاہئے کہ اس کے بارے میں جھگڑا نہ کریں۔ اے پیغمبر! تم کو اپنے اللہ کی طرف بلو“۔ (سورہ 22، آیت 66)

جب اسلام کے پیغمبر نے بیت المقدس (جیروسلم) کے قلعہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی شروع کی تو یہ بات ہوں اور عیسائیوں کو اگڑی، کیونکہ وہ ان باہری اور اڈری پر ہی مذہب کا دار مدار سمجھتے تھے اور انہیں کو سچ جہوت کی کسوٹی مانتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہ آپنے اپنی پوجا کی دشا کسوں بدل دی؟ قرآن کے بقر میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ ”یورب اور یحیم دونوں کے ہیں۔ اس لیے جدھر بھی تم مڑو اُدھر ہی اللہ کا منہ (115-2)۔ محمد صاحب نے اس معاملے کو بالکل ہی نظر سے دیکھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کی باتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے ہو؟ وہ نہ سچ اور جہوت کی کسوٹی ہے اور نہ لین کا دھرم کے بنیادی اصولوں سے ہی تعلق ہے۔ قرآن میں لکھا ہے۔

”ہر گروہ کے لیے کوئی نہ کوئی دشا ہے جس کی اور آپسٹا سے وہ اپنا منہ کر لیتا ہے، اس لیے اسے طہل نہ دیکر نہیں رہا۔ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ چاہے اس جگہ بھی ہو، اللہ تمہیں توبذہ لگا۔ بیشک اللہ کی الفت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ (سورہ 2، آیت 148)۔

اسی صبرہ میں آگے چل کر کہا ہے۔

اسی صبرہ میں آگے چل کر کہا ہے۔

”ذہن کا یہی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے منہ (نماز کے وقت) پروردگار کی طرف سے یا پھر کسی طرف سے دھرم یا کسی آدمی کو مانے، آخرت یعنی کرموں کے پھل کو مانے، فرشتوں کو مانے، سب مہجڑوں کی کتابوں اور سب نبیوں یا رسولوں کو مانے، اللہ کے پروردگار کے نام پر اپنے مال اور دولت میں سے اپنے ناصیبوں کو، ضرورت مندوں کو، یتیموں کو، یتیموں کو، یتیموں کو اور مانگنے والوں کو دان دے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنی دولت خرچ کرے۔ اللہ سے دعا مانگتا رہے، ذکاوت (اپنے کل مال کا کم سے کم 40 واں حصہ ہر سال اللہ کے نام پر غریبوں کو خیرات) دیتا رہے، جب کبھی کسی سے وعدہ کرے تو اُسے پورا کرے، اور مصیبتوں میں، تکالیف میں، اور سختی کے دنوں میں صبر کرے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں اور وہ ہی متقی یعنی پرہیزگار ہیں (سورہ 2، آیت 177)۔“

ذہن کا یہی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے منہ (نماز کے وقت) پروردگار کی طرف سے یا پھر کسی طرف سے دھرم یا کسی آدمی کو مانے، آخرت یعنی کرموں کے پھل کو مانے، فرشتوں کو مانے، سب مہجڑوں کی کتابوں اور سب نبیوں یا رسولوں کو مانے، اللہ کے پروردگار کے نام پر اپنے مال اور دولت میں سے اپنے ناصیبوں کو، ضرورت مندوں کو، یتیموں کو، یتیموں کو، یتیموں کو اور مانگنے والوں کو دان دے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنی دولت خرچ کرے۔ اللہ سے دعا مانگتا رہے، ذکاوت (اپنے کل مال کا کم سے کم 40 واں حصہ ہر سال اللہ کے نام پر غریبوں کو خیرات) دیتا رہے، جب کبھی کسی سے وعدہ کرے تو اُسے پورا کرے، اور مصیبتوں میں، تکالیف میں، اور سختی کے دنوں میں صبر کرے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں اور وہ ہی متقی یعنی پرہیزگار ہیں (سورہ 2، آیت 177)۔“

”اس سے بڑھ کر اُنیائی اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے پوجا گروں میں کسی کو اللہ کی عبادت اور اُس کا کن کن کرنے سے روکے، یا اُن پوجا گروں کو برباد کرنے کی کوشش کرے؟ جو لوگ ایسے ظالم اور ذیادتی کرتے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے پوجا گروں میں بھر رہی رکھیں، سوا اُس کے کہ وہ اپنے دُشمنوں کو اُس دنیا میں بدنامی اور دوسری دنیا میں زبردست عذاب پہونچا دے۔“ (سورہ 2، آیت 114)۔

قرآن پرمانہ کے بنائے اِس نِیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے کرموں سے ہوائی کمانی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے یہی بھائی کمانی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دردہ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن نہایت ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان اُس میں بھائی بھائی ہیں اور

قرآن پرمانہ کے بنائے اِس نِیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے کرموں سے ہوائی کمانی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے یہی بھائی کمانی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دردہ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن نہایت ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان اُس میں بھائی بھائی ہیں اور

قرآن پرمانہ کے بنائے اِس نِیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے کرموں سے ہوائی کمانی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے یہی بھائی کمانی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دردہ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن نہایت ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان اُس میں بھائی بھائی ہیں اور

قرآن پرمانہ کے بنائے اِس نِیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے کرموں سے ہوائی کمانی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے یہی بھائی کمانی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دردہ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن نہایت ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان اُس میں بھائی بھائی ہیں اور

قرآن پرمانہ کے بنائے اِس نِیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے کرموں سے ہوائی کمانی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس کسی نے یہی بھائی کمانی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دردہ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن نہایت ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان اُس میں بھائی بھائی ہیں اور

کے तरीکوں میں سے ایک ہے۔ ہر ایک کو اپنا ایک طریقہ ہے۔ مگر سب کی بات یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے مذہبوں کے ان باتوں کو اپنی بات سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی بات سمجھتے ہیں۔

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مذہب کے باتوں کو اپنی بات سمجھتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین“ کو پہنچاتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن اِس نے ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب اِلہامی یعنی ایشوری کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچا ٹھہراتا ہے اور محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری زندگی بہر محمد صاحب نے اپنے کو ایک معمولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ قرآن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا ایک چشمہ نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے پھل سے اپنے آپ پھوٹ کر دیریا بہ رہے ہوں، یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا کر دو، یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر دو، یا اپنے لئے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے رب کو یاد کرو، میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فقوری کی زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خدا درجہ کا عبادت

کے طریقے میں فرق ہے۔ ہر ایک کو اپنا ایک طریقہ ہے۔ مگر سب کی بات یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے مذہبوں کے ان باتوں کو اپنی بات سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی بات سمجھتے ہیں۔

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مذہب کے باتوں کو اپنی بات سمجھتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین“ کو پہنچاتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن اِس نے ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب اِلہامی یعنی ایشوری کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچا ٹھہراتا ہے اور محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری زندگی بہر محمد صاحب نے اپنے کو ایک معمولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ قرآن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا ایک چشمہ نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے پھل سے اپنے آپ پھوٹ کر دیریا بہ رہے ہوں، یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا کر دو، یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر دو، یا اپنے لئے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے رب کو یاد کرو، میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فقوری کی زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خدا درجہ کا عبادت

मिहवती था. कभी कभी तीन तीन दिन उन्हें और भी लंबे पर बालों को लगातार काका करते हो जाते थे. सिर्फ खजूर और पानी पर उन्हें महीनों बीत जाते थे और उनके घर में बुल्हा न जलता था. वे अपने घर में अकसर अपने हाथ से झाड़ू देते थे. अपने हाथों अपनी बकरियों को दुहते थे. अपने हाथ से अपने कपड़ों में पैबन्द लगाते थे. अपने हाथ से अपनी चपल गांठते थे. खुद अपने ऊँट का खरहरा करते थे. खजूर की चटाई या नंगी जमीन पर सोते थे.

छोटे पड़े सब के साथ उनका बरताव सदा एकसा
होता था। बच्चों से उन्हें खास मुहब्बत थी। बीमारों को
देखने जाते थे, मुसलिस या रौंर मुसलिम किसी का भी
अनाया (अरथी) जा रहा हो तो उठकर कुछ दूर उसके
साथ जाते थे। उनका जीवनी लेखक सर विलियम म्यूर
लिखता है—

“मुहम्मद साहब की खास आदत थी छोटे आदमियों के साथ बड़ी मुहब्बत और इस्सत का बरताव करना, मुक कर चलना, सब पर दया करना, किसी के कहे या किये का झुरा न मानना, अपने ऊपर क्लाबू रखना और दिल बड़ा और हाथ खुला रखना. ये मुहम्मद साहब के स्वभाव की खास बातें थीं जो हर वक़्त चमकती रहती थीं और जिनकी वजह से आस-पास के सब लोग उनसे प्रेम करने लगते थे.”

मुहम्मद साहब की जिन्दगी पर कारलाइल ने लिखा

“वह प्रकृति की बड़ी गोद से निकला हुआ जिन्दगी का एक जबरदस्त दशकता हुआ अङ्गारा था जो दुनिया के बनाने वाले के हुक्म से दुनिया को रोशन करने और दुनिया को जगाने के लिये आया था।”

मुहम्मद साहब के उपदेशों ने न सिर्फ पिछड़े हुए अरबों में एक नई रूढ़ि फूँ की बल्कि सैकड़ों बरस तक यूरोप का भी इल्म और तहजीब की रोशनी से जगमग रखा. इसलाम ने कलसफे, व्यातिष, गणित, वैद्यक पर यूनानी और रोमी लेखकों की किताबों के तरजुमे करके उन्हें बरबादी से बचाया और उनको फैलाया, कारडोवा, बरादाद, क्रैरा और सेबील की युनिवरसिटियों में इसलामी कलचर ने तरक्की पाई. जहाँ जहाँ इसलाम गया उसने वहाँ के इल्मों हुनर पर अपना असर डाला. मकले उमाने कं यूरोप के मुल्कों पर जो अज्ञान का अंधेरा छाया हुआ था उस अंधेरे का उसने दूर किया और अन्ध विश्वास की जगह अक्ल को भले मुद्दे की कसौटी बनाने पर जोर दिया.

मराठूर फ्रांसीसी इतिहासकार गुयार्ड लिखता है—

“मंगल जमाने में इस्लाम का इतिहास खुद कलचर और सभ्यता का इतिहास था, यराप भरघो का पहरानमन्द

ہے کہ انہوں نے یونانی سائنس اور فلسفہ کو یورپ کے اندر لایا اور اس سے نیا نیا روشنی میں رکھا اور تھوڑے کے طور پر اسے یورپ کو پہنچایا گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یورپ میں گمان اور دنیائے کی نئی لہر پیدا ہوئی جس نے یورپ کو جنم دیا۔ عیسائی کی ساتویں صدی میں جبکہ پرانی دنیا موت کے جبڑے میں پھنسی ہوئی توپ رہی تھی عربوں نے اس میں علم اور کلچر کا نیا خون ڈالا اور اسے زندہ کیا۔ انہوں نے ارسطو، افلاطون، اناکسیمنس اور اراکلسٹیز کو بھولی ہوئی یاد کی خلعت سے باہر نکالا اور ان کی دہانوں کے عربی ترجمہ یورپ کو پہنچا دیے۔“*

”یہ بات بلاشبہ کہی جاسکتی ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے تک پچھلی دنیا کو اپنی تہذیب کی جس ترقی کا ناز ہے وہ ترقی اسلام کے ذریعہ سے ہوئی۔“†

ایچ۔ جی۔ ویلس نے اسلام کی کلاسیکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے—

”ایک نئی نگاہ اور نئے چوہے کے ساتھ مسلم عربوں نے گمان و گمان کی وہ سلسلہوار ترقی جاری کی جسے یونانیوں نے شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ اگر یونانی ویکیانک کھوجوں کو جنم دینے والی ماں تھے تو عرب انہیں دوبارہ پلاؤر پالنے والی دھاتھ بنیں۔ آجکل کی دنیا نے جو روشنی اور طاقت پرالے زمانے سے پائی ہے وہ رومیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ عربوں کے ذریعہ۔“

ایک دوسرا ایتھاسکار ہوکمین لکھتا ہے—

محمد کے انویژنوں نے دنیا کے پلے کے لئے جو بہت سی کام کی کھوجیں کیں اور گمان و گمان کو ترقی دی اس کے لئے ہم یورپ کے دھنہ والے ان کے احسانمند ہیں۔ اس میں جو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کی روشنی پچھلی دنیا کے لئے ایک بہت بڑی برکت ثابت ہوئی جس کے لئے ہمیں محمد اور اسلام دونوں کا مشکور ہونا چاہئے۔‡

اس طرح محمد صاحب کی زندگی اور ان کے ابدیشوں سے نہ کہول عربوں کی ہی گائیڈٹ ہوگئی، بلکہ یورپ اور دنیا کے لئے بھی اسلام گمان و گمان کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ثابت ہوا۔ آجکل کی یورپ کی تہذیب بہت درجہ تک اسلام کی ہی دین ہے۔

حضرت محمد نے کروڑوں انسانوں کی زندگی کو بدل دیا اور انہیں اگمان کے اندھیرے سے نکال کر گمان

”یہ بات بھلا کر کہی جا سکتی ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے تک پچھلی دنیا کو اپنی تہذیب کی جس ترقی کا ناز ہے وہ ترقی اسلام کے ذریعہ سے ہوئی۔“†

ایچ۔ جی۔ ویلس نے اسلام کی کلاسیکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے—

”ایک نئی نگاہ اور نئے چوہے کے ساتھ مسلم عربوں نے گمان و گمان کی وہ سلسلہوار ترقی جاری کی جسے یونانیوں نے شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ اگر یونانی ویکیانک کھوجوں کو جنم دینے والی ماں تھے تو عرب انہیں دوبارہ پلاؤر پالنے والی دھاتھ بنیں۔ آجکل کی دنیا نے جو روشنی اور طاقت پرالے زمانے سے پائی ہے وہ رومیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ عربوں کے ذریعہ۔“

ایک دوسرا ایتھاسکار ہوکمین لکھتا ہے—

محمد کے انویژنوں نے دنیا کے پلے کے لئے جو بہت سی کام کی کھوجیں کیں اور گمان و گمان کو ترقی دی اس کے لئے ہم یورپ کے دھنہ والے ان کے احسانمند ہیں۔ اس میں جو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کی روشنی پچھلی دنیا کے لئے ایک بہت بڑی برکت ثابت ہوئی جس کے لئے ہمیں محمد اور اسلام دونوں کا مشکور ہونا چاہئے۔‡

اس طرح محمد صاحب کی زندگی اور ان کے ابدیشوں سے نہ کہول عربوں کی ہی گائیڈٹ ہوگئی، بلکہ یورپ اور دنیا کے لئے بھی اسلام گمان و گمان کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ثابت ہوا۔ آجکل کی یورپ کی تہذیب بہت درجہ تک اسلام کی ہی دین ہے۔

حضرت محمد نے کروڑوں انسانوں کی زندگی کو بدل دیا اور انہیں اگمان کے اندھیرے سے نکال کر گمان

* Stanislas Guyard : Encyclopaedie des Sciences Religieuses, Paris 1888.

† W. H. Hocking : the Spirit of World Politics, pp. 458-59.

‡ History of Inventions by Beckman.

की खसानी में ला खड़ा किया। इसलाम धर्म के बुनियादी प्रसूतों
 ने इसलाम का मकसद इन्सानियत यानी मानव धर्म का
 रूप दिया। इसमें शुद्धा नहीं कि सर्व धर्म सम्भाव, यानी
 सब मकसदों को एक आधार की निगाह से देखो—इस उल्ल
 का मुद्दमद साहब और इसलाम ने बड़े खोरदार तरीके से
 प्रचार किया। कुरान में एक जगह नहीं बल्कि जगह-जगह
 मकसदी आवादी का नारा बुलन्द किया गया है। यही
 बजह है कि इसलाम अपने जन्म के सौ बरस के अन्दर
 चीन से लेकर स्पेन तक फैल गया और बसने थोड़े बरतन के
 अन्दर सैकड़ों बड़े से बड़े सूफियों, फकीरों, फिलासफों,
 वैज्ञानिकों, इतिहास लेखकों, खानियों और विद्वानों को जन्म
 दिया जिनके एहसानों के बाग़ से बुनियाद भी हुई है।

**700 PAGES,
82 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS**

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment. —National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

— Blitz Bomber

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs. —Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sussardial's) shrewd understanding of men and matter... belongs to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs. —Vijai Dutt

डाक्टर यशुनाथ सरकार

ذاکرہ بعدو قائم ہوگا

आज यहूद पैसा महान विजेता भी अपनी काज में गहरी नज़रें खो रहा है। उसकी अजीमुरशान राजधानी, जो किसी समय अरबानी खलीफ़ाओं की राजधानी, बग़दाद से टकर लेती थी, आज महज एक मामूली सा सुबाई शहर रह गया है। यहूद के दरबार के आलिमों में सत्तार ११ मशहूर विद्वान फ़िरदौसी और अलबेरुनी थे, जिनकी बजह से आज भी यहूद का नाम इतिहास में रोशन है। फ़िरदौसी महान कवि था और अलबेरुनी मशहूर इतिहासकार, साइसदा और किलासफ़र, कहा जाता है कि अलबेरुनी का नाम सुनकर उसका समकालीन महान विद्वान इब्न सीना उसकी होश से डर गया था।

यह बात अकसर देखी गई है कि बहुत कम लोग एक ही बक में साइसदा और फिलासफर हुये हैं। इन्हीं गिने चुने कुछ लोगों में अलबेरुनी की भी गिनती है। भारत में अलबेरुनी की यादगार मनाने का मन्वय यह है कि हमने भारत पर 'तहकीकुल-हिन्द' नामक मशहूर ग्रन्थ लिखा है। इस ग्रन्थ में ईसा से 1000 बरम बाद वाले भारत का वर्णन है। इस पुस्तक को लिखकर अलबेरुनी ने संसार के सामने उस समय के भारत की कल्चर, इतिहास, भूगोल, सामाजिक दशा, फलसफा और इल्म का बसीअ और वास्तविक चित्र पेश किया है। यह पुस्तक सातवीं सदी वाले भारत तथा अकबर कालीन भारत को मिलाने में कड़ी का काम करती है। सातवीं शताब्दी में प्रसिद्ध चीनी यात्रियों ने भारत की सैर की थी और उन्होंने उस समय की भारत की हालत तथा इतिहास का वर्णन किया है। उसके बाद 'तहकीकुल-हिन्द' के अलावा कोई दूसरी पुस्तक नहीं जिससे हमें भारत के इतिहास का पता चले। अकबर के समय में स० 1591 में 'आईने-अकबरी' लिखी गई। इस तरह सातवीं सदी से ग्यारहवीं सदी तक के भारत का असली पता संसार को अलबेरुनी की पुस्तक से ही मिलता है।

भखवेरूनी की त्रिन्दगी और काम

अलबेकनी का पूरा नाम अबु रैहान मुहम्मद था, उसका जन्म 862 हिजी या सितम्बर 973 ई० में खीब नामक स्थान पर हुआ था. यह स्थान मध्य एशिया में बुराल सागर का किनारा है. पचहत्तर वर्ष का उम्र में 13 सितम्बर सन् 1048 को अलबेकनी का निधन हुई. यह अलबेकनी के

آج محمود جیسا مہمان وجہتا ہی اپنی قدر میں نہیں
 فہم میں سو رہا ہے۔ اس کی عظیم انشان 'اجدعائی' جو کسی
 سے ہماری خلیفان کی 'اجدعائی' بغداد سے فکر لیتی تھ
 آج محض ایک معمولی سا عربائی شہر رہ گیا ہے۔ محمود کے
 دربار کے عالموں میں سلسلہ کے مشہور ودوان فردوسی اور ابوہرانی
 تھے جن کی وجہ سے آج بھی محمود کا نام ایتھاس میں روشن
 ہے۔ فردوسی مہمان کوئی تھا اور ابوہرانی مشہور ایتھاس کا
 ماہرستان اور نقسار۔ کہا جاتا ہے کہ ابوہرانی کا نام سنکر اُس
 کا مکانیں مہمان ودوان ابن سینا اُس کی ہوز سے قہر گیا تھا۔

یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ بہت کم لوگ ایک ہی وقت میں سائنسداں اور فلسفہ ہونے میں . انہیں گنہ چلے گئے۔ لوگوں میں ابھرنی کی بھی گنتی ہے . بھارت میں ابھرنی کی یادگار ملالے کا سبب یہ ہے کہ اُس نے بھارت پر 'تحقیق البلد' نامک مشہور گرنتھ لکھا ہے . اِس گرنتھ میں عیسوی سے ۵00 برس بعد والے بھارت کا ورثہ ہے . اِس بستک کو ہم کہ ابھرنی کے سنسار کے سامنے اُس سئمے کے بھارت کی 'کچر' 'انہاس' ہوگول' سماجک دشا' فلسفہ اور علم کا وسیع اور راستک چکو یہی کہا ہے . یہ بستک ساتویں صدی والے بھارت تھا ایدر کالین بھارت کو ملالے میں کڑی کا کام کرتی ہے . ساتویں شتাবدی میں برصغہ چلی ہاتھیں لے بھارت کی سہر کی تھی اور اُنہیں نے اُس سئمے کی بھارت کی حالت تھا انہاس کا ورثہ کیا ہے . اُس کے بعد 'تحقیق البلد' کے علاوہ کوئی دوسری بستک نہیں جس سے ہمیں بھارت کے انہاس کا پتہ چلے . ایدر کے سہم میں (159) میں "آئین اکبری" لکھی گئی . اِس طبع ساتویں صدی سے گیارہویں صدی تک کے بعد کا اصلی پتہ سنسار کو ابھرنی کی بستک ہے ہی ملتا ہے .

الہیرونی کی زندگی اور کام

الہورنی کا پورا نام ابویحسان محمد تھا۔ اُس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973ء میں خوارزمستان پر ہوا تھا۔ یہ استہان مدینہ ایشیا میں بوال ساگر کے کنارے ہے۔ پچھتر برس کی عمر میں 13 ستمبر سن 1048 کو الہورنی کی موت ہوئی۔ جب الہورنی کے

جانی نہیں ہے۔ اس نے ایک اور ایسا عالم برپا کیا تھا اور
 پہلا اور دوسرا عالم بھارت کی اور یہ کم اس نے ملک
 کو جو ہے ہی کیا۔ الہدرونی نے جس دلی پناہ سے آجوں
 ایک مصلحت کے ساتھ کم کیا ہے اس کی دوسری مثال
 شاہد ہی اسلامی دایرے میں کوئی ملے۔

بھارتیہ سنسکرتی

شی کृष्णداس باجپےوی، ایم ۰ ۴۰

ہمیں یہاں بھارتیہ سنسکرتی (ہندوستانی کلچر) کے بارے
 میں کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ بھارتیہ سنسکرتی میں روحانیت کے
 مادی علم کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ جی ہاں
 اپنے مثال پر اچھن سائنس کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے
 پہلے اتم گمان کا استہان بہت اونچا رہا ہے۔ "اتمن وجانہی
 (اتم کو خاص طور سے جانو)۔ یہی بھارتیہ روش ہے۔ اصل
 پیغام تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسمانی اور مائیکس ترقی
 کی اور سے بھی ہم پر بھروسہ نہیں رہے۔ روحانی ترقی کے ساتھ
 جسمانی اور مائیکس ترقی ہماری سنسکرتی کا مقصد رہا ہے۔
 کرمیندریہ من اور بدھی کی لوک کلہانکاری و بستی پر ہماری
 سنسکرتی کی عبارت کھڑی ہوئی۔ سٹیہ، اہنس، تیاگ اور
 سوا— یہ اس عبارت کے چار بڑے کسمے رہے ہیں جنہوں نے
 ہمارے ہرگز تک اسے مضبوطی اور استقامت دیا اور اسے نشت
 ہونے سے بچایا ہے۔

بھارتیہ سنسکرتی کا مقصد سکونچت نہ ہو کر واپاک رہا ہے۔
 بھارت کے پراچین اہلس کو اٹھاکر دیکھئے۔ ہزاروں ورہ کے لیے کل
 میں کتنی ہی اندرونی اور باہری وچار بھاراؤں کو لیک بھارتیہ
 سنسکرتی نے انہیں پچھا لیا۔ وچاروں کی اتنی آزادی اور
 کہاں ملیگی؟ ہمارے دھرم، دوشن، کلہ سائنس یہی ہیں
 اس آزادی کی نمائش ملیگی۔ ہٹ دھرمی کو ہمارے پہلے
 اچھی بات نہیں مانا گیا ہے۔ گیتا میں شری کرشن ارجن کو
 کہاں وکیاں کا ابدیش دینے کے بعد بھی اس سے کہتے ہیں کہ
 "ہے ارجن! میں نے تجھے گہرا سے گہرا کہاں کا مرم بتایا اس
 پر نہ وچر کر اور وچار کرنے کے بعد تجھے جو ٹھیک چاہی پڑے
 وہ کر۔"

بھارتیہ سنسکرتی

شری کرشن دت باجپےوی، ایم ۰ ۴۰

ہمیں یہاں بھارتیہ سنسکرتی (ہندوستانی کلچر) کے بارے
 میں کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ بھارتیہ سنسکرتی میں روحانیت کے
 مادی علم کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ جی ہاں
 اپنے مثال پر اچھن سائنس کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے
 پہلے اتم گمان کا استہان بہت اونچا رہا ہے۔ "اتمن وجانہی
 (اتم کو خاص طور سے جانو)۔ یہی بھارتیہ روش ہے۔ اصل
 پیغام تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسمانی اور مائیکس ترقی
 کی اور سے بھی ہم پر بھروسہ نہیں رہے۔ روحانی ترقی کے ساتھ
 جسمانی اور مائیکس ترقی ہماری سنسکرتی کا مقصد رہا ہے۔
 کرمیندریہ من اور بدھی کی لوک کلہانکاری و بستی پر ہماری
 سنسکرتی کی عبارت کھڑی ہوئی۔ سٹیہ، اہنس، تیاگ اور
 سوا— یہ اس عبارت کے چار بڑے کسمے رہے ہیں جنہوں نے
 ہمارے ہرگز تک اسے مضبوطی اور استقامت دیا اور اسے نشت
 ہونے سے بچایا ہے۔

بھارتیہ سنسکرتی کا مقصد سکونچت نہ ہو کر واپاک رہا ہے۔
 بھارت کے پراچین اہلس کو اٹھاکر دیکھئے۔ ہزاروں ورہ کے لیے کل
 میں کتنی ہی اندرونی اور باہری وچار بھاراؤں کو لیک بھارتیہ
 سنسکرتی نے انہیں پچھا لیا۔ وچاروں کی اتنی آزادی اور
 کہاں ملیگی؟ ہمارے دھرم، دوشن، کلہ سائنس یہی ہیں
 اس آزادی کی نمائش ملیگی۔ ہٹ دھرمی کو ہمارے پہلے
 اچھی بات نہیں مانا گیا ہے۔ گیتا میں شری کرشن ارجن کو
 کہاں وکیاں کا ابدیش دینے کے بعد بھی اس سے کہتے ہیں کہ
 "ہے ارجن! میں نے تجھے گہرا سے گہرا کہاں کا مرم بتایا اس
 پر نہ وچر کر اور وچار کرنے کے بعد تجھے جو ٹھیک چاہی پڑے
 وہ کر۔"

विचारों की इस भावना के कारण ही हमारे यहाँ
भक्ति, स्थिति, ब्रह्मदर्शन, बौद्ध एवं जैन दर्शन, लोकायत,
अद्वैत, विशिष्टाद्वैत, शुद्धाद्वैत, द्वैताद्वैत आदि कितने ही
दर्शनों और मत मतान्तों की रचना हुई। आधुनिक काल
में भी अनेक महात्माओं और विद्वानों ने विचारों के अपने
अपने नजरिये पेश किये हैं। लेकिन जीवन-दर्शन के इन
मुक्तलिफ नजरियों के हांते हुए तथा इस विशाल देश में
आबादवा की विविधता के कारण बाहरी रूप में अन्तर
होते हुए भी हमारी संस्कृतिकी आत्मा एक रही है। कश्मीर
से लेकर कन्याकुमारी तक तथा सौराष्ट्र से लेकर असम
तक सारा देश एक ही कस्वर से जिन्दगी का रस लेता
रहा है। विविधता में एकता की यह भावना भारत की विशेष-
ता है।

इतिहास से पता चलता है कि एक दीर्घकाल तक संसार के अन्य देशवासियों ने भी इससे लाभ उठाया। बहुत प्राचीन समय में भारत ने मिस्र, असीरिया और बेबीलोन से तिजारती और कलचरी मेलजोल कायम किये। मौर्य सम्राट् अशोक ने असीरिया, मिस्र, मेसीडोनिया, एपीरस, तात्रेपर्ण्यो, सुवर्णभूमि आदि अनेक देशों को अपनी 'धर्म-विजय' का संदेश भेजा। ई० पू० पूर्व दूसरी शताब्दी के अन्त से मध्य एशिया में भारतीय नवावादियों की गुरुभ्रात हुई। थोड़े-थोड़े वहाँ कांक्कुद, ख़ातन, कलम्ब, भरुक, कूची, अग्निदेश आदि राज्यों में भारती धर्म, कला, भाषा और साहित्य का विकास हुआ। इनमें से कूची और ख़ातन (कुस्तन) भारतीय संस्कृति के प्रधान केन्द्र हुए। ख़ातन के राजाओं के नाम विजयसंभव, विजयवीर, विजयजय, विजय धर्म आदि मिलते हैं। वहाँ का 'गोमति विहार' बौद्ध शिक्षा का बहुत बड़ा केन्द्र था। चौथी शताब्दी के अन्त में जब चीनी यात्री फाहियान वहाँ गया तब महायान मतवलम्बी 8,000 बौद्ध भिक्षु उस विहार में रहते थे, तथा वहाँ धर्म सम्राट् बड़े समारोह के साथ चलती थीं।

ईसा की पहली छै सदियों में दक्षिण-पूर्वी एशिया में कई भारतीय बस्तियों की स्थापना हुई. हिन्द चीन के एक बड़े भाग का नाम 'सुवर्ण भूमि' तथा हिन्देशिया के द्वीपों का नाम 'सुवर्ण द्वीप' प्रसिद्ध हुआ. वहां जिन भारतीय राज्यों की स्थापना हुई उनके नाम कम्बुज चपा, काठार पांडुरंग, श्री विजय, मालव, दशार्ण, गंधार आदि मिलते हैं. इसी तरह अनेक नगरों के नाम अयोध्या, वैशाली, मथुरा, मीरुआ तक्षशिला, हलाहली, कुसुमनगर, रामावती, धान्यवती, इन्द्रवती, विक्रमपुर आदि मिलते हैं. सुवर्णभूमि तथा सुवर्ण द्वीप में भारतीय रहन-सहन सेति रिवाज, लिपि, भाषा और कला का प्रचार हुआ. वहां के आदिम निवासियों के साथ भारतीयों ने जिस प्रेम और सहिष्णुता का वर्ताव किया

تاریخکاروں نے، جس کی نکلنا باد میں ہمارے انوکھے ہندوستانی تاریخکاروں نے کی، اپنی-اپنی پستوں میں اس یوں کی جگہ، مارکاٹ، باہری ہمالیوں سے آراستہ کے ہی بیٹے کے لیے اس ہنگ سے لے کر جس سے آہستہ ہوتا تھا کہ اس میں یہی دھجیا رہی ہو۔ انہوں نے راجنیک اتل پتل کے جن کے ہمارے اس زمانے کے سماج کی اور جہاد کی نہ تھا۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بھارت میں متحدہ غوری یا محمود غزنوی نے کئی حملے کئے اور کئی دھن سپہی وہاں سے لوٹ کر اپنے دیہوں کو لے گئے۔

تاریخکاروں نے کبھی ہمیں یہ صاف صاف نہیں بتایا کہ محمود غزنوی کی سینا کے ساتھ ابھرونی نامک ایک ودوان بھی آیا تھا، جس نے بھارت کو سنسکرت، بھارتیہ درشن تھا بھارتیہ ج्ञान کا گہرا اظہار کیا تھا اور جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مینجول کو دیکھا تھا۔

اس کال کی حالت کی کچھ کوئے والے ویدیاتوں کو جو سچائیاں ہاتھ لگائی تھیں وہ اس ہو جائیگا کہ دراصل مذہب کی بھارت میں ہماری جو سچائیاں تھیں، وہ دیکھیں گے سپرک میں آکر ہم نے انہیں اپنی سچائیاں کے جو اظہار دیئے ہیں اور ان سے جو کچھ لیا ہے، وہ ہمارے لئے بڑے اہمیت کی بات ہے۔ خود محمود غزنوی نے پنجاب میں اپنا جو سچ چلایا تھا، اس میں سنسکرت کے حرور کھدے تھے اور اللہ کے لئے "آروہت" رسول کے لئے "اونار" اور عجزی کے لئے "جناپت" لفظوں کا استعمال کیا گیا ہے، جو شدہ سنسکرت ہیں۔ محمد غوری کے سکوں میں لکھی کی مہر کی انکت تھی۔ "شری" شبد کی پڑنا پڑا ہے سبھی مسلمان بادشاہوں کے کال میں تھی، جیسے "شری سلطان علاؤ الدین" شری سلطان شہر شاہ وغیرہ۔ ان کی سبھی مسجدوں میں کمال کا پھول انکت رہتا تھا۔

اس زمانے کے مسلمانوں نے نیشن کے اصول کو بھی اپنایا تھا۔ خود باہر نے اپنی "توک باہری" میں لکھا ہے کہ "ہم ہندستانی ہیں کیوں ہندستانی۔"

مذہب یگ میں راجنیک ہار جیت ضرور ہوئی، لیکن ابھی سائنک ہار نہیں ہوئی۔ یہ بات تو بالکل غلط تھی جیسا کہ انہاسکاروں نے ہمارے دماغ میں برہمن ٹوسلہ کی کوشش کی، کہ اس سے پورا بھارت مسلمانوں کے ادھیکار میں تھا۔ سچائی یہ ہے کہ پورے بھارت میں کسی بھی زمانے میں مسلم شاموں نہیں رہا۔ اس سلسلہ میں 50 پرتی شبت سے ادھک بھارت ہندوں کی حکومت میں تھا۔ جہاں مسلمانوں کا کوئی ادھیکار نہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ ہمارا سائنک پتن نہیں ہوا تھا۔ ہماری سنسکرتی سب بھی ہمیں پیرنا ہے رہی تھی۔

اس کال کی حالت کی کچھ کوئے والے ویدیاتوں کو جو سچائیاں ہاتھ لگائی تھیں وہ اس ہو جائیگا کہ دراصل مذہب کی بھارت میں ہماری جو سچائیاں تھیں، وہ دیکھیں گے سپرک میں آکر ہم نے انہیں اپنی سچائیاں کے جو اظہار دیئے ہیں اور ان سے جو کچھ لیا ہے، وہ ہمارے لئے بڑے اہمیت کی بات ہے۔ خود محمود غزنوی نے پنجاب میں اپنا جو سچ چلایا تھا، اس میں سنسکرت کے حرور کھدے تھے اور اللہ کے لئے "آروہت" رسول کے لئے "اونار" اور عجزی کے لئے "جناپت" لفظوں کا استعمال کیا گیا ہے، جو شدہ سنسکرت ہیں۔ محمد غوری کے سکوں میں لکھی کی مہر کی انکت تھی۔ "شری" شبد کی پڑنا پڑا ہے سبھی مسلمان بادشاہوں کے کال میں تھی، جیسے "شری سلطان علاؤ الدین" شری سلطان شہر شاہ وغیرہ۔ ان کی سبھی مسجدوں میں کمال کا پھول انکت رہتا تھا۔

اس زمانے کے مسلمانوں نے نیشن کے اصول کو بھی اپنایا تھا۔ خود باہر نے اپنی "توک باہری" میں لکھا ہے کہ "ہم ہندستانی ہیں کیوں ہندستانی۔"

مذہب یگ میں راجنیک ہار جیت ضرور ہوئی، لیکن ابھی سائنک ہار نہیں ہوئی۔ یہ بات تو بالکل غلط تھی جیسا کہ انہاسکاروں نے ہمارے دماغ میں برہمن ٹوسلہ کی کوشش کی، کہ اس سے پورا بھارت مسلمانوں کے ادھیکار میں تھا۔ سچائی یہ ہے کہ پورے بھارت میں کسی بھی زمانے میں مسلم شاموں نہیں رہا۔ اس سلسلہ میں 50 پرتی شبت سے ادھک بھارت ہندوں کی حکومت میں تھا۔ جہاں مسلمانوں کا کوئی ادھیکار نہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ ہمارا سائنک پتن نہیں ہوا تھا۔ ہماری سنسکرتی سب بھی ہمیں پیرنا ہے رہی تھی۔

اس زمانے کے مسلمانوں نے نیشن کے اصول کو بھی اپنایا تھا۔ خود باہر نے اپنی "توک باہری" میں لکھا ہے کہ "ہم ہندستانی ہیں کیوں ہندستانی۔"

مذہب یگ میں راجنیک ہار جیت ضرور ہوئی، لیکن ابھی سائنک ہار نہیں ہوئی۔ یہ بات تو بالکل غلط تھی جیسا کہ انہاسکاروں نے ہمارے دماغ میں برہمن ٹوسلہ کی کوشش کی، کہ اس سے پورا بھارت مسلمانوں کے ادھیکار میں تھا۔ سچائی یہ ہے کہ پورے بھارت میں کسی بھی زمانے میں مسلم شاموں نہیں رہا۔ اس سلسلہ میں 50 پرتی شبت سے ادھک بھارت ہندوں کی حکومت میں تھا۔ جہاں مسلمانوں کا کوئی ادھیکار نہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ ہمارا سائنک پتن نہیں ہوا تھا۔ ہماری سنسکرتی سب بھی ہمیں پیرنا ہے رہی تھی۔

ہاں، مہاراجا ہرپ کے باد سے بزم کی باہری تھک-
مکھ بڑھنے لگی تھی اور بھنڈرہنی بھکیوں کی جگہ
کھمبہ پڑنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो चारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लुकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णुजयी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया.
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ. इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ. दोनों में आदान-प्रदान हुआ. इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परियाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ. उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक भ्रष्टा, एकरेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर ध्यान दिया.

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर वही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं.
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
तां इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुलिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे. भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया. इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का आरसी
में अनुवाद किया था. दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया. इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था. हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है.
रसज्ञान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे. बङ्गाल में

हाँ, मہراجہ ہرپ کے بعد سے بزم کی باہری تھک-
مکھ بڑھنے لگی تھی اور بھنڈرہنی بھکیوں کی جگہ
کھمبہ پڑنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो चारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लुकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णुजयी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया.
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ. इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ. दोनों में आदान-प्रदान हुआ. इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परियाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ. उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक भ्रष्टा, एकरेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर ध्यान दिया.

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर वही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं.
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
तां इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुलिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे. भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया. इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का आरसी
में अनुवाद किया था. दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया. इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था. हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है.
रसज्ञान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे. बङ्गाल में

مسلمانوں کے سرکشیوں میں مہابھارت کا فارسی میں انشاد ہوا عربوں نے بھارتیہ گزرت شاسعہ اور جیہوتی دیکھ کر انشاد اپنی بھاشا میں کیا اور انہی کے منہ سے ہندوؤں نے رامین اور مہابھارت کا انشاد فارسی میں کرایا۔ اُس سال میں مسلمان اپنی رچاؤں کا بدلہ لے کر گزرت سے کرتے تھے۔

راستو کا میں بھی دونوں سمپڑاویں کی ویشہنائیں پائی
 جاتی تھیں۔ پہلی کی عمارتوں فارسی کی بنائیت نہ تھیں۔
 مسلمانوں دوارا بنائی گئی عمارتوں میں ہندو لکڑی کا مشہور
 رہتا تھا۔ تاج کے گنبد پر آج بھی پنج رتن اور کل دیکھ جا
 سکتے ہیں، پرنتو یہ مسلمانی چھاپ دکشن بھارت کے مسلمانوں
 میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ دیہی کا یہ بھاگ کسی بھی مس
 لمناؤں کے سانسرتک اثر میں نہیں آیا۔

بھارتیہ سنگیت میں 'سور' دھونی، 'ترتقہ' آدی پر اسلامی سنگیت کا پرہیز ہوا۔ دھرم کے چہتر میں اکبر نے 'دھن' (پھول) کا پرچار کیا، جس کا آدیس ہندو اور اسلام دھرموں کا سمونہ تھا۔ 'ستہ پور' نامک ایک ایسے ایشور تک کی کاہا کی گئی جیسے ہندو اور مسلمان دونوں ہی مانتوں۔ مسلمان شاکس ہندو پردوں میں بھاگ لیتے تھے، تو ہندو مسلمانی تپوہاروں میں۔ جھانگیر اور سراج آدولہ کی ہولی تو پرسدہ تھی ہی۔ فیشن اور پوشاک میں بھی دونوں دھرموں کا ایک دوسرے پر پرہیز ہوا۔ شہروانی، اچکن، پیدجسے، کوت، دھوتی سبھی کے لئے ایک ہی پوشاکیں بن گئیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو بھی آدیوگ، ویسایہ، وہاپار تھا پدارتھوں کے فرمان کے سمبندھ میں ایک دوسرے سے بہت کچھ حاصل ہوا۔ باہر تو اپنے ساتھ ہارون خانہ بھی لیا تھا، جس کا دیوگ آج بھی ہم کرتے آ رہے ہیں۔ اوشدھوں کے چہتر میں یونانی اور آیور ویدک دوائیوں کا سمونہ ہوا۔ اِس پرکار جب دو سنسکرتیوں کا ایک دوسرے سے ساکشاتکار ہوا، دونوں ہی پشٹ ہوئیں۔

شری چکرورتی راجگوپالاکار

شری چکرورتی راجگوپالاکار

‘اےک تو گنجا سیر اور بچے-خوبے بال سکے! آپ پرم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے۔ آپ اپنے اُن پرلے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں؟ بس کیجئے مہاراج! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی؟ اُن دنوں آپ پرم کا کیا مزہ چکھا ہوگا؟ وہ دن تو دہائیوں کے تھے۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری یوک یوتھ کی ہلکی مہرے کانوں میں بار بار پونی دھتی ہے۔

دوسرے کے من کی باتوں کو مہرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پلٹر مہرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہو لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آندوٹن’ نامک مذاکرہ سالہ میں اُنکے رشتے پر ایک مضمون لکھنے کا مجھے ارادہ کیا۔ پرم کا راستہ بہت کٹھن ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پرم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا مہرا وچار ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور پھر کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اٹھ کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پرم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کہونکہ اس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پھر دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بے لگتی کچھ کہہ کر یہ ہے کہری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پرم کی تہدنگ دیں یا اسے پرم کی کسوٹی پر کسوں، تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پرم دونوں طرف سے اُنہیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پھر ایک استری سے پرم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

‘اےک تو گنجا سیر اور بچے-خوبے بال سکے! آپ پرم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے۔ آپ اپنے اُن پرلے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں؟ بس کیجئے مہاراج! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی؟ اُن دنوں آپ پرم کا کیا مزہ چکھا ہوگا؟ وہ دن تو دہائیوں کے تھے۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری یوک یوتھ کی ہلکی مہرے کانوں میں بار بار پونی دھتی ہے۔

دوسرے کے من کی باتوں کو مہرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پلٹر مہرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہو لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آندوٹن’ نامک مذاکرہ سالہ میں اُنکے رشتے پر ایک مضمون لکھنے کا مجھے ارادہ کیا۔ پرم کا راستہ بہت کٹھن ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پرم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا مہرا وچار ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور پھر کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اٹھ کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پرم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کہونکہ اس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پھر دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بے لگتی کچھ کہہ کر یہ ہے کہری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پرم کی تہدنگ دیں یا اسے پرم کی کسوٹی پر کسوں، تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پرم دونوں طرف سے اُنہیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پھر ایک استری سے پرم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

اس عورت کے لیے بڑی بات نہیں ہوتا۔ اگر ایک عورت یا عورتوں کے لیے پریم پیدا کرنے والا روپہ کی اور کوئی دوسرا ذریعہ حاصل کیا ہو تو اسے اسے پاگل دنیا میں بہت سے لوگ اس پریم یا استری کو چاہتے تھے۔ اس کے لئے کیا کیا جائے؟ کمپو استری پرشوں کی ایک ایک جوڑی بنا کر ان پر اپنے عروہوں کے ہاتھ سے پرہار نہیں کرتا۔ اگر سب لوگ پریم دوا ہی کرنا چاہیں تو نتیجہ آپس کا کلمہ دینے کا لڑائی چھکڑا ہوا کچھ ہاتھ نہ لگتا اور بھرتوں کو دوا کے ہاتھوں کو لڑنا پڑتا۔ اس لئے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پریم کی شرط یہ نہیں ہو سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہیں ہے کہ پریم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں کہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پریم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کہی کہی دونوں (استری اور پرش) پریم کا انبھو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کہی کہی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے جس کا لہوا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اکل نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بھلی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہر سہا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

وولہت استری پرشوں کو چاہتے کہ وہ ایک دوسرے کی دوست کریں، آپس میں پریم بڑھائیں، سہوگ اور دوستی سے اپنی زندگی بٹانا سیکھیں۔ اس میں پریم کی کسی ہے؛ یہ تو ماں باپ کی رچی ہوئی شادی ہے؛ یہ تو اپنے مزہ کھانا ہے؛ اس طرح وچاروں میں قوت با چنگل گریست ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے دیکھیں کی کئی ہی پریم کہانیاں ہم پڑھتے ہیں، سلما دیکھتے ہیں، بس یہی چیزیں ہیں، اسی میں سچا سچ زندگی کا سما ہوا ہے۔ اسی پر کار کھلا میں پڑ کر نہ لے ہوئے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے دیہی میں بھی استری پرش مگر ارنچیا اور سندر چھوٹے ہوتے ہیں۔

اے نوجوان! تمہارے گوتے آئی ہوئی استری ہے، تم نے کہی اس پر وچار کیا؟ کسلی میں اپنا مایا چھوڑ کر ایک یوتی کھسہ سانس اور کھسی پرسللا کے ساتھ ایک لجنی نئے پریم میں آکر مل جاتی ہے۔ کس پرکار آشا باتہ کر، کس کے ہاتھ پر اتنا سانس، اتنی خوشی اور اتنا آلتا محسوس کرتی ہے؟ ہو ایک وچاروان نوجوان گہرائی کے ساتھ سوچتا تو اسے محسوس ہوتا۔ اسی سانس اور اسی مضبوطی آج تک کسی عورت نے دیکھی ہے یا بنا سکتا ہے؟ کم عمر کی خاتون کے اس

اس کا مطلب یہ ہے کہ پریم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں کہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پریم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کہی کہی دونوں (استری اور پرش) پریم کا انبھو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کہی کہی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے جس کا لہوا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اکل نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بھلی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہر سہا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

خاندان اور سماج کی طرف سے ہر نوجوان کو پہچاننے پر ہی ہر نوجوان اپنی اس سہولت کے طرف اپنے نفس کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس کے اس بعد وہ اپنے جسمانی سکھ کے لئے ملے ہوئے ایک بہتر کہی نہیں سمجھتا۔ وہ اسے اپنے لئے حاصل کرنے بہت بڑے سہولتوں کے روپ میں پہچانتا ہے۔ وہ اپنی پتلی کے ساتھ ایک سچے مگر کے سامان آئے، شوق اور شرم سے بھرا کرے گا۔ وہ من مانی کہی نہ کرے گا۔ وہ اپنے تئیں مالک اپنی لستری کو اپنا ظم یا پدر کی جوتی کہی نہ سمجھتا۔

جسمانی بھوک مگر کو رواہ کا مقصد نہیں سمجھتا چاہئے؛ پر لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ دہشتوں کو شہر میں آتے ہوئے والی قدرتی آفتوں کی، ان کا پرہیز کے ساتھ بڑھانے کا سادھن سمجھ کر رکشا کرنی چاہئے۔ وہ پرہیز کو بڑھا کر ایک کو بکا کرے والی ایک مضبوط اور قدرتی شکتی ہے۔ اسے کہی نہ ہو لہذا چاہئے کہ وہ لوگوں کا ایک ایسوی اور پوتر سادھن ہے، نہ کہ جنہیں کا سکھ۔ اس طرح کا دھوکا کھانے سے سارا جنہوں نشت ہو جاتا ہے، وہ دہشت بن جاتا ہے۔

ہو جاتا ہے، وہ دھوکا کھاتا ہے۔

آج سے سیکڑوں برس پہلے ہمارے دیکھیں بھارت کے ایک مہاکوی اور سنت پرہیز 'تیرتھ' نے پتلی کو جنہوں شکتی کے نام سے پکارا تھا۔ دہشتوں کو اس سنت مہاکوی کی وائی کا مرم سمجھ کر اپنے جنہوں میں اسے قتالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔ پتی اور پتلی کو آپس میں ساتھ بھاڑ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جنہوں کی ہر ایک بات پر آپس میں صلح کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے بتوارے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ گھر کی دیکھ رہی لستری کے ذریعہ ہو اور باہر کا سارا دھوکا پرہیز کرے۔ ابھاس اور سادھن سے یہ بہت سہل ہو سکتا ہے۔ دونوں کی بدھی، بھاڑا اور شکتی بڑھ کر پرہیز اور آئندہ میں بدل جائیگی۔ آجکل کے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں ہم جس قسم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر میں اس جنہوں شکشا سے نابلد ہو۔

نہ تو پرہیز مرض ہے اور نہ بھلا اس کی دوا، پرہیز کے آئندہ ہونے کے بعد پتی پتلی بلنا کہیں بہتر ہے۔ ہم دونوں مگر پرہیز اور مہاکوی بھاڑ سے گھر کرہستی چاہئے، اس طرح کا نشیہ، کر پرہیز کے آئندہ کے بھلا ہی بہت معمولی طور سے ملے ہوئے دو دیکھی ہیں اسی طرح اپنا جنہوں بھلا سکتے ہیں۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ پرہیز کو مرض اور دوا کو اس کی دوا سمجھنا بھول ہے؛ کیونکہ ایسا سمجھ لیا جائے تو دوا کے سینوں سے جیسے بھلا بھاگ جاتا ہے، ٹھیک اسی پرکار دوا ہونے پر پرہیز کو بھی غلبہ ہو جاتا ہے۔ تب تو جوہر اور دوا کا ٹھیک ٹھیک جمع خرچ ہو جاتا ہے، یہ بالکل غلط ہے پرہیز تپ نہیں

آج سے سیکڑوں برس پہلے ہمارے دیکھیں بھارت کے ایک مہاکوی اور سنت پرہیز 'تیرتھ' نے پتلی کو جنہوں شکتی کے نام سے پکارا تھا۔ دہشتوں کو اس سنت مہاکوی کی وائی کا مرم سمجھ کر اپنے جنہوں میں اسے قتالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔ پتی اور پتلی کو آپس میں ساتھ بھاڑ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جنہوں کی ہر ایک بات پر آپس میں صلح کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے بتوارے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ گھر کی دیکھ رہی لستری کے ذریعہ ہو اور باہر کا سارا دھوکا پرہیز کرے۔ ابھاس اور سادھن سے یہ بہت سہل ہو سکتا ہے۔ دونوں کی بدھی، بھاڑا اور شکتی بڑھ کر پرہیز اور آئندہ میں بدل جائیگی۔ آجکل کے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں ہم جس قسم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر میں اس جنہوں شکشا سے نابلد ہو۔

है, वह फूलों में सम्राट् हुई सुगन्धि के सामान एक टिकाऊ झुरती ताकत है। कभी कभी वह आप-से-आप समक पकती है, नहीं तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा हो कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है, उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अज्ञान-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (वही मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। व्रत रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने ध्वनिकोष के सारे तंत्र को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-गात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का संयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुत्ता जोदकर या खुदा से मिन्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना बराबरी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बगैरे प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्दुल रादल' यह बर्गीय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—वह प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिनाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

है, वह दोनों में समान होती होगी के समान। एक लक्ष्मी तन्त्रि पात है। कभी कभी वह आप-से-आप पकती है। प्रेम तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा हो कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है, उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अज्ञान-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (वही मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। व्रत रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने ध्वनिकोष के सारे तंत्र को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-गात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का संयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुत्ता जोदकर या खुदा से मिन्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना बराबरी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बगैरे प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्दुल रादल' यह बर्गीय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—वह प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिनाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

دنیا تو ہمیشہ سے تماشہ دیکھنے کی عادی ہے۔ دنیا تماشہ ہے، دنیا کے لوگ تماشہ ہیں۔ وہ بھی خود تماشہ بنتے ہیں اور کبھی تماشہ ہیں؛ وہ خود کھلاڑی ہیں اور کھیل بھی لیتے۔ وہ بہت کم اپنے آپ کو دیکھتے اور سمجھتے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کی اپنی کمزوریوں نے اسے خودغرضی اور منور بنا دیا ہے۔ اس کی شان، اس کی شخصیت، اس کی آملگ، اس کے وچار سب کے وچار نہ ہو کر، کھول لچلی وچار ہو گئے ہیں۔ یہ ماتم کا بڑبڑاؤ نہیں، ویڑیک نہیں، غرور ہے، خودغرضی ہے۔ اس کی اپنی خودغرضی دھرتی کو بہشت نہیں بنانے دیتی۔ دنیا تماشہ دیکھتی ہے، یہ بھی تو ہلکا مشکل ہے۔

اس دن کلندر کا تماشہ دیکھنے کے لیے میں بھی باہر میں، مہیڈ کے بیچ جا کر کھڑا ہو گیا۔ کلندر تھوڑا سا بچہ تھا اور اس کے لیے مہیڈ کی دلیچسپی بڑھ رہی تھی۔ کلندر تھوڑا سا بچہ تھا اور اس کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگتا ہوا ہوا۔ "بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ" سامنے کھڑے بچوں کو ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ "بچو ہٹ جاؤ" سب بچے جاؤ۔ "کچھ دیر تک بچے کو اور زیادہ لکھا کرنے کے لئے تھوڑا سا بچا رہا۔ کچھ رتہ رتہ بول بھی بولتا رہا۔ اگلے میں کچھ اور تماشہ ہیں آکھڑے ہوئے۔ اس نے کہا: "بچو ذرا زور سے قالی بچاؤ۔" بچے خوشی سے قالیاں پھینک لگے۔ لیکن اسے تسلی نہیں ہوئی، اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے بولا: "جو بچے زور سے قالی نہیں بچائیں گے، اس کے ہاتھ میں پتھر ہو جائیگا۔" اس پر سب بچے زور سے قالیاں پھینک لگے۔ لوگوں کی اور زیادہ دلیچسپی بڑھی۔ کلندر نے بندروں کی دسی تھامی۔ ان میں ایک نر تھا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا تھا۔ لیکن جیسوں ہی بندر یا کلندر کے اشارے سے ایک لکڑی پھانڈکر فلاںڈیاں دکھانے لگی، بچے اس کی پیٹھ پر سے اتر کر ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو بندروں کے سہارے اکڑوں بیٹھ دیکھ کر بچے کھلکھلا کر ہنس دیتے۔ وہ ننھا سا چہرہ عجیب قری ہوئی نگاہوں سے ان بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

اس دن کلندر کا تماشہ دیکھنے کے لئے میں بھی باہر میں، مہیڈ کے بیچ جا کر کھڑا ہو گیا۔ کلندر تھوڑا سا بچہ تھا اور اس کے لیے مہیڈ کی دلیچسپی بڑھ رہی تھی۔ کلندر تھوڑا سا بچہ تھا اور اس کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگتا ہوا ہوا۔ "بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ" سامنے کھڑے بچوں کو ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ "بچو ہٹ جاؤ" سب بچے جاؤ۔ "کچھ دیر تک بچے کو اور زیادہ لکھا کرنے کے لئے تھوڑا سا بچا رہا۔ کچھ رتہ رتہ بول بھی بولتا رہا۔ اگلے میں کچھ اور تماشہ ہیں آکھڑے ہوئے۔ اس نے کہا: "بچو ذرا زور سے قالی بچاؤ۔" بچے خوشی سے قالیاں پھینک لگے۔ لیکن اسے تسلی نہیں ہوئی، اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے بولا: "جو بچے زور سے قالی نہیں بچائیں گے، اس کے ہاتھ میں پتھر ہو جائیگا۔" اس پر سب بچے زور سے قالیاں پھینک لگے۔ لوگوں کی اور زیادہ دلیچسپی بڑھی۔ کلندر نے بندروں کی دسی تھامی۔ ان میں ایک نر تھا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا تھا۔ لیکن جیسوں ہی بندر یا کلندر کے اشارے سے ایک لکڑی پھانڈکر فلاںڈیاں دکھانے لگی، بچے اس کی پیٹھ پر سے اتر کر ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو بندروں کے سہارے اکڑوں بیٹھ دیکھ کر بچے کھلکھلا کر ہنس دیتے۔ وہ ننھا سا چہرہ عجیب قری ہوئی نگاہوں سے ان بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

کلندر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہا دولہن کو بہا کر لایا، پھر ان کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔ سہ، دنم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔ وہ کبھی ہنستے اور ہکرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھتے اور پھر ایک دوسرے کو مانتے تھے۔ دن بیتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کو آتی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی درہوں کے بعد جوانی

کلندر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہا دولہن کو بہا کر لایا، پھر ان کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔ سہ، دنم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔ وہ کبھی ہنستے اور ہکرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھتے اور پھر ایک دوسرے کو مانتے تھے۔ دن بیتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کو آتی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی درہوں کے بعد جوانی

کلندر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہا دولہن کو بہا کر لایا، پھر ان کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔ سہ، دنم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔ وہ کبھی ہنستے اور ہکرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھتے اور پھر ایک دوسرے کو مانتے تھے۔ دن بیتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کو آتی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی درہوں کے بعد جوانی

के दिन बिताकर बूढ़ा हो जाता है, चूंकि यह सिन्दुरी मेकर है, बूढ़ा बन्दर अपनी आयु भोग कर इस संसार से उठ जाता है, उसका शव मिट्टी में दफना दिया जाता है, बूढ़ी बन्दरिया पति के शोक में पागल हो उठती है और वह उसके सिरहाने बैठकर बिलाप करती है,

तमाशाबीन तमाशा देख रहे थे। वे मरे हुए बन्दर के शव को देख रहे थे और साथ ही रोती हुई बन्दरिया को भी, जो अपनी दोनों इधेलियां गालों पर रखे रोने की नक़ल उतार रही थी। तमाशाबीन देख-देख कर हँस रहे थे—“बाह क्या मजे का तमाशा है, कितने सहाये हुए बन्दर हैं।”

अकस्मात् बन्दरिया का बच्चा किसी अनजाने दर के सबब चीख उठा—“यक ! यक !! यक !” बंदरिया रोने की नकल उतारती उतारती एकाएक चौंक उठी, वह रोना मूल गई, उसने ममता भरी निगाहों से डरे हुए बच्चे की ओर देखा, बच्चा फिर चीख उठा—“यक ! यक !! यक !” वह व्याकुल हो उठी और बन्दर से दृढ़ उसकी ओर लपकी, बच्चा उचक कर उसकी छाती से चिमट गया, बन्दरिया, उसे सीने से लगाए क्रलन्दर की मोली के पीछे सिमट कर बैठ गई.

कलन्दर की कहानी और कहने की गरज अधूरी ही रह गई, बन्दर की मौत के बाद वह संसार की निस्सारता पर कुछ रोशनी डालता, शायद वह रोती कलती बदरिया को चुप कराता हुआ कहता—“बेटी जाने दे, अब मत रो ! यह संसार निस्सार है ! दुनिया में एक आता और एक जाता है ! संसार एक सराय फानी है, जहां लोग कुछ दिन ठहर कर फिर अपनी-अपनी राह लगते हैं, जहान में रहकर पेट की फिक्र करनी पड़ती है बेटी ! पेट का धन्धा तो हमेशा ही साथ लगा रहता है, पेट में अन्न पड़े तो आदमी खिन्दा रहता है, जब मौत आती है तो सारी चिंताएँ चली जाती हैं, फिर बता तो भला हमने यह तमाशा किस लिए किया…!!” वह अपना पेट थपथपाती हुई दिखाती—“पेट के लिए ।”

“हां बेटी! पेट की भूख बहुत बुरी होती है. तेरा तमाशा देखने वाले तुम्हें पैसा, दा पैसा, इकठ्ठी, दुकठ्ठी जिससे जो कुछ बन पड़ेगा, खरूर देंगे.” फिर कलन्दर अपनी चादर धरती पर फैला देता ताकि लोग उस पर पैसे फेंकते. खुदा आपकी आल-मौलाद का भला करे... खुदा आपकी हर मुराद पूरी करे...” कहता हुआ बन्दरिया की रस्सी ढीली कर देता. वह लोगों तक जाती और हाथ फैला कर पैसे मांगती. खरूर कुछ न कुछ मिलता. कुछ पैसे पा जाने पर कलन्दर खुश हो जाता. इस प्रकार इस तमाशे का अन्त होता.

लेकिन इस तमाशे के अन्त से पहले ही बंदरिया ने अपना खेल खत्म कर दिया था. वह अपने मुर्ख गति के

کے دیں ہتاکر بڑھا ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ زندگی بے فکر ہے، بڑھا ہندو اپنے آپ کو بھوک کر اس سلسلہ سے اٹھ جاتا ہے۔ اُس کا شو متی میں دفن کیا جاتا ہے۔ بڑھی ہندو یا پتی کے شوک میں پاگل ہو اُٹھتی ہے اور وہ اُس کے سرہالے پیٹھ پر لپکتی رہتی ہے۔

نماش بیوں تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ مزے ہوئے بلند کے شو
 کم دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی روتی ہوئی بلندیا کو بھی جو اپنی
 دونوں ہتھیلیاں گالوں پر رکھے رونے کی نقل اُتار رہی تھی۔
 نماش بیوں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ”واہ کیا مزے کا تماشہ
 ہے۔ کتنے سدھانے ہوئے بلند ہیں۔“

انکسٹ بندریا کا بچہ کسی اٹھالے قو کے سبب چنچ
 اٹھا۔ ”یک! یک! یک!“ بندریا رونے کی نقل اُتارتی
 اُتارتی یکایک چوٹک اُٹھی، وہ رونا بول گئی۔ اُس نے مہقا
 پوری نگاہوں سے توجہ دینا بچہ کی اور دیکھا۔ بچہ پور چنچ
 اٹھا۔ ”یک! یک! یک!“ وہ بھانگل ہو اُٹھی اور بندر سے
 ہٹ اُس کی اور لہکی۔ بچہ اچک کر اُس کی چپٹی سے
 چمٹ گیا۔ اُسے سینہ سے لگانہ فلندر کی جھولی کے پوچھ
 سٹ کر بیٹھ گئی۔

فلندرز کی کہانی اور کہانہ کی فرض ادھوری ہی رہ گئی ۔
 بآخر کی موت کے بعد وہ سنسار کی نسلارتا پر کچھ روشنی
 ڈالتا ۔ شاید وہ دوتی کلہلی بندھیا کو چپ کوانا ہوا کہتے—
 ”بیٹی جالے دے“ اب مت رو ! یہ سنسار نسا رہے ! دنیا میں
 ایک آنا اور ایک جانا ہے ! سنسار ایک سرائے فانی ہے، جہاں
 لوگ کچھ دن ٹھہر کر پھر اپنی اپنی راہ لگتے ہیں ۔ جہاں
 میں رہ کر پیٹ کی فکر کرنی پڑتی ہے بیٹی ! پیٹ کا دھندھا تو
 ہمیشہ ہی ساتھ رہتا ہے ۔ پیٹ میں اُن بڑے کو آدمی زندہ
 رہتا ہے جب موت آتی ہے تو ساو جلتائیں چلی جاتی ہیں ۔
 پھر بقا تو ہوا ہم نے یہ تماشا کس لئے کیا...!!“ وہ اپنا پیٹ
 ٹپکھٹاتی ہوئی دکھائی— ”پیٹ کے لئے!“

”ماں بیٹا! پیٹ کی بھوک بہت بڑی ہوئی ہے۔ تھوڑا
تماشہ دیکھنے والے تجھے پیسے، درپیسے، اُکلی، دونی جس سے جو
کچھ ہیں پورے، فروز دینگے۔“ یہ فلفلہ اپنی چاندی دھرتی پر پھیلانے
تاکہ لوگ اُس پر پیسے پھینکے۔ ”خدا آپ کی آل اولاد کا پیسہ
کرے... خدا آپ کی مراد پوری کرے...“ کہتا ہوا بخندیا کی دسی
تعلیلی کر دیتا۔ وہ لوگوں تک جاتی اور ہاتھ پیچھے کر پیسے مانگتی۔
فروز کچھ نہ کچھ ملتا۔ کچھ پیسے پا جائے پر فلفلو خوش ہو
جائے۔ ایسے بڑے ایسے تماشے کا انعام ہوتا۔

لیکن اس زمانہ کے آنت سے پہلے ہی ہندو
نے اپنے قبیل ختم کر دیا تھا ، وہ اپنے مرنے والی کے

سیرہانے بٹھانے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو چلاتی ہے لگاتار قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاکتی موہ اور شوٹ پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اُس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”اُ بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

لیکن ہلدا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلدا کی رسی کو ایک دو جھکے دینے اور اونچائی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کلتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہلدا کو ڈپٹ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہلکی کے ہواؤ لٹے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کپکپ رہی تھیں۔ ”مالک“ کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پائیگا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارہ چوٹ سے قلم اُٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ ڈپٹ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے ہری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پاگاہن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے تہمت لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناوٹی نند سویا ہوا بندر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارہ سہما سہما سا ایک آواز دے کر پیٹے گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارہ مار مار کر اچھل رہی تھی اور بندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڑوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھیبور ہو گیا اور اُنہاس کے اُنہاس خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اُس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اُنہاس چبھا تھا۔ جب مانو اُنکی کر کے ہاتھ سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلکے جڑوں کے بیچ میں۔ تب اُس کے اور پشوں کے جھون میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اُس میں بدھی اور کہاں بڑھا۔ اُس نے نئی شکتی حاصل کی، اُس میں شرمہا اور پرہم کی ہارنا چاگی۔ اُس نے چلن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

سندری نے پچکارا۔ ”اُ بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

لیکن ہلدا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلدا کی رسی کو ایک دو جھکے دینے اور اونچائی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کلتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہلدا کو ڈپٹ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہلکی کے ہواؤ لٹے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کپکپ رہی تھیں۔ ”مالک“ کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پائیگا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارہ چوٹ سے قلم اُٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ ڈپٹ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے ہری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پاگاہن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے تہمت لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناوٹی نند سویا ہوا بندر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارہ سہما سہما سا ایک آواز دے کر پیٹے گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارہ مار مار کر اچھل رہی تھی اور بندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڑوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

نیا دین

وہاں سے بھدراورچی، لالچ اور غرور پیدا ہوا۔ پھر اُس کے کل اور قبیلے بچے اور قبیلوں کے سردار بنے۔ پھر قبیلوں کے آپسی یہ شریخ ہوئے۔ ایک وجہا ہوتا اور دوسرا داس، ایک مالک اور دوسرا نوکر۔ ایک کی زبان پر حکم ہوتا، دوسرے کی زبان پر نرہاد۔ ایک کی تلوار ہوتی اور دوسرے کی گردن۔ سماج میں نئی پرکار کے بھون ہو گئے۔ انہیں بھونوں کو لیکر مانو سماج کرنا گیا اور کہا یہ بھون کا تماشہ مانو جنہوں کی ایک لمبی کہانی نہیں ہے!

اب بھی ممتا سے بھری اس بھون بھون پر مداری کی چوڑی توانو پر رہی تھی۔ اُس کا شریک تھیلا پر رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو قہقہہ کر اُس نازی کے ساتھ پھول رہی تھی مانو دعوتی اور اُکھل کر اپنی ممتا سے قہقہہ لیتی!

نیا دین

اب بھی ممتا سے بھری اُس بھون بھون پر مداری کی چوڑی توانو پر رہی تھی۔ اُس کا شریک تھیلا پر رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو قہقہہ کر اُس نازی کے ساتھ پھول رہی تھی مانو دعوتی اور اُکھل کر اپنی ممتا سے قہقہہ لیتی!

بھیا

بیا

بھیا

بھیا

بھیا کا پوسلا کدورت کا ایک ایسا انجمن تھا جسکی بھیا سے بھیا کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھیا کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چڑیوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھیا کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے پیلے اندازے دینے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھون کے اُس پاس کھیتی باڑی کے نزدیک، چہل

بھیا کا پوسلا کدورت کا ایک ایسا انجمن تھا جسکی بھیا سے بھیا کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھیا کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چڑیوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھیا کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے پیلے اندازے دینے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھون کے اُس پاس کھیتی باڑی کے نزدیک، چہل

پانی کی کمی نہ ہو، کبھی کبھی درختوں کی ٹہنیوں سے بھ اپنے پھولوں سے لٹکتا ہے جہاں سے وہ اپنے گھونسلے دھال لیتا ہے جہاں سے اس کا پانی پینے کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کسی پرندے کا بی بی قریب نہیں رہتا۔ گھونسلے ہوا میں اس طرح لٹکتا ہے کہ نہ کوئی اس پر ایک سے نہ اس میں ٹھونکنی مار سکے۔ اُڑنے اُڑنے گھونسلے میں گھس گھس کر جاؤ ورنہ باہر ملے ناکام رہو۔ اندر چالے اور باہر نکلنے کے راستے بھی اُنہی تنگ کے پتے جیسا چھوٹا جانور ہی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

انگریزی میں اسے ویبر ہڈ (Weaver-bird) یا نی جولاہا کہتے ہیں۔ جو اس کے پھولوں کو دیکھتا ہے وہ اس کی کاریگری کی بابت دیکھ کر حیران نہیں رہ سکتا۔ اور جس کسی نے ان گھونسلوں کی بناوٹ کو دیکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کا گھونسلہ دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں۔ پرستار سالم علی شاہد پٹہ آدمی تھا جس نے ان کے رہنے کے راز کو اچھی طرح پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ لگایا۔ اس کے بعد تو بہت سے لوگ اس طرف دھیان دیا اور سالم علی کی معلومات کو درست پایا۔ ان کی معلومات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کی نرالی تھلک اختیار کرتا ہے۔

بیرتے ہیں اور کیر چوچ سے ہی انہیں بن کر اور ان میں کرہ ڈاکٹر
وہ اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ شروع میں ہر ایک بیا اپنے اپنے گھونسلے
کے لئے ایک الگ مضبوط شامچ چنتا ہے۔ پھر گھاس کی رسواں سے
بنکر اس شامچ پر اس طرح کس کر اڑھتا ہے کہ ہلنے نہ پائے۔
پھر ان رسواں میں اور رسواں جوڑ کر ایک لمبا جھولا بناتا ہے
اور پھر اس جھولے کی رسواں کے دھاگوں میں اور دھاکے جوڑ کر
ایک تومبوری کی شکل کا کمر بناتا ہے۔ اس کے پیچ کے حصہ
میں وہ انڈوں کے لئے اور اپنے رہنے کے لئے ایک الگ خانہ
بناتا ہے جس کی وجہ سے یہ درمیانی حصہ ہماری ہڈیوں پر
چلتا ہے۔ تومبوری کے دونوں طرف وہ آگے آگے کے راستہ
دیکھتا ہے، تاکہ آگے آگے اگر چاہے تو نیچے سے گھس کر اوپر سے
سیدھا نکل جائے۔ گھونسلے کا مٹی یعنی تو اس انچ لمبا اور
پانچ چھ انچ موٹا ہوتا ہے۔ اس بیان سے یہ تو صاف ہے کہ
کارکنوں کے علاوہ بہت محنت اور طاقت چاہئے۔ کئی دنوں کی
متواتر محنت سے ایک گھونسلہ بناتا ہے۔ کوئی بیا دوسرے برسوں
کو گھونسلہ بنانے میں مدد نہیں دیتا۔

جب یہ چوچسے قریب قریب بن چکے ہیں تو، کھنڈر
نہیں، مادیان بھائی کو کس طرح، اسکی کھنڈر پھنچ
جاتی ہے۔ بھر ڈال کر انکی ایک پارٹی کی پارٹی بھاگ آنا
کھنڈر ہے۔ نر بھائی انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں
خوش کرنے کے لیے گاتے ناچتے بھی ہیں۔ لیکن مادیان ان کے
گاتے ناچنے کو شایع دیکھتی بھی نہیں۔ بھاتا چوچسے دیکھتی
ہیں۔ کون سا بھائی اور کھنڈر تھپتھپا ہے۔ نر تو چوچسے بھوک
کر الگ الگ شاخوں پر بٹھ کر گاتے ہیں اور مادیان ایک
ایک چوچسے پر بیٹھ کر گاتے ہیں اور مادیان ایک ایک چوچسے
کو اندر اور باہر سے
خوب اچھی طرح دیکھتی ہیں اور اپنے اپنے لئے ایک گھونسلہ
چنتی ہیں۔ نر آپس میں نہیں لڑتے اور نہ مادیان کی
لڑائی میں شریک ہوتے ہیں۔ اچھے گھونسلے کے لئے مادیان
میں کبھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے، 'گھونسلے اس کا جو دوسری
کو ہرا دے۔ جو گھونسلہ کافی اچھا نہ بنا ہو اسے کوئی مادیان
نہیں پسند کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ گھونسلے بن سے
ہی رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اپنا اپنا گھونسلہ چن لیتی ہیں
تب وہ اپنے اپنے گھونسلے بنانے والے نر کو ہلتی ہیں—'او، اب ہم تم
ملکر اس میں رہیں۔ جن کے گھونسلے کسی کو پسند نہیں
آتے وہ نر بن بیٹھے ہی رہ جاتے ہیں۔ جوڑا چنے جانے کے بعد
رہانے کے کمرے کی سجاوٹ وغیرہ کا کام مادیان کے سپرد اور باہر
کے حصہ کی صفائی کا کام نر کا۔ تھوڑے دن تو یہ جوڑے ملکر
خوشی خوشی گزارتے ہیں، لیکن جہاں مادیان انڈوں سے
پھولیں اور نر وہلی سے غائب۔ انڈوں کو سینہ اور بچوں کو
چنگال کا کام صرف مادیان کرتی ہیں۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور سونا سنبھالنے کی جگہ ڈھونڈتے ہیں اور وہاں پھوسلے بناتے ہیں۔ جب پھوسلے بنا چکے ہوں تو وہاں ایک اور نئی نئی تولی مادہ کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح پھوسلے اور جوڑے مادہ میں چنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال اتنے دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلچ جاتا ہے۔ ایسے سال کاریگر ہر ایک سال میں تین تین گھونسلے بلاتر ایک سال میں ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا ممکن نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں اور اُس لئے ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دور کوئی اور سونا سنبھالنے کی جگہ ڈھونڈتے ہیں اور وہاں پھوسلے بناتے ہیں۔ جب پھوسلے بنا چکے ہوں تو وہاں ایک اور نئی نئی تولی مادہ کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح پھوسلے اور جوڑے مادہ میں چنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال اتنے دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلچ جاتا ہے۔ ایسے سال کاریگر ہر ایک سال میں تین تین گھونسلے بلاتر ایک سال میں ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا ممکن نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں اور اُس لئے ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

بھگوان بودھ اور انکے उसूल

بھگوان بودھ اوزان کے اصول

جنم-کال

جین تیرتھنگر महावीर स्वामी के ही समय में परन्तु उनसे कुछ बाद—ई० पू० छठवीं शताब्दी में बौद्ध धर्म का प्रवर्तन करने वाले भगवान गौतम बुद्ध हुए। इनके समय तक प्राचीन वेद धर्म अनेक परिवर्तन (फेरफार—उथल-पुथल) देख चुका था। एक ओर जन समाज में किसी-किसी जगह ज्ञान, भक्ति और वैराग्य के उपदेश का जखीरा था, तो वही के साथ दूसरी ओर प्रजा के बहुत बड़े भाग में कर्म-काण्ड का घना जाल बिछा हुआ था और कवि, भक्त, ज्ञानी और साधुओं का स्थान टीकाकारों, वादियों, कर्मकाण्डियों और तपस्वियों ने ले लिया था। ऐसे समय में धर्म-परित्राण के महानियम के अनुसार श्री गौतम बुद्ध का अवतार हुआ।

बुद्ध—बोध प्राप्त, जागृत, ज्ञानी। इस संसार में सब अज्ञानी जनों को सोया समझना और ज्ञानी को ही जागता समझना। इसलिए गौतम कुल में उत्पन्न महापुरुष 'सिद्धार्थ' को बुद्ध कहते हैं। जिस तरह ब्रह्मण धर्म में विष्णु के चौबीस अवतार माने जाते हैं और जिस तरह जैन धर्म में चौबीस तीर्थङ्कर माने जाते हैं, वही प्रकार बौद्ध धर्म में भी सब मिलाकर चौबीस बुद्ध हुए—ऐसा कहा जाता है। परन्तु इन सब में ऐतिहासिक प्रमाण से जिनकी हस्ती सिद्ध हो चुकी है, वे बुद्ध ई० पू० छठी शताब्दी में हुए और वे गौतम बुद्ध ही हैं।

जन्म-काल

जिन तिरथङ्कर महावीर स्वामी के ही सन्म में परन्तु उनसे कुछ बाद ई० पू० छठवीं शताब्दी में बौद्ध धर्म का प्रवर्तन करने वाले भगवान गौतम बुद्ध हुए। इनके समय तक प्राचीन वेद धर्म अनेक परिवर्तन (फेरफार—उथल-पुथल) देख चुका था। एक ओर जन समाज में किसी-किसी जगह ज्ञान, भक्ति और वैराग्य के उपदेश का जखीरा था, तो वही के साथ दूसरी ओर प्रजा के बहुत बड़े भाग में कर्म-काण्ड का घना जाल बिछा हुआ था और कवि, भक्त, ज्ञानी और साधुओं का स्थान टीकाकारों, वादियों, कर्मकाण्डियों और तपस्वियों ने ले लिया था। ऐसे समय में धर्म-परित्राण के महानियम के अनुसार श्री गौतम बुद्ध का अवतार हुआ।

बुद्ध—बोध प्राप्त, जागृत, ज्ञानी। इस संसार में सब अज्ञानी जनों को सोया समझना और ज्ञानी को ही जागता समझना। इसलिए गौतम कुल में उत्पन्न महापुरुष 'सिद्धार्थ' को बुद्ध कहते हैं। जिस तरह ब्रह्मण धर्म में विष्णु के चौबीस अवतार माने जाते हैं और जिस तरह जैन धर्म में चौबीस तीर्थङ्कर माने जाते हैं, वही प्रकार बौद्ध धर्म में भी सब मिलाकर चौबीस बुद्ध हुए—ऐसा कहा जाता है। परन्तु इन सब में ऐतिहासिक प्रमाण से जिनकी हस्ती सिद्ध हो चुकी है, वे बुद्ध ई० पू० छठी शताब्दी में हुए और वे गौतम बुद्ध ही हैं।

بৌद्ध دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شریعتیں بتائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بھون شرنن گچھامی—میں بھون کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنکھن شرنن گچھامی—میں سنکھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'تین تری' میں بھون دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بہودہ دھرم کے گرنتم

بہودہ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بہودہ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیسوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیس کی بھاشا میں بھی اس دیس کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسکتیں سے ہمیں بہودہ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بہودہ دھرم کا سب سے پراچین گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیراپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیراپٹک کا معنی ہے پتلی، پیتارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، ارنہات تبت سمیت گرنتموں کا سمرہ ورگ ہوا۔ پٹک کے تین ورگ ہیں، اس لئے تینوں ملا کر تیراپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام نمین، پھت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے پٹک۔
- (2) سوٹ پٹک۔
- (3) ابھدھرم پٹک۔

وینے پٹک میں خاص کر بھکشوؤں کو (ساڈھوؤں کو) کیسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انیک سمواڈوں اور کتھاؤں دوارا اُپدیش کیا گیا ہے۔ سوٹ پٹک میں بہودہ دھرم کے تبت و گھان کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی سے اُپدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم پٹک میں ان سدھانتوں کا ادھک باریکی سے اور پرمپرا (تفصیل سے) وچا کر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھائی دیوہ وغیرہ انیک سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بہودہ دھرمی مانتے ہیں۔

سوٹ پٹک میں سے بہودہ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم)۔' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتام (بھم) پد نام کا ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتام بھون کے پورے اور اوتاروں (بھونستو) کی کتھاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بہودہ دھرم کے تکتوگھان اور لیتی کا اچھا ورزن ہے۔

بہودہ دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شریعتیں بتائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بھون شرنن گچھامی—میں بھون کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنکھن شرنن گچھامی—میں سنکھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'تین تری' میں بھون دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بہودہ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بہودہ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیسوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیس کی بھاشا میں بھی اس دیس کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسکتیں سے ہمیں بہودہ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بہودہ دھرم کا سب سے پراچین گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیراپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیراپٹک کا معنی ہے پتلی، پیتارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، ارنہات تبت سمیت گرنتموں کا سمرہ ورگ ہوا۔ پٹک کے تین ورگ ہیں، اس لئے تینوں ملا کر تیراپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام نمین، پھت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے پٹک۔
- (2) سوٹ پٹک۔
- (3) ابھدھرم پٹک۔

وینے پٹک میں خاص کر بھکشوؤں کو (ساڈھوؤں کو) کیسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انیک سمواڈوں اور کتھاؤں دوارا اُپدیش کیا گیا ہے۔ سوٹ پٹک میں بہودہ دھرم کے تبت و گھان کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی سے اُپدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم پٹک میں ان سدھانتوں کا ادھک باریکی سے اور پرمپرا (تفصیل سے) وچا کر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھائی دیوہ وغیرہ انیک سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بہودہ دھرمی مانتے ہیں۔

سوٹ پٹک میں سے بہودہ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم)۔' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتام (بھم) پد نام کا ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتام بھون کے پورے اور اوتاروں (بھونستو) کی کتھاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بہودہ دھرم کے تکتوگھان اور لیتی کا اچھا ورزن ہے۔

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गांव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्बन्धन उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े बच्चे तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गाँव (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर कुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा वाज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ औसत लोगों से मुकतलिफ़ भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गाँव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्बन्धन उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े बच्चे तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गाँव (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर कुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा वाज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ औसत लोगों से मुकतलिफ़ भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

یہ سنیاسی ہے۔ سنیاسی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو
دुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है۔ गौतम ने यह
सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों से छुट-
कारा पाने का तरीका ढूँढ निकालने का निश्चय किया।
रोजाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के
बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई। रानी
पशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे, उनके पास गये।
बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का
एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक
को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो
फिर यह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न
छोड़ने दे तो फिर क्या होगा? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके
मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या
न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा ह्रादे होने लगे। आखिर-
कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए
सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक
सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये। यह महान घटना बौद्ध
धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है।

गौतम रात-ही-रात घोड़े पर बहुत दूर चले गये, एक
नदी के किनारे घोड़े से उतरे, तलवार निकाली और उससे
अपने सुन्दर बाल काटे और अपनी पोशाक उतारकर साईस
को दे दी और उसको कपिलवस्तु की ओर रवाना किया।
खुब साधु के भेस में आगे बढ़े, कुछ समय पास के आश्रम
(आवाबाड़ी, अमराई) में रह कर, मगध की राजधानी
राजगृह की ओर गये, वहाँ बिम्बि- (बिन्दु) सार नाम का
राजा राज करता था, राजा ने इनकी इज्जत की और इनसे
आचार्य-पद लेने को कहा, परन्तु वैसा न करते हुए उन्होंने
आहार (आराह) कालाम और उरुद्रुक रामपुत्र नाम के दो
ब्राह्मण विद्वानों के पास तत्वज्ञान का अभ्यास शुरू किया,
परन्तु उनके सिद्धान्त सिद्धार्थ को सन्तोष-जनक (तसल्ली
दिने वाले) नहीं लगे, इसलिए उनको छोड़कर ये आगे चले,
कितनी ही जगह पुजारियों को यज्ञ में जानवर की कुरबानी
करते देखा, यह इनकी दयालु आत्मा को बिलकुल विपरीत
ही लगा, गया पहुँचकर पास के वन में कौडिन्य वरौरा
पाँच चेलों के सामने इन्होंने जोरदार तप किया, छः वर्ष
कठिन तपस्या करने से बदन काठ की तरह सूख गया
और कमजोरी बढ़ गई, एक बार फल्गु (नैरंजना) नदी में
नहाने गये तो वहाँ इनको पानी में से निकलना मुश्किल हो
गया, आखिर किनारे पर के पेड़ की डाल पकड़कर खड़े
हुए और आश्रम की ओर मुड़े, परन्तु चल नहीं सके, रास्ते
में बेसुख होकर मर पड़े।

एक गोप-कन्या (नन्द बाला) पास से जा रही थी,
उसने इनको दूध पिलाया, खड़ा किया और आश्रम पहुँचाया।

یہ سنیاسی ہے۔ سنیاسی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو
دुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है۔ گوتم نے یہ سن کر संसार چھوڑ کر چل جانے
اور ان دکھوں سے چھٹکارا پانے کا طریقہ ڈھونڈ نکالنے کا فیصلہ کیا۔
روزانہ کے رواج کے مطابق گانا بجانا ہو جانے کے بعد کار آرام
میں گئے، مگر نیند نہیں آئی رانی پشودھرا اور راج کمار رات
میں سوئے تھے، ان کے پاس گئے بالک کو بلا کر ملنے کا من ہوا، پرنتو
رانی کا ایک ہاتھ بالک کے اوپر رکھا تھا، اُس کو ہٹا کر بالک کو
لے لیا جائے اور رانی جاگ اٹھے اور رانی جاگ اٹھے تو یہ وہ اپنے پرہ
بہی کو سنسار چھوڑنے سے تو ہیک، نہ چھوڑنے سے نہ ہر کیا ہوگا
ایسی ایک مشکلیں ان کے من میں آئے لکھن، تھا اس کو اسی
طرح چھوڑ جائوں یا نہ چھوڑ جائوں اتنی ہی مشکل وچار تھا، اُردسے ہونے
لے، آخر کار اسی طرح انگلی چھوڑ کی پھلائی کرنے کے لئے
سہارے ان کو اسی طرح چھوڑ کر، متعل چھوڑ کر، ایک سفید
گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے، یہ مہان ٹھٹھا ہونے دھرم شاستروں
میں 'مہا ہی نسمکمن' کے نام سے پوسدہ ہے۔

گوتم رات ہی رات گھوڑے پر بہت دور چلے گئے، ایک
نہی کے کنارے گھوڑے سے اُترے، تلوار نکالی اور اُس سے اپنے
مغز بال کاٹا اور اپنی پوشاک اُتار کر سائیس کو دیدی اور اُس
کو کھل رستہ کی اور روانہ کیا، خود سادھو کے بھیس میں آگے
بڑے، کچھ سمجھ پاس کے آسروں (آساواڑی، لمرائی) میں رہ
کر، مکھ کی راجدھانی راجکرا کی اور گئے، وہاں ہمیں (بندو)
سار نام کا راجا راج کرتا تھا، راجا نے اُن کی عزت کی اور اُن
سے آچاریہ پد لیتے کو کہا، پرنتو ویسا نہ کرتے ہوئے اُنہوں نے
آڈار (آرق) کلام اور اُردورک رام پتر نام کے دو برہمن
دوالوں کے پاس نت وگھن کا ابھاس شروع کیا، پرنتو اُن
کے سہارنے سہارے کو سادھو جنک (تسلی دینے والے) نہیں
تھے، اِس لئے اُن کو چھوڑ کر یہ آگے چلے، کتلی ہی جگہ
بھاریوں کو یکے میں جانور کی قربانی کرتے دیکھا، یہ
اُن کی دھالو اُتار کو بالکل وپریت ہی لگا، کیا پھر نہ چھوڑ
پاس کے بن میں کھنڈیہ وغیرہ ہانچ چھلوں کے سلسلے اُنہوں
نے زوردار تپ کیا، چھ ورہں کھن تپسہ کرنے سے بدن کاٹ
کی طرح سوک گیا، اور کمزوری بڑھ گئی، ایک بار پھلو
(نہونچھا) بنی میں نہاتے گئے تو وہاں اُن کو پانی میں سے
نکالنا مشکل ہو گیا، آخر کنارے پر کے پتھر کی ڈالی پکڑ کر
کھڑے ہوئے اور آشرم کی اور مقررے پرنتو چل نہیں سکے، راستہ
میں بے سندھ ہو کر گر گئے۔

ایک گچھ کنیا (نند بالا) پاس سے جا رہی تھی،
اُس نے اُن کو دودھ پلایا، کھڑا کیا اور آشرم پہنچایا۔

इतना देह-कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर मध्यम प्रतिपदा (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास वेद के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधूल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

‘मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है’—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्डिन्य वगैरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से ठठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको ‘चार आर्य सत्य’ जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वगैरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और बदरता को शोभा देती है।

“आनन्द (शिष्य का नाम) रोना नहीं, शोक नहीं करना। आनन्द ! क्या मैंने तुमसे नहीं कहा कि वस्तु-मात्र का

इतना दिव्य क्लेश सहेन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर मध्यम प्रतिपदा (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास वेद के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधूल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

‘मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है’—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्डिन्य वगैरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से ठठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको ‘चार आर्य सत्य’ जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वगैरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और बदरता को शोभा देती है।

سوامی ہی ہے کہ ہم کو وہ چاہے جتنی پروہتوں نے ہو، پرنتو آخر میں ہمیں اس کو چھوڑ کر جانا ہی پڑتا ہے۔ اُند ! جو چاہتا ہے، ہوا ہے، وہ ناش پائے بنا کیسے رہ سکتا ہے ؟

”اُند ! میں نے تو تم کو کچھ بھی کہت رہے ہمارے دھرم کا اُپدیہش ہا ہے۔ تھا گت (ہند) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگھ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اُس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشنے میں آدھار نہیں رکھنا۔ جو اُس ہو کر چاہے وہ مہا پرینزدان—اُنم نردانا وستھا اُپکا۔“

”میرے جانے کے باوجود دھرم اور سچ کو میری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہش دیکر تھا شہسوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سہیلہ میں شمشا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہش کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

”اُند ! میں نے تم کو کچھ بھی کہت رہے ہمارے دھرم کا اُپدیہش ہا ہے۔ تھا گت (ہند) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگھ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اُس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشنے میں آدھار نہیں رکھنا۔ جو اُس ہو کر چاہے وہ مہا پرینزدان—اُنم نردانا وستھا اُپکا۔“

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو موری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہش دیکر تھا شہسوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سہیلہ میں شمشا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہش کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو موری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہش دیکر تھا شہسوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سہیلہ میں شمشا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہش کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

مُحَمَّد بن جبَل کا بیان ہے کہ:—”مُحَمَّد صَاحِب نے جب مَکَّہ میں کا گورنر بنا کر بھیجا تو مَکَّہ سے کہا:—’خبردار ! عیِش (رَس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بندے کبھی عیِش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

مُحَمَّد بن جبَل کا بیان ہے کہ:—”مُحَمَّد صَاحِب نے جب مَکَّہ میں کا گورنر بنا کر بھیجا تو مَکَّہ سے کہا:—’خبردار ! عیِش (رَس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بندے کبھی عیِش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

—مُحَمَّد بن جبَل، اَحْمَد .

—مُحَمَّد بن جبَل، اَحْمَد .

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی جہت پرانے والے کا آدم کرتا ہے وہ ایسا کر کے اِسلام کی عمارت کو کھاتے میں مدد دیتا ہے۔“

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی جہت پرانے والے کا آدم کرتا ہے وہ ایسا کر کے اِسلام کی عمارت کو کھاتے میں مدد دیتا ہے۔“

—ابراہیم، بھٹائی .

—ابراہیم، بھٹائی .

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ:—”وہ آدمی مَکَّہ نہیں ہے جو دو آدمیوں میں صلح کرتا ہے اور اِس

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ:—”وہ آدمی مَکَّہ نہیں ہے جو دو آدمیوں میں صلح کرتا ہے اور اِس

مُحَمَّد سَاہِب کی کُچھ ہڈیوں

کے لیے ان سے اچھی اچھی باتیں کہتا ہے، اور ان سے کُچھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔

—ہم نے کُچھ سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

میں نے پوچھا :—“یہ اُستِلاہ کے رسول ! آدھی کو سب سے اچھی باتیں کیا دی گئی ہیں؟“ پیرامبر نے جواب دیا :—“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

—ہم نے سُن، بُوخاری : بُوخاری۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“تو میں سے کسی کو یہ نہیں چاہیے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے تھکا کر دو، بلکہ سب کو جگہ دو، تو اُستِلاہ تُو جگہ دے گا۔“

—ہم نے سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“جب کبھی کہاں پر تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ہم نے سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : مالِک۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“اُخبردار ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !“ لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ پیرامبر نے یہ کہنا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ :—“ہاتھ کس طرح کرنی چاہئیں؟“ مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا :—“اپنی ناک میں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُنا جاتا تمہیں سلام کرے اُس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُعا دہر کرو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“سب سے زیادہ راہی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بھلائی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سب سے زیادہ راہی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بھلائی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سب سے زیادہ راہی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بھلائی سے بچتا رہتا ہے۔“

—عبداللہ بن مسعود : بُوخاری : مُسَلِم۔

مُحَمَّد سَاہِب کی کُچھ حدیثیں

کے لئے اُن سے اچھی باتیں کہتا ہے اور اُن میں کُچھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔
—اُمّ کلثوم : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

میں نے پوچھا :—“اے اللہ کے رسول ! آدمی کو سب سے اچھی چیز کیا دی گئی ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا :—“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

—اُسلمہ : بُوخاری : بُوخاری۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“تم میں سے کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے تھکا کر دو، بلکہ سب کو جگہ دو، تو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔“

—ابن عمر : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“جب کبھی کہیں پر تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ابن عمر : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : مالِک۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“اُخبردار ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !“ لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ پیرامبر نے یہ کہنا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ :—“ہاتھ کس طرح کرنی چاہئیں؟“ مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا :—“اپنی ناک میں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُنا جاتا تمہیں سلام کرے اُس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُعا دہر کرو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“سب سے زیادہ راہی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بھلائی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سب سے زیادہ راہی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بھلائی سے بچتا رہتا ہے۔“

—عبداللہ بن مسعود : بُوخاری : مُسَلِم۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اس کی دولت کی وجہ سے، یا اس کی نسل کی وجہ سے، یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان وچاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں سنان لو گے!“

— ابوہریرہؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ مع قیامت کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قرتے ہیں، یعنی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

— رفاعہ بن زلیح، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے محروم جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظامؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے محروم جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظامؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اس کی دولت کی وجہ سے، یا اس کی نسل کی وجہ سے، یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان وچاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں سنان لو گے!“

— ابوہریرہؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ مع قیامت کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قرتے ہیں، یعنی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

— رفاعہ بن زلیح، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے محروم جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظامؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے محروم جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظامؓ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

ایک بار ہم پیرامبر کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے پاس سے گذرے۔ پیغمبر نے ان سے پوچھا: — ”تم لوگ کون ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم مسلمان ہیں۔“ وہیں پر ایک عورت اپنا کھانا ہاتھ کے لٹم آگ جڑ رہی تھی۔ اُس کا بیٹا اُس کے پاس بیٹھا تھا۔ جب آگ کی لہریں اُٹھنے لگیں تو اُس نے اپنے بیٹے کو دُور ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر پیغمبر اُس کے پاس گئے۔ اُس نے پیغمبر سے پوچھا: — ”کیا تم ہی اللہ کے رسول ہو؟“ پیغمبر نے جواب دیا: — ”ہاں۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! کہا اللہ سب دیا کرے والوں سے بڑھ کر دیا کرے والا نہیں ہے؟“ پیغمبر نے جواب دیا: — ”ہاں! ہم“ اُس عورت نے پھر پوچھا: — ”کیا اللہ اپنے بندوں پر اُس سے زیادہ دیا نہیں کرتا جتنی ماں اپنے بچے پر کرتی ہے؟“ پیغمبر نے جواب دیا: — ”ہاں! کرتا ہے۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”سچ مج کوئی ملن اپنے بچے کو نہیں آگ میں نہیں پھینکتی۔“ اُس پر پیغمبر نے اپنا سر نہج کر لیا اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنا سر اُپر اُٹھا کر اُس سے کہا: — ”سچ مج اللہ اپنے کسی بندے کو سزا نہیں دیتا سوائے اُن کے جو گمراہ کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ فساد کرتے ہیں، جو اللہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اور جو یہ کہتے ہیں کہ انکار کرتے ہیں کہ سوائے ایک اللہ کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔“

—عبداللہ بن عمرؓ ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”ذیّا اُس رحمان (اللہ) کا ایک جز (انگ) ہے۔ اِس لٹم جو کوئی دیا کریگا وہ اللہ کے نزدیک پہنچے گا۔ اور جو کوئی اپنے کو دیا سے کات دے گا اللہ اُسے اپنے سے کات دے گا۔“

—ابن عمرؓ ابو داؤد: ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”وہ رحمان (اللہ) اُن پر رحم کرنا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ تم اُن پر دیا (رحم) کرو جو زمین پر رہتے ہیں تو آسمان پر رہنے والا اللہ تم پر دیا کریگا۔“

—ابن عمرؓ ابن ماجہ: ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”اللہ اُن پر دیا نہیں کرتا جو اُفصوں پر دیا نہیں کرتے۔“

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—انوارک: شری محبوب رضوی۔

—انوارک: شری محبوب رضوی۔

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो!

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परस लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्दू है, बही तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बालू है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी थे घड़ी हरवम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गौबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो!

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परस लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्दू है, बही तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बालू है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी थे घड़ी हरवम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गौबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

نیلم کا ہار

نیلم کا ہار

بیربمبھرناس پاٹھ

وہو مہر ناتھ بالکھ

کئی مہینے ہوئے جب مینے نیا ہینڈ کے پاٹھوں سے ملکا مومتا جملہ اور نرگس کے فلوں کی بٹنا کا جیک کیا تھا۔ ون سدا بہار نرگس کے فلوں کو دیکھ کر میرے دل میں یہ یقین پختہ ہوتا جاتا تھا کہ کسی نے چلت کے چمن سے ہی یہ پھول توڑے ہونگے۔ جہاں یہ چمن ہوگا وہاں نہ موسم کا کوئی اثر ہوگا، نہ خزاں کا، اور نہ موت کا، تھیں تو یہ پھول اس طرح ہمیشہ کیلے "وہ کیسے اپنی مادک خوشبو پھیلاتے رہتے؟"

بیمبھرناس جی کو دیکھ کر مینے کسی اور سے ان فلوں کی بچاؤ نہ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بڑی قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں میں کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے تھلے ہونے پائل دیکھ کر میرا دل اُسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اُس باغ میں وہ اچانک سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سنگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو بے چوں کردیلے والے ناچ پر اپنے پلچوں سے قال دی ہوتی، جملہ کے اُس پار سنگ مرمر کے معراب سے جڑا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اُس پر اُسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اُٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

میں نے فلوں کی بچاؤ نہ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بڑی قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں میں کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے تھلے ہونے پائل دیکھ کر میرا دل اُسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اُس باغ میں وہ اچانک سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سنگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو بے چوں کردیلے والے ناچ پر اپنے پلچوں سے قال دی ہوتی، جملہ کے اُس پار سنگ مرمر کے معراب سے جڑا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اُس پر اُسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اُٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اُٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

فیر بکایک سونے آگرا چور کو موار آنا پڑا . جس دن میں آرمہ پر میں تھا اس دن بھی پونم کی رات تھی . ناچ محل کی اس پونم کی رات کے بعد کہ چھٹی رات شاید ۱۴ برس میں صرف ایک بار آتی ہے ، آج ٹھیک ایک مہینہ بیت چکا تھا . میں چتور کی فتح مہار کے سامنے کھڑا تھا . کئی ہی صدیوں سے آزادی کی یہ انوکھی یادگار پہاڑی کی چوٹی پر غور سے سر اٹھاتا کھڑی ہوئی ہے . شہر دیا خاندان کے کئی ہی راناؤں کو اس نے دیکھا ہے اور کتنوں ہی کی کہانی اس نے سنی ہے . اس کے پتھر دل میں ایسی ایسی نازک اور خوبصورت نیوونا راجپوت مہاروں کی پریم کہانی چڑی ہوئی ہے جلوں نے سہاگ رات کے سویرے ہی تازہ پریم کی چھاتی پر پھر دیکھ کر اپنے ساجن کے ماتھے پر تلک لگا کر مودان جنگ کے لئے روانہ کیا تھا . لاکھوں لاکھوں ہاتھوں کی جھ دھونی کے بیچ اس نے مارو گیت سنے . لاکھوں سینکڑوں نے اس کے سامنے سر جھکا کر قسم کھائی ، مودان جنگ سے کبھی زندہ نہ لوٹے کی . نہ ہوئے سونے سی ، چمکتے ہوئے مہارے سی ، سہلے چمکے سی نازک ، سہار پرودھوں کو اس نے جوہر کی لہروں میں جلتے ہوئے دیکھا ہے . پھر رستہ بدلا ، کیفیت بدلی ، دن بدلے اور اسی فتح مہار نے سانگا اور پرتاپ کی اولاد راناؤں کو فرنکوں کے ہوت پہلے قدموں پر گزرتے ہوئے سر جھکاتے دیکھا . میں حیرت میں ہوا ہوا جالے کئی دیر تک اپنی آنکھوں کے کناروں پر تپوتا آنا رہا اور دھورے دھورے چاندنی پھینکی پڑتی گئی .

پڑنے والے شاہد مہارے اس تفصیلی بیان سے غالباً اُپ گئے ہونگے اور پانک کے دھورج کی بھی ایک حد ہوتی ہے ، لیکن میں ایک ایسے واقعے پر روشنی ڈال رہا ہوں جو مہری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے اور صرف بحرف سچ ہے . میں سمجھتا ہوں رسکن نے ہی تو یہ کہا ہے کہ—”انسان اس دنیا میں جو سب سے بڑا کام کرتا ہے وہ ہے کسی چیز کو دیکھنا“ پھر اس طرح بیان کرنا جسے سلکر دوسروں کے سامنے اس واقعے کی ٹھیک تصویر اُتر آئے . ایک شخص سوچتا ہے اور سیکڑوں لوگ اس شخص کے خیال کو دہراتے ہیں . ایک آدمی صحیح نظریہ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے اور ہزاروں آدمی اس پر غور کرتے ہیں . ”رسکن اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں لیکن ہرلہ ہی اپنی دیکھی ہوئی کہتا تو صحیح لفظوں میں اظہار کر سکتے ہیں . رسکن نے کہا ہے—”صاف صاف دیکھ کر اُسے صحیح لفظوں میں بیان کر سکتا ہی شاعری“ ”پیشینگوئی“ اور ”ذہب“ ہے . ”ہزاروں آدمیوں کے لئے اپنی آنکھوں کی وہی قیمت ہے جو کسی چتور کی آنکھوں کی ہوتی ہے—محض ہرک

دھڑکنے میں مدد دینے والی۔ ان کے علاوہ ہزاروں انسان ایسے ہیں جو دیکھتے ہیں، دیکھی ہوئی چیز کو سمجھتے بھی ہیں، لیکن لفظوں میں اسے بیان نہیں کر سکتے۔ اپنے ہی خیال کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے اور زندگی میں نئی نئی چیزوں کو دیکھنے کے انہیں جو نلیاب موقع ملتا ہے اس کی خوشی وہ کسی اور کے ساتھ نہیں بانٹ سکتے۔ میں نے اکثر اس بات پر حیرت ظاہر کی ہے کہ ایسے شخص جنہوں نے دنیا کے بے حد دلچسپ نظارے دیکھے ہوں، کئی ایسا سماروہیں پر موجود رہے ہیں اور اپنے زمانے کے بڑے سے بڑے لوگوں سے ملے ہیں، اپنی بات چیت میں اس تجربے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ اگر ان سے ان کے ان امور پر سوال کر جائے تو ان کے جواب نہایت پھم اور نہیں ہوتے ہیں۔ صرف تھوڑے سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سوچ دیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی ہی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع دیتے ہیں۔

चितائے سے بدھپور لڑتے ہوئے راستے میں انہیں بھاروں میں کھوایا تھا۔ جب واپس اپنے گھر کی جگہ پہنچا اس وقت پورب کی رانی کچا دالوں میں کھجور بھر کر بیکھر رہی تھی۔ شیل کے پاس ہکا-دھکا بگولے یوگ کا آسان لگایے کھدے تھے۔ چٹختی ہوئی کھیتوں کا آواز کی ٹپٹپ آوازوں پر نکلنا سنی کر رہی تھی۔ سورج کی پٹری پر آسمان کا سینگار آج بھی پورا نہ ہوا تھا، ایک آدھ مہترانی کمر کسے، پرہتائی لگے ہوئے، انسان کے سپرک میں آئی ہوئی سڑکوں کا پاپ پتھر رہی تھی۔ میں نے چھائی لیتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا تھا، شرمیلی جی نے انکوائی لیتے ہوئے اس طرح دروازہ کھولا تھا، شرمیلی میں آئے ہوئے شرم کو آتم سرپن کرتے دیکھ کر جتنی پردہ اطمینان کے ساتھ دھنسی کی کمان اُتار رہا ہو۔

کمرے میں کھستے ہوئے جس چیز پر سب سے پہلے میری نگاہ پڑی وہ نقاشی کا تھا، خالی گلدان تھا، سیرے ساتھ ساتھ شرمیلی جی بھی چونکیں۔ ”ہیں! نرگس کے پھول کہاں گئے؟“ گلدان میں صرف پانی بچ رہا تھا، کمرے کا کونا-کونا جھانک مارا۔ رات کو جب شرمیلی جی دروازہ بند کر کے سو گئی تو میں نے کمرے کی دروازہ کھولی اور پھر آج کی تین انکوائی اور سو کے ساتھ نوٹ جھپٹ کے تھیں۔ میں نے سب نوٹ چاروں کو بل کر پڑھا، ہر ایک سے سوال لیا اور جرح کی گئی۔ سب نے پھول کو دیکھا تھا لیکن کسی نے انہیں چھو نہ ہا۔ کھانا سے میں کسی بھی تاج پر پہنچ سکتا تھا، لیکن میں کسی تاج پر پہنچا نہیں۔

چائے سے آدھ پور لڑتے ہوئے راستے میں انہیں بھاروں میں کھوایا تھا۔ جب واپس اپنے گھر کی جگہ پہنچا اس وقت پورب کی رانی کچا دالوں میں کھجور بھر کر بیکھر رہی تھی۔ شیل کے پاس ہکا-دھکا بگولے یوگ کا آواز کی ٹپٹپ آوازوں پر نکلنا سنی کر رہی تھی۔ سورج کی پٹری پر آسمان کا سینگار آج بھی پورا نہ ہوا تھا، ایک آدھ مہترانی کمر کسے، پرہتائی لگے ہوئے، انسان کے سپرک میں آئی ہوئی سڑکوں کا پاپ پتھر رہی تھی۔ میں نے چھائی لیتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا تھا، شرمیلی جی نے انکوائی لیتے ہوئے اس طرح دروازہ کھولا تھا، شرمیلی میں آئے ہوئے شرم کو آتم سرپن کرتے دیکھ کر جتنی پردہ اطمینان کے ساتھ دھنسی کی کمان اُتار رہا ہو۔

کمرے میں کھستے ہوئے جس چیز پر سب سے پہلے میری نگاہ پڑی وہ نقاشی کا تھا، خالی گلدان تھا، سیرے ساتھ ساتھ شرمیلی جی بھی چونکیں۔ ”ہیں! نرگس کے پھول کہاں گئے؟“ گلدان میں صرف پانی بچ رہا تھا، کمرے کا کونا-کونا جھانک مارا۔ رات کو جب شرمیلی جی دروازہ بند کر کے سو گئی تو میں نے کمرے کی دروازہ کھولی اور پھر آج کی تین انکوائی اور سو کے ساتھ نوٹ جھپٹ کے تھیں۔ میں نے سب نوٹ چاروں کو بل کر پڑھا، ہر ایک سے سوال لیا اور جرح کی گئی۔ سب نے پھول کو دیکھا تھا لیکن کسی نے انہیں چھو نہ ہا۔ کھانا سے میں کسی بھی تاج پر پہنچ سکتا تھا، لیکن میں کسی تاج پر پہنچا نہیں۔

کمرے میں کھستے ہوئے جس چیز پر سب سے پہلے میری نگاہ پڑی وہ نقاشی کا تھا، خالی گلدان تھا، سیرے ساتھ ساتھ شرمیلی جی بھی چونکیں۔ ”ہیں! نرگس کے پھول کہاں گئے؟“ گلدان میں صرف پانی بچ رہا تھا، کمرے کا کونا-کونا جھانک مارا۔ رات کو جب شرمیلی جی دروازہ بند کر کے سو گئی تو میں نے کمرے کی دروازہ کھولی اور پھر آج کی تین انکوائی اور سو کے ساتھ نوٹ جھپٹ کے تھیں۔ میں نے سب نوٹ چاروں کو بل کر پڑھا، ہر ایک سے سوال لیا اور جرح کی گئی۔ سب نے پھول کو دیکھا تھا لیکن کسی نے انہیں چھو نہ ہا۔ کھانا سے میں کسی بھی تاج پر پہنچ سکتا تھا، لیکن میں کسی تاج پر پہنچا نہیں۔

घटना की कोई सिलसिलेवार कदी होती है, तब न मैं किसी नतीजे पर पहुँचता ? लेकिन इसके बाद जो घटना घटी वह इससे इतना कथावा मिलती-जुलती है कि शायद उसकी रोशनी में इन फूलों के गुम होने के सिलसिले में कोई राय कायम की जा सके.

[2]

राजपूताने से बम्बई पहुँचकर करीब एक हफ्ता हमें जहाज का इन्तजार करना पड़ा. इस बार मैं अपनी श्रीमती जी को नील नदी के किनारे बने हुये मिस्र के अजीमुरशान पिरमिड दिखाना चाहता था. 22 फरवरी का हम लोग काहिरा पहुँचे. प्राचीन मिस्र की उस महान सभ्यता को हमने उसी शान के साथ खड़े पाया.

मिस्र के पहले फिरमान मेनी के जमाने में यानी हज़ारत ईसा से 34 सौ बरस पहले और आज से 53 सदी पहले हमें दर्या नील के कुबोजवार में हज़ारों बरस पुराने बड़े-बड़े १ हरो के खंडहर मिलते हैं. मेनी के जमाने में मिस्र की सरसज्जवादी खेतों और दरख्तों से ढकी हुई थी. समुद्र से सौ मील ऊपर नील सात बड़ी-बड़ी धाराओं में बंटकर बहती थी. इन सातों धाराओं में किरितियों पर मुसाफिरो और व्यापारियों की भीड़ लगी रहती थी. समुन्द्र के दोनों किनारे ऐशियाई मुस्को के साथ तिजारत करन वाले जहाजों से भरे रहते थे.

मेनी के जमाने से मिस्र के बादशाह अपने को 'पेरोये' कहने लगे. मेनी पहला 'पेरोये' था. 'पेरोये' का अर्थ है 'सूर्यवंशी'. यह लفظ 'प्राह' से निकला है जो सूर्य का एक नाम है. इसी से बिगड़कर बाद में 'फराओह और फिरमान' लفظ बने.

काहिरा पहुँचकर करीब एक सप्ताह हम लोगों ने पिरमि देखने में लगाये. बाद में इस पिरमि को ही लोग पिरमिड कहने लगे. ये पिरमिड सूर्य देवता 'रे' (रबि) का एक प्रतीक समझी जाती थी और हर पिरमि के सबसे ऊपर सूर्य का निशान बना होता था.

मेरी बीबी ने जब से गाइड-बुक पढ़ी, उन्हें मलका हेत-शेप-सूत की समाधि देखने की ही धुन थी. मिस्र की यह मशहूर शहशाह हज़ारत ईसा से 1493 बरस पहले मिस्र के तख्त पर बैठी. पहले पेरोये थुथमासे की यह बेटी थी. मिस्र के बड़े से बड़े बादशाहों में उसकी गिनती थी. धन-दौलत, ज्ञान-विज्ञान, इस्तकारी, कला-कौशल, तिजारत, अमन-आमान, तहजीब और तमदुन सब के विचार से हेप-शेप-सूत का जमाना मिस्र के इतिहास में बड़ा अहम समझा जाता है. 21 बरस तक उसने राज्य किया. वह मरदाने लिबास में रहती थी और बजाय 'मलका' के 'शहशाह'

होना की کوئی سلسلے وار کوئی ہوتی ہے، تب نہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا ؟ لیکن اس کے بعد جو گھٹنا کہی وہ اس سے اتنا زیادہ ملتی جلتی ہے کہ شاید اس کی روشنی میں ان پہلوں کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کی جا سکے .

[2]

راجپوتانے سے بمبئی پہنچکر قریب ایک ہفتہ ہمیں جہاز کا انتظار کرنا پڑا . اس بار میں اپنی شریعتی جی کو نیل ندی کے کنارے بلے ہوئے مصر کے عظیم الشان پیرمڈ دکھانا چاہتا تھا . 22 فروری کو ہم لوگ قاہرہ پہنچے . پراچین مصر کی اس مہان سہنیت کو ہم نے اسی شان کے ساتھ کھڑے پایا .

مصر کے پہلے فرعون مہلی کے زمانے میں یعنی حضرت عیسیٰ سے 34 سہ ہر س پہلے اور آہ سے 53 صدی پہلے ہمیں دریائے نیل کے قریب جوار میں ہزاروں برس پرانے بڑے بڑے شہروں کے کھنڈر ملتے ہیں . مہلی کے زمانے میں مصر کی سرسبز وادی کھیتوں اور درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی . مندر سے سو میل اوپر نیل سات بڑی بڑی دھاراؤں میں بٹ کر بہتی تھی : ان ساتوں دھاراؤں میں کشتیوں پر مسافروں اور دیپاریوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی . سنڈر کے دونوں کنارے آبپاشی ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے والے جہازوں سے بھرے رہتے تھے .

مہلی کے زمانے سے مصر کے بادشاہ اپنے کو 'پہروئے' کہتے تھے . مہلی پہلے پہروئے تھا . 'پہروئے' کا ارنہ ہے 'سورہ ونشی' . یہ لفظ 'پراہ' سے نکلا ہے جو سورہ کا ایک نام ہے . اسی سے بکر کو بعد میں 'فراوہ' اور فرعون' لفظ بنے .

قاہرہ پہنچ کر قریب ایک سہتاہ ہم لوگوں نے پریمی دیکھنے لگے . بعد میں اس پریمی کو ہی لوگ پیرمڈ کہنے لگے . یہ پیرمڈ 'سورہ دیوتا' (رہ) (رو) کا ایک پرنیک سمجھی جاتی تھی اور ہر پریمی کے سب سے اوپر سورہ کا نشان بنا ہوتا تھا .

مصری بیوی نے جب سے گڈ بک پڑھی، انہیں ملکہ ہیٹ . شپ . سوت کی سادھی دیکھنے کی ہی دھن تھی . مصر کی یہ مشہور شہنشاہ حضرت عیسیٰ سے 1493 برس پہلے مصر کے تخت پر بیٹھی . پہلے پہروئے تھامو سے لی یہ ملکہ تھی . مصر کے بڑے سے بڑے بادشاہوں میں اس کی گنتی تھی . دھن دولت، گہان وگہان، دستکاری، نک کوشل، تجارت، امن، آمان، تہذیب اور تمدن سب کے وچار سے ہیٹ . شپ . سوت کا زمانہ مصر کے انہاس میں بڑا اہم سمجھا جاتا ہے . 21 برس تک اس نے راجہ کیا . وہ مردانے لباس میں رہتی تھی اور بچانہ ملکہ کے 'شہنشاہ'

کھیلانا پسند کرتی تھی۔ سب سرکاری کاموں اور
پہلے کے لئے پولنگ سرورس میں استعمال کئے جاتے تھے۔

مصر میں دلت کہا جاتا تھا کہ ہیت۔ شپ۔ موت کے
جہنم سے پہلے دیوتاؤں کی ایک سبھا ہوئی۔ آسن یعنی سورج دیوتا
آسن سبھا کے صدر تھے۔ سبھا میں ستیہ کے دیوتا 'تھوت' نے آسن کو
مشورہ دیا کہ انسان کی بھائی کے لئے آپ مصر کے پھرے تھنمو سے پہلے
کاروبار دھڑ کر تھنمو سے کی مہرائی کے پلس جاویں اور آسن سے ایک
سندھ لکھا کہ جہنم دیں۔ اس طرح سورج بھائی اور تھنمو کی
مہرائی کے سپرگ سے ہیت۔ شپ۔ موت پیدا ہوئی۔ ہیت
کا مطلب ہے بڑا۔ ہیت۔ شپ۔ موت کا مطلب ہے 'اچھے
خاندان والوں میں سب سے بڑا'۔

کہتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی عہد کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 58 برس کی آہ
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرے کے بعد سورج
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

کھتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی عہد کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 58 برس کی آہ
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرے کے بعد سورج
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

اس دن رست رت کی پیرنیا تھی۔ نیل ندی کی
ساری میں پرکرتی گونا گونا گئے میں مصروف تھی۔ ریگستان کا
ذرا ذرا چاند کے روپے سرور میں تھا کہ نہر اٹھا تھا۔ ایتھوپیا
کے لوہان کے جنگلوں سے دہلی ہوا مصر کو گذراتے ہوئے لیبیا
کو چھوئے کے لئے سریف دروازہ تھی۔ ہادی موٹر ریگستان
کی چھاتی چھتری ہوئی ہیت۔ شپ۔ موت کی سادھی کی
اور چلی۔ قریب دس ہجے رات کو ہم ارگ سادھی
کے سامنے جانے لگے ہوئے۔ دن کی تیز مصری گرمی شرمیلی
چی برداشت نہ کر سکتی تھیں اس لئے تیز ٹارچوں کی روشنی
میں ہی سادھی دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ آسن کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی ہراری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک عالم تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے اس کے 6 چوک
آفرنی اور کھتے ہیں اور 6 دھن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکے دوڑ تھے۔ پوری عمارت چاروں طرف سے ایک بڑی
پرچہ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمین کے پتھر اور ادھی
زمین کے اوپر۔ کل کمروں کی سنگھا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اوپر۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ آسن کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی ہراری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک عالم تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے اس کے 6 چوک
آفرنی اور کھتے ہیں اور 6 دھن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکے دوڑ تھے۔ پوری عمارت چاروں طرف سے ایک بڑی
پرچہ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمین کے پتھر اور ادھی
زمین کے اوپر۔ کل کمروں کی سنگھا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اوپر۔

میں اور میری شریستی جی اس شریستی میں اپنی ٹارچوں کی روشنی پہنچاتے ہوئے تھے۔ ہم لوگ چوکوں سے نکل کر کمروں میں گئے اور کمروں سے نکل کر پتھر کے راستوں سے ہو کر صحنوں پر پہنچے۔ پتھر کے راستوں سے نکل کر نئے نئے چوکوں میں۔ چھتیں اور دیواریں سب پتھر کی تھیں۔ دیواروں کا کونہ کونہ سنہرے چترکاری سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چوک کے چاروں اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی گیلری تھی جس میں بہت

ایک نقاشی کا کام تھا۔

سب سے اچھے کی بات یہ دیکھائی دی کہ ان مسست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی تھیں۔ بلائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجرت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آئینے آئینے چٹک چٹک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائے ہی ہادل کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آئینے کا ٹکڑا نہ رہا۔

جس دیوار کے سہارے وہ بیٹھیں وہ ٹھوس پتھر کی تھی اور قریب 1500 من بھاری ہوئی۔ شریستی جی کو اس کے سہارے بیٹھے ابھی دو منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ وہ پوری کی پوری دیوار انہیں سرکٹی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ چیخ مار کر کود کر الگ جا گھڑی ہوئیں۔ مجھے بھی پہلے سے اور بعد میں کونہل ہوا۔ اس دیوار پر میں نے اپنا پورا وزن پھینکا۔ ایسا لگا کہ کسی کیل پر رکھی ہوئی تھی۔ دیوار کا ایک پلہ پیچھے سرک کر لگا اور صاف اترتی ہوئی سڑکیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہمیں ایسا لگا مانو صدیوں کے چیمہ ہوئے ہوئے دیوار ہمارے لئے کھل گیا۔ سادھی کی گائیڈ بک میں نیچے کی منزل سے کسی کمرے میں کہیں راستہ جاتا ہے، اس کا ذکر ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ میرے دل میں ایک آئینے چٹک چٹک کونہل آگیا کہ بیسوں برس سے پورا رہتا سدا کی جی جس اصلی قبر کا پتہ لگا رہے تھے—کیا یہی اس کا دروازہ ہے؟ میری شریستی جی سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ ٹارچ کے پردھیں میں میں نے دیکھا کہ ان کے کھولوں پر پسینہ کی ہوندیں ابھر آئی تھیں۔ میں نے پیار سے چپک کر انہیں اپنے ہونٹوں سے مٹا ڈالا۔ ٹارچ کی روشنی کو آگے کر کے ہم دونوں سہمے اور شکست سڑکیوں سے نیچے اترے۔ چکر دار سڑکیوں کا کہیں

میں اور میری شریستی جی اس شریستی میں اپنی ٹارچوں کی روشنی پہنچاتے ہوئے تھے۔ ہم لوگ چوکوں سے نکل کر کمروں میں گئے اور کمروں سے نکل کر پتھر کے راستوں سے ہو کر صحنوں پر پہنچے۔ پتھر کے راستوں سے نکل کر نئے نئے چوکوں میں۔ چھتیں اور دیواریں سب پتھر کی تھیں۔ دیواروں کا کونہ کونہ سنہرے چترکاری سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چوک کے چاروں اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی گیلری تھی جس میں بہت

ایک نقاشی کا کام تھا۔ سب سے اچھے کی بات یہ دیکھا دی کہ ان مسست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی کاٹ کر بنائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجرت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آئینے آئینے چٹک چٹک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائے ہی ہادل کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آئینے کا ٹکڑا نہ رہا۔

جس دیوار کے سہارے وہ بیٹھیں وہ ٹھوس پتھر کی تھی اور قریب 1500 من بھاری ہوئی۔ شریستی جی کو اس کے سہارے بیٹھے ابھی دو منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ وہ پوری کی پوری دیوار انہیں سرکٹی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ چیخ مار کر کود کر الگ جا گھڑی ہوئیں۔ مجھے بھی پہلے سے اور بعد میں کونہل ہوا۔ اس دیوار پر میں نے اپنا پورا وزن پھینکا۔ ایسا لگا کہ کسی کیل پر رکھی ہوئی تھی۔ دیوار کا ایک پلہ پیچھے سرک کر لگا اور صاف اترتی ہوئی سڑکیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہمیں ایسا لگا مانو صدیوں کے چیمہ ہوئے ہوئے دیوار ہمارے لئے کھل گیا۔ سادھی کی گائیڈ بک میں نیچے کی منزل سے کسی کمرے میں کہیں راستہ جاتا ہے، اس کا ذکر ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ میرے دل میں ایک آئینے چٹک چٹک کونہل آگیا کہ بیسوں برس سے پورا رہتا سدا کی جی جس اصلی قبر کا پتہ لگا رہے تھے—کیا یہی اس کا دروازہ ہے؟ میری شریستی جی سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ ٹارچ کے پردھیں میں میں نے دیکھا کہ ان کے کھولوں پر پسینہ کی ہوندیں ابھر آئی تھیں۔ میں نے پیار سے چپک کر انہیں اپنے ہونٹوں سے مٹا ڈالا۔ ٹارچ کی روشنی کو آگے کر کے ہم دونوں سہمے اور شکست سڑکیوں سے نیچے اترے۔ چکر دار سڑکیوں کا کہیں

میں اور میری شریستی جی اس شریستی میں اپنی ٹارچوں کی روشنی پہنچاتے ہوئے تھے۔ ہم لوگ چوکوں سے نکل کر کمروں میں گئے اور کمروں سے نکل کر پتھر کے راستوں سے ہو کر صحنوں پر پہنچے۔ پتھر کے راستوں سے نکل کر نئے نئے چوکوں میں۔ چھتیں اور دیواریں سب پتھر کی تھیں۔ دیواروں کا کونہ کونہ سنہرے چترکاری سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چوک کے چاروں اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی گیلری تھی جس میں بہت

بنت ہی نہ دیکھائی دیتا تھا۔ لگ بھگ 400 سیدھیاں ملے کرتے
 کے باوجود ہم لوگ سمرانی کی اصلی سادھی کے پاس پہنچے۔
 سادھی کا کمرہ 22 فٹ لمبا اور 8 فٹ چوڑا ایک قیمتی مندر
 پیلے رنگ کے پتھر کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ اس کی
 دیواریں دو فٹ موٹی تھیں اور پورے پتھر کا وزن 110
 ٹن یعنی قریب تین ہزار من ہوا۔ چھت اسی طرح سے تین
 پتھر کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس سادھی کے اوپر اس
 طلسم کی پوری عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اس پیلے کمرے کے बीच میں ہیت-شوپ-سوت کی مسمی رکھی
 تھی۔ سارا شریر پٹریوں سے کسا ہوا تھا، سیرکس مٹھ خولنا
 ہوا تھا۔ قریب 3500 برس سے سورج بگوان کی بھ بیٹی
 اس بچیری سماधि में पड़ी हुई थी. 58 वर्ष की उम्र में
 हیت-शوپ-सुत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा
 लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है. पूरे 5 फुट
 का ऊँचा, छत्रहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी
 हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का ओठ गाल और
 जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मासूम होता था मलका
 अभी अभी सोई थी. धन्य थे मित्र के वे ममी बनाने वाले
 कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं
 पैदा की. हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान
 मलका के कदमों पर झुक गया.

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा
 था. सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, कीराजा, लाजवर्द
 जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएं हित-शोप-सुत की ममी
 पर पड़ी थीं. सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की
 के बने घोंघे और तारे लटक रहे थे. तिलली की शकल का
 बनत या जरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था. सोने
 के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले कण्डे या कांटें लगे थे. फूल
 पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रंगे
 सोने के धे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं. सोने
 के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार
 मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे. हर
 फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम
 की थीं. एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना,
 लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और
 जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं. कांसे का एक
 खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी.
 हैस्त में बूझे हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के
 बेराकमत जवाहरों को देखते रहे.

टार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें ख्याल
 हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी. हम दोनों ने एक दूसरे
 को देखा, कमरे को देखा और फिर मलका की ओर देखा.

اس وقت نہ دکھائی دیتا تھا۔ لگ بھگ 400 سیدھیاں ملے کرتے
 بعد ہم لوگ سمرانی کی اصلی سادھی کے پاس پہنچے۔
 سادھی کا کمرہ 22 فٹ لمبا اور 8 فٹ چوڑا ایک قیمتی مندر
 پیلے رنگ کے پتھر کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ اس کی
 دیواریں دو فٹ موٹی تھیں اور پورے پتھر کا وزن 110
 ٹن یعنی قریب تین ہزار من ہوا۔ چھت اسی طرح سے تین
 پتھر کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس سادھی کے اوپر اس
 طلسم کی پوری عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اس پیلے کمرے کے बीच میں ہیت - شوپ - سوت کی
 مسمی رکھی تھی۔ سارا شریر پٹریوں سے کسا ہوا تھا، صرف ملو تھا
 58 ورش ہوا تھا۔ قریب 3500 برس سے سورج بگوان کی بھ
 بیٹی اس اندھیری سادھی میں پڑی ہوئی تھی۔ کی عمر
 میں ہیت - شوپ - سوت نے پرلن تیاگ تھے لیکن چہرے کو
 دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ وہ 30 برس سے زیادہ کی نہیں ہے۔ پورے
 5 فٹ کا قد، چہرہ بدن، بڑی بڑی آنکھیں، گول چہرہ، اُبھری
 ہوئی ٹھٹھیں، اُنھیں ہونی گال کی مادی، نیچے کا ہونٹ گول
 اور ذرا موٹا، ناک پتلی اور لمبی، معلوم ہوتا تھا ملکہ ابھی ابھی
 سوئی تھی۔ دھڑلہ بے مصر کے وہ مسمی بمانے والے کہ چہرے پر لیں
 3500 برسوں نے خراسی شکن تک نہیں پیدا کی۔ ہمارا
 مستک آدر اور شردھا سے اس مہان ملکہ کے قدموں پر جھک
 گیا۔

سارا کمرہ زہروں اور جواہرات سے لپی دق ہو رہا تھا۔ سونا،
 سورجکانت، عقیق، نیلم، فیروزہ، لاجورد جیسے جواہراتوں کی
 بہت سی مالاہیں ہیت - شوپ - سوت کی مسمی پر پڑی
 تھیں۔ سونے کا ایک تڑوا رکھا تھا، جس میں سونے کے ہی ہاتھ
 گھومتے اور تارے لٹک رہے تھے۔ تیلی کی شکل کا ہلت یا
 زردوزی کے کلم کا سونے کا ایک لٹکن تھا۔ سونے کے ٹکڑے تھے
 جن میں سرنگے والے فیٹھے یا کانٹے لگے تھے۔ پھول پتھوں
 سمیت ٹھنڈیوں کا ایک گچھا تھا، جس میں پتھ سونے کے تھے
 اور پھول اور گلیاں جواہروں کی تھیں۔ سونے کے باریک تاروں کا
 بنا ہوا ایک بہت سنہر جالیدار مسک تھا، جس کے بیچ بیچ
 میں چھوٹے چھوٹے پھول تھے۔ ہر پھول کے بیچ میں ایک نعل
 تھا اور اس کی پٹھڑیاں نیلم کی تھیں۔ ایک اور باریک کم
 کا مسک رکھا تھا جو سونا، لاجورد، سورج کانت اور نیلم کا بنا
 ہوا تھا اور جس میں بڑی سنہر پھول پتھیاں لگی ہوئی تھیں۔
 کانٹے کا ایک خنجر پڑا تھا، جس میں جواہرات جڑی سونے
 کی موٹے تھی۔ حیرت میں قویہ ہوئے ہم لوگ بڑی دیر تک
 اُس کمرے کے بیٹھ قیمت جواہراتوں کو دیکھتے رہے۔

ٹارچ کی بیٹری پھینکی پڑنے لگی تو یکایک ہمیں خیال ہوا
 کہ رات بہت بہت چکی ہوگی۔ ہم دونوں نے ایک
 دوسرے کو دیکھا، کمرے کو دیکھا اور پھر ملکہ کی اور دیکھا۔

جی ہر کر کر کر ایک بار ہم نے کمرے کی ساری چیزوں کو
نہارا۔ گھر سے ہماری بھائی فٹل رہی تھی کہ سانس کے لئے ہم نے کتنی مہمان
لیجے تھے۔ چنانچہ سے پہلے میں نے فٹل کے خوبصورت چھوٹے
دانتوں کا ایک بھی قیمت سندر ہار اٹھا کر شریعتی جی کے
کے میں ڈال دیا۔ اُن کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکان دور
تھی۔

[4]

کاہیرا پہنچ کر مہمہ مصری وزیراعظم کو اپنی اس کوچ کی
اطلاع دی۔ مصری سرکار کے پرائیوٹ وہاگ کے ڈائریکٹر مجھ سے
ملنے آئے۔ تمام مصری اخباروں میں مصری اس کوچ کی دھوم
مچ گئی۔ لیکن یہ ساری خوشی چند روزہ نکلی۔ مصری شریعتی
جی بیکار ہو گئیں۔ اُن کی بیماری عجیب و غریب تھنک
کی تھی۔ ایک دن رات کو اُنہوں نے خوفناک سہلا دیکھا کہ
ایک کالی سی قزوائی چھایا، اپنے سوتھے ہوئے ہاتھ اُن کی گردن
میں لٹکے ہوئے تھے۔ بعد میں یہ سہلا روز کی چھوڑ دی
گئی۔ ہر رات وہ چھایا مورتی آتی اور مصری بھوی کا کلا مسوسنے
کی کوشش کرتی۔ وہ چھچھ کر بھوش ہو جاتیں۔ پہلی رات
میں یہ سہلا ایک ہی بار آیا تھا۔ پھر ایک ہی رات میں یہ
چھایا مورتی کئی کئی بار آئے تھی۔ پھر دھیرے دھیرے یہ کچھ
صاف سی ہونے لگی۔ اُس کے پیچھے مکتبے سے یہ ظلم ہوتا تھا
کہ وہ دیلمہ بھاؤ سے ہاتھ پسارے ہوئے کچھ سنت کر رہی تھی۔
لیکن دھیرے دھیرے اُس کے چہرے کی کیفیت بدلنے لگی۔
اُس کے چہرے پر غصہ اور پھر بعد میں بدام کے ہوئے جانے لگے۔

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بھوت، پریٹ اور جنات
اُتارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بھوی کے بچے
ہوئے مہمہ ملال کو دیکھا کرتا۔ مہرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
مصری چھوٹی سی زندگی کے سارے دکھ سکھوں میں اُنہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دکھ وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو اُن کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب اُنہوں وہ چھایا مورتی
دن میں بھی سناٹا کرے۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریعتی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چھچھ مار کر مصری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتے۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔ چاروں
اور شانتی تھی۔ صرف لہروں کی چھچھ کبھی دھیمان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ جھپکی

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے
ڈاکٹر اور حکیم کا علاج کرایا گیا لیکن سب بےسود
نکلا۔ بھوت-پریٹ اور جینناٹ اُتارنے والے آئے، مگر
کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں جیوں
دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بھوی کے
بچے ہوئے مہمہ ملال کو دیکھا کرتا۔ مہرے دل کی
کیفیت عجیب تھی۔ مصری چھوٹی سی زندگی کے
سارے دکھ سکھوں میں اُنہوں نے حصہ ہلتا تھا،
لیکن اپنا یہ دکھ وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ
آئے۔ لیکن اسکندریہ میں تو اُن کی تکلیف اور
بڑھ گئی۔ اب اُنہوں وہ چھایا مورتی دن میں بھی
سناٹا کرے۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر
ہماری نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریعتی
جی ہی اُسے دیکھ پاتیں اور چھچھ مار کر مصری
گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتے۔ اسکندریہ
میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سمندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔
چاروں طرف شانتی تھی، سب لہروں کی چھچھ کبھی
دھیمان بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی
پلکیں بھی نہ جھپکی

ہاں، انہیں زندگی سے اب کوئی اُمید نہ رہی تھی۔ ہوا میں گھوم رہی تھیں۔ اُمت ہوتا ہوا سورج لہروں سے ٹکرا کر کمرے بھر میں سونے کے کن پکھر رہا تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھیں۔ میانہ دیکھا کہ نیند نے ان کے آنکھوں پر ایک ایسی ایک مادک پت پڑ دی ہے۔ دھیرے دھیرے اندھکار گہرا ہوتا گیا۔

تھری دیر تک نہیں ضرور گہری نیند آئی ہوگی۔ پہلے سونے کی پرتوں نے انہیں اپنے دھن میں آرا لے گا دیں۔ لیکن سونے میں انہیں پھر وہی چھایا مورت دکھائی پڑی۔ اس کی آنکھوں میں وہانہ کی ہلک تھی۔ بڑے ہی دیکھنے بھاؤ سے وہ چھڑکنس کی پانچنا کر رہی تھی۔ پھر یکا یک وہ چھایا مورت مورت پھوٹ کر رونے لگی۔ شرمیلی جی اس کی تکلیف کو سمجھ رہی تھی؛ لیکن وہ یہ کسی طرح سمجھ نہ سکیں کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟ پھر یکا یک اس چھایا مورت نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور بدلہ کی بھاؤ میں بھری ہوئی شرمیلی جی پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی بھروسے رنگ کی سوکھی پتلی آنکھوں میں آنے کے گئے میں کس دیں۔ خونی بھاؤ سے وہ اپنے پلجھوں کا پھلدا سخت کرنی گئی۔ شرمیلی جی کا دم گھٹنے لگا اور وہ کر چرخ کر اٹھ بیٹھیں۔ ان کا سارا شریر پیسنے سے تر تھا۔ وہ اندھی سے ہلنے ہوئے درخت کی طرح زور سے ٹپ رہی تھیں۔

اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنا گلہ نکالا اور سمجھیں کہ وہ سمجھیں کہ وہ سبنا دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ یکا یک چونک پڑیں۔ ملکہ ہیئت شہید سوت کی سادھی کا وہ نیلیم کا سندر ہار ان کے گلے میں نہ تھا۔ اس ہار کو انہوں نے اس دن سے ایک لمبے کے لئے بھی گلے سے نہ اتارا تھا۔ ابھی گھٹانے پھر پہلے تک ان کے گلے میں وہ ہار پڑا ہوا تھا۔

شرمیلی جی کے گلے سے جس دن وہ نیلیم کا ہار غائب ہوا اسی دن سے وہ چھایا مورت بھی غائب ہوگئی اور پھر آج تک وہ نہیں دکھائی دی۔ تھوڑے ہی دنوں میں طوبروک کی سمدری ہوا نے شرمیلی جی کو پوری طرح تندرست اور سوخا کر دیا۔

[5]

ابھی اس ঘটنا کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ میلہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہوں بتایا تھا۔ مصر کا پورا پورا دھماکا وہاں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اُسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پھینکر طوفان میں وہ وشالکایہ عمارت اتلی ہری طرح دفن ہو گئی ہے کہ ابھی انہوں نے کہا ہے کہ اب اُسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

[5]

ابھی اس حادثہ کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ میلہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہوں بتایا تھا۔ مصر کا پورا پورا دھماکا وہاں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اُسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پھینکر طوفان میں وہ وشالکایہ عمارت اتلی ہری طرح دفن ہو گئی ہے کہ ابھی انہوں نے کہا ہے کہ اب اُسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

امریکہ کی دھن کی ریاستوں میں کالی نغورو جاتی
 کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ لوگ کم یا زیادہ سارے امریکہ میں
 پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے امریکہ میں نغورو جاتی

کے لوگوں کی تادیب لین کرود سے زور ہے۔ کالے نیگرو کے ساتھ گورے امریکیوں کا بھوار شروع سے مانو انہیں کی ایک لگا جنک گھٹنا رہی ہے۔ ان نیگرو لوگوں میں آج انہیں اُنچھی سے اُنچھی تعلیم پانہ ہوئے ہیں۔ اُن میں پروفیسر ہیں، لیپک ہیں، کوئی ہیں، کلرنت ہیں، سوداگر ہیں اور دھارا سپلاؤں کے ممبر بھی ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں اُن کے ساتھ لہوڑا بہت برابر ہی ہوتا ہے۔ ہم اُن انیک بہادر، نیک اور مانو پریمی امریکیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں جنہوں نے نیگرو لوگوں کے ساتھ اس برابر کے دھوار کے لئے سہ سے پر کوششیں کیں۔ پر آج بھی ادھکار امریکہ کے اندر گورے امریکیوں کا نیگرو لوگوں کے ساتھ ہوتا حد درجہ ہوا ہے۔

اس پندرہویں صدی تک اور ابھی حال تک ہزاروں ہی نیگرو جاتی کے لوگوں کو ان کے گورے امریکی پڑوسیوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر جیندا جلا ڈالا اور اس طرح کی ہتھکڑی کر کے انہیں کوئی قانونی پوجہ چاچہ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

نیگرو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیگرو لڑکی کے پندرہویں سال کی بیٹی نے ایک چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر جیندا جلا ڈالا اور اس طرح کی ہتھکڑی کر کے انہیں کوئی قانونی پوجہ چاچہ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

نیگرو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیگرو لڑکی کے پندرہویں سال کی بیٹی نے ایک چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر جیندا جلا ڈالا اور اس طرح کی ہتھکڑی کر کے انہیں کوئی قانونی پوجہ چاچہ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

وہی امریکی ریاست کے ماڈگومری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بٹنے کے لیے بسے ایلان اور کالے نیگرو کے لیے بسے ایلان ہیں۔ ایک نیگرو ایسائی پادری رےوینڈ کینگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لیے اُن الگ بسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کینگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک سہیوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوڑوں رنگ کے آدمی گندھی سے سیکھا ہے۔ اس طرح کے اہلساتمک سہیوگ سے ہر شخص سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ مانگومری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کم سے کم ہو سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ سہیوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

سمجھ لیا ہے کہ آبادی کا असली वंश इसकी आत्मा है, रंग नहीं. नीमो लोगों में नई खुददारी जाग गई है." जिस तरह हमारे असहयोग आन्दोलन के शुरू के दिनों में भारत में तिलक स्वराज फण्ड जमा हुआ था उसी तरह आज इस नीमो पादरी के अहिंसात्मक असहयोग आन्दोलन के लिये अमरीका भर में जगह जगह लाखों डालर जमा हो रहे हैं. दूसरी तरफ पादरी किंग को इस शान्तिमय असहयोग के प्रचार के लिये एक साल कैद की सजा दी जा चुकी है, अपील दायर है. पादरी किंग जमानत पर छुटे हुए हैं. नीमो अहिंसात्मक असहयोग जारी है. मालूम होता है कि यह आन्दोलन सारे अमरीका को और वहाँ की सारी काली और गोरी इन्सानी क्रौम को अपने घेरे के अन्दर लिये बँधी नहीं रहेगा.

दूसरे देशों में अमरीकी दखलान्दाजी

आज दुनिया में जहाँ जहाँ भी आदमी आदमी में फरक किया जा रहा है, जहाँ जहाँ भी काले और गोरे में भेद बरसा जा रहा है, जहाँ जहाँ भी अभी तक एक देश पर दूसरे देश की हकूमत है और जहाँ भी देशों के अन्दर बरेलू मगड़े हैं, लगभग सब जगह अमरीका के शासकों का हिस्सा इन सब चीजों में साफ दिखाई देता है.

इक्विन अफ्रीका की गोरी सरकार आज तक वहाँ के गोरे आगंतुकों और पुराने काले बाशिन्दों के बीच खिलाफ इन्सानियत भेद भाव कायम रखने पर बड़ी हुई है. इस अन्याय में वहाँ की सरकार की कीसबसे बड़ी मददगार अमरीकी सरकार है.

फिलिप्पाइन टापुओं पर सन् 1946 ई० तक अमरीका का पूरा पूरा राज था. पचास बरस से वहाँ आजादी की तहरीकें चल रही थीं. बड़ी कोशिशों के बाद 1946 में अमरीका की सरकार ने फिलिप्पाइन टापुओं को एक तरह की "आजादी" दी. अभी इस साल फिलिप्पाइन कांग्रेस के अन्दर वहाँ के सरकारी और गैर सरकारी दोनों तरह के नेताओं ने एक आवाज से यह कहा है कि अमरीकी सरकार ने आज तक अपने दस बरस पहले के वादों को पूरा नहीं किया. अमरीका सन् 1946 ई० के मुलहनामे की शर्तों के साफ खिलाफ जा रहा है, अमरीका का बना हुआ ऐशपरस्ती का सामान खबरदस्ती फिलिप्पाइन लोगों के ऊपर थोपा जा रहा है, फिलिप्पाइन लोगों को अपने माल को जहाँ चाहे बेचने और जिस देश से चाहे त्जारात करने तक की आजादी नहीं है. अमरीका अपने लड़ाई के उन हथियारों तक को खबरदस्ती फिलिप्पाइन बालों के सर मँद रहा है जो अब पुराने और निकम्मे हो चुके हैं. यरीब और असहाय फिलिप्पाइन बालों को उसने अपने माली और त्जारात लपेटों में कस रखा है.

समझ लें कि अमरीका की सन्धि की अन्तिम शर्तें, रंग नहीं. नीमो लोगों में नई खुददारी जाग गई है." जिस तरह हमारे असहयोग आन्दोलन के शुरू के दिनों में भारत में तिलक स्वराज फण्ड जमा हुआ था उसी तरह आज इस नीमो पादरी के अहिंसात्मक असहयोग आन्दोलन के लिये अमरीका भर में जगह जगह लाखों डालर जमा हो रहे हैं. दूसरी तरफ पादरी किंग को इस शान्तिमय असहयोग के प्रचार के लिये एक साल कैद की सजा दी जा चुकी है, अपील दायर है. पादरी किंग जमानत पर छुटे हुए हैं. नीमो अहिंसात्मक असहयोग जारी है. मालूम होता है कि यह आन्दोलन सारे अमरीका को और वहाँ की सारी काली और गोरी इन्सानी क्रौम को अपने घेरे के अन्दर लिये बँधी नहीं रहेगा.

दूसरे देशों में अमरीकी दखलान्दाजी

आज दुनिया में जहाँ जहाँ भी आदमी आदमी में फरक किया जा रहा है, जहाँ जहाँ भी काले और गोरे में भेद बरसा जा रहा है, जहाँ जहाँ भी अभी तक एक देश पर दूसरे देश की हकूमत है और जहाँ भी देशों के अन्दर बरेलू मगड़े हैं, लगभग सब जगह अमरीका के शासकों का हिस्सा इन सब चीजों में साफ दिखाई देता है.

इक्विन अफ्रीका की गोरी सरकार आज तक वहाँ के गोरे आगंतुकों और पुराने काले बाशिन्दों के बीच खिलाफ इन्सानियत भेद भाव कायम रखने पर बड़ी हुई है. इस अन्याय में वहाँ की सरकार की कीसबसे बड़ी मददगार अमरीकी सरकार है.

फिलिप्पाइन टापुओं पर सन् 1946 ई० तक अमरीका का पूरा पूरा राज था. पचास बरस से वहाँ आजादी की तहरीकें चल रही थीं. बड़ी कोशिशों के बाद 1946 में अमरीका की सरकार ने फिलिप्पाइन टापुओं को एक तरह की "आजादी" दी. अभी इस साल फिलिप्पाइन कांग्रेस के अन्दर वहाँ के सरकारी और गैर सरकारी दोनों तरह के नेताओं ने एक आवाज से यह कहा है कि अमरीकी सरकार ने आज तक अपने दस बरस पहले के वादों को पूरा नहीं किया. अमरीका सन् 1946 ई० के मुलहनामे की शर्तों के साफ खिलाफ जा रहा है, अमरीका का बना हुआ ऐशपरस्ती का सामान खबरदस्ती फिलिप्पाइन लोगों के ऊपर थोपा जा रहा है, फिलिप्पाइन लोगों को अपने माल को जहाँ चाहे बेचने और जिस देश से चाहे त्जारात करने तक की आजादी नहीं है. अमरीका अपने लड़ाई के उन हथियारों तक को खबरदस्ती फिलिप्पाइन बालों के सर मँद रहा है जो अब पुराने और निकम्मे हो चुके हैं. यरीब और असहाय फिलिप्पाइन बालों को उसने अपने माली और त्जारात लपेटों में कस रखा है.

دہواہٹا میں دیکھنا بیتنام کے دن پتھریوں کے امریکی باربار شاہ رہا ہے جو جہاں جہاں کے سمجھوتے پر عمل ہونے پہلا اور اُس دیہی کے لوگوں کو اپنا اور پریم کے ساتھ رہنے دینا نہیں چاہتے۔

ہندوستان کے اندر گویا ابھی تک بیرونی پرتگالیوں کے کڑھے میں ہے اور پرتگالیوں کو بھی سب سے زیادہ شاہ امریکا کی ہے۔

کارموسا میں امریکی فوجیں باربار ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں، اور کسی طرح نہ چین کی سرکار اور کھانگ کاڑی شیک کی سرکار میں صلح کا موقع دینے کو تیار نہیں۔

دیکھنا کوریا کی کٹھنوالی سرکار کو امریکا کی شاہ اور مہذب باربار جاری ہے۔

جاپان میں امریکا کے فوجی ابھی وہی طرح قائم ہیں۔ امریکا چاہتا ہے کہ دنیا کے دوسرے देश جاپان کا بنا دیا جائے، اس جاپان کا جو امریکیوں کے کڑھے میں ہے، پر جاپان اور جاپانیوں کو اپنے پکڑیسی چین اور چینوں کے ساتھ تجارت کرنے کی آزادی نہیں دے۔

ہال میں امریکا کے مشہور حاکم ڈیلس صاحب نے ایشیا کے کچھ دیہوں کا دورہ کیا تھا۔ وہ پاکستان بھی گئے تھے اور دلی بھی آئے تھے۔ دکن ویت نام، فارموسا اور دکن کوپا میں انہیں اپنے خاص پریمی ساتھی ملے۔ نیا چین انہیں نہیں نقشہ پر دکھائی بھی نہیں دیا۔ امریکا واپس پہنچ کر انہوں نے اپنی باترا کی جو رپورٹ اپنی سرکار کو دی ہے وہ دنیا کے احباروں میں چھپ چکی ہے۔ اے پڑھ کر کسی بھی ایشیا واپسی یا کسی بھی نفاذ پریمی آدمی کے دل میں شری ڈیلس یا ان کی سرکار کے پرتی پریم یا اندر پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ سہیذا یا فلچر کی نگاہ سے امریکا کوئی اونچا دیہی دکھائی دے سکتا ہے۔

امریکا میں بیچاروں کی آزادی پر روک

خود امریکا کے اندر بیچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمیونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکا کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا 'جن پر کمیونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے' کس بڑی طرح پکچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفہ شری ہرنرندرس لے "میلچسٹر ٹرچن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکا کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

انکو چٹانا میں دکن ویت نام کے آن ایدروہوں کو امریکا براہر شہر دے رہا ہے جو وہاں جہاں کے سمجھوتے پر عمل ہونے پہلا اور اُس دیہی کے لوگوں کو اپنا اور پریم کے ساتھ رہنے دینا نہیں چاہتے۔

ہندوستان کے اندر گویا ابھی تک بیرونی پرتگالیوں کے کڑھے میں ہے اور پرتگالیوں کو بھی سب سے زیادہ شاہ امریکا کی ہے۔

کارموسا میں امریکی فوجیں براہر قیور ڈالے ہوئے ہیں اور کسی طرح نہ چین کی سرکار اور چھانگ کاڑی شیک کی سرکار میں صلح کا موقع دینے کو تیار نہیں۔

دکن کوریا کی کٹھنوالی سرکار کو امریکا کی شاہ اور مدد براہر جاری ہے۔

جاپان میں امریکا کے فوجی آئے اسی طرح قائم ہیں۔ امریکا چاہتا ہے کہ دنیا کے دوسرے دیہی جاپان کا بنا دیا جاوے۔ اس جاپان کا جو امریکیوں کے کڑھے میں ہے، پر جاپان اور جاپانیوں کو اپنے پرتی پریم یا اندر پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ سہیذا یا فلچر کی نگاہ سے امریکا کوئی اونچا دیہی دکھائی دے سکتا ہے۔

حال میں امریکا کے مشہور حاکم ڈیلس صاحب نے ایشیا کے کچھ دیہوں کا دورہ کیا تھا۔ وہ پاکستان بھی گئے تھے اور دلی بھی آئے تھے۔ دکن ویت نام، فارموسا اور دکن کوپا میں انہیں اپنے خاص پریمی ساتھی ملے۔ نیا چین انہیں نہیں نقشہ پر دکھائی بھی نہیں دیا۔ امریکا واپس پہنچ کر انہوں نے اپنی باترا کی جو رپورٹ اپنی سرکار کو دی ہے وہ دنیا کے احباروں میں چھپ چکی ہے۔ اے پڑھ کر کسی بھی ایشیا واپسی یا کسی بھی نفاذ پریمی آدمی کے دل میں شری ڈیلس یا ان کی سرکار کے پرتی پریم یا اندر پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ سہیذا یا فلچر کی نگاہ سے امریکا کوئی اونچا دیہی دکھائی دے سکتا ہے۔

امریکا میں وچاروں کی آزادی پر روک

خود امریکا کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمیونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکا کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا 'جن پر کمیونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے' کس بڑی طرح پکچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفہ شری ہرنرندرس لے "میلچسٹر ٹرچن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکا کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے۔ انہوں نے

कहा है कि वहाँ की यह पुलिस पहले किसी ऐसे आदमी को तलाश करती है जिसके खिलाफ कोई जुर्म आसानी से साबित किया जा सकता हो। फिर उसे माफी का वादा देकर सबसे इस तरह की भूटी शहादतें तैयार कराती है जिन से दूसरे लोग जिन्हें पुलिस फाँसना चाहती है आसानी से फाँस सकें और फिर इस तरह बेगुनाहों को फाँसा जाता है।

हम एक पहले लेख में कह चुके हैं कि एक प्रतिष्ठित अमरीकी पादरी ने हमें बताया था कि अमरीका में किसी ईसाई धर्म प्रचारक को तब तक किसी दूसरे देश में जाकर धर्म प्रचार करने के लिये पासपोर्ट नहीं दिया जाता जब तक वह लिखकर यह वादा न करे कि वह जिस देश में जायगा वहाँ अमरीकी सरकार की राजकाजी पालिसी को कामयाब होने में मदद देगा।

अमरीकी जनता की जिम्मेवारी

हमें यह सब लिखते हुए किसी तरह की खुशी नहीं हो रही है। भारत की सरकार और भारत की जनता दोनों दुनिया के सब देशों और सब लोगों के साथ प्रेम और मित्रता से रहना चाहते हैं। अमरीकी क्रौम के अनेक गुणों के लिये हमारे दिल में आदर है। अमरीका ने बड़े बड़े महापुरुष पैदा किये जिनमें से अनेक की यादगारें आज भी कम्युनिस्ट चीन और कम्युनिस्ट रूस में मनाई जाती हैं। अमरीकी महात्मा थोरो की पुस्तक 'डि.युटी. आफ सिविल डिस्अब्डीयन्स' का तरजुमा करके खुद महात्मा गाँधी ने भारत में प्रकाशित किया था। वाल्टाबटमैन, थोरो और गेबराहम लिंकन जैसे महापुरुषों को हम दुनिया भर के महापुरुष मानते हैं। पर आज की दुनिया जिस इनसानी बराबरी, आजादी और एकता की तरफ बढ़ रही है अमरीकी सरकार की हरकतें उसमें सहायक नहीं, खबरदस्त रुकावट हैं। अमरीका के इस तरह से दोशों को हम अमरीकी जनता के दोष नहीं, अमरीकी सरकार ही के दोष मानते हैं, पर अमरीकी जनता को अभी अपने कामों से यह साबित करना है कि वह अपनी सरकार की इन गलत हरकतों से सहमत नहीं है। जब तक अमरीकी जनता यह साबित नहीं करती तब तक उन सब देशों के लोगों का, जो दुनिया से काले गोरे आदि के भेदों का मिटाना चाहते हैं, सब की बराबरी और सब की आजादी के हक में हैं, और जो इनसानी क्रौम की एकता का साक्षात करना चाहते हैं, यह फर्क है कि वह मिलकर मानव सभ्यता और मानव कलचर की रक्षा के लिये खड़े हों।

इस तरह की रुकावटों के हाते हुए भी दुनिया बराबर आगे बढ़ रही है। दुनिया की साम्राज्य प्रेमी क्रौम धीरे धीरे अपनी चालों में नाकाम होती जा रही हैं। एशिया और अफ्रीका के सब देश यह अच्छी तरह महसूस करते

पा है कि वेहली की पोलिस पहले किसी आदमी को तलाश करती है जिस के खलफ कौनो जर्म आसानी से ثابت किया जासकता हो . पर अमेरिकी का वच्चा वच्चा अस् से इस तरह की जेवनी भेजानेन तैयार करती है जेन से दुसरे लोग जेवनेन पोलिस पेनाना चलेती है आसानी से पेनस सकीन ओर पर इस तरह के गनाहों को पेनाना जाना है .

हम अमेरिकी पोलिस में कम जेके हैं कि एक प्रतश्चित अमेरिकी पोलिस ने हमें बताया था कि अमेरिकी में किसी अमेरिकी धर्म प्रचारक को तब तक किसी दूसरे देश में जाकर धर्म प्रचार करने के लिये पासपोर्ट नहीं दिया जाता जब तक वह लिखकर यह वादा न करे कि वह जिस देश में जायगा वहाँ अमरीकी सरकार की राजकाजी पालिसी को कामयाब होने में मदद देगा।

अमेरिकी जनता की जिम्मेवारी

हमें यह सब लिखते हुए किसी तरह की खुशी नहीं हो रही है। भारत की सरकार और भारत की जनता दोनों दुनिया के सब देशों और सब लोगों के साथ प्रेम और मित्रता से रहना चाहते हैं। अमरीकी क्रौम के अनेक गुणों के लिये हमारे दिल में आदर है। अमरीका ने बड़े बड़े महापुरुष पैदा किये जिनमें से अनेक की यादगारें आज भी कम्युनिस्ट चीन और कम्युनिस्ट रूस में मनाई जाती हैं। अमरीकी महात्मा थोरो की पुस्तक 'डि.युटी. आफ सिविल डिस्अब्डीयन्स' का तरजुमा करके खुद महात्मा गाँधी ने भारत में प्रकाशित किया था। वाल्टाबटमैन, थोरो और गेबराहम लिंकन जैसे महापुरुषों को हम दुनिया भर के महापुरुष मानते हैं। पर आज की दुनिया जिस इनसानी बराबरी, आजादी और एकता की तरफ बढ़ रही है अमरीकी सरकार की हरकतें उसमें सहायक नहीं, खबरदस्त रुकावट हैं। अमरीका के इस तरह से दोशों को हम अमरीकी जनता के दोष नहीं, अमरीकी सरकार ही के दोष मानते हैं, पर अमरीकी जनता को अभी अपने कामों से यह साबित करना है कि वह अपनी सरकार की इन गलत हरकतों से सहमत नहीं है। जब तक अमरीकी जनता यह साबित नहीं करती तब तक उन सब देशों के लोगों का, जो दुनिया से काले गोरे आदि के भेदों का मिटाना चाहते हैं, सब की बराबरी और सब की आजादी के हक में हैं, और जो इनसानी क्रौम की एकता का साक्षात करना चाहते हैं, यह फर्क है कि वह मिलकर मानव सभ्यता और मानव कलचर की रक्षा के लिये खड़े हों।

इस तरह की रुकावटों के हाते हुए भी दुनिया बराबर आगे बढ़ रही है। दुनिया की साम्राज्य प्रेमी क्रौम धीरे धीरे अपनी चालों में नाकाम होती जा रही हैं। एशिया और अफ्रीका के सब देश यह अच्छी तरह महसूस करते

رہے ہیں کہ کس کے ساتھ رہنے میں ان کی ہمتی ہے اور کس کے ساتھ چلنے میں ان کا اور دنیا کا بولا ہے۔ دھرم دھرم دھرم اور انوریت کے سب دیشوں اور پاکستان جیسے اپنے پروس دیہ میں بھی ہمیں اس کے آثار صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ جیسے پونجی وادی اور سامراج وادی دیشوں کی توتی ہمیں اب—”جب تک نہیں تب تک“ کی سی دکھائی دیتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اب بھی وہ ادھر ادھر سازشیں کر کے اور کم سمجھ لوگوں کو ان کے دیشوں کے خلاف پھوڑ کر دنیا کے لئے تھوڑی بہت مصیبتیں کھڑی کر سکتے ہیں۔ پر وہ اتھاس کے پڑواہ اور ماتو سہیتا کے دھارے کو نہیں بدل سکتے۔

اصلی علاج—نوج اور ہتھاریوں کا خاتمہ

اس خطرے کا اصلی اور تکتو علاج ایک ہی ہے اور وہ ہے ہتھاری ہتھاری یعنی دنیا بھر کی فوجوں کا اور جنگ کے ہتھاریوں کا دھرم دھرم کم کرنا اور آخر میں بالکل ختم کر دینا۔ دنیا کے سب دیشوں کے وچاروں کی نگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے شاکس بھی دھرم دھرم اس ضرورت کو محسوس کرتے چارے ہیں۔ جنگ کا دنیا سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہونا ہی چاہئے۔ حضرت مسیح کے شاہوں میں ہمیں اپنی تلواروں کو توڑ کر ان کے ہل بنالینہ چاندیوں میں ایک دوسرے پر اوشواس اور پالے سوارانہ اس راستہ میں رکارت دیں۔ پر یہ رگارتیں بھی دھرم دھرم مکتی چارے ہیں۔ اس مسئلہ میں اس سے دو چھوڑیں سب سے آہک مدد دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امریکہ کے شاکس بھی اب اس بات کو اپنے دلوں میں سمجھنے لگے ہیں کہ ہر طرح کی فوجوں اور فوجی ہتھاریوں میں سوویت روس اس سے امریکہ سے بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہتھاریوں کے ختم ہو جانے پر بھی دیشوں دیشوں میں جو متبہد اور چھوٹے بڑے چھوڑے رہیتے ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہو۔ ہمیں اس بات کا آہسان اور حوشی ہے کہ امریکہ کی ٹیکرو جاتی نے اس بارے میں مہانہ گاندھی کے افسانہ تک اسہوگ کے ہتھار کو اپنایا ہے۔ کسی سے بھر نہ ہو، دل میں کسی کا برا نہ ہو، پرائی سے نفرت کرتے ہوئے بھی بڑے سے پریم اور ہمدردی ہو، آہانے کے ساتھ کسی طرح کا سہوگ نہ ہو، خود اپنی جان پر کھل کر بھی آہانے کو مٹانے کا درجہ سکتی ہو، اس طرح کے فیکرو پائی کنگ کے ویاہیانوں میں بڑے پڑے ہیں۔ ابھی تک دنیا کے بہت سے وچاروں کو یہ چھوڑیں ہوئی اور غیر عملی بننے ہی دکھائی دینے دنیا کے آگے کے چھوڑوں اور آہانوں کو ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ طریقہ پھلتا جا رہا ہے اور پھلتا جا رہا ہے۔

آزاد ہند میں فوج نہیں رہی چاہئے

بینوہا جی نے حال میں بیلکول سب اور ٹیک کہا ہے کہ ہند اگر اپنی ساری فوجوں کو ایک دم ختم کر دے اور اپنے ہتھیاروں کو توڑ کر پھینک دے یا ہلے اور ہنسے میں بدل دالے تو دنیا کے سامنے اس معاملے میں ایک بہت بڑا آدمی پیش کرسکتا ہے۔ ہمیں یاد ہے مہاتما گاندھی کہا کرتے تھے کہ آزاد ہند میں کوئی فوج نہیں رہی چاہئے۔ پر ابھی تو شاہن ہند کے شاک اور جنگا دونوں میں سے کسی میں بھی یہ ہمت نہیں ہے۔ ہم میں ابھی آتم وشواس کی کمی ہے۔ ہند اس معاملے میں چاہے دوسروں کے سامنے کسی دن مثال قائم کرے یا دوسروں کے پیچھے چلے جانا ہمیں اسی اور ہے۔

80-3-56.

—سندھ لال

—سندھ لال

30. 3. '56

راشٹر بھاشا کس اور؟

مہاتما پنڈت مदनمohan مالوی کے پوتے، سوامی پنڈت کھننکانت مالوی کے پوتے، پنڈت پدمکانت مالوی نے اپنا ایک بڑا بڑا بکری راشٹر بھاشا ہندی کے کپڑے ہمارے پاس بچا ہے۔ ہندی ساہتی کے بارے میں کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ—”ہندی ساہتی کے ایک بڑے دل کی سکیڑا (تنگ نظری) اور دل ہندی کے کپڑے کے کپڑے ہی اگر دوس (پیشوا) اور نرمانا (معمار) آج تک پرکھ میں نہیں آیا ہے۔ اور اس کا ہندی ساہتی کے ادھیکار آجکل کے ایتھس بھی نہ قبول واپاک اور پورے ہی نہیں ہیں بلکہ ایک ہی بکری بکری ہیں۔“

راشٹر بھاشا کس اور؟

اس کی وجہ پنڈت پدم کانت نے یہ بتائی ہے—”ہندی اندول کے شروع زمانے سے ہی ساہتی کاروں کے دو دل رہے ہیں؛ ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساہتی کہتا رہا ہے اور انگریز سرکار کا کوپا پاتا تھا۔ کہول اسی دل کے لوگ پڑھنے کی پستوں کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمیٹیوں میں لے جاتے تھے اور اسکول کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اس دل کے ذریعہ دوسرے گروہ کے ساہتی کاروں اور ساہتیہ کی طرف سے جنہیں راشتریہ دل کے لوگ کہتا تھیں وہ پڑھائی ہوتی تھی اور انہیں پچھلے چھوڑ دیا گیا۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس راشتریہ دل کے لوگوں کی دچائوں پر پرکھ دالا جائے۔“

اسکی بجائے پنڈت پدمکانت جی نے یہ بتائی ہے—”ہندی آندول کے شروع زمانے سے ہی ساہتی کاروں کے دو دل رہے ہیں، ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساہتی کہتا رہا ہے، اور انگریز سرکار کا کوپا پاتا تھا۔ کہول اسی دل کے لوگ پڑھنے کی پستوں کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمیٹیوں میں لے جاتے تھے اور اسکول کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اس دل کے ذریعہ دوسرے گروہ کے ساہتی کاروں اور ساہتیہ کی طرف سے جنہیں راشتریہ دل کے لوگ کہتا تھیں وہ پڑھائی ہوتی تھی اور انہیں پچھلے چھوڑ دیا گیا۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس راشتریہ دل کے لوگوں کی دچائوں پر پرکھ دالا جائے۔“

آج کل کے پنڈت پدمکانت جی نے لکھا ہے کہ—”ساہتی کے ان دونوں دلوں میں خاص کرکے راشٹر بھاشا کا رہا ہو اس سبب پر تھا۔ ایک دل ہندی کو سبک دینے کا ارادہ رکھتا تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

آج کل کے پنڈت پدم کانت جی نے لکھا ہے کہ—”ساہتی کے ان دونوں دلوں میں خاص کرکے راشٹر بھاشا کا رہا ہو اس سبب پر تھا۔ ایک دل ہندی کو سبک دینے کا ارادہ رکھتا تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

پاسان کر رہے ہوں۔ بالکل بالکل کی زبان کے نکال دینے کے لئے میں
ہا۔ پہلے ہندو لوگوں کو ہندی زبان کا سہارا حاصل
ہا، کیونکہ یہ ایک ایسی زبان تھی جو ہندو اور مسلمانوں
کے بیچ کی بات کرنے کے واسطے تھی۔ یہ دل دوسرے
دل کا دوسرا تھا۔ اس لئے اس سے کی زبان پر اپنے اثر اور
اپنے اثر سے ہندو مسلمانوں میں وہ اشتراک و چار کے لوگوں کو بڑی
طرح سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ ایک بڑے کام کی بات ہے
کہ ہمارے دوسروں نے بھی اشتراک و چار کی طرف سے
دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں۔
اور شکستہ سوہم اسی لکھنے والوں کی آج ہے۔
سنسکرت کے علاوہ اشتراک و چار کا بھی فرض ہے کہ وہ ہندی
سائنسوں کی زبانوں اور سائنس کے لئے اس کو مددگار اور
تھیکہ کرنے میں مدد دے۔

پروفیسر پدم کانت جی نے یہ بھی لکھا ہے کہ—”نہیں نہیں
کے سامنے ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہندی زبان کا روپ کیا
ہو گا؟ انگریزی زبان کے زمانے میں جو تبدیلی چلتی گئی تھی اسے
آج کی بنی ہوئی حالت میں اشتراک و چار کو بدل دینا
چاہئے۔ یہی وہ دیکھ جائے کہ ہندی والی نہیں اشتراک و چار تھی۔
بھارت کی ایکتا کے لئے ہندی کو سنسکرت سے ہٹانے کی اشد
کے ہر حال کا آج بڑی طرح پرہیز کرنا چاہئے۔ اس
سلسلہ میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہندی کی بات ہے کہ
سنسکرت کے بڑے سے بڑے پندت جیسے مہاتما پندت
جو ہمارے ہندی کو سنسکرت سے ہٹانے کے درمیان
تھے۔“

پروفیسر پدم کانت جی نے ہمیں یہ بھی یاد دلایا کہ سرگرم
مہاتما پندت مدین مہن جی مالوی ملی جلی باسٹوارہ بول چال
کی بھاشا کے پکے ہیں اور ’’اشچریہ‘‘ جیسے قسم شبدوں کی
جگہ ’’الخرج‘‘ جیسے تدبیر شبدوں کے استعمال کے حق میں
تھے۔

پندت پدم کانت جی کے ان وجوہات میں سچائی، نازکی
اور روانگی صاف جھلکتی ہے۔

हमारे यहां मिलने वाली कुछ और किताबें

हमारे यहां मिलने वाली कुछ और किताबें

नोट:—यह किताबें धर्म हिन्दी में हैं.

नोट:—ये किताबें धर्म हिन्दी में हैं.

नाम किताब	लेखक	राम	लेखक	नाम किताब
1. शेर-ओ-शायरी	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	8 0 0	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	1. शेर-ओ-शायरी
2. शेर-ओ-सुखन	"	8 0 0	"	2. शेर-ओ-सुखन
3. गहरे पानी पैठ	"	2 8 0	"	3. गहरे पानी पैठ
4. हमारे आराध्य	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	3 0 0	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	4. हमारे आराध्य
5. संस्मरण	"	3 0 0	"	5. संस्मरण
6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां	श्री जगदीशचन्द्र जैन	3 0 0	श्री जगदीशचन्द्र जैन	6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां
7. ज्ञान गंगा	श्री नारायण साद जैन	6 0 0	श्री नारायण साद जैन	7. ज्ञान गंगा
8. पंच चिन्ह	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	8. पंच चिन्ह
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	शान्ति एम. ए.	9. पंच प्रदीप
10. आकाश के तारे धरती के फूल	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	10. आकाश के तारे धरती के फूल
11. मुक्ति दूत	श्री वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0	श्री वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	11. मुक्ति दूत
12. मिलन यामिनी	श्री बच्चन	4 0 0	श्री बच्चन	12. मिलन यामिनी
13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	डाक्टर रामकुमार वर्मा	13. रजत रश्मि
14. मेरे बापू	श्री सम्मय बुखारिया	2 8 0	श्री सम्मय बुखारिया	14. मेरे बापू
15. विरच संच की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	15. विरच संच की ओर
16. भारतीय अर्थशास्त्र	श्री भगवानदास केला	0 0	श्री भगवानदास केला	16. भारतीय अर्थशास्त्र
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	"	17. भारतीय शासन
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	"	18. नागरिक शास्त्र
19. साम्राज्य और जनता	"	2 8 0	"	19. साम्राज्य और जनता
20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन	"	1 4 0	"	20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन
21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	"	21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था
22. हमारी आदिम जातियां	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	22. हमारी आदिम जातियां
23. अर्थशास्त्र शब्दावली	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी.	2 0 0	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी.	23. अर्थशास्त्र शब्दावली
24. नागरिक शिक्षा	श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	1 8 0	श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	24. नागरिक शिक्षा
25. राष्ट्र मंडल शासन	श्री भगवानदास केला	1 8 0	श्री भगवानदास केला	25. राष्ट्र मंडल शासन
26. जवानो	श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	श्री दयाशंकर दुबे	26. जवानो
27. मारने की हिम्मत !	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	महात्मा भगवानदीन	27. मारने की हिम्मत !
28. सलोना सच	"	1 0 0	"	28. सलोना सच
29. मेरे छाथी	"	0 8 0	"	29. मेरे छाथी
	"	1 0 0	"	

मिलने का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت محمد اور اسلام

लेखक—पंडित सुन्दर लाल, मूल्य—तीन روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے सम्बन्ध میں भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर کوئی दूसरी पुस्तक نہیں

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

लेखक—पंडित सुन्दर लाल, मूल्य—डेढ़ روپیہ

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

مہاتما زرتشت اور ایرانی سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سومیر بابل اور اسور بای پر اچین سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سترہ)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

آگ اور آنسو

(भावपूर्ण سماजک کہانیاں)

लेखक—डाक्टर अख्तर حسین رائے پوری, قیمت—ڈیڑ روپیہ

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—भौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम آزاد, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

جھنکار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 مٹی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر آلتی سارکٹا

سکے 225، کرمیت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھت دلچسپ کتاب)

لکھک—کھدسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈ، بھت-سی رنگین تصویریں

دام دو روپیہ

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم اکٹا

100 سکے، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارہ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھگانج ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیوان کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کھدسیہ زیدی

بھمیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موتا گائی، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دام دو روپیہ

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم ایکٹا

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھ گنج ایلاہاد

نیاحمد

اس نمبر کے خاص موضوع: **جنگ میلہ اسلام**
DELHI

بوندہ دھرم اور اسلام

— شری مولوی ضیاء الدین صاحب —

چین میں بوندہ دھرم

— پروفیسر تان-بن-شان —

ہندوستان کی کلچر پر بوندہ مذہب

— پروفیسر تان-بن-شان —

— پروفیسر تان-بن-شان —

— آچاریہ دھرم اند کوسمبی —

— آچاریہ دھرم اند کوسمبی —

— آچاریہ دھرم اند کوسمبی —

— آچاریہ دھرم اند کوسمبی —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

— ڈاکٹر بھگوان داس —

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

नया हिन्दुस्तान

नمبر 5 नम्बर 5 جلد 21 जिल्द

मई 1956 मئی

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 مئی گنج الہ آباد

مئی 1956 مई

کتاب کیا ہے	صفحہ	نمبر
1. بھدھ دھرم اور اسلام	...	238
—شری مولوی ضیاء الدین صاحب
2. چین میں بھدھ دھرم	...	239
—پروفیسر ٹان - پن - شان
3. یونانی وچار دھارا اور بھدھ دھرم	...	253
—شری ٹی . ولانڈ ایم . اے
4. ہندوستان کی کلچر پر بھدھ مذہب کی چھاپ	...	256
—آچاریہ دھرمائنند کوسمبی
5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش	...	269
—انوارادک : شری محبوب رضوی
6. آتم ودیا (روحانی) —آپ بھتی	...	272
—ڈاکٹر بھگوانداس
7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ	...	278
—پڈت سندر لال
8. ہماری رائے—	...	282
—مہاتما بھ کی یاد میں—وشومہر نام پانتہ

مہاتما بھ کی یاد میں—وشومہر نام پانتہ

جس زمانے میں مسلم ریڈوائس نے ہندو کتابوں کا عربی فارسی میں ترجمہ کیا اُس سے بہت پہلے اور جس زمانے میں وہ دوسرے ملکوں کے مسلم پادری ہندستان آکر یہاں سے اُس ملک کی چالاکری حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں کو لوٹے اُس سے بھی پہلے ایرانی ادب کے ذریعہ اور ایران کے کچھ دور دور کے حصوں میں ہندو دھرم کے بچے کچھ اثر کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندستان کے مذہبی خیالوں کی کٹی جھلک مل چکی تھی۔ یہ مسلمانوں ہندوؤں کو 'سائنہ' کہا کرتے تھے۔ 'بدھ' یا 'بہت' لفظ جو بدھ کا بگڑا ہوا روپ ہے، کئی پہلے کرتے کرتے 'سورتی' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ اُس کے اور کچھ معنی رہے ہی نہیں گئے تھے۔ یہ لوگ 'ہزاف' کو ہندو مذہب کا بانی سمجھتے تھے۔ ہزاف 'ہودھستو' کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ مسلمانوں کے بلخ، ٹرانس آکسیائیانا، خراسان، ترکستان، ایران اور ایک درجہ تک عراق فتح کرنے سے پہلے ان سب ملکوں میں ہندو دھرم پھیل چکا تھا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی وہاں کے ہندو پڑھتوں نے فوراً اپنا پرچار بند نہیں کر دیا۔ ان کے ہزارگانہ تپ اور یوگ کے طریقے اور ان کا مذہبی نظریہ یہ سب چیزیں برابر پہلے ہی کی طرح نئے مسلمانوں میں اپنا کام کرتی رہیں اور اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ 'تسینج' یعنی 'مالا' اور اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں مسلمانوں کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملیں۔ 'علم معرفت' یعنی 'ادھیاتم' میں سرفروں کا 'نڈا' کا اصل ہندوؤں کے 'نردان' سے لیا گیا ہے۔ سرفروں کے مطابق 'ساک'، یعنی 'یوگی'، 'نفاقی اللہ' یعنی 'ایشر' میں لین 'ہوجانے سے پہلے جن 'مہاسات' یا چکروں میں ہو کر گذرتا ہے وہ سب ہندو یا کم سے کم ہندستانی ہیں۔

ہاتھ اور بھڑا کے ایران میں یہ ایک زبردست رواج تھا کہ جو بار بار اپنے پرانے ہونے خیالوں اور ہونے روایتوں کو اپناتے رہتے تھے۔ شاید اور سب چیزوں کے مقابلے میں ان ملکوں میں ہی ہونے شروع سب سے زیادہ دیر تک ہوتا رہا۔ ابو نصر احمد بن نوشی

(سن 645ء) اپنی "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان ہو کر لیتے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار جوں جوں کہ عرب ان
 کے ملک سے جاتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 جلتے جاتے تھے۔ بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے ہندوستان (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اہل عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اس کے وقت تک ہوا
 لگتا رہا کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکلتے
 ہیں کہ وہاں رہے ہوئے اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا معنی ہندو دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلوں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکوں
 نے جو کچھ کارنامے دیہاتوں ان سے یہ بات ہذا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوئی ہے۔

ہرمکوں کی شروعات میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے ہندو مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تھن کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اس کے لڑکے کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اس کے بعد ہندو ترک راجا
 مذاق قریحان نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "ہرمک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی دیوتاؤں کی تلمذ دی گئی۔
 اس نوجوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

(سن 645ء) اپنی "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان ہو کر لیتے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار جوں جوں کہ عرب ان
 کے ملک سے جاتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 جلتے جاتے تھے۔ بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے ہندوستان (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اہل عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اس کے وقت تک ہوا
 لگتا رہا کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکلتے
 ہیں کہ وہاں رہے ہوئے اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا معنی ہندو دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلوں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکوں
 نے جو کچھ کارنامے دیہاتوں ان سے یہ بات ہذا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوئی ہے۔

ہرمکی شروع میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے ہندو مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تھن کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اس کے لڑکے کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اس کے بعد ہندو ترک راجا
 مذاق قریحان نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "ہرمک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی دیوتاؤں کی تلمذ دی گئی۔
 اس نوجوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

*—Tarikh-e-Bukhara, Ed. O. Shefer, Paris, 1892, p. 18.

†—Ibid. pp. 18-19.

और उसे बौद्ध धर्म का नाम मुद्रांकित मुद्रांकित कर दिया गया। * अलीकृत इस्लाम का बकीरभाव इस प्रकार इसी बौद्ध धर्म की आन्धान से था। इन्हें अजेयीम लिखता है कि—“अरबों की बुद्धमत के जमाने में यहिया इन्हें बलिष्ठ बरखकी ही बह रासस था जिसने हिन्दुस्तान के साथ बहुत गहरा तात्सुकिक कायम रक्खा। उसने बड़ी मोहम्बत और इज्जत के साथ हिन्दुस्तान से हिन्दू वैद्यों और विद्वानों को बुलाया। १. मासूम होता है कि बरम-कियों में यह एक दिवाज चला आता था कि वे हिन्दुस्तान में तालीम धाने के लिये अपने यहाँ से तालिबइल्म भेजा करते थे। इसी दिवाज के मुताबिक उन्होंने अब मुसलमान होजाने के बाद बड़े बड़े विद्वानों को भारत के मजहबों के बारे में पूरी पूरी जानकारी हासिल करने के लिये इस मुल्क में भेजा और हिन्दू पंडितों और वैद्यों को खलीफा के दरबार में बुलवाया।

मुसलमानों में खासकर अब्बासी खलीफाओं के जमाने में काफ़ी दूरअन्देश विद्वान ऐसे थे जिन पर कम या ज्यादा बौद्ध धर्म का बराह रास्त असर पड़ा। ईरान के मागी मुसलमान हो जाने के बाद भी आम तौर पर अपने अक्रीदों के लिहाज से आधे बौद्ध थे। इन्हें मुक़फ़ह (सन् 760 ई०) जिसने ‘कलैला व दमना’ का पहलवी से अरबी में तर्जुमा किया और जो बड़ा होकर मुसलमान हो गया, आजाब ख्याल मागियों और मुसलमानों की बहुत अच्छी मिसाल था। इन्हें मुक़फ़ह लिखता है कि ‘कलैला व दमना’ की असली किताब हिन्दुस्तान की लिखी हुई थी। सन् 531—579 ई० के करीब बरखयाह इस किताब को हिन्दुस्तान से लाया और ईरान में उसने उसका पहलवी में तर्जुमा किया। इन्हें मुक़फ़ह ने इसका तर्जुमा पहलवी से अरबी में किया। अपनी इस किताब के दीवाचे में इन्हें मुक़फ़ह ने जो कुछ लिखा है उसमें साफ़ बौद्ध धर्म का असर दिखाई देता है। मसलन वह लिखता है कि—

“और मैंने तजुर्बा किया है कि जिस बरख सालिक (योगी) समाधि (इबादत) में मरायाल होता है उस बरख एक क्रिस्म की ख़हानी ज़री उस पर तारी हो जाती है। उस बरख वह बेकिफ़ होता है, मुतमईन होता है, खबदिरात से परे होता है, खुद पर पेतबार रखता है। उसे किसी बात की फ़िक्र नहीं होती, वह दुनिया को छोड़ चुका होता है, लालच से दूर होता है, पाक होता है, आजाब होता है, उसे किसी बात का रंज नहीं हो सकता, वह हसब और जलन से ऊपर उठता है, वह पाक मोहम्बत से भरा होता है, न वह किसी को कोई मुक़सान पहुंचाता है और न उसे कोई मुक़सान पहुंचा सकता है...”

और अब जोह मल्क का खास प्रवृत्त मज़र लुब्बा का १. खलैला व दमना, रहस्य का وزیرअظم ابن خالد इसी बोधे मुक़ी खलैला से था। ابن اندیم लिखता है कि—“अरबों की حکمت کے زمانے میں یحییٰ ابن خالد ہرمی ہی وہ شخص تھا جس نے ہندستان کے ساتھ بہت گہرا تعلق قائم رکھا۔ اُس نے بڑی محبت اور عزت کے ساتھ ہندستان سے ہندو ویدوں اور ودواتوں کو بلایا۔ ۲. معلوم ہوتا ہے کہ ہرمیوں میں یہ ایک رواج چلا آتا تھا کہ وہ ہندستان میں تعلیم پانے کے لئے اپنے یہاں سے طالب علم بھیجا کرتے تھے۔ اسی رواج کے مطابق انہوں نے اب مسلمان ہوجانے کے بعد بڑے بڑے ودواتوں کو بھارت کے مذہب کے بارے میں پوری پوری جانکاری حاصل کرنے کے لئے اس ملک میں بھیجا اور ہندو پندتوں اور ویدوں کو خلیفہ کے دربار میں بلوایا۔

مسلمانوں میں خاصکر عباسی خلیفوں کے زمانے میں کافی دوراندیشی ودوان ایسے تھے جن پر کم یا زیادہ بودہ دھرم کا براہرأست اثر پڑا۔ ایران کے ماگی مسلمان ہوجانے کے بعد ہی عام طور پر اپنے عقیدوں کے لحاظ سے آدھے بودہ تھے۔ ابن مقفعہ (سن 760 ع) جس نے ‘کلیله و دمنہ’ کا پہلوی سے عربی میں ترجمہ کیا اور جو بڑا ہوکر مسلمان ہوگیا، آزاد خیال ماگیوں اور مسلمانوں کی بہت اچھی مثال تھا۔ ابن مقفعہ لکھتا ہے کہ ‘کلیله و دمنہ’ کی اصلی کتاب ہندستان کی لکھی ہوئی تھی۔ سن 579-331 ع کے قریب ہرزویاہ اس کتاب کو ہندستان سے لایا اور ایران میں اس نے اُس کا پہلوی میں ترجمہ کیا۔ ابن مقفعہ نے اس کا ترجمہ پہلوی سے عربی میں کیا۔ اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں ابن مقفعہ نے جو کچھ لکھا ہے اُس میں صاف بودہ دھرم کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ—

”اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ جس وقت سالک (یوگی) سادھی (عبادت) میں مشغول ہوتا ہے اُس وقت ایک قسم کی روحانی خورش اُس پر طاری ہوجاتی ہے۔ اُس وقت وہ بے فکر ہوتا ہے، مطمئن ہوتا ہے، خواہشات سے پرے ہوتا ہے، خود پر اعتبار رکھتا ہے، اُسے کسی بات کی فکر نہیں ہوتی، وہ دنیا کو چھوڑ چکا ہوتا ہے، لالچ سے دور ہوتا ہے، پاک ہوتا ہے، اُسے کسی بات کا رنج نہیں ہوسکتا، وہ حسد اور جبن سے آبرو اُٹھتا ہے، وہ پاک محبت سے بھرا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ نہ وہ کسی کو کوئی نقصان پہونچاتا ہے اور نہ اُسے کوئی نقصان پہونچا سکتا ہے۔“

*—Kitabul Buldan, P. 324; Arab aur Hind ke Tallukat, pp. 117-18.

۱—Fihrist, p. 345.

जहाँ दुस्साहस के एक राजा और दो एक लड़ाकू विलासि-
मित्र हैं। इन महापुरुषों ने उसके लड़ाकू की ताबीर की है,
जो भी इसका मंगलमय संसकार है। इस ताबीर से ही उसके
गर्म से भरे और नेक बख्शावात की बहुत अच्छी जानकारी
मिलती है। यह लिखता है—

“तुम्हें जानना चाहिए कि कपड़े की जो चारदर तुम्हें
स्वाभ में दिखाई दी थी वह असली ईश्वरी धर्म है और वे
चार आवामी जो उसे चारों कोनों से खींच रहे थे उस धर्म को
प्रत्यक्ष रखने के लिये भेजे गये हैं।” जिन चार मजहबों का
इन्क मक़दफ़ह ने ख़िफ़ किया है वे मागी यानी जरथुस्त्री
धर्म, यहूदी धर्म, ईसाई धर्म, और इस्लाम हैं। “इस तरह
वह लोग अपने मजहब के क़ायम करने की कोशिश करते
हैं और एक दूसरे से दूर अपनी अपनी तरफ़ के क़ाने
काज़ग़ अलग खींचते हैं। इस तरह मजहब के नाम पर यह
एक दूसरे के दुश्मन बन जाते हैं।” ❀

मराहट अथवा शायर अबुल अला मन्सारी (973 ई० से 1058 ई० तक) पका बौद्ध बल्कि जैन था। जर्मन विद्वान जॉन क्रैमर ने उसकी बाबत लिखा है कि वह माजी, हाल और मुस्तक़बिल तीनों ज़माने के बड़े से बड़े नेक आलिमों में से था और उसका ज़बर्दस्त रौर मामूली दिमाग उस बक्त बहुत सी ऐसी बातों को दुनिया के सामने रख चुका था जो आम तौर पर आजकल की फर्जी नई रोशनी की उपज समझी जाती हैं। ५ मन्सारी यह नहीं मानता था कि मुझे किसी दिन क्रमों से निकल कर खड़े हो जायेंगे, बल्कि पैदा करने के काम को आदमी के लिये वह गुनाह मानता था। क्रना यानी अपनी अलग खुदी को मिटा देने का वह इन्सा-नी ज़िन्दगी भी असली मंजिल मानता था। वह ज़िन्दगी भर रौर शाही झुटा रहा। वह यह नहीं मानता था कि मजहब ईश्वर से किसी बाहरी इलाहाम के जरिये हासिल होता है बल्कि उसे आदमी के अपने अन्दर की उपज मानता था। यह लिखता है—

“इसीक ठाकरे खा रहे हैं, ईसाई सब भटके हुए हैं, यहूदी बाजार में हैं, मागी रात रास्ते पर बड़े जा रहे हैं, हम भिटने वाले आदिमियों में दो ही खास तरह के आदमी हैं, एक खमकदार बदमाश और दूसरे मजहली बेवक्ताक”*

मन्थारी ने एक नष्टम में लिखा है—

“कोई चीज रहने वाली नहीं है, हर चीज मिटने वाली है, इसलाम भी मिटने वाला है, इसरत मूसा आप, उन्होंने अपने मजहब का उपदेश दिया और चल बसे, उसके बाद

§—Nicholson—"A Literary History of the Arabs," p. 316.

•—Ibid. pp. 316.

किया है—“अगर कुछ आदमियों में सब से बड़े आदमी को देखना चाहते हो तो उस आदमी को देखो जो फकीरों से से रुपये पढ़न कर रहता है. आदमियों में यही सब से ज्यादा गरीब है.” यह वाक्य पुराने बक के एक ऐसे कहे के आधार की आदमी और उसकी गूँज हैं जिसे लोग बहुत दिनों से भूल चुके थे. * कवि आबान ने अपने जमाने के कुछ आस आस सूफी मुसलमानों का जिक्र किया है. इन लोगों के अदबी क्यालात से ऐसा मालूम होता है कि वे इतनादी थे और उन पर मानी के क्यालात का असर था. लेकिन जाहिज़ ने जिस तरह इन लोगों के क्यालात की बकान किया है इससे मालूम होता है कि इन लोगों के क्यालात मानी के इसूलों के मुक़ाबिले में बौद्ध धर्म से ज्यादा मिलते थे.—

“कलन्दरी यानी परित्राजकता का वह यह मतलब लेते थे कि उनमें से कोई दो रात एक घर में न रहे. इनमें जो सदा कलन्दर हैं वह हमेशा बो-बो करके चलते हैं और चार क्रायवों को मानते हैं—फकीरी, पाकीज़गी, सच्चाई और धारीबी.”†

अपने उसूल को जाहिर करने के लिये इन सूक्तियों ने जो क्रिस्ता बयान किया वह साफ साफ बौद्ध क्रिस्ता है, वे कहते हैं कि इनमें से दो क्रक्रीर एक बार इतने पीटे गये कि क्रक्रीर क्रक्रीर बेजान हो गये, बात यह थी कि उन पर कुछ जबाहिरात की चोरी का शक किया गया था, इन जबाहिरातों को उनकी आँखों के सामने एक छुतरमुरा निगल गया था, उन पर शक किया गया, उन्होंने उस परिन्दे के साथ दया करना, जिससे उसे तकलीफ पहुंचाई जावे, यानी उसे क्रतल किया जावे, ठीक नहीं समझा और खुद मार खाकर अपनी जान खतरे में डाली.

*—Goldziher, Transaction of the Ninth Congress of the Orientalists, Vol. II p. 114

چین میں بौद्ध धर्म

چین میں بודה دھرم

پروفیسر تان - یو - شان

پروفیسر تان - یو - شان

دو ہزار برسوں سے زیادہ عرصے میں جب بודה دھرم نے بھارت میں جنم لیا تھا اور قریب دو ہزار برس ہوئے جب بודה دھرم کی بار چھین میں پہنچا تھا۔ بודה دھرم کے چین پہنچنے کے لیے ایک تاریخ بتا سکتا بہت مشکل ہے۔ پھر بھی چینی تاریخ کے بیانات کے مطابق بודה دھرم پہلی بار ہان راج گھرانے میں۔ تی راجا کے راج کے زمانے کے دسویں سال میں یعنی 67ء میں چین پہنچا۔ لیکن دوسری کتابوں کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بודה دھرم چن راج گھرانے کے بھی پہلے ہی سن 246-207 عیسوی پیشتر چین پہنچ چکا تھا۔ ل کے طور پر پرانے چینی گوتم لیہتسو میں ملدہ ذیل ن آتا ہے۔

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سنی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کیا ہے“ میں نے بغیر ابدیہوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت انلا ہوا اور لدار تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سنی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کیا ہے“ میں نے بغیر ابدیہوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت انلا ہوا اور لدار تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بده کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پراٹا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک سنت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بده“ ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔ ل دوسری چینی کتاب ”پرائن ورن (بیانات مافی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ میں چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بודה گوتم اور بده کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ وہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی۔ فانگ تھے۔ چن راج کے فانگ سمراٹ کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آئی۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان سب کا پہلی یونیورسٹی ٹرسٹا ٹرسٹن ہے۔ وال آٹھا ہے کہ جب بده خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بده کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پراٹا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک سنت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بده“ ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔ ل دوسری چینی کتاب ”پرائن ورن (بیانات مافی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ میں چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بודה گوتم اور بده کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ وہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی۔ فانگ تھے۔ چن راج کے فانگ سمراٹ کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آئی۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان سب کا پہلی یونیورسٹی ٹرسٹا ٹرسٹن ہے۔ وال آٹھا ہے کہ جب بده خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بده کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پراٹا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک سنت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بده“ ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔ ل دوسری چینی کتاب ”پرائن ورن (بیانات مافی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ میں چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بודה گوتم اور بده کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ وہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی۔ فانگ تھے۔ چن راج کے فانگ سمراٹ کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آئی۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان سب کا پہلی یونیورسٹی ٹرسٹا ٹرسٹن ہے۔ وال آٹھا ہے کہ جب بده خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

प्रचार कर रहे थे, इस बड़ से ही चीन में उनके बारे में सुना होगा और हान राज घराने के 300 साल पहले बौद्ध धर्म चीन में पहुँच चुका था, लेकिन चीनी तबारीख हान राज घराने के बड़ से ही बौद्ध धर्म के चीन पहुँचने का बयान देती है, चीनी तबारीख में उसके पहले बौद्ध धर्म का कहीं थिक नहीं मिलता, शावद हान राज घराने के जिन-ति राजा ही पहला चीनी राजा था जिसने चीनी राजधानी में पहली बार बौद्धधर्म राजा के बौद्ध धर्म का प्रसन्नता किया, हालांकि उसके पहले चीन में बौद्ध धर्म पहुँच चुका था फिर भी किसी चीनी राजा ने उसे कुबूल नहीं किया था, इसलिये सरकारी चीनी तबारीख में इस से पहले बौद्ध धर्म का कोई सरकारी बयान नहीं मिलता, अगर कोई ऐसा बयान भी किबा गया होगा तो भी क़दीमी रकतार का न झोड़ने वाले तबारीख के मुसन्निकों ने उसे नामुनासिब खसम्मा होगा और बाद में तबारीखी बयानात से उसे निकाल दिया होगा, कुछ लोगों का कहना है कि चीनी तबारीख के अलावा और जिन किताबों में बौद्ध धर्म का बयान आता है वह ऐतबार के क़ाबिल नहीं हैं, लेकिन मुझे ऐसा मालूम होता है कि चाहे हम उन पर पूरी तरह से ऐतबार न करें, लेकिन कुछ हिस्सों तक तो हमें उनको सच मानना ही पड़ेगा, बुद्ध के दौरान सिन्दगी में भारती और चीनी फलसफ़ों ने काफी तरक्की कर ली थी, बुद्ध और कनफ़ूसिअस दोनों आता गुठ एक ही बड़ में एक "पच्छिम" में और दूसरा "पूरब" में अपना प्रचार कर रहे थे, दोनों सूरज और चन्द्रमा की तरह सारी इन्सान की क्रौम को रौशन कर रहे थे, यह भी मुमकिन है कि दोनों को एक दूसरे का हाल मालूम हो, उस ज़माने में मुमकिन है दोनों फलसफ़ों का अबल बबल होता होगा, बुद्ध भी अपने प्रचार के सिन्नसिले में अक्सर "पूरब में बौद्धों के मुल्क" का थिक किया करते थे, इससे उनका मतलब सिबाय चीन के किसी दूसरे मुल्क से नहीं हो सकता; लेकिन यह तबारीखी खोज की चीज है और बतौर पूरी खोज हुए बारीकियों में जाना बेकार है.

چار کورہ تھے۔ کسی نے ان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے 300 سال پہلے ہندو دھرم میں پہنچنے کا حال بیان کیا۔ لیکن چینی تواریخ ہان راج گھرانے کے بارے میں ہندو دھرم کے چینی پیروں کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ چینی تواریخ میں اُس کے پہلے ہندو دھرم کا بیان ذکر نہیں ملتا۔ شاید ہان راج گھرانے کا من - تی راجا، یا چینی راجا تو جس نے چینی راجدھانی میں پہلی بکھشت راجا کے ہندو دھرم کا استقبال کیا۔ حالانکہ اُس کے چینی میں ہندو دھرم پہنچ چکا تھا مگر یہ کسی چینی نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ اُس لئے سرکاری چینی تواریخ میں اس سے پہلے ہندو دھرم کا کوئی سرکاری بیان نہیں ملتا۔ کوئی ایسا بیان بھی کیا گیا تھا تو یہی قدیمی رفتار کو تہ روزے والے تواریخ کے مصنفین نے اسے نامناسب سمجھا ہوا اور اس میں تواریخی بیانات سے اسے نکال دیا ہوا۔ کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ چینی تواریخ کے علاوہ اور جن کتابوں میں ہندو دھرم بیان آتا ہے وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن مجھے ایسا ماننا ہوتا ہے کہ چاہے ہم اُن پر پوری طرح سے اعتبار نہ کریں، لیکن کچھ حصوں تک تو ہمیں اُن کو سچ ماننا ہی پڑے گا۔

ہم کے دوران زندگی میں بھارتی اور چینی فلسفوں نے کافی فی کوفی تھی۔ ہندو اور کلفوسیس دونوں اعلیٰ گرو ایک ہی تھے۔ ایک "پنچم" میں اور دوسرا "یورپ" میں اپنا چار کورہ تھے۔ دونوں سورج اور چندرما کی طرح ساری سانی قوم کو روشن کورہ تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کو دوسرے کا حال معلوم ہو۔ اُس زمانے میں ممکن ہے کہ دونوں فلسفوں کا اصل بدل ہوتا ہوگا۔ ہندو بھی اپنے پرچار کے سلسلے میں اکثر "یورپ میں ہندوؤں کے ملک" کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اُن کا مطلب سوائے چین کے کسی دوسرے ملک سے نہیں ہو سکتا؛ لیکن یہ تواریخی کھوج کی چیز ہے اور یہ پوری کھوج ہونے پاریکیں جانا پڑے گا۔

को अपने कर्मों की शान सुनाकर उनसे इसका महत्त्व
 पूछा। उसने अपनी ही एक कृपि का, अपने राइनराह से
 कहा कि इस कथा की महत्वाही है कि तिरन-पु यानी भारत
 में बुद्ध का प्रचार हुआ है। सच्चाट ने कीरन सिपहसालार
 त्सारि-विन और दीवान बाज़-सुन को एक दस्ते के साथ,
 बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल करने के लिये त्येन-पु यानी
 भारत भेजा। त्सारि-विन अपने दस्ते के साथ सन् 65 ई० में
 लोवान पहुँचा, वहाँ क्रिस्तम से अचानक उनकी कार्यय
 मातंग और गोभरख से मुलाकात हो गई। यह दोनों भारती
 संत बौद्ध ग्रंथों और बुद्ध की मूर्तियों लेकर “पूर्वी देश” की
 तरफ़ जा रहे थे। त्सारि-विन मय अपने दस्ते के उन लोगों के
 साथ वापस चीन लौट आया। यह लोग चीनी राजधानी
 लो-बाज़ शहर में राइनराह मिन-ति के दसवें साल में पहुँचे।
 बूँकि बौद्ध ग्रंथ और बुद्ध की मूर्तियाँ सफ़ेद रंग के चोकोँ
 पर लदी हुई थीं इसलिये राइनराह ने उनके लिये एक
 हास मन्दिर बनवाकर उसका नाम “पे-मा-स्तु” यानी
 सफ़ेद चोकोँ का मन्दिर रक्खा। इन बौद्ध ग्रंथों और मूर्तियों
 को उसी मन्दिर में रक्खा गया। चीन का सब से पहला
 बौद्ध मन्दिर यही है और अब भी वस्त चीन में होना
 नामी सुबे के लो-यंग शहर के बाहर यह मन्दिर अजीब
 रानो शौकत के साथ खड़ा है। इससे आसानी से अन्दाज़ा
 किया जा सकता है कि शाही देख भाल में बौद्ध धर्म का
 इस बड़ चीन में कितना बड़ा इस्तक़्बाल हुआ होगा ?
 चीनी जनता में हान-मिन-ति राइनराह के बौद्ध धर्म के
 इस्तक़्बाल की यह कहानी दो हजार साल से मशहूर है।
 इस कहानी से यह नतीजा निकल सकता है कि हान-मिन-
 ति के राज के जमाने के बहुत पहले से भारती और चीनी
 कलसकों का आपसी लेन देन होता रहा होगा और बौद्ध
 धर्म का चीनी जनता में प्रचार होगा। अगर यह नहीं था
 तो राइनराह कैसे अचानक ऐसा ख़ाब देख सकता था ?
 वहीर कैसे उसे बुद्ध का नाम बता सकता था ? राइनराह
 कैसे अपने सिपहसालार और दीवान को बौद्ध धर्म की
 लोज करने के लिये भेज सकता था ? और यह कैसे मुमकिन
 था कि मातंग और गोभरख रास्ते में उनको चीन आते हुए
 मिल जाते ? यह सारे बजूहात इतने साफ़ हैं कि इनके लिये
 किसी वकील की जरूरत नहीं।

काश्यप मार्तण और गोभरख सकेद जोड़ों के मन्दिर में रहकर बौद्ध धर्म का प्रचार करते रहे. साथ ही साथ उन्होंने कई बौद्ध ग्रंथों का चीनी खान में तर्जुमा किया. उनके तर्जुमा किये हुए ग्रंथों में सब में खान "42 अध्यायों (पाठों) वाला धर्म ग्रंथ है. यह धर्म ग्रन्थ चीनी स्वभाव के विस्तृत सुताविका है और सब से लेकर अब तक चीनी जनता अत्यन्त उन्माद प्रताप करती है. लेकिन यह कहना

کو اپنے خواب کی بدلت سلاز اُن سے اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے روزوں میں ایک نو - ای - تھا۔ اُس نے شہنشاہ سے کہا کہ اِس خواب کی یہ تعبیر ہے کہ تین - چو - یعنی بھارت میں بدھ کا ارتار ہوا ہے۔ سمراٹ نے فوراً اپنے سالر تسائی - بن اور دیوان وانگ - تسون کو ایک دستہ کے ساتھ بدھ دھرم کا استقبال کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چو یعنی بھارت پہونچا۔ تسائی - بن اپنے دستہ کے ساتھ سن ۱۱۸۳ میں چین پہونچا۔ وہاں قسمت سے اچانک اُن کی کشتیاں مانگ اور گورنر سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں بھارتی سلت بدھ گرنہوں اور بدھ کی سورتیاں لیکر ”پوری دیہی“ کی طرف جارہے تھے۔ تسائی - بن اپنے دستہ کے ان لوگوں کے ساتھ واپس چین لوٹ آیا۔ یہ لوگ چینی راجدھانی لو - یانگ شہر میں شہنشاہ من - تی کے راج کے دسویں سال میں پہونچے۔ چونکہ بدھ گرنہ اور بدھ کی سورتیاں سفید رنگ کے گہوڑوں پر لدی ہوئی تھیں اِس لئے شہنشاہ نے اُن کے لئے ایک خاص مندر بنواکر اُس کا نام ”پے - ما - سچو“ یعنی سفید گہوڑوں کا مندر رکھا۔ اُن بدھ گرنہوں اور سورتیوں کو اُسی مندر میں رکھا گیا۔ چین کا سب سے پہلا بدھ مندر یہی ہے اور اب بھی وسط چین میں ہونان نامی صوبے کے لو - یانگ شہر کے باہر یہ مندر عجیب شان و شوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔ اِس سے آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہی دیکھ بھال میں بدھ دھرم کا اُس وقت چین میں کتنا بڑا استقبال ہوا ہوگا ؟ چینی جنتا میں ہان - من - تی شہنشاہ کے بدھ دھرم کے استقبال کی یہ کہانی دو ہزار سال سے مشہور ہے۔ اِس کہانی سے یہ نکتہ نکل سکتا ہے کہ ہان - من - تی کے راج کے زمانے کے بہت پہلے سے بھارتی اور چینی فلسفوں کا آپسی تعلق دیکھ ہونا رہا ہوگا اور بدھ دھرم کا چینی جنتا میں پرجار ہوگا۔ اگر یہ نہیں تھا تو شہنشاہ کیسے اچانک ایسا خواب دیکھ سکتا تھا ؟ وزیر کیسے اُسے بدھ کا نام بتا سکتا تھا ؟ شہنشاہ کیسے اپنے سہمسار اور دیوان نو بدھ دھرم کی کہچ کرنے کے لئے بھیج سکتا تھا ؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ مانگ اور گورنر راستہ میں اُن کو چین آتے ہوئے مل جاتے ؟ یہ سارے وجوہات اِتنے صاف ہیں کہ ان کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

کلاسیک مانتا اور گوبیرون سفید گھوڑوں کے مندر میں
 دھڑک بڑھ دھرم کا پرچار کرتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں نے کئی
 بڑھ گرنٹھوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اُن کے ترجمہ
 کئے ہوئے گرنٹھوں میں سب میں خاص "42 آدھیاؤں
 (بابوں) والا دھرم گرنٹھ ہے۔" یہ دھرم گرنٹھ چینی
 سوہیاؤ کے بالکل مطابق ہے اور تب سے لیکر اب تک
 چینی جنتا براہر اُس کا مطالعہ کرتی ہے۔ لہٰذا یہ کہتا

مقامی مکتبہ پر لکھا گیا ہے "42 مکتبہوں والا بزم" ایک طرح کا مجموعہ ہے۔ یہ بزم گرتھ کی ایک کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ کئی بزمی کتابوں کے خیال اس میں شامل کیے گئے ہیں، ایسے خیال جو مغربی دنیا کی نظر سے چھٹی چلتا ہے مطابق تھے۔ پڑانے چینی گرتھ گرتھوں کے ساتھ اس گرتھ کا پورا مہل تھا۔ پڑانے چینی گرتھ جسے "مکتبہ پتا کی بکتی" "چار پستکیں" اور "گو-نچو" اور یہ "42 مکتبہوں والا گرتھ" ایک ہی طرح کی کتابوں سے ملے ہیں۔ اگر اس بزم گرتھ میں سے "بزم نے کہا" "بزم بھگت" "جیسے الفاظ نکال دئے جائیں تو پڑھنے والے مشکل سے اسے بزم گرتھ کا کوئی گرتھ سمجھیں گے۔ سنگن کے نظریہ مانگ اور گرتھوں نے اور دوسرے ترجمے بھی کئے تھے کہ چنگا اس وقت کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کے دسویں سال بعد پڑتھیا کے شہزادے انشکو شہنشاہ ہان-ہوان-ئی (148 ع) کے وقت میں چھن آئے۔ انشکو کے بعد ہی شک مند کے مشہور بھگو لوکرکھی بھی چھن پھرتے۔ ان دونوں بزمی سنگن نے جو بزم گرتھ کے اچھے جانکار تھے اور بہت بڑے عالم تھے، چھن میں بزم گرتھ کا پرچار کیا اور بزم گرتھوں کا چھن زبان میں ترجمہ کرنے کا کم شروع کیا۔ انشکو نے "لپنگ" میں 20 سال سے زیادہ بزم گرتھ کی کتابوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان اصول گرتھوں کے پڑھنے کے بعد چھنوں نے بزم ادب کی گہرائی اور بزم کی اصلیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا شروع کیا۔ اس کے بعد بھارت سے نئی بزم سنت اور عالم چھن آئے اور انہوں نے چھن میں بزم گرتھ کا پرچار کیا۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں—بزم بھدر، بزم رکھ، کمار، جیو، بھومی بھوم، سوہیا کر، وجربوہی اور اسوگ۔ ان بزم سنگنوں اور عالموں کے کاموں اور ان کی کامیابی کا اس چھن سے مسطور میں دکھایا گیا ہے۔

کئی بڑے بزم بھگو راستے کی سیکڑوں مصیبتوں اٹھا کر بھارت سے چھن پھرتے رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر چینی بھگوؤں میں بزم گرتھ کی جنم بھومی بھارت جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ سفر کی تمام مصیبتوں کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت آئی۔ ایسے چھلی بھگو جو بھارت پھرتے ان میں سب میں خاص سن راج گہرا کے وقت کا چینی بزمی سماج ناہیان ہے۔ ناہیان 5 ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ دسویں صدی میں 15 سال قبل پتا کر، وہ بزم گرتھوں کا خزانہ لیکر چھن واپس پھرتے۔ 7 ویں صدی کے "نانگ" راج گہرا کے وقت میں ایک دوسرا چھلی بھگو ہوئے تسانگ وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ وہیں تسانگ نے 17 ویں صدی کی پہلی صدی میں سیکڑوں راجدھانوں کا سفر کیا اور

کئی بڑے بزم بھگو راستے کی سیکڑوں مصیبتوں اٹھا کر بھارت سے چھن پھرتے رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر چینی بھگوؤں میں بزم گرتھ کی جنم بھومی بھارت جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ سفر کی تمام مصیبتوں کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت آئی۔ ایسے چھلی بھگو جو بھارت پھرتے ان میں سب میں خاص سن راج گہرا کے وقت کا چینی بزمی سماج ناہیان ہے۔ ناہیان 5 ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ دسویں صدی میں 15 سال قبل پتا کر، وہ بزم گرتھوں کا خزانہ لیکر چھن واپس پھرتے۔ 7 ویں صدی کے "نانگ" راج گہرا کے وقت میں ایک دوسرا چھلی بھگو ہوئے تسانگ وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ وہیں تسانگ نے 17 ویں صدی کی پہلی صدی میں سیکڑوں راجدھانوں کا سفر کیا اور

کئی بڑے بزم بھگو راستے کی سیکڑوں مصیبتوں اٹھا کر بھارت سے چھن پھرتے رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر چینی بھگوؤں میں بزم گرتھ کی جنم بھومی بھارت جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ سفر کی تمام مصیبتوں کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت آئی۔ ایسے چھلی بھگو جو بھارت پھرتے ان میں سب میں خاص سن راج گہرا کے وقت کا چینی بزمی سماج ناہیان ہے۔ ناہیان 5 ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ دسویں صدی میں 15 سال قبل پتا کر، وہ بزم گرتھوں کا خزانہ لیکر چھن واپس پھرتے۔ 7 ویں صدی کے "نانگ" راج گہرا کے وقت میں ایک دوسرا چھلی بھگو ہوئے تسانگ وسط ایشیا میں سے بھارت پھرتے۔ وہیں تسانگ نے 17 ویں صدی کی پہلی صدی میں سیکڑوں راجدھانوں کا سفر کیا اور

के साथ वसुल में और मुक्त राजमार्गों के द्वारा में 6 कर्मों में, उस जमाने में आजकल के से सख्ते और जल्दबाजी में किये हुए तजुर्मा के बदले कितने बेहतर तरीके से तजुर्मा होता था, चीनी बौद्ध भिक्षुओं ने तजुर्मा के अलावा मुनियादी ग्रंथों की भी तसनीफ की, उन्होंने बौद्ध अदब को एक सिलसिले में किया, बौद्ध धर्म के अदबी वसुलों का मुताला करके उन पर नुफाचीनी की और इस तरह बौद्ध धर्म को तरक़्की की आखिरी हद तक पहुँचाया, सैकड़ों सालों में तैयार किये हुए इन तमाम बौद्ध ग्रन्थों को एक जगह जमा किया गया और उन्हें “सान-त्सांग” यानी “त्रिपिटक” में तफ़्सीम किया गया, यह त्रिपिटक—(1) सूत्र त्रिपिटक, (2) विनय पिटक और (3) अभिधर्म पिटक कहलाते हैं, इन तीनों को मिलाकर “ता-त्सांग-चिंग” यानी “बौद्ध धर्म का बड़ा ग्रन्थ” कहा जाता है, इन ग्रंथों के अलावा चीनियों के जरिये लिखे हुए बौद्ध धर्म की किताबों की तादाद करीब करीब 10 हजार समझी जाती है, पुराने भारत के करीब करीब तमाम खास बौद्ध ग्रन्थों का चीनी ज़बान में तजुर्मा किया गया, जो ग्रन्थ आज भारत में लापता हो गये हैं, वे चीन में चीनी ज़बान के तजुर्मे की राकल में आज भी बरकरार हैं, अगर कोई शरूब बौद्ध धर्म का पूरा मुताला करना चाहे तो उसके लिये इन चीनी ग्रन्थों का पढ़ना बहुत जरूरी है, यह कोई बड़बोल नहीं है, बल्कि एक असलियत है, आज चीनी ही सिर्फ एक ऐसी ज़बान है जिसके जरिये बौद्ध धर्म का पूरा पूरा मुताला किया जा सकता है.

ज्ञान राजघराने के जमाने में पहले पहल बौद्ध धर्म जाप्ते से चीन पहुँचा, उसके बाद से मुस्तलिफ़ बरानों के चीनी शाहनशाह बौद्ध धर्म में शरूसी दिलबस्ती लेते रहे, उसके फैलाव को तरक्की देते और उसकी हिकाजत करते रहे, जगह जगह मन्दिर बनवाए गये, पागोदा खड़े किये गये, इबादत के सरअंजाम किये गये, भिक्षु और भिक्षुनियों के रहने का बन्दोबस्त किया गया, शाही खर्च से बने हुए सारे मुल्क में बड़े बड़े मन्दिर, ऊँचे ऊँचे पागोदा और शानदार बिहार अब तक खड़े हैं, चीनी नजम की एक सतर है—ऊँची और खूबसूरत पहाड़ी चाटियाँ बौद्धों ने ऋज्जे में कर रखी हैं, इसका मतलब यह है कि चीन में मशहूर और खूबसूरत पहाड़ियों पर बौद्ध मन्दिर, पागोदा और भिक्षु संघ ज्ञापे पड़े हैं, मुस्तलिफ़ जमानों में मुस्तलिफ़ शाहनशाहों की मदद के बिना बौद्ध धर्म को इतनी कामयाबी, कैसे मिल सकती थी ? फिर भी कुछ संग विमारा के चीनी शाहनशाह हुए हैं जिन्होंने बौद्ध धर्म का मसलन नहीं समझा और उसे मुकसान पहुँचाने की कोशिश की, मसलन सुमासी चीन में 'शे'

کے پانچ حصوں میں اس کی سب سے پہلی کتاب کے بارے میں 6 کتابیں ہیں۔ اس کتاب میں اہل حق کے ساتھ اور جہانگیریوں کے ساتھ جو کچھ ترجموں کے بارے میں بہتر طریقے سے ترجمہ ہونا تھا، چینی بودھ لکھنوں نے ترجمہ کے علاوہ باغی کی گزرتیوں کی بھی تصویف کی۔ انہوں نے بودھ ادب کو ایک جلسہ میں کیا۔ بودھ دھرم کے ادبی اصولوں کا مطالعہ کر کے ان پر نکتہ چینی کیں اور اس طرح بودھ دھرم کو ترقی کی آخری حد تک پہنچایا۔ ساتویں صدیوں میں خوارزمی ہوئے ان تمام بودھ گزرتیوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور انہیں 'سان-تساگ' یعنی 'تربیتک' میں تقسیم کیا گیا۔ یہ تربیتک—(1) سوئریک، (2) ویکہ پنگ اور (3) ابودھرم پنگ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں کو لا کر 'ناہ-تساگ-چنگ' یعنی 'بودھ دھرم کا بڑا گزرتہ' کہا جاتا ہے۔ ان گزرتیوں کے علاوہ چینیوں کے ذریعہ لکھے ہوئے بودھ دھرم کی کتابوں کی تعداد قریب قریب 10 ہزار سمجھی جاتی ہے۔ پرانے بھارت کے قریب قریب تمام خاص بودھ گزرتیوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ جو گزرتہ آج بھارت میں لپکے ہوئے ہیں، وہ چین میں چینی زبان کے ترجمہ کی شکل میں آج بھی برقرار ہیں۔ اگر کوئی شخص بودھ دھرم کا پورا مطالعہ کرنا چاہے تو اس کے لئے ان چینی گزرتیوں کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ یہ کوئی بڑھول نہیں ہے، بلکہ ایک اصلیت ہے۔ آج چینی ہی صرف ایک ایسی زبان ہے جس کے ذریعہ بودھ دھرم کا پورا پورا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ہاں راج گھرانے کے زمانے میں پہلے پہل ہونہ دھرم ظاہر
 سے چینی پھونچا۔ اس کے بعد سے مختلف گھرانوں کے چینی
 شہنشاہ ہونہ دھرم میں شخصی دلچسپی لیتے رہے، اُس کے بیٹوں
 کو ترقی دیتے اور اُس کی حفاظت کرتے رہے۔ جبکہ جگہ
 مندر بنوائے گئے۔ پاکوڈا کھڑے گئے گئے۔ عبادت کے سرانجام گئے
 گئے۔ بھگپور اور بھگنوں کے راجے کا بندوبست کیا گیا۔ شاہی
 خرچ سے ہلے ہوئے سارے ملک میں بڑے بڑے مندر، اُونچے
 اُونچے پاکوڈا اور شاندار دھڑ اب تک کھڑے ہیں۔ چینی نظم
 کی ایک سطر ہے—’اُونچی اور خوبصورت پہاڑی چوٹیاں
 ہونہوں نے قبضہ میں کر رکھی ہیں‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ
 چین میں مشہور اور خوبصورت پہاڑوں پر ہونہ مندر، پاکوڈا
 اور بھگن مانگے جاتے بڑے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف
 شہنشاہوں کی مدد کے بنا ہونہ دھرم کو اتنی گہماپی کہ
 مل سکتی تھی؟ یہ تو بھی کچھ تلک دماغ کے چینی شہنشاہ
 دہتے ہیں جنہوں نے ہونہ دھرم کا مطالب نہیں سمجھا اور اسے
 نقصان پہونچانے کی کوشش کی۔ مثلاً شمالی چین میں ’سہ

राजघराने के राजघराने ७५३ ई० में खन् ६३३ ई० में बौद्ध धर्मों की सहायता बौद्ध भिक्षुओं को बुनियादी भिक्षुकी हस्त करने के लिए मजबूर किया, दूसरे मुगलों चीन के 'बु' राजघराने के राजनरसाह 'बु-सि' ने खन् ५७५ ई० में बौद्ध भिक्षुओं को मजबूर, बौद्ध धर्म को तैर जानूनी कठार विवा, उसके बाद खन् ८५५ ई० में तांग राजघराने के राजनरसाह 'बु-सुंग' ने बौद्ध भिक्षुओं और सूरतियों को तोड़ फोड़ बताया, चीन में आम तौर पर यह 'तीन 'बु' सम्राटों का बौद्ध धर्म' पर 'नाजायब गुनाह' कह कर बाद किया जाता है, लेकिन इस तरह की शाही आकत सिर्फ चन्द रोखा रही और सबसे बौद्ध धर्म को कोई भारी नुकसान नहीं पहुँचा, इसके बरखिलाफ चीनी बौद्ध धर्म की तारीख में दो भारके के बाक़ेबाव हुए हैं, एक यह कि चीन में एक मर्तबा एक "सु तद भिक्षु" और दूसरी मर्तबा एक "भिक्षु सम्राट" हुए हैं, दक्खिन राजघराने के राजनरसाह लियांप-बु-सि ने तीन मर्तबा अपने शाही ताज को छोड़कर "तुंग-ससाई" मन्दिर में भिक्षुओं का लिबास पहना, इसलिये उसे सम्राट भिक्षु कहा जाता है, उसकी बादगार के खंडहर नानकिंग शहर में अब तक मिलते हैं, 'मिन' राजघराने की बुनियाद डालने वाला ताई-सु "हां-चिआओ मन्दिर का एक भिक्षु था, उसने आलिम मंगोल राजा को चीन से खदेड़ कर सारे चीन के राजनरसाह का कतबा हासिल किया और इस तरह चीनी तबारीख में एक मुनहरा सफा जोड़ दिया, इसीलिये ताई-सु "भिक्षु राजनरसाह" कहलाता है, इसके अलावा और दूसरे आलिम और पाक भिक्षु हुए हैं जिन्होंने राजनरसाहों के मजहबी कामों में मदद दी और कामयाबी के साथ समाज में अनुशासन कायम रक्खा है, ऐसे भिक्षुओं की तादाद इतनी ज्यादा है कि उनकी शक्ती बर्बाद कर सकता यहाँ नामुमकिन है.

۱۔ گھرانے کے شہنشاہ تائی۔ وو۔ تی نے سن 574ء میں ہونہ
 کے راجے کو چار کر ہونہ بھگڑوں کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کے
 لیے بھیج دیا۔ دوسرے شمالی چین کے 'چو' راجے گھرانے کے
 شہنشاہ وو۔ تی نے سن 574ء میں ہونہ وھاروں کو چار کر
 ہونہ دھرم کو غیر قانونی قرار دیا۔ اُس کے بعد سن 584ء
 میں تانگ راجے گھرانے کے شہنشاہ وو۔ تسنگ نے ہونہ مندوں
 اور سرورتوں کو تیز پھڑ قالا۔ چین میں عام طور پر یہ "ہین
 وو" سمراٹوں کا ہونہ دھرم پر نا جائز گناہ" کہہ کر پکڑ کیا جاتا
 ہے۔ لیکن اس طرح کی شاعی آفت صرف چار دروزہ دھی اور
 اُس سے ہونہ دھرم کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہونچا۔ اِس
 کے برخلاف چھٹی ہونہ دھرم کی تاریخ میں دو معرکے کے
 واقعات ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ چین میں ایک مرتبہ ایک
 "سمرات بھکو" اور دوسری مرتبہ ایک "بھکو سمرات" ہوئے
 ہیں۔ دکن راجے گھرانے کے شہنشاہ لیانگ۔ وو۔ تی نے تین مرتبہ
 اپنے شاہی تاج کو چھڑ کر "تونگ تسائی" مندر میں بھگڑوں
 کا لباس پہنا۔ اِس لئے اُسے سمرات بھکو کہا جاتا ہے۔
 اُس کی یادگار کے کھنڈرو ناندگ شہر میں اب تک ملتے ہیں۔
 "میں" راجے گھرانے کی ہلیان قالندہ والا قائی۔ تسو "ھوانگ
 چنگ" مندر کا ایک بھکو تھا۔ اُس نے ظالم منکول راجا کو
 چین سے کھدیو کر سارے چین کے شہنشاہ کا رتبہ حاصل کیا اور
 اِس طرح چھٹی تاریخ میں ایک سلہرا منکتہ چور دیا۔ اِس
 لئے قائی تسو "بھکو شہنشاہ" کہلاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اور دوسرے
 عالم اور پاک بھکو ہوئے ہیں جنہوں نے شہنشاہ کے مذہبی کاموں
 میں مدد دی ہے اور کامیابی کے ساتھ سماج میں انہوشاسن قائم رکھا
 ہے۔ ایسے بھگڑوں کی تعداد اِنلی ڈیادہ ہے یہ اُن کی شخصی چرچا
 کر سکا یہاں نامسکن ہے۔

महाराज साहिब ने एकाने करने, एकाने मिलाने में पच्छिमी कलालों की तरफ सारीफ के भाग आगे, सारीफ के भागों ने पच्छिमी कलालों की तरफ उनमें इन्कत पैदा की और इन्कत ने पैदा किया नकल करने का क्याल. समाप्त मुल्क में भोवाल सा आ गया. पुरानी सासीम और क्याल, पुरानी राजनीति और माली रवैया और पुराने सामाजिक रीत रिवाजों की जड़ें दिखाने लगीं और हमारे प्यारे पुराने मुल्क की पुरानी शानदार झड़कीय बरबाद होती हुई दिखाई देने लगी. क्यालात के इस खीफनाक तूफानी समन्दर में बौद्ध धर्म पहली मर्तबा सज्जबुली की गहराई में दिखाई देने लगा. चूँकि इसके पीछे एक इतना लम्बा इतिहास था और वह लोगों के दिलों पर इतनी गहरी जड़ जमा चुका था और उसके अन्दर कवर्चस्व मुमकिनाना थीं, इसलिये यह लाजमी था कि वह भीका पाकर फिर हरा भरा होगा.

[illegible]

اس وقت کے ہندو دھرم کے بہت بڑے نامور اور جانی منسوب
ہندو پجاریکے ہیں جن کے راشٹری سوشل ہندو دھرم کی وجہ
سے کوڑے مارے گئے اور انہوں نے اپنی جگہ دھرم میں خوشنما
سوشل سٹو پیڑی پر ایک بڑے عالمہاں دھار کی بھانڈائی ۔
اس طرح حال کے چین میں ہندو دھرم میں فکی جا رہے
اور ہندو انقلاب کے لئے بہت بڑی کنگڑاٹھی ہے ۔

اس سے ہونے انقلاب اور چینی ہونے دھرم کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (1) ہونے دھرم اور (2) ہونے تعلیم۔ جہاں تک ہونے دھرم کا تعلق ہے ملک میں ہونے سے جس دل لگے۔

1. چو - شہو - تسونگ (اہلی دھرم کوہی دل)
2. چھنگ - شہ - تسونگ (سنیہتہ دل)
3. لو - تسونگ (ونہہ دل)
4. فا - سنیاتگ - تسونگ (یوگ چار دل)
5. سان - لون - تسونگ (مادیاتک دل)
6. ہا - نین - تسونگ (اوتامسک دل)
7. ٹکین - قانی - تسونگ (سدھرم پرنقریک مہاپریفروان
8. چون - یٹین - تسونگ (ملبوہ دل)
9. تسنگ - بو - تسونگ (اہیتام دل) اور ۔
10. شان - تسونگ (دھیان دل) ۔

ان دسوں جماعتوں میں ہر ایک ہونہ دھرم کا جھنڈا پھرانے صرف ایسا ہی نچلی حق سمجھتا تھا اور دوسرے جماعت کی پرانی کرتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ آپسی وک ڈانٹ سے وہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں غلط پرچار کرتے تھے اور ہونہ دنیا میں لعنتی پھیلاتے تھے۔ خوش فہمی سے ان مختلف گروہوں میں دھوڑ دھوڑے اِنفاق قائم ہو گیا ہے اور اب نئی خاص فہمی ان کے درمیان دکھائی نہیں دیتی۔ ہونہ دھرم بنیادی جھنگ سے ایک ہے۔ اسے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا غلط ہے۔ ملک میں ہونہ دنیا آج زور زور سے سامنے آتا ہے اِنقلاب چلا رہے ہیں۔ انہوں نے مختلف صوبوں میں ہونہ جماعتیں قائم کی ہیں اور سارے چین کے ہونہوں کے لئے شنگھائی میں لچھلی ہونہ کینڈری سنگم قائم کیا ہے۔ سبھی جماعتوں نے اس کے ماتحت کام کرنے کا پکا ارادہ کیا ہے۔ اس طرح کی جماعت کی پرحد ضرورت تھی جو ایک طرف دھرم میں تبدیلی پیدا کرے اور دوسری طرف باہری سوانہ کو حل کرے۔ لیکن کینڈری سنگم میں ہلکے ہلکے دو دل بندہ نظر آتے ہیں—ایک تیز رفتار جماعت اور دوسری پرانی رہترواجوں والی جماعت۔ تیز رفتار جماعت نئے نئے سہاروں کی مانگ کر رہی ہے اور پرانی رہترواجوں والی جماعت پرانے سہاروں کے قائم رکھنے

...

...

...

...

...

...

رہتے ہیں۔ بौद्ध کرمکائنوں کو ماننے ہیں اور کبھی کبھی خود بودھ بیکس بن جاتے ہیں۔

چینی بौद्ध धर्म का एक अनोखा पहलू है जिसे लामा धर्म कहा जाता है। इसका प्रचार तिब्बत और मङ्गोलिया में ज्यादा है। लामा धर्म की पैदायशी जगह तिब्बत है। असलियत में यह बौद्ध धर्म की एक शाख है। चीनी ज़बान में इसे "बेन-पियेन-सुङ्ग" या "मन्त्र धर्म" कहा जाता है। इस पर तिब्बती रीत रिवाज की गहरी छाप है। तिब्बत ही दुनिया का एक ऐसा हमवार हिस्सा है जो चारों तरफ से बरफ़ीली पहाड़ियों से घिरा हुआ है। तिब्बत आम तौर पर और कुदरती नज़रिये से खुद ही ताज्जुबख़ेज और पुरइसरार है। तिब्बतियों का अपना ऐतबार और पुराना धर्म भी राज से भरा है और इसीलिये तिब्बतवालों को बौद्ध धर्म की यह मंतर जमाअत बेहद अच्छी लगी। असल में इस मंतर जमाअत के अन्दर एक गहरा राज छिपा हुआ है। यह तिब्बत वालों के भेद भरे मिजाज के मुताबिक़ पढ़ता है। पुराना तिब्बती धर्म और मंतर जमाअत आपस में इतने मिल जुल गये कि उन्होंने बौद्ध धर्म की एक नई शकल लामा धर्म की बुनियाद डाली। सातवीं सदी ईस्वी में तांग राजघराने के शुरू के ज़माने में पहली बार बौद्ध धर्म तिब्बत पहुँचा। उस वक्त तिब्बत चीन के मातहत खिराज देने वाला एक अलग राज था। तिब्बत के राजा "सुङ्ग-सान" ने तांग राजघराने की शहजादी "बेन-चेङ्ग" के साथ शादी की। बाद में इस तिब्बती राजा ने नेपाल की शहजादी "पेलिस्वू" के साथ शादी की। यह दोनों शहजादियाँ बौद्ध धर्म की सच्ची पैरोकार थीं। इन दोनों रानियों से तिब्बत राज इतना मुतासिर हुआ कि उन्होंने भी बौद्ध धर्म क़बूल कर लिया। दोनों रानियाँ अपने मैसे से बौद्ध धर्म के प्रचार के लिये कई बौद्ध ग्रंथ और बौद्ध मूर्तियाँ अपने साथ लाई थीं। इस तरह यह दोनों रानियाँ तिब्बत में बौद्ध धर्म की पहली प्रचारक समझी जाती हैं। अब भी तिब्बत की राजधानी ल्हासा में "ता-चाबु" यानी "महान मन्दिर" नामी एक आलीशान मन्दिर खड़ा हुआ है, जिसे चीनी शहजादी बेन-चेङ्ग ने बनवाया था और जिसमें अब तक उसकी एक सुनहली मूर्ति मौजूद है। तिब्बत में यही सब से पुराना मन्दिर समझा जाता है और लोग उसे निहायत पाक समझते हैं। हर साल नीरोख के दिन तमाम तिब्बती भिक्षु प्रार्थना और पूजा के लिये इस मन्दिर में जमा होते हैं। एक दूसरा मन्दिर नेपाली शहजादी पेलिस्वू का बनवाया हुआ है, जो "स्याओ-चाओ" यानी "हिना मन्दिर" कहलाता है। इस मन्दिर में नेपाली शहजादी की एक सुनहली मूर्ति अब तक मौजूद है। तिब्बती बड़े इज्जत के साथ इस मन्दिर को देखते हैं। ज़माने की रफ़्तार के साथ साथ भारत, नेपाल

कहते हैं, 'बुद्ध कर्म कान्डों को मानते हैं और कभी कभी खुद बुद्ध बने हुए हैं'।

چینی بودھ دھرم کا ایک انوکھا پہلو ہے جسے لاما دھرم کہا جاتا ہے۔ اس کا پرچار تبت اور منگولیا میں زیادہ ہے۔ لاما دھرم کی پیدائشی جگہ تبت ہے۔ اصلیت میں یہ بودھ دھرم کی ایک شاخ ہے۔ چینی زبان میں "چین-پٹین-تسونگ" یا "منتر دھرم" کہا جاتا ہے۔ اس پر تبتی ریت رواج کی گہری چھاپ ہے۔ تبت ہی دنیا کا ایک ایسا ہموار حصہ ہے جو چاروں طرف سے ہرنیلی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ تبت عام طور پر اور قدرتی نظریہ سے خود ہی تعجب خیز اور پراسرار ہے۔ تبتیوں کا اپنا اعتبار اور پورا دھرم بھی راز سے بھرا ہے اور اس لئے تبت والوں کو بودھ دھرم کی یہ منتر جماعت بے حد اچھی لگی۔ اصل میں اس منتر جماعت کے اندر ایک گہرا راز چھپا ہوا ہے۔ یہ تبت والوں کے بھید بھرے مزاج کے مطابق پڑتا ہے۔ پورا تبتی دھرم اور منتر جماعت آپس میں اتنے مل جل گئے کہ انہوں نے بودھ دھرم کی ایک نئی شکل لاما دھرم کی بنیاد ڈالی۔ ساتویں صدی عیسوی میں تانگ راج گھرانے کے شروع کے زمانہ میں پہلی بار بودھ دھرم تبت پہونچا۔ اُس وقت تبت چین کے ماتحت خراج دینے والا ایک الگ راج تھا۔ تبت کے راجا "سونگ-تسان" نے تانگ راج گھرانے کی شہزادی "بین چیونگ" کے ساتھ شادی کی۔ بعد میں اس تبتی راجا نے تبت کی شہزادی "پیلسیو" کے ساتھ شادی کی۔ یہ دونوں شہزادیاں بودھ دھرم کی سچی پیروکار تھیں۔ ان دونوں رانوں سے تبت راج اتنا متاثر ہوا کہ انہوں نے بھی بودھ دھرم قبول کر لیا۔ دونوں رانوں اپنے مہم سے بودھ دھرم کے پوجار کے لئے کئی بودھ گرتھ اور بودھ مورتیاں اپنے ساتھ لائی تھیں۔ اس طرح یہ دونوں رانیاں تبت میں بودھ دھرم کی پہلی پوجارک سمجھی جاتی ہیں۔ اب بھی تبت کی راجدھانی لہاسا میں "تا-چاو" یعنی "مہان مندر" نامی ایک عالی شان مند کھڑا ہوا ہے جسے چینی شہزادی بین-چیونگ نے بنوایا تھا اور جس میں اب تک اُس کی ایک سنہلی مورتی موجود ہے۔ تبت میں بھی سب سے پرانا مندر سمجھا جاتا ہے اور لوگ اسے نہایت پاک سمجھتے ہیں۔ ہر سال نوروز کے دن تمام تبتی بھکھو پڑتھنا اور پوجا کے لئے اس مندر میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرا مندر نیپالی شہزادی پیلسیو کا بنوایا ہوا ہے جو "مہا-چاو" یعنی "مہا مندر" کہلاتا ہے۔ اس مندر میں نیپالی شہزادی کی ایک سنہلی مورتی اب تک موجود ہے۔ تبتی بڑے عزت کے ساتھ اس مندر کو دیکھتے ہیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بھارت،

چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی لکھت کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمے کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک ایک تبتی لکھت بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چینی زبان میں تبتی بودھ دھرم کا خزانہ بڑا ہوا ہے۔ چھین میں یوان اچ گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان شہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ یوان سے انہیں راج دھرم کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھین میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہڈ پھوڑ ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے سادھارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سادھارک نے عیسائی دھرم کے سادھارک ”مارٹن لوتھر“ کے سادھاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کام اور ان کے عادتیں اُس وقت تک ایسی ہو گئی تھیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہوئی لگی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے برا دلی صدمہ پہونچا اور اُس نے سادھار کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سادھار کیا اور تریب وریب ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ دھرم سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اُس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سادھار کے بعد وہ پہلا کوڑا پہنتے تھے اور اُس لئے ’پیلے لاما‘ کہلاتے تھے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن اُن کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی سادھار کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے ایسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لال لاما‘ اور ’پلسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پلسن لاما گدی پر بیٹھے چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئی سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھین میں بودھ دھرم کی منتظر جماعت پرچار کرتے آئے تھے اور اُن کا چینی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

اور چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی لکھت کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمے کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک ایک تبتی لکھت بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چینی زبان میں تبتی بودھ دھرم کا خزانہ بڑا ہوا ہے۔ چھین میں یوان اچ گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان شہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ یوان سے انہیں راج دھرم کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھین میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہڈ پھوڑ ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے سادھارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سادھارک نے عیسائی دھرم کے سادھارک ”مارٹن لوتھر“ کے سادھاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کام اور ان کے عادتیں اُس وقت تک ایسی ہو گئی تھیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہوئی لگی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے برا دلی صدمہ پہونچا اور اُس نے سادھار کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سادھار کیا اور تریب وریب ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ دھرم سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اُس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سادھار کے بعد وہ پہلا کوڑا پہنتے تھے اور اُس لئے ’پیلے لاما‘ کہلاتے تھے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن اُن کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی سادھار کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے ایسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لال لاما‘ اور ’پلسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پلسن لاما گدی پر بیٹھے چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئی سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھین میں بودھ دھرم کی منتظر جماعت پرچار کرتے آئے تھے اور اُن کا چینی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

بودھ دھرم نے چھین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُسے مان کر سکنا ناممکن ہے۔ مان اور تانگ راج گھرانے

بودھ دھرم نے چین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُسے بیان کر سکانا ناممکن ہے۔ مان اور تانگ راج گھرانے

ہے۔ وہاں سے چین کے کھانا، تاجی، ادب، کاریگری، زبان، رسمو رواج، گہرے خواب اور رोजمری کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا असर ڈالا ہے۔ جیندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے असर سے अछूता بچا ہو۔ आजکل کی चीनी تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहजीब है. आजकल की चीनी जिनंदगी ज्यादातर बौद्ध जिनंदगी है. चीनी प्रजातन्त्र के सभापति से लेकर मामूली जनता तक एक भी ऐसा आदमी नहीं है जो भगवान बुद्ध के नाम से नाआशना हो या जो "नमो अमिताभ्य बुद्धाय: "मन्त्र का तलफुज न करता हो. चारों तरफ चीनी ज़बानों से यह मन्त्र सुनाई पड़ता है. इसी से अंदाज़ा किया जा सकता है कि चीन में बौद्ध धर्म का कितना ज़बर्दस्त असर पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 ज़बानों का आसरा लेना पड़ेगा—प्राची, चीनी और तिब्बती. चूँकि चीनी और तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी ज़बान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफ़सोस का मुक़ाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी ज़बानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ़ अपनी मादरी ज़बान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी ज़बान जानते हों या जिन्हें चीनी ज़बान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी ख़जाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाज़ा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी ज़बान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तारीक के क़ाबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी ज़बानों का मुश्तरक़ा मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी ज़बान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफ़सोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तारीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पढ़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी ज़बान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी ज़बान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का ख़जाना लोगों का ख़याल अपनी तरफ़ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अमेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

के وقت से چین کے خیالات، تعلیم، ادب، کاریگری، زبان، رسم و رواج، غور و خوض اور روز مرہ کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا اثر ڈالا ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے اثر سے اچھوتا بچا ہو۔ آجکل کی چینی تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहजीब है. آجکل کی چینی زندگی ज्यादातर बौद्ध زندگی है. چینی پرجاتنتر کے سभापति سے लेकर ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو بھگوان بده के नाम से ना آشنا हो یا جو "नमो अमिताभ्य बुद्धाय: "मन्त्र का तलफुज न करता हो. चारों तरफ चिनी زبانوں से ये मन्त्र सुनाई पड़ता है. इसी से अंदाज़ा किया जा सकता है कि चिन में बौद्ध धर्म का कितना ज़बर्दस्त असर पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 ज़बानों का आसरा लेना पड़ेगा—प्राची, चीनी और तिब्बती. चूँकि चीनी और तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी ज़बान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफ़सोस का मुक़ाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी ज़बानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ़ अपनी मादरी ज़बान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी ज़बान जानते हों या जिन्हें चीनी ज़बान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी ख़जाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाज़ा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी ज़बान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तारीक के क़ाबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी ज़बानों का मुश्तरक़ा मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी ज़बान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफ़सोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तारीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पढ़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी ज़बान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी ज़बान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का ख़जाना लोगों का ख़याल अपनी तरफ़ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अमेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

میں یونیورسٹیوں کی بولی بولی کی دیکھا لینے کے لیے چین آئے۔ آج کل کے چینی ہونے دھرم کی تاریخ میں یہ ایک زبردست واقعہ ہے۔

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں ہونے دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کسے پیدا کر سکتا ہے اور چین ہونے دھرم کی اتنی ترقی اور بڑھار کسے دے سکتا ہے؟ اس کا جواب میں چینی جنتا کی راجکاری تہذیب کے اندر دھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب جنتا کی راجکاری تہذیب کے اندر دھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بھی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں اہمیت اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھد بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہوشیہ سے چین کی ایک مہاسگر سے اپنا دیکر چینوں کے رہن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب نے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی دھرم گرتے میں لکھا ہے ”دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیموں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھد بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔“ اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے ہونے دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے ہونے دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیام بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاداد بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس مائجڑا جیندگی کی ناپایداری سے سبھی باکیف ہوں رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستا اب انہیں بھرتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں ہونے دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رہن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونے دھرم کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ ہونے دھرم کے دیشی پرچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونے دھرم کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ ہونے دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونے دھرم اس سہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں ہونے دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کسے پیدا کر سکتا ہے اور چین ہونے دھرم کی اتنی ترقی اور بڑھار کسے دے سکتا ہے؟ اس کا جواب میں چینی جنتا کی راجکاری تہذیب کے اندر دھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بھی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں اہمیت اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھد بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہوشیہ سے چین کی ایک مہاسگر سے اپنا دیکر چینوں کے رہن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب نے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی دھرم گرتے میں لکھا ہے ”دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیموں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھد بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔“ اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے ہونے دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے ہونے دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیام بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاداد بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس مائجڑا جیندگی کی ناپائداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بھرتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں ہونے دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رہن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونے دھرم کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ ہونے دھرم کے دیشی پرچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونے دھرم کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ ہونے دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونے دھرم اس سہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

شری ٹی۔ ویملائانند ام۔ ۲۰

شری ٹی۔ ویملائانند ام۔ ۲۰

بہت سے اہمکاروں کی یہ رائے تھی کہ جب تک سکندر اپنی بھائی فوج کے ساتھ ویس فوجی کے کنارے پر نہیں پہنچتا تب تک بھارت پچھلی دنیا کے لئے ایک راہ تھا۔ بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا پہلا سکندر کو ہی دیا جاتا ہے۔ یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جنگ کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا۔ بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چند گت سامنے آئے۔ چند گت نے سہلوس کے زبردست حملہ کیا۔ چند گت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا۔ اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہنچ گیا۔ اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھلی سیاسی جماعتوں کی نقل کی۔ اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا۔ جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھلی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی۔ مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ ٹھیک ہونا کہا ہوگا۔ یہ بھارتی حکومت کرنے والے اقل بھارتیہ اور ان کا راج اقل بھارتیہ تھا کہ ان کے ہمعصر و پیشروں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں نظر کا خیال ہوتا ہوگا۔ دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا۔

بہت سے اہمکاروں کی یہ رائے تھی کہ جب تک سکندر اپنی بھائی فوج کے ساتھ ویس فوجی کے کنارے پر نہیں پہنچتا تب تک بھارت پچھلی دنیا کے لئے ایک راہ تھا۔ بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا پہلا سکندر کو ہی دیا جاتا ہے۔ یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جنگ کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا۔ بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چند گت سامنے آئے۔ چند گت نے سہلوس کے زبردست حملہ کیا۔ چند گت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا۔ اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہنچ گیا۔ اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھلی سیاسی جماعتوں کی نقل کی۔ اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا۔ جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھلی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی۔ مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ ٹھیک ہونا کہا ہوگا۔ یہ بھارتی حکومت کرنے والے اقل بھارتیہ اور ان کا راج اقل بھارتیہ تھا کہ ان کے ہمعصر و پیشروں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں نظر کا خیال ہوتا ہوگا۔ دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا۔

ہرودت نامی یونانی اہمکار—جس کا جنم ۴۸۴ ق۔ م میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گھرے تھے۔ ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تھر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے۔ یہ ثابت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالہاس میں جنگ کی تھی۔ وہ جنگ تواریخ میں اپنی خاصی

ہرودت نامی یونانی اہمکار—جس کا جنم ۴۸۴ ق۔ م میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گھرے تھے۔ ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تھر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے۔ یہ ثابت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالہاس میں جنگ کی تھی۔ وہ جنگ تواریخ میں اپنی خاصی

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری فوج کے ساتھ تھے۔ اسی سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ روم (ہیرومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدائش) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں پیتھیا گور کا دھرم بودہ اور چین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیتھیا گور کو آپندشوں کی جانکاری تھی۔ "یونانی وچاری" نامی اپنی کتاب میں لکھتا ہے— "اِس میں کوئی شک نہیں کہ پیتھیا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہم عصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پیتھیا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے— "ایوبیسیس اپنے ہم عصر لیکھیک ہرمونپیس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹیس جائز سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہنس کر کہا— "جب تک آپشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم کس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے— "اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتے کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندریر کے کلمینٹ نے جو عسری سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادبوں میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندریر میں بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودھوں کے قرضدار

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری فوج کے ساتھ تھے۔ اسی سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ روم (ہیرومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدائش) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں پیتھیا گور کا دھرم بودہ اور چین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیتھیا گور کو آپندشوں کی جانکاری تھی۔ "یونانی وچاری" نامی اپنی کتاب میں لکھتا ہے— "اِس میں کوئی شک نہیں کہ پیتھیا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہم عصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پیتھیا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے— "ایوبیسیس اپنے ہم عصر لیکھیک ہرمونپیس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹیس جائز سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہنس کر کہا— "جب تک آپشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم کس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے— "اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتے کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندریر کے کلمینٹ نے جو عسری سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادبوں میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندریر میں بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودھوں کے قرضدار

۳. آگے سے لکھتے ہیں کہ بودہ کے پیروکار (تلمیذ) میں پتہ ہمارے کرتے ہیں اور میڈس جیسے مکتبوں کی پوجا کرتے ہیں جن میں ان کے دیوتا (بھگوان بودہ) کی ہتھیاں دفن ہیں۔ بودہ لوگ اپنی بھکتی کی وجہ سے اپنے گرو کو دیوتا کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

اس تہذیب سے دنیا کے اس حصہ میں بودہ پشہواؤں کے کاموں کے اوپر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وقت دوسرے بودہ راجا کنشک کا نمونہ ہوا۔ اس کے راج کی حد رومن راج سے بائیس سو میل تک تھی۔ رومنوں سے کنشک کا میل چل تھا۔ اسکندریہ ناسٹک مذہب کے پیروکار کے لئے وسیع مہمان ہوا۔ ملک ملک سے آئے تجارت کرنے والے وہاں پر ملتے تھے۔ وہیں پر قالہمی نے دنیا کے مشہور کتب خانہ کو قائم کیا تھا۔ عیسائی مذہب کے پیروکار کی وجہ سے ایٹینس تعلیمی کھنڈر نہیں رہا۔ نتیجہ کی شکل میں اسکندریہ کو ترقی کی چوٹی پر پہنچانے کا مقدور حاصل ہوا۔ بہت حد تک ناسٹک مذہب آجکل کی تہذیب سے ملتا جلتا ہے۔ ناسٹک مذہب کا بھان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ یونانی لباس میں ایک پرانا مذہب ہے۔ ناسٹک مذہب کا نچھوڑ ہے۔ ”دہ اور قہ“۔ یہ بھگوان بودہ کے چار آریہ سنگھوں کا حصہ سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

ہندوستان کی کلبور پر بونڈ مذہب کی چھاپ

ہندوستان کی کلبور پر بونڈ مذہب کی چھاپ

آچاریہ دھرممانند کو سبھی

آچاریہ دھرممانند کو سبھی

اھنسا دھرم کا ذریعہ

اھنسا دھرم کا ذریعہ

اھنسا دھرم کے ماتحت آریہ لوگوں نے سہت سندھو (سندھ) اور پنجاب کا (ملک) فکھ کیا اور اس ملک میں یکہ کرنے کی فلسفی کو بہت بڑھاوا دیا۔ اُس وقت وسطی ہندستان میں دریائی کے ذریعہ یکہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اھنسا دھرم نے اس ملک پر حملہ کیا اور اُسے دیو کی کے ہتھ کرشن نے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ بات خاص رگوب میں آئی ہے۔ اھنسا دھرم کے حملے میں صرف ملک چیتھ کی بات نہیں تھی، اُس میں فلسفی کا چھپا بھی تھا۔ یکہ یاک کی فلسفی کرشن پسند کرتے تو شاید یہ حملہ نہ ہوتا۔

اھنسا دھرم کے ماتحت آریہ لوگوں نے سہت سندھو (سندھ) اور پنجاب کا (ملک) فکھ کیا اور اس ملک میں یکہ کرنے کی فلسفی کو بہت بڑھاوا دیا۔ اُس وقت وسطی ہندستان میں دریائی کے ذریعہ یکہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اھنسا دھرم نے اس ملک پر حملہ کیا اور اُسے دیو کی کے ہتھ کرشن نے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ بات خاص رگوب میں آئی ہے۔ اھنسا دھرم کے حملے میں صرف ملک چیتھ کی بات نہیں تھی، اُس میں فلسفی کا چھپا بھی تھا۔ یکہ یاک کی فلسفی کرشن پسند کرتے تو شاید یہ حملہ نہ ہوتا۔

کرشن کو گھور اھنسا دھرم نے روحانی عبادت کی تعلیم دی۔ اُس دھرم کی اھرت عبادت، خیرات، نیک افعال، اھنسا اور راست گوئی تھی۔ (اٹھ لیتوی دانتارجمہنسا ستیہ وچن متی تا اسیہ دکنشہ: چھاندوگیہ اہنشد 3-17-4-6)۔ جوں مذہبی نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ کرشن کے گرد تھتھتھر نویدیتھ اور گھور اھنسا دھرم دنوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ یہ بھی ہو اُس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندستان پر ویدوں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا اھنسا دھرم رائج تھا اور اُس کے سب سے بڑے پھورگار دیو کی کے ہتھ کرشن تھے۔

کرشن کو گھور اھنسا دھرم نے روحانی عبادت کی تعلیم دی۔ اُس دھرم کی اھرت عبادت، خیرات، نیک افعال، اھنسا اور راست گوئی تھی۔ (اٹھ لیتوی دانتارجمہنسا ستیہ وچن متی تا اسیہ دکنشہ: چھاندوگیہ اہنشد 3-17-4-6)۔ جوں مذہبی نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ کرشن کے گرد تھتھتھر نویدیتھ اور گھور اھنسا دھرم دنوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ یہ بھی ہو اُس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندستان پر ویدوں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا اھنسا دھرم رائج تھا اور اُس کے سب سے بڑے پھورگار دیو کی کے ہتھ کرشن تھے۔

جہنوں کے استانانگ سوتھ میں (صفحہ 266) یہ بات آئی ہے کہ بھارت اور اھروت ملکوں میں پہلا اور آخری چھور کو ہاتی تھتھتھر چھوریاہم دھرم کا اھدیش اُس طرح دیتھ ہیں—سب جائداروں کی قربانی کا چھورنا، اُسی طرح چھوت کا چھورنا، سب اھتادان (چھوری وغیرہ) کا چھورنا، سب بھردھا اھانوں (بریکرھوں) کا چھورنا۔ یہ فرضی کہانی ہو سکتی ہے؛ پر چھاندوگیہ اہنشد میں گھور اھنسا دھرم کی جو نصیحت ہے، اُس سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اُس کہانی سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت میں وسطی ہندستان میں اھنسا کا مطلب لوگ جانتے تھے۔

جہنوں کے استانانگ سوتھ میں (صفحہ 266) یہ بات آئی ہے کہ بھارت اور اھروت ملکوں میں پہلا اور آخری چھور کو ہاتی تھتھتھر چھوریاہم دھرم کا اھدیش اُس طرح دیتھ ہیں—سب جائداروں کی قربانی کا چھورنا، اُسی طرح چھوت کا چھورنا، سب اھتادان (چھوری وغیرہ) کا چھورنا، سب بھردھا اھانوں (بریکرھوں) کا چھورنا۔ یہ فرضی کہانی ہو سکتی ہے؛ پر چھاندوگیہ اہنشد میں گھور اھنسا دھرم کی جو نصیحت ہے، اُس سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اُس کہانی سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت میں وسطی ہندستان میں اھنسا کا مطلب لوگ جانتے تھے۔

منجھی منکایہ کے (بارھوں) مہاسیناد سوتھ میں بدھ کے بونھستاستھا (قبل پھدانھوں) میں چار طرح کی عبادت کا عمل کرنے کا بیان ملتا ہے۔ عبادت کے چار طریقے یعنی تھسوتھا، روکشیتھا، چکوپسا اور پوروپکنا

منجھی منکایہ کے (بارھوں) مہاسیناد سوتھ میں بدھ کے بونھستاستھا (قبل پھدانھوں) میں چار طرح کی عبادت کا عمل کرنے کا بیان ملتا ہے۔ عبادت کے چار طریقے یعنی تھسوتھا، روکشیتھا، چکوپسا اور پوروپکنا

ہیں۔ ننگے رہنا، ہتھیلیوں کے اوپر ہی بیٹھ کر ٹھکانا، بال تود کے نیکالنا، کاٹوں کی کھٹا پر لٹونا، ویرا اس طرح کی جیسمانی تکلیف برداشت کرنے کو تپسویتا کہتے تھے۔ کئی سال کی بھل بھائی ہی بدن پر پڑی رہنے دینا اور اسکو کوئی نہ نکالے اسکو رخصت کہتے تھے۔ اس رخصت کی زیادتی کی مثال پورنوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رشی لوگوں کے جسم پر دیمک کا گھر بننا اور صرف ان کی آنکھوں باہر دکھائی دینے کے بیانات آتے ہیں۔ پانی کی بوند تک پر بھی رجم کرنا، اس کو چومکھسا کہتے تھے—جو گوکھسا یعنی ہنسا (ہنیا) سے نفرت۔

ان باتوں سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ اہنسا یا دیا کو عبادت کا ایک طریقہ مانتے تھے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے بدھ کے پہلے موجود تھے۔ ان لوگوں میں کرشن کے گرو گورو آنکھوس—جینوں کے کہنے کے مطابق—کا ہونا ممکن ہے۔ پر ان کے پاس گروہ نہیں تھے اور جماعتی تہنک سے وہ اہنسا کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے گرو دیس میں یکہ یاگ کی اہمیت بڑھ گئی اور اہنسا کے خیالات پھیل گئے۔

زیادہ تر مغربی عالموں کی یہ رائے ہے کہ جینوں کے 23 ویں تہرتھکر پاشرو نارہتی شخص تھے۔ ان کی زندگی میں بھی کالہک باتوں میں ہی؛ مگر پہلے تہرتھکروں کی زندگی میں جو باتوں میں، ان سے بہت کم تھیں۔ اس سب میں خاص تاریخی بات یہ ہے کہ چوبیسویں تہرتھکر وردھمان کے 178 سال پہلے پاشرو تہرتھکر کی مکتی (موت) ہوئی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تہرتھکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تہرتھکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تہرتھکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تہرتھکو شرموں کی جماعت (مکھ) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

اچھی طرح لکھی ہوئی ؛ کیونکہ بندہ کو بھی اپنے پہلے چیلوں کو کھوجانے کے لئے وارانسی جانا پڑا ، پاشورو کا دھرم یعنی پہلے کہی ہوئی انیس ، سچائی ، استیہ اور ایوبکرہ ان چار اصولوں کا تھا۔ اتنے پرانے زمانے میں اھنسا کو اتنی زبردست شکل دینے کی یہ پہلی ہی مثال ہے ۔

تفلیس پہاڑ پر موسیٰ کو خدا نے جو دس فرمان سنائے، ان میں قربانی مت کرو! اس کا بھی فرمان تھا۔ پر اُن احکام کو سن کر موسیٰ اور اُس کے شاگرد پیدستاین میں گھسے اور وہاں خوں کی ندیاں بہائیں! کتنے لوگوں کو قتل کیا اور کتنی نوجوان عورتوں کو پتھر کر آپس میں تقسیم کر لیا، اِن باتیں کو اٹنسا کہتا ہو تو پھر اٹنسا کسے کہا جائے؟ مطلب یہ ہے کہ پلٹرو کے پہلے دنیا میں سچی اٹنسا سے بھرا ہوا دھرم یا اصلیت بھی ہی نہیں۔

یاشرو منی نے ایک اور بھی بات کی ۔ انہوں نے اہنسا کو سچائی، استیکہ اور اُردیکہ ان تینوں اصولوں کے ساتھ جکڑ دیا ۔ اس وجہ سے پہلے جو اہنسا رشی منہوں کے پیروہارنک ہی تھے اور جنتا کے ہرٹاؤ میں جس کی کوئی جکھ نہ تھی، وہ اب ان اصولوں کی وجہ سے ساماچک یا پوہار والی چوڑ ہو گئی ۔

پاشرو منی نے تیسری بات یہ کی کہ اپنے نمہ دھرم کے پرچار
 کے لئے سنگھ بنایا۔ دہدہ دشن سے ہمیں اس بات کا پتہ لگتا ہے
 کہ دہدہ نے وقت جو چاہے، عتیں موجود تھیں، اُن سب میں چین
 سادھو اور سادھو عورتوں کی جماعت سب سے بڑی تھی۔

اُدپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ رشی مہیوں کی تہسپا کی
شال والی افسا سے پاشرومنی کی دنیاری بھائی کی افسا کا
جنم ہوا۔

ہندہ کی مختصر سوانح عمری (چوٹی)

بدھ کے ہمارے میں بہت سی جانکاری آجکل عام لوگوں کو حاصل ہیں، پھر بھی زیادہ تر بدھ جیونی ”بدھ چرت کارہ“ اور ”المت وسکر“ ان دو گرنہوں کے سہارے پر لکھے جانے کی وجہ سے ایسی زبانی کہانیوں سے، جیسے بدھ ایک بڑے راجا کا بیٹا تھا وغیرہ، بالکل فرضی نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں پالی گرنہوں کی بنا پر مستحکم میں بدھ جیونی دے دینا مناسب جان پڑتا ہے۔

کوسل دیہے کے اتر میں شاکبہ چیتروں کا ایک چھوٹا سا
برجائنٹر (ڈیموکریٹک) راج تھا۔ اُس وقت اِس طرح کے
تین چار راج تھے۔ اِن برجائنٹر راجوں میں حکومت ہر اہل
چلنے والی چیز نہیں تھی۔ گاؤں گاؤں کے زمیندار ہوتے تھے
جو راجا کہلاتے تھے۔ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنا

ایک حکیم چنوتے تھے جو مہاراج کھلاتا تھا۔ وہ کسی مقرر وقت کے لئے نہیں چننا جاتا تھا۔ جب تک اسے سب راجاؤں کی رائے (دوکت) حاصل رہتی تھی تب تک وہ حکام کا کام کرتا تھا۔ ورنہ دوسرا انسر چننا جاتا تھا۔ کوئی بڑا کام آپزنی پر سارے راج سنگھ کی رائے لی جاتا تو تھی، دوسرے کام یہ انسر اور سہ سالہ وغیرہ کیا کرتے تھے۔

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کھلوسٹو کے شاکیوں کی آوازیں مچ چکی تھیں۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو یہاں سے دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں نے حق نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدہ دیہ کے پہلے انک راجاؤں کی بی بی کی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کٹھی دیہ کی بھی آزادی چھین کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پاوا اور کوشی نارا کے ملبے کے دو اور وبشالی کے راجوں کا ایک، اس طرح تین پچانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شدودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بده کا) جنم ہوا۔ بده چوت کاوتھ اور لیت وسار میں اسے سوارتھ سدھی اور سدھارتھ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پہلے پالی گرنہوں میں نہیں تھے بلکہ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی ان کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چھوٹی بہن) ان کی موسی مہاپرجاتی گرنہی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذکر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاپرجاتی نے ہی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جھوے' کی عبارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی لہرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگچاریہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کھلوسٹو کے شاکیوں کی آوازیں مچ چکی تھیں۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو یہاں سے دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں نے حق نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدہ دیہ کے پہلے انک راجاؤں کی بی بی کی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کٹھی دیہ کی بھی آزادی چھین کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پاوا اور کوشی نارا کے ملبے کے دو اور وبشالی کے راجوں کا ایک، اس طرح تین پچانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شدودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بده کا) جنم ہوا۔ بده چوت کاوتھ اور لیت وسار میں اسے سوارتھ سدھی اور سدھارتھ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پہلے پالی گرنہوں میں نہیں تھے بلکہ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی ان کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چھوٹی بہن) ان کی موسی مہاپرجاتی گرنہی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذکر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاپرجاتی نے ہی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جھوے' کی عبارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی لہرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگچاریہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

درجوں کا آپدھی دیتا تھا اور دوسرا آٹھ درجے کا۔ آثار کا لم کا ایک آدمی کلہوستانو شہر کے پاس تھا۔ وہاں جا کر گوتم یوگا بھاس کرنے لگے اور انہوں نے یوگ کے پہلے درجے (پرتھم دھیان) کی شق کی۔

شدھودھن راجا اور اور دوسرے شاکینہ رُچے خود کھیت میں
جا کر کھیتی کا کام کرتے تھے اور نوکر چاکروں سے بھی کام کراتے تھے ۔
سی طرح گوتم بھی خود کھیتی کرتے اور کرواتے تھے ۔ مگر اُن
میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ کھیت پر فرصت کے وقت ایک
جامن کے پوڑے کے نیچے بیٹھ کر اُپر کہہ ہوئے بدھماں کی
مشق کرتے تھے ۔ جانک اُنہ کہتا میں اِس کے بارے میں عجیب
اثرِ ذکر موجود ہیں ۔

اب یہ سوال آیا کہ گوتم نے 29 سال کی عمر میں گھر
 یوں چھوڑا ؟ لالت وستر وغیرہ گرتھوں میں اس کے جو
 چھوٹے دئے گئے تھے انہیں صرف کوری کلہانائیں تھیں سمجھنا
 چاہئے . 29 سال کے اپنے ہاتھ سے کھیتی کر کے والے آدمی نے
 تھکا، بیمار اور مردہ نہ دیکھا ہو، یہ ممکن نہیں ہے . بڑھاپا،
 مصیبت اور موت کے خیمات گوتم کے دل میں ضرور آتے ہونگے،
 لیکن مکان سے کنارہ کشی کے لئے یہ وجہیں کافی تھیں .

شاکیوں کے پڑوسی اور رشتہ دار کو لیتے راجے تھے۔ دے بھی
نوسل راج کے ماتحت ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی شاکیوں اور کولہوں
میں روہلی ندی کے پانی کے بارے میں بار بار جنگ ہوا کرتی
ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دونوں کو ہی کھیتی کے لئے
اپنی پانی نہیں ملتا تھا اور آپس میں لڑنے سے بہت نقصان
ہونے کے علاوہ کوسل راج کو ان چھوٹے راجوں کے اندرونی
مذہبست میں داخل دینے کا بار بار موقع ملتا تھا۔ اس لئے یہ
چھوٹا گوتم کو ہوا لکنا قدرتی تھا۔ آخر میں کسی موقع پر
کولہوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے گوتم نے صاف انکار کر دیا۔ اس
سے ایک مشکل معاملہ دھڑا ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونے والا
ہوا کہ شہر دھن کے سارے خاندان کو شاکیہ دیہ سے جلاوطن
لے جانا۔ اس مصیبت کے چھٹکارا پانے کے لئے ایک ہی راستہ
بھا کہ گوتم پر پیروراجک (سادھو) ہو جائے اور انہوں نے اسی راستہ کو
منظور کیا۔ ہتھیار اٹھانا چھتریوں کا دھرم ہے، یہ کہہ کر ان کے
دوستوں اور ہفتدوں نے ضرور کوشش کی ہوئی۔ لیکن ارجن
کی طرح گوتم کا یہ ذرا سا دیراگہ کا جوش نہ تھا۔ اس لئے خود
بھگوان بھی گوتم کو ہتھیار اٹھانے کے لئے مجبور نہیں
کر سکتے تھے۔

شاہیہ اور کولیدوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرجائیدار راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

ہنگ راجوں کو جیتکر مگادھ مہاراجا نے اپنے مندرجہ ذیل میں شامل کر لیا تھا۔ کاشی راجاؤں، شاکوں اور کالینوں کو جیتکر کوسل مہاراجا نے اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ کیر بھی کاشی کے فرزند کے نام پر آپس میں لڑتے رہنا کتنی بڑی بات تھی! اور وہ گوتام کو پسند نہیں ہوا، اس میں تعجب ہی کیا۔

گوتام سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لیے ہجرت دینا مامولی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہا پرما جاپتی گوتامی اور شوبھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا تصور آسان بیان منجھی منجھکے کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتام کو اجازت دی اور گوتام آڈارکالم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتام کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا آستہ نہیں ہوجتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ ان کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہنے سے گوتام کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی پڑتی ہے۔

آڈار کالام کے دھیان مارگ سے دھرم دھرم دھرم کا سوال حل نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اس کو چھوڑ کر آڈرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے آڈرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتام آج گروہ کو چلے گئے۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنگھ کے نیٹاؤں اس شہر کے آس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ ان نیٹاؤں کا دھرم ابدیہ سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتام کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیٹا نئی طرح کے آتمواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیٹا آتما (روح) کو مر اور دوسرے نڈا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اس طرح آتما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہندو کے جانب نڈرت اور کس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتام نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دھرم دھرم دھرم راستہ نہیں ملے گا۔ اس لئے راجگروہ کو چھوڑ کر وہ آڈرک (آجکل کی کیا) کی طرف لے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ ان کے آس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ ان سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

گوتام سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لئے اجازت دینا معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہا پرما جاپتی گوتامی اور شوبھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا تصور آسان بیان منجھی منجھکے کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتام کو اجازت دی اور گوتام آڈارکالم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتام کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا آستہ نہیں ہوجتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ ان کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہنے سے گوتام کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی پڑتی ہے۔

آڈار کالام کے دھیان مارگ سے دھرم دھرم دھرم کا سوال حل نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اس کو چھوڑ کر آڈرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے آڈرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتام آج گروہ کو چلے گئے۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنگھ کے نیٹاؤں اس شہر کے آس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ ان نیٹاؤں کا دھرم ابدیہ سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتام کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیٹا نئی طرح کے آتمواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیٹا آتما (روح) کو مر اور دوسرے نڈا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اس طرح آتما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہندو کے جانب نڈرت اور کس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتام نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دھرم دھرم دھرم راستہ نہیں ملے گا۔ اس لئے راجگروہ کو چھوڑ کر وہ آڈرک (آجکل کی کیا) کی طرف لے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ ان کے آس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ ان سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

آخر کار گوتام اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

آخر کار گوتام اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

جماعت میں سب سے بڑا خطرہ آنمواد سے ہے۔ اِننا تھاک اور نہ پا کرے بھی آنمواد کے جال میں پھنس جالے سے شرمین دنیا کے چھڑوں سے چھٹکارے کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ اِس لئے آنمواد کے میل کے علاوہ کوئی راستہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات اُن کے من میں یہ آئی کہ شرمینوں کا سب طرح کا اصول اور ٹیک چلنی مناسب ہونے پر ہی تپ بیکار ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (ساधू) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ اِن کی راہ پر اُنہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار اُچھل جسم بدھ گیا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہرے کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنیا کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں اُڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اِس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہوجاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اِس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر ہیچ کا راستہ چار آریہ ستیوں (اصلیتوں) کا ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (ساधू) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ اِن کی راہ پر اُنہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار اُچھل جسم بدھ گیا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہرے کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنیا کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں اُڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اِس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہوجاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اِس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر ہیچ کا راستہ چار آریہ ستیوں (اصلیتوں) کا ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھائیں، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنائیک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھائیں، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنائیک مارگ یہ ہے۔

سمنیہک دہشتی، سمنیہک سٹکلپ، سمنیہک واکا، سمنیہک کرمانت، سمنیہک آجیو، سمنیہک ویاہام، سمنیہک اِسمرتی اور سمنیہک سمانہی۔

سمنیہک دہشتی، سمنیہک سٹکلپ، سمنیہک واکا، سمنیہک کرمانت، سمنیہک آجیو، سمنیہک ویاہام، سمنیہک اِسمرتی اور سمنیہک سمانہی۔

اِس راستے کا मतलब یہ ہے کہ آدمی آدمی کے ساتھ جسم، زبان اور دل سے وقت کے مطابق ہرناؤ کر اپنی پیاس کو مٹا دے۔ اِسی راستے سے آدمی آدمی میں، خاندان

اِس راستے کا मतलब یہ ہے کہ آدمی آدمی کے ساتھ جسم، زبان اور دل سے وقت کے مطابق ہرناؤ کر اپنی پیاس کو مٹا دے۔ اِسی راستے سے آدمی آدمی میں، خاندان

خاندان میں اور ملک ملک میں جو ملائے بٹتے ہیں، وہ سب میت سکتے ہیں۔ سیکر شاکیوں اور کولہوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھونڈ نکالنے سے گوتم کا دل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتم بدھ تو ہو گئے، لیکن انکا نیا راستا مننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ من کر کوئی بھی صوفی ہو سکتا تھا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہی کہ شاید جو پانچ سادھو گوتم کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتم بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گھا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتا لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سمجھانے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے پیروکاروں میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیٹا بھی بدھ سے بہت بڑھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی (مدریہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بیچ کے دیہی) میں بیچ کے طبقہ کے لوگوں نے اُن کے سنگ کے لئے بہت سے وعار لخواہ۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بدھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں ہندوئی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرفت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ باہرو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹرائٹک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھرتی سمجھنا چاہئے۔ لیکن اُس کے ساتھ جہن صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جہن آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگ تھے اُن میں ایک جیلوں کو چھوڑ کر بانی سب سنگ کچھ صدیوں میں ہی مت گئے۔

خاندان میں اور ملک ملک میں جو ملائے بٹتے ہیں، وہ سب میت سکتے ہیں۔ سیکر شاکیوں اور کولہوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھونڈ نکالنے سے گوتم کا دل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتم بدھ تو ہو گئے، لیکن اُن کا نیا راستا مننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ من کر کوئی بھی صوفی ہو سکتا تھا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہی کہ شاید جو پانچ سادھو گوتم کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتم بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گھا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتہ لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سمجھانے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے پیروکاروں میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیٹا بھی بدھ سے بہت بڑھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی (مدریہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بیچ کے دیہی) میں بیچ کے طبقہ کے لوگوں نے اُن کے سنگ کے لئے بہت سے وعار لخواہ۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بدھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں ہندوئی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرفت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ باہرو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹرائٹک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھرتی سمجھنا چاہئے۔ لیکن اُس کے ساتھ جہن صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جہن آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگ تھے اُن میں ایک جیلوں کو چھوڑ کر بانی سب سنگ کچھ صدیوں میں ہی مت گئے۔

ہماری رائے میں جہن سنگ کے بچ رہنے کی خاص وجہ

ہماری رائے میں جہن سنگ کے بچ رہنے کی خاص وجہ

ان کا چتر پام دھرم ہے، نہ کہ ان کے طریقے کی عبادت اور روحانی تعلق !

اشوک اور بودہ دھرم

حالانکہ بودہ سنگم کا عام لوگوں پر گہری اثر تھا، پھر بھی سمراٹ اشوک کا زور اگر نہیں ملتا تو بودہ دھرم کا بھارت میں اور بھارت کے باہر اتنا پھیلاؤ نہ ہو سکتا۔

جینوں کا کہنا ہے کہ چندر گپت موریہ جین مت کا تھا اور یہ ٹیک بھی ہو سکتا ہے۔ مگر چندر گپت نے یکنوں کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے خود یکہ نہیں کئے اور براہمنوں کو اس بارے میں بڑھاپا نہیں دیا۔ اسی وجہ سے براہمن طبقہ کے گرنہ لکھنے والوں نے اسے شونر خاندان سے کہا ہوگا۔ اس کا لڑکا بندوسار کس مذہب کا تھا؟ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ وہ کسی بھی مذہب کا رہا ہو، اس نے اپنے راج کا بندوبست کرنے کے علاوہ اور کچھ کیا ہو، ایسا نہیں جان پڑتا۔ اس کا بیٹا اشوک ضرور شرمین سامکرتی کا—اور اس میں بھی زیادہ سے زیادہ بودہ دھرم کا—پورا حاسی بنا۔

تاجپوشی کے بعد آٹھویں یا نویں سال اشوک نے کلنگ دیس پر چڑھائی کی۔ یہاں ایک لاکھ آدمی مارے گئے اور ذیوہ لاکھ آدمی پکڑ کر لائے گئے۔ اس سے کلنگ دیس میں بڑا غنا کار مچا اور اشوک کے دل پر اس کا زہر دست اثر پڑا۔ وہ جتنا ہی قاتل تھا اتنا ہی رحم دل بنا۔ اس وقت جو شرمین پلٹے موجود تھے، ان میں سے بودہ پلٹے اسے خاص کر اچھا لگا اور وہ بدہ کا پورا شاگرد بنا۔ بودہ دھرم کے پھیلاؤ کے لئے اس نے جو کوششیں کی وہ مشہور ہی ہے۔ مگر وہ کسی طرح بھی نکل نہیں تھا۔ بودہ طبقہ کی حالانکہ اس نے سب طرح سے مدد کی، تو بھی وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ دوسرے شرمین گروہوں کا گزر اچھی طرح ہونا رہے۔ اتنا ہی نہیں، اس نے اس کا بھی جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا یہ بندوبست کیا کہ شرمین گروہ آپس میں لڑکر بھجا وقت ضائع نہ کریں۔

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کر کے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچے سچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیوتاؤں کا پھارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلندین کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیوتاؤں کا پھارا

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کر کے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچے سچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیوتاؤں کا پھارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلندین کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیوتاؤں کا پھارا

دھن اور پوجا کو اتنی اہمیت نہیں دیتا، جتنا سب یاہنتیوں نے سارور دھمی کو۔ سارور دھمی کی کئی قسمیں ہیں۔ اس کا خاص پہلو 'نیت' ہے 'خاموشی'۔ مثال کے طور پر خود پاشند کی پورما، نہ ہے اور دوسرے کے پاشند کی ہرائی نہ ہونے کے، پہلی اگر کوئی ہکڑے کی وجہ سے ہی پڑے تو اسے اہمیت نہ دے۔ دوسرے کے پاشند کا خیال رکھنا کئی طرح سے مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے خود پاشند کی یقینی طور سے ترقی کرتا ہے اور دوسرے کے پاشند بھی احسان کرتا ہے..... آپس کا دھرم ایک دوسرا سنہ اور ک دوسرے کی سیوا کرے، اسی لئے ایکٹا اچھی۔ سب پاشند دھم اور دوسروں کی پہلائی کرنے والے ہوں، بھی چیز دیوتاؤں عزیز ہے..... اس کے لئے دھرم مہما تروں کو (اور دوسروں کو) تر کر دیا ہے۔

اس شلا لیکھ سے دیکھائی دیتا ہے کہ جتنے بھی اہنسک مذہب تھے ان سب کے ساتھ اشوک ہر اہری کا ہوتاؤ کرتا تھا۔ نفا ہی نہیں، اس نے اس کے لئے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکٹا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہلدی اور روح کی پاکیزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ ان کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی کیا۔ لیکھ میں کی ہے؛ اور اس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اس کے اس پلس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اس میں سے بھی وید سنسکرتی—بہت زور سے پہلی ہو، تو اس میں کچھ عجیب نہیں۔

اس شلا لیکھ سے دیکھا ہے کہ جیتنے بھی اہنسک مکتبہ تھے ان سب کے ساتھ اشوک ہر اہری کا ہوتاؤ کرتا تھا، اتنا ہی نہیں، اس نے اس کے لئے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکٹا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہلدی اور روح کی پاکیزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ ان کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی کیا، اور اس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اس کے اس پلس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اس میں سے بھی وید سنسکرتی—بہت زور سے پہلی ہو، تو اس میں کچھ عجیب نہیں۔

بہد سانسکرتی کی تہوڑجلی

بہد شرمینوں کو راجوں کی مدد ملی، اسی میں ان کی ہوڑی کا بیج تھا۔ ان کے بڑے بڑے سنگھ رام (مٹھ) راجوں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ عام جنتا کی طانت کے اہر بھی تھا۔ صرف اہر اور راجوں کی مدد سے ہی یہ سنگھ رام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہایان والوں کو آونچے طبقوں کو ہر زبان کو چھوڑ کر آونچے طبقے میں قدر کی جانے والی سانسکرت ہان کو قبول کیا۔ اس سے عام جنتا کا رشتہ ان سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنٹھکاروں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ ان گرنٹھوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور ان کے لئے یہ گرنٹھ کلم کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاکھریں ملی تھیں اس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہیں، اسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا بہت سے خالی نہیں ہے۔

بودھ سنسکرتی کی تہوڑی

بہد شرمینوں کی مدد ملی، اسی میں ان کی ہوڑی کا بیج تھا۔ ان کے بڑے بڑے سنگھ رام (مٹھ) راجوں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ عام جنتا کی طانت کے اہر بھی تھا۔ صرف اہر اور راجوں کی مدد سے ہی یہ سنگھ رام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہایان والوں کو آونچے طبقوں کو ہر زبان کو چھوڑ کر آونچے طبقے میں قدر کی جانے والی سانسکرت ہان کو قبول کیا۔ اس سے عام جنتا کا رشتہ ان سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنٹھکاروں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ ان گرنٹھوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور ان کے لئے یہ گرنٹھ کلم کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاکھریں ملی تھیں اس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہیں، اسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا بہت سے خالی نہیں ہے۔

یہی حال میں ان مٹوں کے مالک بید اور جین
سبھی میں سے آجکل کے فیسزم کی طرح کا ایک
ہیساوا دی شہر گراہ پدا ہوا، جسکا نام ہے پاشوپت۔
وہی پاشوپتوں میں سے انگریز جہاں کی طرح کے
بہرہم اور جالیم شہر گراہ کی پداہش ہوا؛ اور ان
لوگوں نے تلوار، اورت اور شراہ کے زریے یا تو بید
اور جین شمنوں کو بہاد کر دیا یا اپنے
میں ملنے کے لئے مجبور کیا۔

اگر میں ششائک جیسے اور دکن میں سند پانڈیہ جیسے
اجاؤں نے ہونہوں اور جینوں پر سانوں صدی میں جو
حوناک ظام اٹھ، اس کا ذکر تواریخ میں ہے۔ ششائک نے
سائش کر کے راجورہن کا قتل کروایا اور بہہ گیا کے سارے
مباروں کو لوٹ کر اٹھوں توڑ ڈالا۔ ہونہی ورکش کو جو سے آہاڑ
نر جلا دیا اور دکن میں سند پانڈیہ نے اسی صدی میں جین
سادوں پر کئی قسم کے بڑے ظام کئے۔ ان کے سر کوہو میں
ڈانکر پروائے۔ اس کے ان سارے ظلموں کے نمونے آج بھی ارکات
نے توڑ اور مند کی دواروں پر کھدے ہوئے ہیں۔ اس طوف
شو راجاؤں کا پادکادی شو سادوں اور ان لوگوں کے مددگار
برائمنوں کی کوشش سے ہونہ اور جین دھرم قریب قریب
بہاد ہی ہوئے۔

ان ظلموں سے شو سادوں کے مٹوں ہونہوں کے وہار اور ان
جینوں کے جو آپاشرٹہ (خانقاہ) بچ رہے تھے مسلمانوں کے
حملے سے وہ سب قریب قریب بہاد ہوئے۔ بچے بچے ہونہ
شمنوں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ لی۔ جین سادوں
اپنے اصولوں کے پابند ہونے کی وجہ سے ہندستان کے باہر نہ
جاسکے۔ جو جین اور شو سادوں بچے وہ یہاں ہی چھپ کر
رہے تھے۔ آگے چل کر ان سادوں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن
انہا کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی قرفی کا کم نہیں کرسکے۔

ہونہ سنسکرتی کی دین

بید سانسکرتی کی دین

قریب پچاس سال پہلے ہمارے دیہ کے بڑے بڑے پندتوں
کو بھی ہونہ مذہب کے بارے میں صاف صاف جانکاری نہیں
تھی۔ پران پڑھنے والے براہمن سمجھتے تھے کہ وشنوی راکششوں
کو بڑے راستے پر لگا کر بہاد کرنے کے لئے بدھ کا اوتار لیا۔
پندت لوگ گرتھوں میں ہونہوں کی برائی کرتے تھے۔ شکر اچاریہ
نو وشیشکادویت وادیوں اور مادھو گروہوں نے پرچہ ہونہ کہا
کہ بھی لوگ جانتے تھے۔ لیکن بدھ کون؟ اور ان کے مذہب
کا پرچار کیسے ہوا اور شکر اچاریہ وغیرہ کی مذہبی کتابوں پر
اس کا اثر ایسا کیسے پڑا جس سے ان کو پرچہ ہونہ کہنے لگے؟
ان میں سے کسی بات کو بھی کوئی پندت صاف صاف اٹھا
نہیں جانتا تھا۔ جس طرح تاریکی میں کوئی چوڑ اس کے خلاف

دیکھلائی پڑتی ہے، اسی طرح سے اس تاریک زمانے میں بونڈ مچھڑ بھی خلیفہ دیکھلائی دیتا تھا۔ یونہی کے ایک مشہور پندت نے ناگاند نائک لکھا۔ اسی کے فاندی اشلوک میں جو ”مارودو (مارکی استریاں)“ لفظ ہے، اُس نے اُس کو نہیں سمجھا۔ سبھی ہاتھ کی لکھی نقلوں میں یہی لفظ تھا، تو یہی اُس نے اسے بدل کر ”وارودھو“ کر دیا۔ ہمارے یہاں کے دیکھ پندتوں کو بھی بونڈ دھرم کے بارے میں اتنی جانکاری نہ تھی۔

مغربی پندتوں کو بھی بونڈ مچھڑ کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ دے جانتے تھے کہ نیت، پرہما، چین وغیرہ ملکوں میں بونڈ مچھڑ رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اُس دھرم کا وسیلہ اور پہلا بھارت دھرم میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غیر ملکوں میں چار اِس مچھڑ کو پھیلایا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی چکھوں کو دیکھا، تب اُن لوگوں نے ’اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ اُنہوں نے یہ اندازہ کیا کہ اُنہیں کے برابر کس مچھڑ قوم نے بھارت میں اُن کی کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھرمی دھرمی پچھمی پندتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو بونڈ مچھڑ کے بارے میں کچھ جانکاری ہوئی۔ لیکن پھر بھی عام جنتا ایلورا یا اجنتا کی کاریگریوں کا بونڈ سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر بونڈ مچھڑ کا جو اثر پڑا ہے، اُس کی پہلا اُنہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی؟

وید، برہمن اور آرنہکوں کو چھوڑ کر اُسی کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بونڈ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ اِنما ہی پہلا کافی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے ارنچا سمجھا جاتا ہے، اُس کا نچوڑ فنا اور بقا سے ہی نیا گیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچوں بونڈ نہ گئے۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بونڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بونڈوں کے بعد چینوں اور شیو سادھوں نے بھی اُن کی نقل کی پر بونڈ کاریگری کی برابری میں دے نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سہام، سنکھیل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ اُن ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، دے بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا اکر ہتھیاروں سے اُن ملکوں پر فتح پاتے تو اُن سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بونڈ سنکھیل نے اُن ملکوں پر جو

مغربی پندتوں کو بھی بونڈ مچھڑ کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ دے جانتے تھے کہ نیت، پرہما، چین وغیرہ ملکوں میں بونڈ مچھڑ رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اُس دھرم کا وسیلہ اور پہلا بھارت دھرم میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غیر ملکوں میں چار اِس مچھڑ کو پھیلایا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی چکھوں کو دیکھا، تب اُن لوگوں نے ’اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ اُنہوں نے یہ اندازہ کیا کہ اُنہیں کے برابر کس مچھڑ قوم نے بھارت میں اُن کی کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھرمی دھرمی پچھمی پندتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو بونڈ مچھڑ کے بارے میں کچھ جانکاری ہوئی۔ لیکن پھر بھی عام جنتا ایلورا یا اجنتا کی کاریگریوں کا بونڈ سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر بونڈ مچھڑ کا جو اثر پڑا ہے، اُس کی پہلا اُنہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی؟

وید، برہمن اور آرنہکوں کو چھوڑ کر اُسی کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بونڈ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ اِنما ہی پہلا کافی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے ارنچا سمجھا جاتا ہے، اُس کا نچوڑ فنا اور بقا سے ہی نیا گیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچوں بونڈ نہ گئے۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بونڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بونڈوں کے بعد چینوں اور شیو سادھوں نے بھی اُن کی نقل کی پر بونڈ کاریگری کی برابری میں دے نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سہام، سنکھیل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ اُن ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، دے بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا اکر ہتھیاروں سے اُن ملکوں پر فتح پاتے تو اُن سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بونڈ سنکھیل نے اُن ملکوں پر جو

جاپان، چین، تبت، سہام، سنکھیل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ اُن ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، دے بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا اکر ہتھیاروں سے اُن ملکوں پر فتح پاتے تو اُن سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بونڈ سنکھیل نے اُن ملکوں پر جو

مذہبی فتنہ پاتی ہے، وہ ہمارے لئے زیور کے برابر ہے، لیکن
افسوس کی بات ہے کہ ہمارے عالموں کو بھی ہونہ مذہب کی
ابھی بہت ہی کم جانکاری ہے۔

ہودھ مذہب کی جانکاری کے بغا ہماری پرائی تواریخ اور
کارگیری کی جانکاری ہو ہی نہیں سکتی۔ ایتنا ہی نہیں، بیچ
کے زمانے میں جو سادہوسنت ہوئے، ان کی کہارتوں میں ہودی
ہونی رحمدلی، نیک چللی، اچھی صحت وغیرہ سببی بانیں
نہیں آئیں؟ ان سبوں کا خریعہ ہودھ دھرم ہی ہے۔ ہودھ
دھرم کے سادھوں اور اُبدیہی دینے والوں نے جنمنا کی زندگی
میں اخلاق کا جو بیج بویا، وہ ہر باد نہیں ہوا۔ خلاف حالتوں
میں بھی اُس کی کچھ پابندی ان ویشنو سادھو سنتوں نے
کی ہے۔

مہاتما گاندھی جی نے جو اہنسا کا انقلاب شروع کیا اور عام
جنتا نے ایک زبان نے اس کی جو تائید کی، اس کا یہی بیج
اسی ہودھ اور کچھ کچھ جین سنسکرتی میں ہے۔ سب لوگ
جاتے ہیں کہ مہاتما گاندھی پر شریعت رام چندر نامی ایک
جینی عام کا بہت اثر پڑا۔ ایک تو کانہیا داس میں دے ویشنو
خاندان میں پیدا ہوئے اور دوسرے وہاں جینوں کی مذہبی
جماعت بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔ مگر اہنسا کا بیج
بھارت میں تو ہوتا تو بہت سے ہندو سماج کو مہاتما جی
کا ستیاگرہ پسند نہ ہوتا۔ اس لئے آج عام جنتا کی نبض
پہچاننے اور بھارت ورش کی تہذیب کے پور سے عروج پر آنے کے
لئے ہودھ سنسکرتی کی جانکاری ہونا بہت ہی ضروری ہے۔

سب کے ساتھ بھلائی کرو، اگر تمہارے ساتھ کوئی ہوائی کرتا ہے تو اُس کی ذمہ داری اُس پر ہے، تم اُس کی دیکھا دیجی اپنے دل کو خراب کر کے فرض سے نہ ہٹو۔

—سنت و انبی .

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو دوسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو دوسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، ترمذی۔

پیرامبر نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا:۔۔۔ ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے دشواری مشکل نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، اُن میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری، مسلم۔

پیرامبر نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا:۔۔۔ ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے دشواری مشکل نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، اُن میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”خواتین، پیٹوں اور دوسروں کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن کپڑے خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈا۔“

—ابن عمر بن الخطاب، بخاری، نسائی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”کپڑے پہنو اور دوسرے کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈا۔“

—ابن عمر بن الخطاب، بخاری، نسائی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”سکند کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں، اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں، اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔“

—معمار، مسلم، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔“

—معمار، مسلم، ابو داؤد، ترمذی۔

انص کا کہنا ہے:۔۔۔ ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچا کر نہیں رکھی۔“

—انص، ترمذی۔

انص کا کہنا ہے:۔۔۔ ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچا کر نہیں رکھی۔“

—انص، ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ:—”اگر میرے پاس عدد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے خوشی ایسی نہیں ہوگی کہ میں تین ہزار راتوں تک اُس کا کوئی بھی حصہ اپنے پاس نہ رکھ دوں! سوائے کسی ایسے حصے کے جو مہینہ اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے لے لیا ہو۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہ کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب اِس دنیا سے چل بسے لیکن انہوں نے کبھی پیٹ بھر جو کی روٹی ہی نہیں کھائی۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہ کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب کے بیوی بچوں کو، محمد صاحب کے مرنے کے دن تک، کبھی دو دن لگانا جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں ملی، کبھی کبھی مہینوں گزر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، وہ دن ہم کدول کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزار دیتے تھے۔“

—عائشہؓ بخاری: مسلم: ترمذی .

—عائشہؓ، بخاری: مسلم: ترمذی .

خلیفہ عمر کا راج اب دور دور کے ملکوں تک پھیل چکا تھا اور اُن سب ملکوں میں لوگ خوب خوشحال تھے، تو اِس خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ عمر نے ایک دن کہا کہ:—”مہینہ کبھی کبھی پیغمبر کو دن دن بھر بھرکا رہ کر گزارتے دیکھا ہے کیونکہ اُن کے پاس کوئی چیز کالے کے لئے نہیں تھی۔“

—نعمان بن بشیرؓ مسلم .

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم .

ابن مسعود کا کہنا ہے کہ:—”محمّد صاحب چٹائی پر سو رہے تھے! جب وہ اُٹھے تو اُن کے بدن پر چٹائی کے نشان تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اُن سے کہا:—’اے خدا کے رسول! آپ اجازت دیں تو ہم ایک نرم بستر آپ کے لئے بچھا دیں!‘ محمد صاحب نے جواب دیا:—’مجھے اِس دنیا کے آرام سے کیا لینا ہے۔ میرا رشتہ اِس کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ایک گھوڑ سوار کا، جو ہنوز دیر کے لئے کسی پہاڑ کے سایہ میں کھڑا ہو جاتا ہے، وہاں کچھ دیر آرام کرتا ہے اور پھر وہاں سے چل دیتا ہے!‘

—ابن مسعودؓ ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

مُحمّد ساہب کے کُچھ اُپدیش

ہجرتِ آریشا کا کہنا ہے کہ: —“مُحمّد ساہب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ”ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟“ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: —”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اُس کی کیا حالت ہوگی؟“

—آریشا، ابوداؤد.

جابر کا کہنا ہے کہ: —“مُحمّد ساہب جب کبھی سفر میں ہوتے تو خود ہمیشہ سب کے پیچھے رہتے۔ وہ کمزوروں کی خبر گیری کرتے، انہیں اپنے پیچھے بٹھالیتے اور اُن کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے۔“

—جابر، ابوداؤد.

مُحمّد ساہب جب مَدینہ آئے تو وہاں کے کُچھ لوگ خجور کے درختوں کی کٹائے کاٹ کر لگا رہے تھے۔ مُحمّد ساہب نے پوچھا: —“تو لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: —”ہم ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔“ مُحمّد ساہب نے کہا: —”شاید زیادہ اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو نہ کاٹو چھانڈو۔“ اُن لوگوں نے درختوں کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ اُس پر اُس سال درختوں میں پھل بہت کم آئے۔ مُحمّد ساہب نے جب اُس کی سوچنا ملی تو انہوں نے کہا کہ: —”میں کھول ایک آدمی ہوں۔ جب میں دین کے معاملہ میں تم سے کوئی بات کہوں تو اُسے مان لو اور جب میں کسی اور بات پر اپنی رائے ظاہر کروں تو یاد رکھو کہ میں تمہاری ہی طرح کھول ایک آدمی ہوں۔“

—رفیع بن خدیج، مسلم.

انصوری کا بیان ہے کہ: —“مُحمّد ساہب پر دے میں رہنے والی ایک کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے، جب کہی وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے تھے جو انہیں پسند نہ آتی تھی تو ہمیں اُس کا پتہ اُن کے چہرے سے لگتا تھا۔“

—انصوری، بخاری: مسلم.

حضرت علی کا کہنا ہے: —مُحمّد ساہب کے آخری شب یہ تھے: —”اللہ سے دعا مامکو! تمہارے پاس جو کچھ مال اسباب ہے اُس کے لئے اللہ سے دُرو۔“

—علی، ابوداؤد.

—انصوری: شری مجاہد رضوی.

بنارس کا شہر، इतिहास की निगाह से, इस धरती का सबसे पुराना नगर है जो अभी तक मौजूद है। इसकी शुरुआत कब और कैसे हुई इस बात का पता पुराने से पुराने जमाने के धुंधले इतिहास से भी ठीक ठीक नहीं चलता। जिस जमाने में वेदों और उपनिषदों की रचना हो रही थी उस जमाने में बनारस के राजा अजात शत्रु सचचे खोजियों को यहाँ पर आत्मविद्या का उपदेश दिया करते थे। यहीं पर वह राजा प्रतर्दन राज करते थे जो बहुत बड़े योधा भी थे और जिन्होंने बहुत से वेद ग्रंथों की रचना भी की। यहीं के एक राजा महाभारत की लड़ाई में युधिष्ठिर और कृष्ण की तरफ से लड़े थे। गीता में उनका जिक्र आता है, पर नाम नहीं दिया गया। यहीं पर राजा दिवोदास ने अपने शिष्य सुअतु को 'आयुर्वेद' नाम का वह ज्ञान प्रथ दिया जो आज तक वैद्यक के बड़े ग्रंथों में गिना जाता है। यह वह जमाना था, जबकि पुराण लिखे जा रहे थे। यहीं पर, कलियुग के शुरू में, यानी कहा जाता है लगभग पाँच हजार बरस हुए वेदों के सम्पादक और महाभारत, पुराणों और ब्रह्मसूत्रों के संप्रह कर्ता व्यास अपने बहुत से चेलों को लेकर आए, और यहीं उन्होंने अपने जीवन के अन्तिम दिन बिताए। यहीं पर ईसा से नौ सौ बरस पहले जैनियों के तेईसवें यानी आखिरी से एक पहले के तीर्थंकर पार्श्वनाथ पैदा हुए थे। यहीं पर लगभग पच्चीस सौ बरस हुए बुद्ध ने धर्म सुधार और दया धर्म के प्रचार का अपना अद्भुत मिशन शुरू किया था। यहीं पर बाद की सदियों में शंकर, रामानुज, बल्लभ, चैतन्य और दूसरे बड़े बड़े आचार्य और सुधारकों ने आकर प्राचीन धर्म ग्रंथों का अपना नया भाष्य यानी नई तावीलें विद्वानों के सामने रखकर उनकी तसदीक की। यहीं पर कबीर ने पुरानी सचाइयों को नए शब्दों में बयान किया। कबीर की भाषा जनता की भाषा है और साथ ही उसमें आत्म विद्या के रहस्य भी छिपे हुए हैं। उन्होंने हिन्दुओं और मुसलमानों को दीन धर्म के रालत और बिगड़े हुए रूप से आगाह और पाक किया, उन्हें सुधारा, उनमें मेल मुहब्बत पैदा की, उन्हें हठ धर्मियों और पाखण्डों से बचाया और निजात का रास्ता बताया। यहीं पर तुलसीदास ने हिन्दी में वह रामायण लिखी जिसे पिछले तीन सौ बरस से लाखों हिन्दी भाषी भारतवासी 'वेद' की तरह मानते

بنارس کا شہر انہاس کی نگاہ سے، اس دھرتی کا سب سے پرانا نگر ہے جو ابھی تک موجود ہے۔ اس کی شروعات کب اور کیسے ہوئی اس بات کا پتہ پرانے سے پرانے زمانے کے دھندلے انہاس سے بھی ٹھیک ٹھیک نہیں چلتا۔ جس زمانے میں ویدوں اور اپنیشدوں کی رچنا ہو رہی تھی اُس زمانے میں بنارس کے اجا اجات شترو سچے کھوجیوں کو یہاں پر آتم ودیا کا اُپدیش دیا کرتے تھے۔ یہیں پر وہ راجا پرتندن راج کرتے تھے جو بہت بڑے پردھا بھی تھے اور جنہوں نے بہت سے وید منتروں کی رچنا بھی کی۔ یہیں کے ایک راجا مہابھارت کی لڑائی میں بدھش اور کشن کی طرف سے لڑے تھے۔ گیتا میں اُن کا ذکر آتا ہے پر نام نہیں دیا گیا۔ یہیں پر راجا دیو داس نے اپنے شیشہ سوشروتو کو اُپورید کا وہ زہر دست گرتہ دیا جو آج تک ویدیک کے بڑے سے بڑے گرتہوں میں گنا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پران لکھے جارہے تھے۔ یہیں پر، کلید کے شروع میں، یعنی کہا جاتا ہے لگ بھگ پانچ ہزار برس ہوئے ویدوں کے سہادک اور مہابھارت، پرانوں اور برہمن سوتروں کے سنکرہ کرنا دیاس اپنے بہت سے چٹھوں کو لیکر آئے، اور یہیں انہوں نے اپنے جیوں کے اتم دن بتائے۔ یہیں پر عیسیٰ سے نوسو برس پہلے جنہوں کے زئیسویں یعنی آخری سے ایک پہلے کے تہرتھنکر یاشر و ناتھ پیدا ہوئے تھے۔ یہیں پر لگ بھگ پچیس سو برس ہوئے بدھ نے دھرم سدھار اور دیا دھرم کے پرچار کا اپنا ادبھوت مشن شروع کیا تھا۔ یہیں پر بعد کی صدیوں میں شنکر، رامانج، بالہ، چیتنہ اور دوسرے بڑے بڑے آچاریہ اور سدھارکوں نے آکر پچھون دھرم گرتہوں کا اپنا نیا بیاتھہ یعنی نئی تعویلیں ودوانس کے سامنے رکھ کر اُن کی تصدیق کی۔ یہیں پر کبیر نے پرانی سچانہوں کو نئے شبدوں میں بیان کیا۔ کبیر کی بیاتھا جنتا کی بیاتھا ہے اور ساتھ ہی اُس میں آتم ودیا کے دھسہ چھہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہندؤں اور مسلمانوں دونوں کو دین دھرم کے غلط اور بگڑے ہوئے روپ سے آگاہ اور پاک کیا۔ انہیں سدھارا، اُن میں مہل محبت پیدا کی، انہیں دھت دھرمیوں اور پاکھنڈوں سے بچایا، اور نجات کا راستہ بتایا۔ یہیں پر ہلسی داس نے ہندی میں وہ راماین لکھی جسے پچھلے تین سو برس سے لاکھوں ہندی بیاتھی بھارت واسی 'وید' کی طرح ماننے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاणी یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہ تیرہ کی بڑائیوں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سنسکرت ودیا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کالینس کالینج کرایم دیا۔ اس کالینج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مینٹوریشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اس سہ ماہی عمر کے تھی۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھائیں تھیں۔ اسے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اسے بہت پیار کرتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چھ ماہ تک اس نے اس کے ساتھ رہا۔ راستہ پر وہ خوب رونا رہا۔ اس کے بعد اسے ادھر ادھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں ایک تھا کہ 'سنت'، مہاتما، رشی اور یوگی ایسے ہی ہوتے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چھوٹے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کئی بہی بات چیت بھی ہوئی۔ اس کے شروع ہونے میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی باتیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر 'رامائین' ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بوری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہونے لگی تھیں یا اگر کوئی اثر اس پر رہا جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کچھ ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسروں کی طرح وہ ڈیلتا کوڈنا، تماشہ دیکھتا، سیر کرنا اور کبھی دھن یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے دل میں سرشتی کے رشتہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولے لگی۔ وہ کسی ایک چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اس کھوج کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو تارے کے لئے، رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاणी یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہ تیرہ کی بڑائیوں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سنسکرت ودیا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کالینس کالینج کرایم دیا۔ اس کالینج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مینٹوریشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اس سہ ماہی عمر کے تھی۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھائیں تھیں۔ اسے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اسے بہت پیار کرتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چھ ماہ تک اس نے اس کے ساتھ رہا۔ راستہ پر وہ خوب رونا رہا۔ اس کے بعد اسے ادھر ادھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں ایک تھا کہ 'سنت'، مہاتما، رشی اور یوگی ایسے ہی ہوتے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چھوٹے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کئی بہی بات چیت بھی ہوئی۔ اس کے شروع ہونے میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی باتیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر 'رامائین' ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بوری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہونے لگی تھیں یا اگر کوئی اثر اس پر رہا جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کچھ ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسروں کی طرح وہ ڈیلتا کوڈنا، تماشہ دیکھتا، سیر کرنا اور کبھی دھن یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے دل میں سرشتی کے رشتہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولے لگی۔ وہ کسی ایک چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اس کھوج کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو تارے کے لئے، رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

لیے بے گھر تھا جو ہماری اس سکھ دہ کی دنیا سے اس
جہوں کے دہ دردوں کے بارے میں کئی طرح کے سوال اس کے
دل میں پیدا ہوئے۔ جہوں جہوں وہ برا ہوتا گیا یہ سوال
اور گہرے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ کالج میں پڑھنے لگا تب ہی
اس طرح کے سوال اس کے اندر اُٹھ رہے، دھڑکے دھڑکے یہ
سوال ایک خاص شکل لینے لگے۔ اس لڑکے کے دل میں ہر
وقت یہ جانتے کی لچھا زور پکڑنے لگی کہ ہمارے اندر، باہر اور
چاروں طرف یہ دہ درد 'کہوں' میں اور ان کا علاج 'کہیں' اور
'کہا' ہو سکتا ہے؟ انہیں سوالوں کے اندھوں اور بہت سے انکنت
سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے اور اسے دق کرنے لگے۔ یہ
سب سوال انت میں اسی ایک سوال سے سمبندھ رکھتے تھے کہ
دنیا کے سب دہوں کی جڑ کیا ہے اور ان کا علاج کیا ہے اور یہ
دنیا اور یہ ساری سرشتی جس میں اُٹلت، پیچے در پیچے ہیں،
جن کے اوپر اور جن کے اندر یہ سب دہ اور ہوائی زوروں کے
ساتھ چھائی ہوئی ہے، دہوں ہے، کیسے ہے اور کہاں ہے انی؟

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اس سے تک
پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے
کام لے سکتے ہیں جب تک اس کے باقی سب حصوں کے ساتھ
اس حصے کے سمبندھ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری
چیز یا پوری اٹلی ہوتے ہیں۔ اس پوری اٹلی کے اندر ہر
حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصے ہائی حصوں کے ساتھ یا تو
ملکر کام کرتا ہے، یا ان کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے
اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلائے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک
حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندھ
ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکرنا یعنی عمل اور رد عمل کا۔
جب تک ہم ان سب سمبندھوں کو ایک موٹے طور پر نہ
سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو
ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شہدوں میں کسی
پوری چیز کو یا اس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور
سماج کو، سماج کو اور اس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو
کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ
سکتے ہیں اور تبھی اس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار
کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندھوں کو سمجھ لیں اور
ہر بار ان پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے
اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے کہہ لیا ہوا،
دیا سے بھر جاتا ہے، اور اپنے سکے رشتہ داروں اور چچھندے اور
مہرے بھائیوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے،
وہ اس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اس
کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اسے

विश्वास दिलाने के लिये, उसके इरादे को पक्का करने के लिये, उसे यह बताने के लिये कि अपने पापी रिश्तेदारों से लड़ना उस का धर्म था, उस नाजुक समय में जबकि दोनों तरफ हथियारबन्द फौजें एक दूसरे पर चार करने के लिये आमने सामने तैयार खड़ी हुई थीं और लड़ाई शुरू होने में केवल एक पल भर की देर मालूम होती थी, उस समय कृष्ण ने एक दो घंटे के अन्दर, जिनमें अर्जुन के दिल की हालत और आस पास के वायु मंडल की हालत बराबर नाजुक और डरावनी होती चली जा रही थी, लगभग छै सौ श्लोकों के अन्दर इस सारे जीवन का अर्थ और विश्व की पूरी योजना अर्जुन को समझाई.

उस लड़के ने कालिज में साइकालाजी यानी मनोविज्ञान इथिक्स यानी नीतिविज्ञान और मेटाफिजिक्स यानी फिलासफी के विषय लिये. वह समझना चाहता था कि आदमी के अन्दर की सोचने समझने की ताकत, उसकी भाव यानी जज्ञबात और उसके सकल्प यानी इरादे क्या चीज हैं ? नकी और बढ़ी क्या है ? इस दुनिया की और चिन्दगी की असलीयत क्या है ? बरौरा बरौरा. वह सोचता रहता था, जो लोग उससे हमदर्दी रखते थे उनके साथ बात चीत करता रहता था और इन विषयों पर जितना कुछ पढ़ सकता था पढ़ता रहता था. वह अधिकतर अंग्रेजी और संस्कृत की किताबें पढ़ता था. यह दोनों भाषाएं उसके लिये नई थीं. इससे उसकी मुश्किल और बढ़ गई. लेकिन इस मुश्किल से अन्त में उसे फायदा ही पहुँचा. पुराने संस्कृत शब्द अब पुराने और बेमानी होते जा रहे थे. समय की आवश्यकता यह थी कि उन पुराने शब्दों में जो अनमोल विचार भरे हुए थे उनका नए सिरे से अर्थ किया जावे और उन्हें नया जामा पहनाया जावे. आजकल के मानव जीवन और आजकल की सभ्यता से लेकर नए ढंग और नए शब्दों में उन क्रीमती विचारों को नए सिरे से प्रगट किया जावे. नए ख्याल के लोग तब ही उन्हें समझ सकते थे. पुराने लिबास में नए ख्याल वालों का वह या तो बेजान और बेमानी दिखाई देगे और या अनोखे और अजीब मालूम होंगे. केवल इसी तरह वे पुराने विचार पुरानी और नई पीढ़ी के लोगों को, पूरब और पच्छिम को, पुराने और आजकल के जीवन को और पुराने विचारों और आजकल के विचारों को मिलाने में मदद दे सकते थे. इस तरह फिलासफी जैसे मजमून को अंग्रेजी और संस्कृत इन दो भाषाओं में पढ़ने से उस लड़के को बहुत फायदा हुआ.

यह दुनिया 'क्यों' और 'कैसे' बनाई गई इस बात को समझने की पबर्दस्त लालसा उस लड़के में एक रोग की तरह बढ़ने लगी. एक तरह का 'दिमारी बुखार', एक तरह का 'सुन्दर जुनून' रहने लगा. "अगर मैं चिन्दगी की जड़,

بشواس دلانے کے لئے، اُس کے ارادے کو پکا کرنے کے لئے، اُسے بتانے کے لئے، کہ اپنے باپری رشتہ داروں سے لڑنا اُس کا دھرم تھا، اُس نازک لمحے میں جب کہ دونوں طرف تیار بند فوجیں ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آمنہ سامنے تیار کھڑی ہوئی تھیں اور لڑائی شروع ہونے میں لیول ایک ہل بھر کی دیر معلوم ہوتی تھی، اُس لمحے روشن نے ایک دو گھنٹہ کے اندر، جن میں ارجن کے دل کی حالت اور اُس پاس کے آو مزل کی حالت برابر نازک اور تروانی ہوتی چلی جا رہی تھی، لگ بھگ چھ سو شلوکوں کے اندر اُس سارے جہون کا ارتھ اور وشو کی پوری یوجنا ارجن کو سمجھائیں .

اُس لڑکے نے کالج میں سائیکالاجی یعنی منورگیان، ایٹمس ہائی فیزیکی و گیان اور مٹافیزکس یعنی فلسفی کے وشئے لئے . یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ آدمی کے اندر کے سوچنے سمجھنے کی طاقت، اُس کے بہاو یعنی جذبات اور اُس کے سنگلاب یعنی ارادے کیا چیز ہیں ؟ فزکی اور بدی کیا ہے ؟ اِس دنیا کی اور زندگی کی اصلیت کیا ہے ؟ وغیرہ وغیرہ . وہ سوچتا رہتا تھا، جو لڑک اُس سے ہمہ بدی رکھتے تھے اُن کے ساتھ بات چیت کرتا، بھتا تھا اور ان وشوہوں پر جتنا کچھ پڑھ سکتا تھا پڑھتا رہتا تھا . یہ اندسکر انگریزی اور سنسکرت کی کتابیں پڑھتا تھا . یہ دونوں شائیں اُس کے لئے نئی تھیں . اِس سے اُس کی مشکل اور بڑھ گئی . لیکن اِس مشکل سے انت میں اُسے فزیدہ ہی پہونچا . پڑانے سنسکرت شبد اب پڑانے اور بے معنی ہوتے جا رہے تھے . سمے کی آوشہنتا یہ تھی کہ اُن پڑانے شبدوں میں جو انمول وچار بھرے ہوئے تھے اُن کا نئے سرے سے ارتھ کیا جارے اور انہیں نیا جامہ پہایا . جارے. آجکل کے مانو جہون اور آجکل کی سبھتا سے لیکر نئے تفنگ اور نئے شبدوں میں اُن فزیدی وچاروں کو نئے سرے سے پرگٹ کیا جارے . نئے خیال کے وگ تب ہی انہوں سمجھ سکتے تھے . پڑانے لباس میں نئے خیال والوں کو وہ بے تو بے جان اور بے معنی دکھائی دینگے اور یا نوکھے اور عجوب معلوم ہونگے . کیول اِسی طرح وہ پڑانے وچار وائی اور فزعی کے لوگوں کو، پورب اور پچھم کو، پڑانے ور آجکل کے جہون کو اور پڑانے وچاروں اور آجکل کے وچاروں و ملانے میں مدد دے سکتے تھے، اِس طرح فلسفی جیسے مضمون و انگریزی اور سنسکرت ان دو بہاشاؤں میں پڑھنے سے اُس لڑکے کو بہت فزیدہ ہوا .

یہ دنیا 'کیوں' اور 'کैसे' بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنے لگی. اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہون' دھنے لگا . "اگر میں زندگی کی جڑ

اسکی اسالیبت اور اس کے ارثہ کو نہیں سمجھ سکتا تو میرے زندہ رہنے سے ہی کیا ذائدہ !“ جانتے بوجہ یا چاہے سن 1887 تک اس لوگے کے دماغ کی یہ حالت تھی۔ سن 1887 میں اسے کسی طرح سے کچھ تسلی ملی۔ سبستی کے آخری ”یوں“ اور ”کیس“ کا ایک جواب اس کے من کے اندر پیدا ہوا۔ اس جواب کے اندر اور انکنت ماحبت سوالوں کے جواب میں آگئے۔ اس کا دماغ بظاہر اتر گیا۔ ادھک پونو یعنی پاک زندگی بسر کرنے کی اچھا اب اس میں زور کرنے لگی، وہ اچھا آج تک بنی ہے اور بدقسمتی سے آج تک پوری نہ ہو سکی۔ لیکن اگرچہ اس کے جیوں کی سطح شانت نہیں ہے اور شاید نہیں ہو سکتی، پھر بھی اپنے اندر اس کا من ایک حد تک شانت ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیے لیکھک ہے۔ اس سمے (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ دھورج اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیاگمے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیے لیکھک ہے۔ اس سمے (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ دھورج اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیاگمے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشمہ کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے اور کچھ نیک دوستوں کے کہنے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آدب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دھجھکے ہوئے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے:—”جب پرانے جسم کمزور اور بے کار ہو جاتے ہیں تو امما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی پرانے ٹیڑوں کو پھینک کر نئے ٹیڑے پہن لیتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی، سچانوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکتا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آئے تو پس جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشمہ کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے اور کچھ نیک دوستوں کے کہنے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آدب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دھجھکے ہوئے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے:—”جب پرانے جسم کمزور اور بے کار ہو جاتے ہیں تو امما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی پرانے ٹیڑوں کو پھینک کر نئے ٹیڑے پہن لیتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی، سچانوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکتا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آئے تو پس جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

(1) وہ مانتا ہے کہ انکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں وجود میں ہیں۔

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

(2) وہ ماننا ہے کہ ان سب روحوں کی آئنی اور اونتی نی رہتی ہے۔ درجہ بدرجہ ان کے جزو شریعہ یعنی مادی سم ہنہ اور ہگزرتے رہتے ہیں۔ ان کے آس پاس کے دایو نل بھی ہنہ اور ہگزرتے رہتے ہیں، اور یہ ہر جام لیتی رہتی ہے۔

(2) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نئے نئے تجربوں میں نکلتی رہتی ہے، کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) مت چکے (مکان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نئے نئے تجربوں میں نکلتی رہتی ہے، کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(4) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(4) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سکھ کبھی دکھ، کبھی آجلا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سمہ (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہوا پر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

لےکھک نے اپنے ان عجیب و شواہوں کو، جو اوپر سے دیکھنے میں ایک دوسرے کے خلیا فہ مالم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں کرتے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اس کی کمزور تہوں کے لئے سمبہو ہے وہ انہیں اس سلسلے کے اگلے اگلے بھی صاف کرنے کی کوشش کریگا۔

لےکھک نے اپنے ان عجیب و شواہوں کو، جو اوپر سے دیکھنے میں ایک دوسرے کے خلیا فہ مالم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں کرتے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اس کی کمزور تہوں کے لئے سمبہو ہے وہ انہیں اس سلسلے کے اگلے اگلے بھی صاف کرنے کی کوشش کریگا۔

چین سے آنے والے پत्र پत्रिकाओं और खासकर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यां और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री जु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं का भी जवाब लिया जाता है.

'एनसेफेलाइटिस' एक बीमारी का नाम है जिसमें हमारा के अन्दर सूजन आ जाती है, बीमार का ज़ोर का गुहार हो जाता है, चक्कर आते हैं, कंठ आती है और एक तरह की बेहोशी छा जाती है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास ने इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिल्कुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

से आने वाले पत्र पत्रिकाओं और खास कर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यां और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री जु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं का भी जवाब लिया जाता है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास ने इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिल्कुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

سے اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پرانے علاج کے طریقہ کو نئے سانسیں دھک سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہوں سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس ہزاروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے اسی ہزاروں بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو آگاہوں اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر ہائی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی ہر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پرانے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پرانے چینی طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سمجھ کر برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت ہر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرڈس میں ڈاکٹر لی تاو کا ایک لیکچر ”دی اسٹوری آف چائینی میڈیسن“ کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس بیماری کو جو تھوڑے سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونکے یا بھرے ہو جاتے ہیں ان پر لقمے کا اثر آ جاتا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر ہائی رہ جاتا ہے۔ ’پنسلین‘، ’اسٹریپٹو مائیسن‘ اور ’ارپیو مائیسن‘ جیسی دواؤں کا یا ’سلا‘ دواؤں کا، ’لوسم‘ اور ’سورم‘ بھی اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتیں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیس بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنے والے چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورا

اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پرانے علاج کے طریقہ کو نئے سانسیں دھک سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہوں سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس ہزاروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے اسی ہزاروں بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو آگاہوں اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر ہائی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی ہر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پرانے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پرانے چینی طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سمجھ کر برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت ہر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرڈس میں ڈاکٹر لی تاو کا ایک لیکچر ”دی اسٹوری آف چائینی میڈیسن“ کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس بیماری کو جو تھوڑے سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونکے یا بھرے ہو جاتے ہیں ان پر لقمے کا اثر آ جاتا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر ہائی رہ جاتا ہے۔ ’پنسلین‘، ’اسٹریپٹو مائیسن‘ اور ’ارپیو مائیسن‘ جیسی دواؤں کا یا ’سلا‘ دواؤں کا، ’لوسم‘ اور ’سورم‘ بھی اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتیں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیس بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنے والے چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورا

۱ جگہ باہل کا پھلنا مٹا کر کھانے کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لئے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کارہا کیا اور
روگ کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جیپسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لئے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگ کو
بخار دو درجے نیچے آ کر آیا اور تین دن کے اندر بالکل آ کر گیا
اور ناسمل ہو گیا۔

ایک الگ روگ پر ڈاکٹر جیانگ نے جیپسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈجکٹ کیا، جو سب چدن کی جڑی
ہوئیاں تھیں۔ کچھ دواؤں ہارنسنگ کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کڑور، اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چھ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے دیہات
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چیز کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھٹناؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک ہے آپ دیکھتے
بھالتے رہئے۔ سائنس کی انتہی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھٹناؤں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ کے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگ کو کی جانیں بچا لیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیہات
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیہی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیہات کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیہات کے اربوں روپے
ویدیکی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
ہرباد ہونے سے بچا سکے۔

۱ جگہ باہل کا پھلنا مٹا کر کھانے کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لئے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کارہا کیا اور
روگ کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جیپسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لئے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگ کو
بخار دو درجے نیچے آ کر آیا اور تین دن کے اندر بالکل آ کر گیا
اور ناسمل ہو گیا۔

ایک الگ روگ پر ڈاکٹر جیانگ نے جیپسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈجکٹ کیا، جو سب چدن کی جڑی
ہوئیاں تھیں۔ کچھ دواؤں ہارنسنگ کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کڑور، اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چھ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے دیہات
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چیز کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھٹناؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک ہے آپ دیکھتے
بھالتے رہئے۔ سائنس کی انتہی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھٹناؤں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ کے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگ کو کی جانیں بچا لیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیہات
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیہی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیہات کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیہات کے اربوں روپے
ویدیکی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
ہرباد ہونے سے بچا سکے۔



مہاتما بُدھ کی یاد میں

۲۴ مئی کی یاد میں

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بُدھ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بُدھ کی دہائی ہزارویں چھٹی ہوی دھوم دھام کے ساتھ منائی۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بُدھ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، استھانوں اور ڈانکھانوں سے سج دھج کر ایک نہا جامہ پہن لیا تھا۔ لہٰذا اُن کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بُدھ کی پودائیں ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نہا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بُدھ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بُدھ نے تپسیا کی تھی اور گوالن سوجانا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر جہاں بھگوان بُدھ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نروان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں پاتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاسوں لاکھ روپے خرچ کئے۔ 23 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دورتا ولسوں کی ہری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں پلنت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکر مہاتما بُدھ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بُدھ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر باسی سے بچانے کے لئے ایکم ہم اور ہائپر جین ہم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بُدھ کے ہتھوڑے ہونہ راستہ کے اور کوئی دوسرا

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بُدھ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بُدھ کی دہائی ہزارویں چھٹی ہوی دھوم دھام کے ساتھ منائی۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بُدھ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، استھانوں اور ڈانکھانوں سے سج دھج کر ایک نہا جامہ پہن لیا تھا۔ لہٰذا اُن کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بُدھ کی پودائیں ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نہا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بُدھ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بُدھ نے تپسیا کی تھی اور گوالن سوجانا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر جہاں بھگوان بُدھ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نروان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں پاتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاسوں لاکھ روپے خرچ کئے۔ 23 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دورتا ولسوں کی ہری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں پلنت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکر مہاتما بُدھ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بُدھ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر باسی سے بچانے کے لئے ایکم ہم اور ہائپر جین ہم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بُدھ کے ہتھوڑے ہونہ راستہ کے اور کوئی دوسرا

راستا نہیں ہے۔ महात्मा बुद्ध کے دینیادی उपदेश जिन्हें पंचशील कहा जाता है. आज नये रूप रंग के साथ दुनिया के सामने एशियाई मुल्कों की तरफ से पेश किये जा रहे हैं. आज दुनिया का हर समझदार इन्सान मन ही मन इसकी अहमियत को खूब समझ रहा है.

बुद्ध की तालीम

महात्मा बुद्ध का जन्म हजरत ईसा से 623 वर्ष पहले का बताया जाता है. जिस तेजी के साथ बौद्ध मजहब पूरे दक्खिन एशिया, पूरबी एशिया और मध्य एशिया को फतह करके एक बार शान्ति के साथ पच्छिम की ओर तमाम रूमी साम्राज्य में फैल गया, दुनिया के किसी दूसरे मजहब के इतिहास में इसकी मिसाल नहीं मिलती. भारत, चीन और जापान के बीच उन दिनों काफ़ी आमाद रफ्त थी, इसलिये यह भी नामुमकिन है कि बाबाव्ता बौद्ध प्रचारकों, कश्यप मार्तंग बौरा के चीन पहुँचने से सदियों पहले यानी बुद्ध बुद्ध ही की ज़िन्दगी में बुद्ध के उपदेशों की खबर और उनकी गूँज चीन तक न पहुँची. चीन में उस ज़माने में लाओत्से और कुङ्ग-फूत्से के मत बौद्ध मजहब के उसूलों के साथ बिल्कुल मिल जुल गये, यहाँ तक कि हर चीनी अपने का बौद्ध मजहब और ताओ मजहब का मानने वाला और कुङ्ग फूत्से यानी कनफ्यूसियस का पैरोकार तीनों एक ही साथ समझता और यही कहता रहा है.

वैदिक साहित्य में उपनिषदों का जन्म महात्मा बुद्ध से पहले हो चुका था. उपनिषदों के लिखने वाले दुनिया को बता चुके थे कि तमाम अलग अलग देवी देवताओं या उनके तख़्तुल के पीछे असली परमात्मा एक है, वही सब के घट में मौजूद है और निजात का रास्ता किसी तरह के यज्ञ, कर्मकाण्ड या रुढ़ियों का पालन करने में नहीं है बल्कि अपनी इन्द्रियों को जीतने, नफ़सकुशी करने और खुदी को मिटाकर अल्लाह के वजूद में अपने वजूद को मिटा देना ही निजात, मुक्ति या निर्वाण है. लेकिन महात्मा बुद्ध के वक्त तक भारतवासी इस सच्चाई को भूल चुके थे. वर्ण व्यवस्था, जति पात, छुआछूत, कर्म काण्ड और जानवरों की कुर्बानी का जोर था. सदाचार का उनके मुकाबिले में कम अहमियत दी जाती थी. महात्मा बुद्ध ने ज़माने की हालत को देखते हुए उपदेश दिया—

“सच्चे सुख, ज्ञान और निजात का रास्ता अपनी नफ़सों यानी इन्द्रियों के पीछे दौड़ना नहीं, न अपनी बासनाओं को पूरा करने में है, न जिस्म को रौर जरूरी तकलीफ़ देने में है, निजात का सच्चा रास्ता इन दोनों के बीच से है. इस रास्ते पर चलने के लिये नीचे लिखी सच्चाइयों को समझ लेना चाहिये. जन्म, बुढ़ापा, बीमारी और मौत, प्यारों का वियोग और दुनियावी तकलीफ़ों, इन सब से इन्सान को दुख होता

रास्ते नहीं है. महान्ता बुद्ध के بنیادی آپدیش، جنہیں 'پنج شیل' کہا جاتا ہے، آج نئے روپ رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے ایشیائی ملکوں کی طرف سے پیش کیے جا رہے ہیں. آج دنیا کا ہر سمجھدار انسان من ہی من اس کی اہمیت کو خوب سمجھ رہا ہے.

بuddh کی تعلیم

مہانما بودھ کا جنم حضرت عیسیٰ سے 623 ورہی پہلے کا بتایا جاتا ہے. جس تیزی کے ساتھ بودھ مذہب پورے دکن ایشیا، پوربی ایشیا اور مڈھیہ ایشیا کو فتح کر کے ایک بار شانتی کے ساتھ پیچھے کی اور تمام رومی سامراجیہ میں پھیل گیا، دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے اتھاس میں اس کی مثال نہیں ملتی. بھارت، چین اور جاپان کے بیچ ان دنوں کافی آمد رفت تھی، اس لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ باظبط بودھ پرچاروں کشپ ماننگ وغیرہ کے چین پہونچنے سے صدیوں پہلے یعنی خود بودھ ہی کی زندگی میں بودھ کے آپدیشوں کی خبر اور ان کی گونج چین تک نہ پہونچتی. چین میں اس زمانے میں لڑنے اور ٹونگ ڈرتنے کے مت بودھ مذہب کے اصولوں کے ساتھ بالکل مل جل گئے، یہاں تک کہ ہر چینی اپنے کو بودھ مذہب اور ناؤ مذہب کا ماننے والا اور ٹونگ ڈرتنے یعنی کنگفوسیس کا پھروکار تینوں ایک ساتھ سمجھتا اور یہی کہتا رہا ہے.

ویدک سادھتہ میں ایشندوں کا جنم مہانما بودھ سے پہلے ہو چکا تھا. ایشندوں کے لکھنے والے دنیا کو بتا چکے تھے کہ تمام الگ الگ دیوی دیوتاؤں یا ان کے تخیل کے پیچھے اصلی پرماٹما ایک ہے، وہی سب کے گھٹ میں موجود ہے اور نجات کا راستہ کسی طرح کے یگنہ، کرم کاند یا روزھدوں کا پالان کرنے میں نہیں ہے بلکہ اپنی اندریوں کو جیتنے، نفس کشی کرنے اور خودی کو مٹا کر اللہ کے وجود میں اپنے وجود کو مٹا دینا ہی نجات، مکتی یا نروان ہے. لیکن مہانما بودھ کے وقت تک بھارت واسی اس سچائی کو بھول چکے تھے. ورن ویوستھا، جات پانت، چھو چھوت، کرم کاند اور جانوروں کی قربانی کا زور تھا. سداچار کو ان کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی تھی. مہانما بودھ نے زمانے کی حالت کو دیکھتے ہوئے آپدیش دیا—

”سچے سکھ، گیان اور نجات کا راستہ اپنی نفسوں یعنی اندریوں کے پیچھے دھڑلنا نہیں، نہ اپنی واسناؤں کو پورا کرنے میں ہے، نہ جسم کو غیر ضروری تکلیف دینے میں ہے. نجات کا سچا راستہ ان دونوں کے بیچ سے ہے. اس راستے پر چلنے کے لئے نیچے لکھی سچائیوں کو سمجھ لینا چاہئے. جنم، بڑھاپا، بیماری اور موت، بیماریوں کا ویوگ اور دنیاوی تکلیفوں، ان سب سے انسان کو دکھ ہوتا

ہے۔ اس دھم کا بنیادی سبب خواہش یعنی ترشنا ہے۔ اسی سے جیو کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔ اس میں بہوگوں کی خواہش یعنی نفس پرستی، نجات کی خواہش یعنی جنت پرستی اور آتم سک کی خواہش یعنی خودپرستی میں ہی سب قسم کی خواہشیں شامل ہیں۔ یہ خواہشیں جیو کے لئے روک کی طرح ہیں۔ جیو کی وجہ سے ہی یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ خواہشوں کو جیتنے کا مطلب ہے سب دھموں سے نجات پانا۔ خواہشوں کو جیتنے کے لئے آتم پہلو راستے یعنی اشٹاننگ مارگ پر چلنا ضروری ہے۔ یہی اصلی مذہب ہے۔ یہ آتم پہلو راستہ اس طرح کا ہے—

(1) سمیک دھشتی—یانی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکلیپ—یعنی اس بات کا عہد کرنا کہ میں نے کسی کے ساتھ کسی فی ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کروں گا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی براہی نہ کرنا، سخت الفاظ منہ سے نہ نکالنا اور نفول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی عنسا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ چھار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے ظلم و آسٹوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بٹانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی ہرے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اس کے لئے چت کو دھم میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ ثقی پیداشاپ، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی عکامیتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکاگرتا یہ پانچویں باتیں رہتی ہیں۔ دھمورے دھمورے وترک اور وچار کا اثر ہو جاتا ہے، ہر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکاگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

(1) سمیک دھشتی—یانی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکلیپ—یعنی اس بات کا عہد کرنا کہ میں نے کسی کے ساتھ کسی فی ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کروں گا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی براہی نہ کرنا، سخت الفاظ منہ سے نہ نکالنا اور نفول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی عنسا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ چھار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے ظلم و آسٹوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بٹانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی ہرے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اس کے لئے چت کو دھم میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ ثقی پیداشاپ، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکاگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکاگرتا یہ پانچویں باتیں رہتی ہیں۔ دھمورے دھمورے وترک اور وچار کا اثر ہو جاتا ہے، ہر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکاگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

سب کے ساتھ اہلسا اور کٹر دشمنوں تک کو ملا کرنا اور سب کی طرف دوستی کا ہاتھ رکھنا بودہ مذہب کا خاص اصول ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو نجات کا حقدار مانتے تھے۔ دونوں کو دنیا کو ترک کرنے، بے بیاہ رہنے اور بکساں مذہب کا پرچار کرنے کا حقدار مانتے تھے۔ جات پالت، چھوچھوت، اونچ نیچ کے خیال کے وہ سخت مخالف تھے۔ وہ انسان اور انسان کے بیچ برابری کے قائل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انسان اپنی ہستی کے راز کو کم سے کم اتنا سمجھ لے کہ دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشوں کی مناسبت سے زیادہ قیمت نہ آئے اور اس طرح سے زندگی بٹائے کہ جس سے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور کم سے کم دکھ حاصل ہو۔ وہ کہتے تھے کہ نفس پرستی، دہی اور خودی ان تینوں سے آدھر اٹھ کر بے غیریت حاصل کرنے کا نام ہی نرولن ہے۔

بودہ کے اُپدیشوں کا لب لباب ان کی اس گانہ میں موجود ہے۔

بودہ کے اُپدیشوں کا لٹو لٹاوا ان کی اس گانہ میں ہے۔

“کوئی پاپ نہ کرنا، سب کی بھلائی کرنا اور اپنے دل کو پاک سا ف رکھنا، یہی بودوں کی ہدایت ہے۔ سب بودہ گروہوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، بردہیزگری اور تشہلی چیزوں کا سہوں نہ کرنا، ان پانچ باتوں کا ہمد لینا پوتا تھا۔

”کوئی پاپ نہ کرنا، سب کی بھلائی کرنا اور اپنے دل کو پاک سا ف رکھنا یہی بودوں کی ہدایت ہے۔ سب بودہ گروہوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، بردہیزگری اور تشہلی چیزوں کا سہوں نہ کرنا، ان پانچ باتوں کا ہمد لینا پوتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے۔ “اگر کوئی شخص بدقونی سے مہری برائی کرے تو میں بدلہ میں اپنی محبت سے اسے نڈھال کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری برائی کرے گا اتنا ہی میں اس کی بھلائی کروں گا۔“

دھم پد میں لکھا ہے۔ “اگر کوئی شخص بدقونی سے مہری برائی کرے تو میں بدلہ میں اپنی محبت سے اسے نڈھال کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری برائی کرے گا اتنا ہی میں اس کی بھلائی کروں گا۔“

یہ ہے بھگوان بودہ کی شکشا کا نچوڑ جس پر چل کر انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

یہ ہے بھگوان بودہ کی شکشا کا نچوڑ جس پر چل کر انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

سائنس کوک ساتھ

ہندوستان میں محمد اور اسلام

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

ہندوستان میں عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مہاتما جرجسٹرو اور ایرانی سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

سور اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمیک متبہد

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار کا پتا

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 سوریگنج، ایلاہ آباد

حضرت محمد اور اسلام

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مہاتما جرجسٹرو اور ایرانی سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

سور اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمیک متبہد

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار

(پراگتی شیل کہانی سہیبتا)

لکھنے والے—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

हिन्दी घर

ہندی گھر

کتابچہ پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا مرکز—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا مرکز—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

(ہندی اور اردو میں)

لکھنا—گاندھیواڈ کے مانے جانے

لکھنا—گاندھیواڈ کے مانے جانے

بیڈوان : شری مندر آلتی سارکھا

بیڈوان : شری مندر آلتی سارکھا

سکے 225، قیمت دو روپے

صفحہ 225، قیمت دو روپے

—:—

—:—

گاندھی بابا

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھنا—کدسیا جیدی

لکھنا—کدسیہ زیدی

بھمیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

بھیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موٹا کارا، موٹا ڈاڑھ، بہت سی رنگین تصویروں

موٹا کاڈ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دو روپے

دو روپے

—:—

—:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

گیتا اور قرآن

275 سکے، دو روپے

275 صفحہ، دو روپے

ہندو مسلم اکوتا

ہندو مسلم ایکٹا

100 سکے، دو روپے

100 صفحہ، دو روپے

مہاتما گاندھی کے بلیڈان سے سبق

مہاتما گاندھی کے بلیڈان سے سبق

قیمت دو روپے

قیمت دو روپے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت دو روپے

قیمت دو روپے

بنگال اور اُس سے سبق

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو روپے

قیمت دو روپے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، مڈھونج ایلاہ آباد

145، مڈھونج ایلاہ آباد

نیا حسنہ

DELHI.

اس نمبر کے خاص لیکچر

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام کے بنیادی اصول

—مہر مہر خانی سوکھا

—مہر مہر علی سوکھا

روح یا آتما جب بالغ ہونے لگی ہے

—ڈاکٹر بھگوانداس

—ڈاکٹر بھگوان داس

دو سنگدروں کا سنگم اور سچائی کا

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

हमक अलावा

اسم

ہمک ایلو کے ماسکوں پر ہماری سب سے بڑی سمجھاؤ کی نوٹ

ہمک ایلو کے ماسکوں پر ہماری سب سے بڑی سمجھاؤ کی نوٹ

مقامی کالچر سوسائٹی، ڈیلاہاواڈ



مقامی کالچر سوسائٹی، ڈیلاہاواڈ

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کی کلاسیک ادب

نمبر 6 نمبر جلد 21 جلد

جون 1956 جून

ہندوستانی کلاسیک ادب سوسائٹی

145 مڈل گنج، ایلاہ آباد

145، مڈل گنج، ایلاہ آباد

جون 1956 جن

<u>کيا کيس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کيا کيس سے</u>
1. اسلام کے بنیادی اصول بھائی منظور علی سوختہ	... 287 ...	1. اسلام کے بنیادی اصول —بھائی منظور علی سوختہ
2. رُہ یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوانداس	... 303 ...	2. روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوان داس
3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تاراچند	... 312 ...	3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تارا چند
4. دادا ابوالفضل —پंडित सुन्दरलाल	... 317 ...	4. دادا ابوالفضل —پندت سندر لال
5. ناگا قوم اور بھارت —پंडित सुन्दरलाल	... 325 ...	5. ناگا قوم اور بھارت —پندت سندر لال
6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری مجیب رضوی	... 335 ...	6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری مجیب رضوی
7. ہماری راہ— بینوہا جی اور بھارت کی راجدھانی: श्री बी. जी. खेर और दूसरी पंच वर्षी योजना; बनारस की जगह 'बाराणसी'; चीनी पंचांग (जन्त्री); 'नया हिन्द' के गाहकों और भेसियों से—सुन्दरलाल.	... 338 ...	7. ہماری راہ— بینوہاجی اور بھارت کی راجدھانی: شری بی. جی. خیر اور دوسری پنچ ورشی योजना; بنارس کی جگہ 'بارانسی'; چینی پنچانگ (جنتری); 'نیا ہند' کے گاہکوں اور پریمیوں سے —سندر لال.

بھائی منظر علی سوختہ

بھائی منظر علی سوختہ

میں بھارت، واسیوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک اِستہتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس مہل اور بھتہ بھتہ کو جو دھرم مذہب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوہک اور پارلوکک زندگی کے ہیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور تہاک کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہیک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انہیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھائی اور قرقی کا اُدش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

میں بھارت، واسیوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک اِستہتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس مہل اور بھتہ بھتہ کو جو دھرم مذہب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوہک اور پارلوکک زندگی کے ہیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور تہاک کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہیک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انہیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھائی اور قرقی کا اُدش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سمے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا کدول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھارمک اور مذہبی راستہ چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ ہکرپرستی یا سچائی اور نیک کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ آٹھ دن کی آفتیں اُن پر اُنی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن نباہ اور برباد ہو چکی تھیں۔

میں بھارت، واسیوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک اِستہتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس مہل اور بھتہ بھتہ کو جو دھرم مذہب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوہک اور پارلوکک زندگی کے ہیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور تہاک کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہیک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انہیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھائی اور قرقی کا اُدش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سمے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا کدول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھارمک اور مذہبی راستہ چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ ہکرپرستی یا سچائی اور نیک کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ آٹھ دن کی آفتیں اُن پر اُنی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن نباہ اور برباد ہو چکی تھیں۔

میں خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُن اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر قرآن نے منشیہ کے روحانی، سماجی، آرٹھک اور راجکاجی جہوں کو قائم کرنا

چاہا ہے۔ مگر دیکھ کہ پڑھے لکھے مسلمان بھی انہیں بہت کم سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں انہیں دستار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے اپنے اُن بنیادی اصولوں میں سچی لوک شاهی (جمہوریت) کو کتنی اونچے جگہ دی ہے اور آزادی، برابری اور بھائی چارے کے سنہرے اصولوں کو کس پیمانے پر آدمی کی زندگی کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھیاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چاہیں وہ 'حقق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چاہیں وہ 'حقق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حقق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چاہیں وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے ذنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پر وجہ ہے۔ اِن سے آدمی میں روحانی شکلی آتی ہے۔

'حقق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حقق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حقق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حقق العباد کے پورا کرنے میں کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں، خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حقق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جہوں سے سنبند رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خلوص قلب' (شدہ وردہ) اور بے غرضی (نسوانہتا) کے ساتھ کرنا چاہئے۔

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھیاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھیاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چاہیں وہ 'حقق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چاہیں وہ 'حقق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حقق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چاہیں وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے ذنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پر وجہ ہے۔ اِن سے آدمی میں روحانی شکلی آتی ہے۔

'حقق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حقق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حقق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حقق العباد کے پورا کرنے میں کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں، خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حقق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جہوں سے سنبند رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خلوص قلب' (شدہ وردہ) اور بے غرضی (نسوانہتا) کے ساتھ کرنا چاہئے۔

کے ساتھ پورا کرنا چاہئے، یعنی ان کے پورا کرنے میں اپنے لئے کوئی نفعی یا دنیوی فائدہ، یہاں تک کہ جنت کی اچھا بھی نگاہ میں نہیں ہوتی چاہئے۔ یہ قبول اللہ کے نکتہ جانے کے لئے اور روحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے ہیں تاکہ آدمی دین کی سہولتوں پر چل سکے۔ اگر ان میں کوئی بھی خود غرضی آئی تو ان کی اصلی غرض جانی رہیگی اور یہ ہوگا جو چاہئے۔

قرآن کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اسے جو کچھ روحانی اور نیک شکتی پیش کی طرف اپنے فرائض کو ادا کرنے سے حاصل ہو، اس ساری شکتی کو دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے میں نسیوارتھتا کے ساتھ لگا دے۔

قرآن کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اسے جو کچھ روحانی اور نیک شکتی پیش کی طرف اپنے فرائض کو ادا کرنے سے حاصل ہو، اس ساری شکتی کو دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے میں نسیوارتھتا کے ساتھ لگا دے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پورستی اور طرح طرح کی اوجھام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پورستی اور طرح طرح کی اوجھام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پورستی اور طرح طرح کی اوجھام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

اسلام کے سماجی اصول

اسلام کے سماجی اصول

آدمی کی سماجی زندگی کا پہلا فرض قرآن میں غریبوں، یتیموں، یتیموں اور یتیموں سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بتایا گیا ہے۔ قرآن نے آدمی کی سماجی زندگی کی بنیاد پرستی کی ایک اور انسانی بھائی چارے پر رکھی ہے۔ اس نے صاف صاف کہا ہے کہ انسانی بھائی چارے کے اُس کے دائرے میں کل مانو جاتی، کل انسان شامل ہیں، اور ہر آدمی کو ہمیشہ سب کی یعنی کل انسانی قوم کی بھائی، بہتری اور بہبودی کا مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ سارا مانوسماج ایک تقسم ہے۔ قرآن کی کئی آیاتوں میں نبیوں اور پیغمبروں کو بھی 'بھائی' کے شہد سے پکارا گیا ہے۔ مستند صاحب ہر سے کی نماز کے بعد عام طور پر یہ کہا کرتے تھے—'میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا کے سب آدمی ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔' یہ شہد اتنی گہرائی اور بھاؤ کے ساتھ ان کے گلے سے نکلتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقسم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعلیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقسم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعلیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقسم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعلیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

کر دیتی ہے جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے الگ کرتی ہیں، اور مائیں سماج کے جبین میں پیدا اور جھکے پیدا کرتی ہیں۔ آجکل کے زمانے کی سب دلدلیاں، چاہے وہ کسی بھی رنگ و روپ میں ہوں، قرآن اور اسلام کی نگاہ میں جھوٹی ہیں۔

آجکل سب الگ الگ مذہبوں کے لوگوں نے اپنے اپنے کو الگ الگ لٹا کے پیجزوں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ بات اسلام کی تالیف کے بیکھل خلیا ہے۔ پر خود اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے آپکو اسی طرح کے ایک لٹا کے پیجزے میں بند کر رکھا ہے۔ اس پیجزے کو وہ 'اخوت اسلامی' یا 'اسلامی برائی چار' کہتے ہیں۔ اس اسلامی برائی چار کے اندر بھی انہوں نے یہ اس طرح کی رواجی اور سماجی دلدلیاں پیدا کر لی ہیں جن کو مثلاً قرآن اور پیغمبر اسلام کا خاص مشن دیا۔ مہر و نمر پرارتھا ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنے یہاں اور شاندار مذہب کے اس پہلو کی طرف دھیان دیں اور قرآن اور رسول کی تعلیم کو سامنے رکھ کر ان سب بھیدوں اور دلدلیوں کو، جو بھائی بھائی میں فرق کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے کھینچاٹانی پیدا کرتی ہیں، قرآن کی آگیاں کے خلاف سمجھ کر ایکدم مٹا دیے کی کوشش کریں۔

ہمارے آج کے جین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر برتاو کرنا چاہیے اُسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ برابری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویا ہیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اُس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشکتا سے ادھک مال اور دھن جمع کر لیتے ہیں، دوسرے حق داروں اور ضرورت مندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور و ضروری سوچے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پہل ملنے کے دن اُس کی چاندی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیگی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

کر دیتی ہے جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے الگ کرتی ہیں، اور مائیں سماج کے جبین میں پیدا اور جھکے پیدا کرتی ہیں۔ آجکل کے زمانے کی سب دلدلیاں، چاہے وہ کسی بھی رنگ و روپ میں ہوں، قرآن اور اسلام کی نگاہ میں جھوٹی ہیں۔

آجکل سب الگ الگ مذہبوں کے لوگوں نے اپنے اپنے کو الگ الگ لٹا کے پیجزوں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ بات اسلام کی تالیف کے بیکھل خلیا ہے۔ پر خود اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے آپکو اسی طرح کے ایک لٹا کے پیجزے میں بند کر رکھا ہے۔ اس پیجزے کو وہ 'اخوت اسلامی' یا 'اسلامی برائی چار' کہتے ہیں۔ اس اسلامی برائی چار کے اندر بھی انہوں نے یہ اس طرح کی رواجی اور سماجی دلدلیاں پیدا کر لی ہیں جن کو مثلاً قرآن اور پیغمبر اسلام کا خاص مشن دیا۔ مہر و نمر پرارتھا ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنے یہاں اور شاندار مذہب کے اس پہلو کی طرف دھیان دیں اور قرآن اور رسول کی تعلیم کو سامنے رکھ کر ان سب بھیدوں اور دلدلیوں کو، جو بھائی بھائی میں فرق کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے کھینچاٹانی پیدا کرتی ہیں، قرآن کی آگیاں کے خلاف سمجھ کر ایکدم مٹا دیے کی کوشش کریں۔

ہمارے آج کے جین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر برتاو کرنا چاہیے اُسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ برابری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویا ہیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اُس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشکتا سے ادھک مال اور دھن جمع کر لیتے ہیں، دوسرے حق داروں اور ضرورت مندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور و ضروری سوچے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پہل ملنے کے دن اُس کی چاندی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیگی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہے۔ سب خُدا کے بندے ہیں۔ سب برابر ہیں۔ سب آدمی ہیں۔ سب کی ضرورتیں ایک برابر پوری ہونی چاہیے۔ اس لیے جو کوئی اپنی ضرورت سے بڑا یا کم کرے یا کسی اور کو اس کی ضرورت سے زیادہ استعمال کرے یا جمع رکھے وہ دوسروں کو اُن کے چیزوں کے حق میں یحییٰ مانو اور ان کے حقوق سے محروم (منہج) کر دیتا ہے۔ وہ خُدا کی اُن نعمتوں پر ظالمانہ قبضہ کرتا ہے جو سب کے لئے ایک ہی ہیں۔ ایسا کرنا صاف ظلم اور عدل اور انصاف کے خلاف ہے۔

ان اصولوں کی بنیاد کھول دوسری دنیا کی بھائی پر ہے۔ یہاں اس دنیا اور اُس زندگی کے سچے فائدے پر نہیں ہے۔ ان اصولوں کا سہ بنیاد 'انسانی برابری' بھائی چارہ اور سچے جمہوریت یعنی لوگ شافی سے ہے۔ اُس کے پیچھے جو آدمی کی روحانی بھائی کا خیال ہے وہ ایک الگ چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ یونانیوں، سرمایہ داری یا کپٹلیزم کا اُس سے ادھک بڑا وروندہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے سود کمانا، چوا کھلنا اور سرمایہ جمع کرنا، اُن سب کو حرام بتا کر ہر طرح کی سرمایہ داری کا مانو سماج کے جیون سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اُس نے سرمایہ داری کے فایم ہونے کی سہ بھائی کو ہی مٹا دیا۔ اگر آج مانو سماج نے قرآن کے اُن سہ بنیادوں پر عمل کیا تو ہر طرح کی سرمایہ داری دنیا سے مٹ چکی ہوتی اور وہ شہنشاہیت (سامراجیت) جو ڈیموکریسی یعنی جمہوریت کا جھوٹا جامہ پہن کر دنیا پر راج کر رہی ہے یا راج کرنے کی کوشش کر رہی ہے پیدا ہی نہ ہو پاتی۔ ہر دھرم نے بھی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام نے اُسی سہ بنیادوں کے اوپر ایک بہت بڑا راج فایم کر کے بھی دکھا دیا تھا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھول خاص لوگوں، مومنوں، عابدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نعم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ اُن کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو اُن اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویل میں یعنی جھوٹی ویاکھیائوں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اِس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھی) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھول خاص لوگوں، مومنوں، عابدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نعم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ اُن کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو اُن اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویل میں یعنی جھوٹی ویاکھیائوں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اِس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھی) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

کو جایز کر لیا ہے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کسی خاص چیز کا جایز ہونا یا اس کے استعمال کی اجازت ہونا ان اصولوں کو رد نہیں کر دیتا جو اس استعمال کے لئے قرآن نے قائم کئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہم اذہر بیان کر چکے ہیں، جو بات عدل اور انصاف کے خلاف ہے، جو مانو ایسا ہی انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے اور اس بارے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں سے انکار ہے، وہ بالکل غلط اور پریشان ہے۔

میں खासकर मुसलमानوں से बड़ी नम्रता के साथ यह कहना चाहता हूँ कि वह दूसरे इन्सानों की तरफ अपने फर्जों को पूरा करने में कुरान की खुली हिदायतों पर चलें और नासमझ या खुदशरज लोगों की तावीलों के चक्कर में न पड़ें, उनके ऐसा करने से देश और मानव समाज का भला तो होगा ही, खुद मुसलमानों का भी इस दुनिया और दूसरी दुनिया दोनों में भला होगा और मुसलमानों में खुददारी, और अपने ऊपर भरोसा और अपने सब पड़ोसियों के साथ प्रेम और सहृदयता पैदा होगी, और दुनिया में सच्चा इन्सानी भाईचारा यानी अखवते इन्सानी और सच्ची डेमोक्रेसी यानी जमहूरियत कायम करने का सेहरा उन्हीं के सर बँधेगा।

इसलाम के आर्थिक यानी माली उसूल

आदमी में दूसरे जानदारों से ज्यादा जो समझ और नेकी और बढ़ी की तमीज और एक रूहानी प्यास है उसकी बिना पर कुरान में आदमी को 'अशरफउलमخلूक़ात' यानी 'सब प्राणियों से बढ़कर' कहा है, और उसे यह इजाजत दी है कि वह खुदा की दी हुई सब नियामतों से अपनी जरूरत के अनुसार खुद फायदा उठाए और दूसरों को फायदा पहुँचाए। आर्थिक जिंदगी में भी कुरान में आदमी के सामने वही अदल और इन्साफ का उसूल रक्खा है जो समाजी जिंदगी में, इसके बाद कुरान ने इंसान को अशरफउल मखलूक़ात होने की हैसियत से ज़मीन पर अपना खलीफा यानी नायब करार किया है और उसका यह फर्ज बताया है कि वह खुदा की सब नियामतों को सब जानदारों में उनकी जरूरत के मुताबिक ठीक ठीक तक्सीम करे, यही उसके खलीफा होने का मतलब है।

मतलब यह है कि खुदा सारी सृष्टि का बनाने वाला ही नहीं बल्कि उसका मालिक भी है और इस मालिक की हैसियत से उसने आदमी को अपना खलीफा बनाया है, खलीफा होने का यह मतलब नहीं है कि आदमी जो चाहे करे और जिस तरह चाहे रहे, आदमी को खुदा का खलीफा बनाने के साथ साथ कुरान में सब आदमियों और सब जानदारों के हक़ और उनके फर्ज तय कर दिए गए हैं, अगर आदमी खुदा के बताए हुए उन उसूलों और सबके अधिकारों के खिलाफ

में خاصر مسلمانوں سے بڑی نرمता کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں پر چلیں اور ناسمج یا خود فرض لوگوں کی قادیلوں کے چکر میں نہ پڑیں۔ ان کے ایسا کرنے سے دیہی اور مانو سماج کا بھلا تو ہوگا ہی خود مسلمانوں کا بھی اس دنیا اور دوسری دنیا دونوں میں بھلا ہوگا اور مسلمانوں میں خودداری اور اپنے اذہر بھروسہ اور اپنے سب پڑوسیوں کے ساتھ پریم اور محبت پیدا ہوگی اور دنیا میں سچا انسانی بھائی چارہ یعنی اخوت انسانی اور سچی ڈیموکریسی یعنی جمہوریت قائم کرنے کا سہرا انہیں کے سر بندھیگا۔

اسلام کے آرٹھک یعنی مالی اصول

آدمی میں دوسرے جانداروں سے زیادہ جو سمجھ اور نہکی اور ہدی کی تمیز اور ایک روحانی پھاس ہے اس کی بنا پر قرآن میں آدمی کو 'اشرف المخلوقات' یعنی اور 'سب پرانیوں سے بڑھکر' کہا ہے، اور اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی سب نعمتوں سے اپنی ضرورت کے انحصار خیر فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ آرٹھک زندگی میں بھی قرآن نے آدمی کے سامنے وہی عدل اور انصاف کا اصول رکھا ہے جو سماجی زندگی میں۔ اس کے بعد قرآن نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب قرار کیا ہے اور اس کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ خدا کی سب نعمتوں کو سب جانداروں میں ان کی ضرورت کے مطابق ٹھیک ٹھیک تقسیم کرے، یہی اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

جاتا ہے تو وہ اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کا یہ رجا قبول اسلام ہی میں نہیں سب دھرموں میں کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے، اور ہر مذہب میں اس کے لئے اصول اور قاعدے بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی بنا اپنا مذہب بدامین بنیادی اور قدرتی اصولوں پر چل سکتا ہے۔

اگر ہم کبھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا بنانے والا اور سب کا مالک ہے تو اسی ایک اصول کے آدھار پر سب طرح کی فرقہ واریت، سامبرداینکنا اور دھارمک داہندیوں کا خاتمہ ہو جاتا چاہئے۔ ہر آدمی اس زمین کے اوپر خدا کا خلیفہ یعنی نائب ہے، اس اصول کو سامنے رکھ کر ہم کبھی کبھی مسلمان، ہندو، عیسائی ہی نہیں، ساری انسانی برادری کو ایک بھائی چارے میں باندھ سکتے ہیں۔ جو آدمی خدا کے بھائی ہوئے عدل اور انصاف کے قانون کے انہماک زندگی بسر کرنا ہے اور سب کے ساتھ ملکر سب کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرتا ہے وہی سچے سچے خدا کا خلیفہ کہلانے کا حقدار ہے، چاہے وہ مسلمان ہو، ہندو ہو یا عیسائی ہو، اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرنا ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

اگر ہم کبھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا بنانے والا اور سب کا مالک ہے تو اسی ایک اصول کے آدھار پر سب طرح کی فرقہ واریت، سامبرداینکنا اور دھارمک داہندیوں کا خاتمہ ہو جاتا چاہئے۔ ہر آدمی اس زمین کے اوپر خدا کا خلیفہ یعنی نائب ہے، اس اصول کو سامنے رکھ کر ہم کبھی کبھی مسلمان، ہندو، عیسائی ہی نہیں، ساری انسانی برادری کو ایک بھائی چارے میں باندھ سکتے ہیں۔ جو آدمی خدا کے بھائی ہوئے عدل اور انصاف کے قانون کے انہماک زندگی بسر کرنا ہے اور سب کے ساتھ ملکر سب کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرتا ہے وہی سچے سچے خدا کا خلیفہ کہلانے کا حقدار ہے، چاہے وہ مسلمان ہو، ہندو ہو یا عیسائی ہو، اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرنا ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو لازمی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فرائی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور ان کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زمرواری خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دالہ ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انہماک اور بہتان ہے۔ جو اونچے نیچے اور غریب امیر کا فرق اس سہ دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ ان دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ الگ ہٹ کر اپنی سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارتہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور ان میں احسان اور برادری کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھارنوں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ سب نے دھرم مذہب کا درودہ کرنا شروع کر دیا۔ سچے یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو لازمی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فرائی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور ان کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زمرواری خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دالہ ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انہماک اور بہتان ہے۔ جو اونچے نیچے اور غریب امیر کا فرق اس سہ دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ ان دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ الگ ہٹ کر اپنی سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارتہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور ان میں احسان اور برادری کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھارنوں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ سب نے دھرم مذہب کا درودہ کرنا شروع کر دیا۔ سچے یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو لازمی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فرائی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور ان کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زمرواری خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دالہ ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انہماک اور بہتان ہے۔ جو اونچے نیچے اور غریب امیر کا فرق اس سہ دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ ان دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ الگ ہٹ کر اپنی سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارتہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور ان میں احسان اور برادری کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھارنوں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ سب نے دھرم مذہب کا درودہ کرنا شروع کر دیا۔ سچے یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

’اسلام کے بنیادی اصول‘
 اسلئے کہ یہ ہے کہ دنیا کے سب پیشوں میں وہ پیشہ ہی
 اچھے اور اچھے ہیں جن میں آدمی خود اپنے ہاتھ
 کی محنت سے روزی کما رہا ہے۔ اسلام کے پیغمبر
 محمد صاحب نے اُن کے چاروں پہلے خلیفوں نے اور
 محمد صاحب کے ساتھیوں نے سب نے اپنی زندگی میں اس
 اصول کو بہت بڑی جگہ دی اور اس پر پوری طرح عمل
 کیا۔ محمد صاحب نے اس اصول پر اتنا زور دیا کہ اُن کی
 ایک حدیث ہے کہ—”اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما لے والا
 ہی اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے۔“

میں فیر خاصکر مسلمانوں کا خیال ان کے ماحول
 کے اس زبردست پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں یہ بھی یاد
 رکھنا چاہئے کہ دنیا کے دوسروں اور خاصکر اسلام کی کسب طلب
 کی تعلیم اور کروڑوں مسلمانوں کے اس پر عمل کرنے کے ہی آج اس اصول
 کو دنیا کے آرتھک جیوں کا سب سے پیارا سب سے مانا ہوا اور سب سے
 بڑا اصول بنا رہا ہے۔ دوسروں کی اس تعلیم کا ہی نتیجہ ہے کہ آج
 ہر دہش کی سرکار بڑے زوروں کے ساتھ اس اصول کو اپنے دیش
 کے جیوں میں چلا لے کر رہی ہے۔ روس اور چین کی
 سرکاروں نے تو اس اصول کو اپنے ودھان (دستور) میں سرکاری
 جگہ دی ہے یعنی یہی وہ دوسری ہے جس کے چاروں طرف
 اُن دیشوں کا سارا آرتھک جیوں گھومتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں
 کا یہ پاک فرض ہے کہ وہ کسی قوم یا ملک کو اس میدان
 میں اپنے سے آگے نہ نکال جائے دیں۔ انہیں جلدی سے جلدی
 ایسا پروگرام بنانا چاہئے کہ جس سے ہر مسلمان اور ہر آدمی
 کو کسب طلب کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنی روزی کمانے کا
 موقع ملے۔ اگر قبول یہی بات پورے دل سے کر دی جائے تو
 اس دہش کا سارا آرتھک جیوں نہ سہ سے تعمیر ہو سکتا ہے
 اور یہ ملک عیروں کی آرتھک لوٹ سے بچ کر بے حد پل پل
 سکتا ہے۔

اسلام کے راجکاری اصول

اسلام کے راجکاری اصول

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجکاری تعلیم
 کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر سہ اپنے سامنے یہ
 وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے
 ملے جملے تقیم کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ
 اُس کا دیوار اور اُس کے ہاؤس کے ساتھ اُسی کی آپسی یونیم اور
 سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو
 اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا
 بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی
 ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھنے لگتے
 ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجکاری تعلیم
 کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر سہ اپنے سامنے یہ
 وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے
 ملے جملے تقیم کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ
 اُس کا دیوار اور اُس کے ہاؤس کے ساتھ اُسی کی آپسی یونیم اور
 سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو
 اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا
 بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی
 ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھنے لگتے
 ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

बड़े से बड़े नुक़सान पहुंचा रही हैं और दुनिया में तरह तरह के आर्थिक और राजकाजी तूफ़ान पैदा कर रही हैं केवल इम सच्चाई को भुला देने का नतीजा हैं. अगर हम सारे मानव समाज को एक कुटुम्ब मान लें और इ सानी भाई चारे के उसूल को मान लें तो फिर नौकर या मालिक, हाकिम या महकूम हर आदमी इस दुनिया में खुद का नायब है और हर आदमी का पैदाइशी हक़ है कि वह खुददारी, खुद-मुख्तारी और खुद ऐतमादी यानी आत्म सम्मान, स्वाधीनता और स्वावलम्बन की जिंदगी बसर करे. इस विचार के एक बार दिल में बैठ जाने के बाद किसी तरह की ऊँच नीच या अमीरी गरीबी का बर्दाश्त करना आदमी के लिए असंभव हो जाता है. उसमें फिर यह नैतिक और आत्मिक बल आ जाता है कि वह अपने सब भाइयों यानी सब इन्सानों के हक़ों की हिफ़ाज़त करे और जो लोग दूसरों से उनके हक़ छीनते हैं उनके जुल्म का डटकर मुक़ाबला करे. फिर कोई बाहरी या मर्दा शक्ति आदमी की इस आज़ादी और उसकी इस रूढ़ानी शक्ति पर राज़बा नहीं पा सकती.

जहाँ तक मजहब का राजकाज से संबंध है, कुरान में बहुत साफ़ साफ़ शब्दों में "लाइकराहा फिहीन" का उसूल हमारे सामने रख दिया है. इस आयत के लफ्ज़ी मानी यह है कि दीन धर्म के मामले में किसी के साथ भी किसी तरह की ज़बरदस्ती नहीं होनी चाहिए. यह साफ़ और सुनहरा उसूल हर आदमी को, चाहे वह किसी मजहब का हो, अपने मजहबी फर्ज़ पूरा करने की पूरी आज़ादी देता है, और उसकी इस आज़ादी में किसी तरह की दखलअंदाज़ी को भी जुल्म ठहराता है. कुरान के मुताबिक़ जो कोई आदमी भी, चाहे वह किसी भी मजहब का हो, दूसरों के साथ इस तरह का जुल्म करता है उसके खिलाफ़ जेहाद करना हर आदमी का फर्ज़ है. खुदा का ख़लीफ़ा होने के नाते हर आदमी अपने भगवान से सीधा संबंध रखने का हक़ रखता है. उसे अधिकार है कि अपने बनाने वाले की पूजा, बन्दगी या स्तुति के लिये जो राह चाहे अख़्तियार करे. उसका इस आज़ादी में दख़ल देना जुल्म और गुनाह है. नैतिक, धार्मिक और आध्यात्मिक स्वतंत्रता की इससे ऊँची कल्पना नहीं की जा सकती.

इसका यह मतलब नहीं कि कुरान सब धर्मों और मजहबों की हर चीज का ठीक मानता है. कुरान 'ईमान' और 'इज़्हाद' यानी आस्तिकता और नास्तिकता, नेकी और बदी, भलाई और बुराई में साफ़ फ़र्क़ करता है. उसका यह भी दावा है कि खुदा ने हर देश में, और हर क़ौम में पैग़म्बर भेजे हैं और हर ज़माने में और हर मुल्क में पाक किताबें भी भेजी हैं कि दुनिया के लोग उनकी मदद से ठीक रास्ते को समझ सकें और उस पर चल सकें.

بڑے سے بڑے نقصان پہنچا رہی ہیں اور دنیا میں طرح طرح کے آرتھک اور راجکاجی طوفان پیدا کر رہی ہیں یہیں اِس سچائی کو بھلا دینے کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم سارے مانو سماج کو ایک نغمہ مان لیں اور انسانی بھائی چارے کے اصول کو مان لیں تو پھر نوکر یا مالک، حاکم یا محکوم ہر آدمی اِس دنیا میں خدا کا نایب ہے اور ہر آدمی کا پوداوشی حق ہے کہ وہ خودداری، خود مختاری اور خود اعتمادی یعنی اُنم سمان، سوا دھیتا اور سوا اومین کی زندگی بسر کرے۔ اِس وچار کے ایکبار دل میں بیٹھ جانے کے بعد کسی طرح کی اولچ نہیج یا امہری غریبی کو برداشت کرنا آدمی کے لئے اسمہو ہو جاتا ہے۔ اِس میں پھر یہ نیتک اور اُتمک ہل آ جاتا ہے کہ وہ اپنے سب بھانہوں یعنی سب انسانوں کے حقوں کی حفاظت کرے اور جو لوگ دوسروں سے اُن کے حق چھینتے ہیں اُن کے ظلم کا قات کر مقابلہ کرے۔ پھر کوئی باہری یا مادی شکتی آدمی کی اِس آزادی اور اُس کی اِس روحانی شکتی پر غلبہ نہیں پا سکتی۔

جہاں تک مذہب کا راجکاج سے سمبندھ ہے قرآن نے بہت صاف صاف شجروں میں ”اگر اٹھائی اذین“ کا اصول ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اِس آیت کے لغتی معنی یہ ہیں کہ دین دھرم کے معاملے میں کسی کے ساتھ بھی کسی طرح کی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ صاف اور سہرا اصول ہر آدمی کو چاہئے کہ کسی مذہب کا ہو، اپنے مذہبی فرض پورا کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور اُس کی اِس آزادی میں کسی طرح کی دخل اندازی کو بھی ظلم ٹھہراتا ہے۔ قرآن کے مطابق جو کوئی آدمی بھی، چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو، دوسروں کے ساتھ اِس طرح کا ظلم کرنا ہے اُس کے خلاف جہاد کرنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ خدا کا خلیفہ ہونے کے ناطے ہر آدمی اپنے بھوکاں سے سیدھا سمبندھ رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اُسے اندھیکار ہے کہ اپنے بتائے والے کی پوجا، بدذکی یا استرتی کے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اُس کی اِس آزادی میں دخل دینا ظالم اور گناہ ہے۔ نیتک، دھارمک اور آدھیانمک سونترتا کی اِس سے اونچائی کھٹنا نہیں کی جا سکتی۔

اِس کا یہ مطالب نہیں کہ قرآن سب دھرموں اور مذاہبوں کی ہر چیز کو ٹھیک مانتا ہے۔ قرآن 'ایمان' اور اتحاد یعنی اُستکما اور ناستکما، نیکی اور بدی، بھلائی اور برائی میں صاف فرق کرتا ہے۔ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ہر دیسی مین اور ہر قوم میں ایڈمیرر بھیجے ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر ملک میں پاک کتابیں بھی بھیجی ہیں کہ دنیا کے لوگ اُن کی مدد سے ٹھیک راستہ کو سمجھ سکیں اور اُس پر چل سکیں۔

کُوران کا یہ بھی کہنا ہے کہ خُدا نے ساری دُنیا کے لیے ہمیشہ دین دھرم کی ایک ہی سیدھی راہ بتائی ہے اور ہر پیغمبر نے اور ہر دھارمک پستک نے اُسی سیدھی راہ کی تعلیم دی ہے۔ دُنیا کی کسی دوسری پاک کُتاب میں اس بنیادی سچائی کو اتنے صاف صاف اور اتنے بار بار بیان نہیں کیا گیا جتنا قرآن میں۔ قرآن نے آدمی سے یہ بھی کہا ہے کہ سب دھارمک کُتبوں اور سب رسولوں کو مانو اور رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہ کرو۔ یہاں تک کہ جو لوگ دُنیا بھر کے سب رسولوں کو نہیں مانتے یا اُن میں کسی طرح کا فرق کرتے ہوں انہوں قرآن ’’کافروں حقہ‘‘ یعنی ’’سچے کافر‘‘ کہا ہے۔ قرآن کا مذہب اِس نگاہ سے سب مذہبوں کو اپنے اندر لٹے ہوئے اور ایک واپک یعنی عالمگیر مذہب ہے۔

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت ’’لا اِکْرہا فی الدین‘‘ کی ہم نے اوپر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

’’اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کوونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُبدیش) پیدا کرسکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے نرسکتا ہے، زبردستی کرنے سے نہیں دوسکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس اِلٰہ کی وحدت یعنی اُس کی اِکمت اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہی اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنوسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہوی آزادی دیتا ہے۔

’’اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کوونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُبدیش) پیدا کرسکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے نرسکتا ہے، زبردستی کرنے سے نہیں دوسکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس اِلٰہ کی وحدت یعنی اُس کی اِکمت اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہی اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنوسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہوی آزادی دیتا ہے۔

قرآن نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے مشرق یعنی ایک

ابلاہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحدیت یا نی ناسٹک، مسکسید یا نی مگڈالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جہنمی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوت انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہیں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے بنیادی ٹھیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔

جاہل ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارہ ان دھارمک نظریوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'عندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی نظریوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچاؤ کی نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملے میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری بناتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچاؤ کی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اس سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیر جانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے منہ والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

آپلاہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحدیت یا نی ناسٹک، مسکسید یا نی مگڈالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جہنمی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوت انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہیں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے بنیادی ٹھیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔

آپلاہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحدیت یا نی ناسٹک، مسکسید یا نی مگڈالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جہنمی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوت انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہیں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے بنیادی ٹھیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔

کے جب تک ان کی یہ غلطیوں دور نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے دھرموں کی سچھی تالیف پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پورے پورے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طوفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے اور ہمیں بچھری قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ ان بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومت الہی یعنی رام راج قائم کرنا ہر آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے اور اس کے طریقہ بھی بتائے ہیں۔

حکومت الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دل درد دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جانی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال ہے۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدے قانون جن کے کارن سماج کے کچے لوگوں میں غریبی گہر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچے لوگ دوسروں پر ظلم کر سکتے ہیں، وہ سب منسوخ اور رد کر دئے جاتے ہیں۔ ظالم کا اس سے بڑھ کر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچے لوگ دردمند ہوں اور کچے غریب، نادار اور لاچار۔ کچے ظالم ہوں اور کچے دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے آنسو یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اننا دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

قرآن ہی قرآن ہے، چوتھے بلوان اور کمزور، قندوست اور ہمارے اس فرق پر بھی بڑا دھیان دیتا ہے جس کا ہونا ہر ملے جیلے کلمب کے اندر لازمی ہے۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سوکھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ کسی بھی کلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محنت کر سکتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شکتی اور قابلیت کے آنسو محنت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اس کی ضرورت کے آنسو خرچ کیا جاوے گا۔ انٹر کام نہ کر سکنے والے بیمار یا اباہج یا بچے پر زیادہ اور محنت کرنے والے قندوست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے۔ آج

کے جب تک ان کی یہ غلطیوں دور نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے دھرموں کی سچھی تعلیم پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پورے پورے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طوفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے اور ہمیں بچھری قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ ان بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومت الہی یعنی رام راج قائم کرنا ہر آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے اور اس کے طریقہ بھی بتائے ہیں۔

حکومت الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دل درد دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جانی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال ہے۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدے قانون جن کے کارن سماج کے کچے لوگوں میں غریبی گہر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچے لوگ دوسروں پر ظلم کر سکتے ہیں، وہ سب منسوخ اور رد کر دئے جاتے ہیں۔ ظالم کا اس سے بڑھ کر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچے لوگ دردمند ہوں اور کچے غریب، نادار اور لاچار۔ کچے ظالم ہوں اور کچے دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے آنسو یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اننا دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

ساتھ ہی قرآن ہے، چوتھے بلوان اور کمزور، قندوست اور ہمارے اس فرق پر بھی بڑا دھیان دیتا ہے جس کا ہونا ہر ملے جیلے کلمب کے اندر لازمی ہے۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سوکھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ کسی بھی کلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محنت کر سکتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شکتی اور قابلیت کے آنسو محنت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اس کی ضرورت کے آنسو خرچ کیا جاوے گا۔ انٹر کام نہ کر سکنے والے بیمار یا اباہج یا بچے پر زیادہ اور محنت کرنے والے قندوست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے۔ آج

دنیا بھر میں کمیونزم نے اسی کو اپنا آرہک اصول اور اپنا سب سے بڑا نمبر بنا رکھا ہے۔

کمیونسٹ بیچاروں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ جب تک عام لوگوں کو دو باتوں پر विश्वास نہ ہوگا، ایک یہ کہ خدا ہے اور ایک اور کیوں ایک ہے اور دوسرے یہ کہ سب آدمی بھائی بھائی ہیں، تب تک دنیا کے عام لوگ اوپر کے اصول کو سونڈکر نہیں کر سکتے۔ جب تک لوگوں کو اس جہنم کے بعد کے ایک استھانی یا امر جہنم میں وشواس نہ ہوگا تب تک عام لوگوں سے انصاف، قیام اور نسواریت کی آشا کرنا بھی غلط ہے۔ جہنم کے سکھوں کو عام آدمی تب ہی دوسروں کے لئے نیاک سکتا ہے جب اسے بعد کے کسی جہنم میں بدلہ کی آشا ہو۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو فہمی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چلا سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمہ کے اندر ہنس اور زبردستی سے کام لینا مائوتا کو ٹھیس پہونچاتا ہے اور اسے مائوتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاری جہنم کے انہ بھی ہنس اور زبردستی کہ چکے بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہمارے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جہنمی ہنس اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسواری پیدا کرتے ہیں جو ہنس اور قر پیدا نہیں کر سکتے۔

پونو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤ کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو فہمی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چلا سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمہ کے اندر ہنس اور زبردستی سے کام لینا مائوتا کو ٹھیس پہونچاتا ہے اور اسے مائوتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاری جہنم کے انہ بھی ہنس اور زبردستی کہ چکے بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہمارے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جہنمی ہنس اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسواری پیدا کرتے ہیں جو ہنس اور قر پیدا نہیں کر سکتے۔

پونو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤ کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤ کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤ کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

कसूल से भी आगे बढ़कर दूसरों की जरूरतों को अपनी जरूरतों पर तरजीह देनी होगी, उसे दूसरों के लिये त्याग और कुरबानी करनी होगी। तब ही वह धरती पर खुदा का खलीफा यानी नायब बन सकेगा। इसीलिये कुरान कहता है कि इन्साफ़ करो, अहसान करो, त्याग यानी ईसार करो। कुरान में बराबर आता है कि “अल्लाह उन्हीं को प्यार करता है जो दूसरों पर अहसान करते हैं।”

इन अर्थों में खुदा का खलीफ़ा बनने की कोशिश को ही क़ुरान ने 'जेहाद अक़बर' यानी बड़ा जेहाद कहा है, इसी को 'सीधा रास्ता' बताया है.

इसमें सन्देह नहीं कि कुरान ने आत्म रक्षा यानी अपने बचाव के लिये हिंसा की यानी तलवार उठाने की भी इजाजत दी है। लेकिन इसे 'जेहादे असगर' यानी छोटा जेहाद कहा है। लगभग सब धर्मों ने राजकाज में तलवार के इस्तेमाल की इजाजत दी है, लेकिन केवल जवाबी तौर पर, और वह भी इसलिये कि देश और काल के हालात के अनुसार अभी हिंसा को मनुष्य जीवन से बिल्कुल बाहर नहीं किया जा सकता था। साथ ही हर धर्म ने हिंसा को केवल आत्म रक्षा के लिये जायज ठहराया है, और हिंसा और तलवार के इस्तेमाल के खत्म करने के लिये दरजे व दरजे रास्ते और राहें बताई हैं। पर कड़ी से कड़ी हिदायतों के हाते हुए भी किसी मजहब के मानने वाले हिंसा का केवल जवाबी उपाय तक यानी आत्म रक्षा तक सीमित न रख सकें। इन लोगों ने चूँकि 'जेहाद अकबर' को तरक कादे ध्यान नहीं दिया, इसी लिये ये सब दुनिया की हिंस और लोभ के जाल में फस गए। जेहादे असगर को ही सबने जेहादे अकबर समझ लिया, और अपने बचाव की हद से बढ़कर उसे दुनिया की ताकत और ऐश आराम के सामान हासिल करने का जरिया बना लिया। इस जबरदस्त भूल ने आदमी की सारी रूहानी यानी आध्यात्मिक और इखलाक़ी यानी नैतिक शक्तियाँ का मिटा डाला। इसी के नतीजे की शकल में इन्साना दुनिया साम्राज्यवाद और पूँजीवाद यानी शहन-शाहियत और सरमायेदारी के जाल में फँस गई, यहाँ तक कि उसमें रूहानी और इखलाक़ी शक्तियों के पैदा होने के सारे दरवाजे ही बन्द हो गए। नतीजा यह हुआ कि हम यह दुनिया और वह दुनिया दोनों का स्वाँ बैठे। दुनिया से हमारा मान और इक़बाल दोनों उठ गए। आज पच्छिम की नास्तिकता और वहाँ का साम्राज्यवाद हम पर हावी है और उस की सारी शक्ति हमारी रही सही बुनियादों को खाँद डालने में लगी हुई है। अगर मजहबी दुनिया अब भी नहीं जागती और उन रास्तों को अख्तियार नहीं करती, जो उसकी पाक किताबों और नबियों ने बताए हैं, तो उसे अपनी इस गलती के नतीजे भगतने पढ़ेंगे, उस पर नई नई मुसीबतें उतरेंगी

اصول سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں
 پر ترجیح دینی ہوگی، اُسے دوسروں کے لئے قیام اور قربانی
 کرنی ہوگی۔ تب ہی وہ دھرتی پر خدا کا خلیفہ یعنی
 نایب بن سکیگا۔ اِس لئے قرآن کہتا ہے کہ اِنصاف کرو،
 احسان کرو، تہاگ یعنی ایثار کرو۔ قرآن میں برابر آتا ہے کہ
 ”واللہ اُنہیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں پر احسان کرتے ہیں۔“

ان ارہوں میں خدا کا خلیفہ بننے کی کوشش کو ہی قرآن نے 'جہاد اکبر' یعنی بڑا جہاد کہا ہے۔ اسی کو 'سیدھا' واپس لے لیا ہے۔

اِس میں سُلیدہ نہیں کہ قرآن نے آدم رکشا یعنی اپنے بچاؤ کے لئے ہلسا کی یعنی تلوار اُٹھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن اِسے 'جہاد اصغر' یعنی چھوٹا جہاد کہا ہے۔ لگ بھگ سب دھرموں نے راجکالج میں تلوار کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ لیکن کیول جوائی طور پر اور وہ بھی اِس لئے کہ دیس اور دل کے حالات کے اسوار ابھی ہنسا دو مشفقہ چھوٹے ہائل پانچ نہیں دیا جاسکتا تھا۔ ساتھ ہی مقر دھرم نے ہنسا دو کیول آدم رکشا کے لئے چاہیڑ تھہرایا ہے۔ اور ہنسا اور تلوار کے استعمال کے ختم کرنے کے لئے درجہ بدرجہ راستہ اور راہیں بتائی ہیں۔

پر دُری سے دُری مذہبیتوں کے ہوتے ہوئے ہی کسی مذہب کے ماننے والے ہنسا دو کیول چڑہی اپنیوں تک یعنی آدم رکشا تک سیاست نہ رکھ سکے۔ ان لوگوں نے چونکہ 'جہاد اکبر' کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا' اِس لئے یہ سب دنیا کی حرص اور لوہے کے چل میں پھنس گئے۔ جہاد اصغر کو ہی سب نے جہاد اکبر سمجھ لیا' اور اپنے بچڑ کی حد سے بڑے نو اسے دینا کی طاعت اور دیس آرام کے سامان حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اِس زبردست بھول نے ادسی کی ساری روحانی یعنی آدھ تک اور اخلاقی یعنی نیک شکلیوں کو مہ ذالاً اِس نے نتیجے کی شکل میں انسانی دنیا سا-راجیہ وان اور پونجی وان یعنی شہنشاہیت اور سرمایہ داری نے چل میں پھنس کمی یہاں تک کہ اِس میں روحانی اور اخلاقی شکلیوں نے پیدا ہونے کے سارے دروازے ہی بند ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم یہ دنیا اور وہ دنیا دونوں کو ہو بیٹھے۔ دنیا سے ہمارا مان اور اذیل دونوں اُٹھ گئے۔ آج پچھم کی ناستکتا اور وہاں کا سامراجیہ وان ہم پر جاری ہے اور اِس کی ساری شکلی ہماری رہی سہی بنیادوں کو ٹھوڑ ڈالنے میں لگی ہوئی ہے۔ اگر مذہبی دنیا اب بھی نہیں چاڑتی اور ان راستوں کو اختیار نہیں کرتی' جو اِس کی پاک کتابوں اور نہیں نے بتائے ہیں تو اُسے اپنی اِس غلطی کے نتیجے بھگتنے پڑیں گے' اِس پر نئی نئی مصیبتیں آنریں گی

اور سرمایہ داری اور ناستیکتا کا طوفان کیوں اُسی کا نہیں سارے مانو سنسار اور مانو جاتی کا خانہ کر دیا ۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اِس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک دوسرے سے انک نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہدی میں۔ ایشور کی ایکتا ان میں کیندریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ ہدی ان تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتھن نہ کریں تو پے انت آپادھاپی پھل جاتی ہے 'ہماری ساری شکتھیاں بکھر جاتی ہوں' اور ہماری 'روحانی' جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہوں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سہوگ کی زنجیروں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اِس کے خلاف نلسنیاہے بھڑوں کے طوفان اٹھا سکتے ہوں' پر یہ ایک سچی انتہاسی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جہوں سے پھرت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک ڈور میں بوندھنے میں جتنا زبردست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیڑھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پہچانے نہ جاکر ہم کیوں پہچالے تین چار سو ہوں کے انتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا تھید (لیکچر واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اُسی درجہ تک مانو سماج میں پھرت، آپادھاپی، اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانی شکتھیاں جو بربادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مڈل مانو انتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

ناستیکتا اور لامذہبی کی اِس بازہ نے دھرم مذہبوں

ناستیکتا اور لامذہبی کی اِس بازہ نے دھرم مذہبوں

کے ماننے والوں کے سامنے زندگی اور موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ یا تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس بزدل کے ہاتھوں اپنی ساری سیبتا اور مذہب کا مقنا چپ چاپ دیکھا کریں اور یا اپنی سماجی، روحانی، مالی اور اخلاقی زندگی کو پچھم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے کمر کس کے کھڑے ہو جائیں۔ اس کی تہاری کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم دنیا پرستی اور عیسیٰ پرستی کے اس جال کو توڑ دیں جس میں پچھم کی لا مذہب اور عیسیٰ پرست، سیبتا نے ہمیں پھانس لیا ہے، اور پھر اپنے دھرم مذہب کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنا شروع کر دیں۔ یہی ہم ایسا کریں گے تو ایشور اللہ ہمارا ساتھ دے گا اور پھر دنیا کی کوئی شکی ہمارے راستے میں باڈھا نہیں بن سکتی۔

ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ پچھمی سبھیتا کا زہر ابھی تک پوری دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ پڑا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بیچ کے لوگوں کے دلوں پر ایشور میں بیروباں اور مچھہ کی ہدایتوں کا کافی گہرا افسر مایور ہے۔ یہی ایکبار پچھمی سیبتا کی ناسکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ پوری دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو ہرادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپمت) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ پچھمی سیبتا کا زہر ابھی تک پوری دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ پڑا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بیچ کے لوگوں کے دلوں پر ایشور میں بیروباں اور مچھہ کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایکبار پچھمی سیبتا کی ناسکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ پوری دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو ہرادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپمت) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپمت) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

میری پراثرنا ہے کہ اس دیش کے مسلمان کوران کی سچھی رانشنی، سچھی جمہوریت (ڈیموکریسی) اور سچھی حکومت (حکومت) قائم کرنے کو اپنا سماجی اور راجکاری مقصد بنائیں۔ اس کے لئے وہ کافی سماجی، روزگاری، مالی اور اخلاقی پروگرام بناسکتے ہیں۔ اور پھر انہیں چاہئے کہ وہ ان پروگراموں کو پورا کرنے میں دل و جان سے لگ جاویں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لئے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شاعی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسکین ہے کہ یہ ٹھہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شاعی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شاعی ہارت میں قائم ہو جائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاؤ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائے ہیں بھرسکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو اس دیش کے جیہوں میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو جائیں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لئے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شاعی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسکین ہے کہ یہ ٹھہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شاعی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شاعی ہارت میں قائم ہو جائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاؤ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائے ہیں بھرسکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو اس دیش کے جیہوں میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو جائیں۔

شاہ کی باتیں یاد بھول جائیں تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشکل ہوتا ہے۔

—سنت باणी

شاہ کی باتیں یاد بھول جائیں تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشکل ہوتا ہے۔

—سنت وائی

ڈاکٹر بھگوانداس

ڈاکٹر بھگوان داس

لگبھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پھنک کر، جب آتما بالیا ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا رھائی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ ندرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آتم دن کے چھوٹے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمنے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کئی جاکے ہوئی نہیں ہوتی اور ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجل کے پچھمی ڈاکٹر اور منوگوگیاں کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاکے ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جانے اُن کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہٹا بی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا سقنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

لگ بھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پھنک کر، جب آتما بالغ ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا روحانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ ندرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آتم دن کے چھوٹے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمنے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کئی جاکے ہوئی نہیں ہوتی اور ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجل کے پچھمی ڈاکٹر اور منوگوگیاں کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاکے ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جانے اُن کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہٹا بی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا سقنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

ظہر دست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دیکھ کر رہتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جکیا سا کو جنم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے، منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا میں، کہاں سے کدھر اور کہوں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگناڑ چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا تشبیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارانہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُٹھ کر سمجھ بوجھ کر پروگرام یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لہن یعنی فنا کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے اختیاری अध्याय में और अपनी कई अमेजी कितायों, जैसे ”दि साइंस आफ पीस“ ”मिस्टिक एक्सपीरियन्सेज“ टेल्स फ्राम योगवसिष्ठ“ बौरह में आत्मा की इस हालत को विस्तार के साथ बयान किया है.

जिस बीमारी 'डिमेंटिया प्रीकोक्स' की मैंने ऊपर चर्चा की है वह अकसर उन नौजवानों को होती है जिन में यह जिज्ञासा अधिक छोटी उमर में और समय से पहले जाग उठती है. कभी कभी यह हालत ज़ियादा बड़ी उमर में भी होती है. नौजवानों को यह अकसर पन्द्रह साल की उमर से लेकर इक्कीस साल की उमर तक होती है जबकि आत्मा और शरीर में नई शक्ति आती है और दोनों एक दूसरे के साथ एक तरह का समझौता करने की कोशिश करते हैं.

आजकल पच्छिम में ज़िन्दगी की लगातार कशमकश और भोग विलास के जीवन से थकान और तरह तरह

زبردست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دق کرتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جکیا سا کو جنم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے، منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا میں، کہاں سے کدھر اور کہوں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگناڑ چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا تشبیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارانہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُٹھ کر سمجھ بوجھ کر پروگرام یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لہن یعنی فنا کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیایہ میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“ ”مسٹک ایکسپیرینسز“ ”فیلس فرام یوگ وسشتم“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو دستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری 'ڈیمینٹیا پریکوکس' کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جکیاسا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریہ میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آجکل پچھم میں زندگی کی لگناڑ کشمکش اور بھوک دلس کے جہوں سے تھکن اور طرح طرح

کے विचारों की टक्करों के कारण कुछ लोगों में यह अलामतें खूब बढ़ जाती हैं. यूगप में इसपर तरह तरह का बहुत सा साहित्य भी निकल रहा है.

جو آدमी کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے، اس کے شریر اور اس کی آتما دونوں میں کدورتی تیر پر بل آ جاتا ہے. اس کی سرف برف، اس کے باف (جذباف)، اس کی سرفلف شاف سب بڈ جاتی ہیں اور اس دنیاف کے جیسمانی اور کدانی دونوں تراف کے کرفوں کو بڈ بڈاا اچھی تراف ررا کرنے لگتا ہے.

वैराग्य (दुनिया से दिल का फिरना) और उसके नतीजे

آدमी جب اس دنیاف کی جیندگی سے بکنے لگتا ہے، یا اس کا دل فیرنے لگتا ہے، یا اس میں دنیاف سے نکرار پفا ہونے لگتی ہے، یا نی جب اس میں وراگ پفا ہونے لگتا ہے، تو اس کی کڈ سرفٹ ہو سکتی ہیں. پدلی سرفت میں بھ وراگ مڈج اڈبفن، جہالاف اور کادلی سے پفا ہوتا ہے. اس تراف کا وراگ 'تامس وراگ' کد- لافا ہے. دسری سرفت میں بھ وراگ کام، کوف، بڈی، اڈکار اور بچینی سے پفا ہوتا ہے. پسی سرفت میں بھ 'راس وراگ' کدلافا ہے. اسی تراف کے رالاف وراگ سے آدمی کبی کبی آلمفااف یا نی بڈکوری بی کر باٹا ہے. اس کی دخی آتما کو جس جیسف کے جرف سے دخی پڈففا ہے اسے بھ بڈ کر دفا ہے. بھ بھ بڈ جاتا ہے کف دخی کی جڈ جیسف نہیں ہیں. دخی کی جڈ اس کے اڈر کی اڈفا یا نی نادانی ہے، اس کے بڈے بڈال ہیں، رالاف بشفاس یا اکرید ہیں. دخی یا کلش کی جڈ اس کے اڈر ہے، باہر نہیں ہیں. اسی اڈر کی جڈ نے ہی اڈنے کو جادیر کرنے کے لیے باہر کے جیسف کو بی دفا ہے. اس باہر کے رپ کو میا دے سے اڈر کی جڈ نہیں جاف اور جاب اس جڈ کے نڈ کرے بھ اڈر کی جڈ بار بار اس تراف کے نڈ جیسف بنا نی رہگی.

लेकिन तीसरी सूरत में अगर वैराग्य यानी दुनिया से दिल का फिरना 'सात्विक' है यानी सांच समझकर है और सब के भले की इच्छा उसमें शामिल है तो उसके साथ दुनिया के दुखों का कारण और उसका इलाज ढूँढने की एक ज़बरदस्त जिज्ञासा यानी तलाश होती है. उसके साथ बह विवेक होता है जो नित्य और अनित्य यानी रौरफानी और फानी، सत्य और असत्य यानी डक्र और बाविल में तमीज कर सकता है. उसी के साथ आदमी में बह नेकियां जागती हैं जिन्हें ईसाई धर्म में 'सात अमर नेकियां'—ब्रडा (ईमान)، आशा (उम्मीद)، दया، न्याय، समझदारी، परहेजगारी और

کے دچاروں کی کرورں کے کفن کچھ لوگوں میں یہ علامتیں خوب بڑھ جاتی ہیں. یورپ میں اس پر طرح طرح کا بہت سا ساکفہ بی نکل رہا ہے.

جو آدمی کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے اس کے شریر اور اس کی آتما دونوں میں قدرتی طور پر بل آ جاتا ہے. اس کی سوجہ بوجہ، اس کے بھاؤ (جذباف)، اس کی سرفلف شاف سب بڈ جاتی ہیں اور اس دنیاف کے جیسمانی اور روحانی دوسرں طرح کے فرضوں کو وہ زیادہ اچھی طرح ررا کرتے لکنا ہے.

ویراگہ (دنیا سے دل کا پھرنا) اور اس کے نتیجے

آدمی جب اس دنیا کی زندگی سے تھکے لگتا ہے، یا اس کا دل پھرنے لگتا ہے، یا اس میں دنیا سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، یعنی جب اس میں ویراگہ پیدا ہونے لگتا ہے، تو اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں. پہلی صورت میں یہ ویراگہ محض اندھے پن، جہالت اور کلمی سے پیدا ہوتا ہے. اس طرح کا ویراگہ 'نامس ویراگہ' کہلاتا ہے. دوسری صورت میں یہ ویراگہ 'کام' 'کدودہ' 'خودی'، اڈکار اور بڈبینی سے پیدا ہوتا ہے. اسی صورت میں وہ 'راس ویراگہ' کہلاتا ہے. اسی طرح کے غلف ویراگہ سے آدمی کبی کبی اڈکاف یعنی خودکشی بی کر بیٹھتا ہے. اس کی دخی آتما کو جس جیسف کے ذریعہ سے دخی پڈففا ہے اسے وہ بڈ کر دیتا ہے. وہ یہ بڈل جاتا ہے کہ دخی کی جڈ جیسف نہیں ہے. دخی کی جڈ اس کے اڈر کی اڈفا یعنی نادانی ہے، اس کے جڈفے خیال ہیں، غلف وشواس یا عقیدے ہیں. دخی یا کلش کی جڈ اس کے اڈر ہے، باہر نہیں ہے. اس اڈر کی جڈ نے ہی اڈنے کو ظفر کرنے کے لیے باہر کے جیسف کو بی رپ دفا ہے. اس باہر کے رپ کو میا دینے سے اڈر کی جڈ نہیں جاف سکتی اور جاب اس جڈ کے نڈ کرے بھ اڈر کی جڈ کو نہیں سمجھ اور پڈجائے اور اس کا اڈج نہیں کرے. وہ اڈر کی جڈ بار بار اس طرح کے نڈف جیسف بناتی رہتیگی.

لیکن تیسری صورت میں اگر ویراگہ یعنی دنیا سے دل کا پھرنا 'ساتوک' ہے یعنی سوچ سمجھ کر ہے اور سب کے بڈے کی اڈفا اس میں شامل ہے تو اس کے ساتھ دنیا کے دخیوں کا کارں اور اس کا اڈج ڈفونڈنے کی ایک زبردست جکواسا یعنی تلاش ہوتی ہے. اس کے ساتھ وہ ریک ہوتا ہے جو نڈف اور اڈفہ یعنی رورفانی اور فانی، سٹف اور اسٹفہ یعنی حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے. اسی کے ساتھ آدمی میں وہ نیکیاں جافگی ہیں جنہوں عیسائی دھرم میں 'سات امر نیکیاں'—شودھا (ایمان)، آشا (امید)، دیا، نڈف، سبجداری، ررہیزگری اور

धीरे—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के दो रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छै या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शहरिपु' यानी 'छै दुरमन' कहा गया है. यह छै हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी और यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी औरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची विद्या, प्रज्ञान, यानी मार्गत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. औरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेहदानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी 'गानी' पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो विद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

दुखों—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के दो रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छै या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शहरिपु' यानी 'छै दुरमन' कहा गया है. यह छै हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी और यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी औरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची विद्या, प्रज्ञान, यानी मार्गत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. औरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेहदानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी 'गानी' पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो विद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہونچکر ہر طرح کا تر اور دمک ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیشہ مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'ٹرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں' مہوا جہوں' مہری بھلائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں' 'چھاؤں' جہوں اور بھلائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب اٹ جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں اُسے سب دوسروں کے ساتھ ایکٹا، کھولتے اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں' سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی وشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں' کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرورہ۔

انگلیٹ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے :—

”بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور فلوں کو میں ہی
آلویکک رنگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، اُتانت
آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی اُنہیں یہ سندر لیاہا پہناہا ہے،

”زمین پر جیتنے دیے جال رہے ہیں اور آسماں پر جتنی
روشنی چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے اُنگ ہیں اور وہ شکتی مہری
شکتی ہے،

”میں وہ آنکھ ہوں جس کے ذریعہ سے وشو اپنے کو دیکھتا
ہے اور اپنے ایشوریہ ہونے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویتا، سب
پہیلیں گویا، سب دواہ، میری ہی ہیں۔

”کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

”سب وینجی اور ساری تاریک کا ہکدار

”میرا ہی گیت ہے۔“

یوگاسنٹ میں لکھا ہے :—

”یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب براہاڈ
(یانی آسماں کے گالے)، اس ترتیب میں سजे ہوئے، یہ
سب کیشل میرے اُتانت:करण یانی میری زمیں کے ڈکھے ہیں
جو باہر دیکھا دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے اُتانت وچود کے
اندہ ہیں۔“

ایرانی صوفی کہتا ہے :—

”بجود کے اس سمندر میں ایک ہی موتی ہے اور وہ
موتی ہے خودشالی یعنی اپنے کو پہچاننا۔ ہم سب اپنے ہی
چاروں طرف ہوا کے ہونڈر یا پانی کے ہونڈر کی طرح چکر
کھاتے رہتے ہیں۔“

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہونچکر ہر طرح کا تر اور دمک ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیشہ مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'ٹرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں' مہوا جہوں' مہری بھلائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں' 'چھاؤں' جہوں اور بھلائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب اٹ جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں اُسے سب دوسروں کے ساتھ ایکٹا، کھولتے اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں' سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی وشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں' کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرورہ۔

انگلیٹ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے :—

”بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور فلوں کو میں ہی
آلویکک رنگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، اُتانت
آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی اُنہیں یہ سندر لیاہا پہناہا ہے۔

”زمین پر جیتنے دیے جال رہے ہیں اور آسماں پر جتنی
روشنی چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے اُنگ ہیں اور وہ شکتی مہری
شکتی ہے،

”میں وہ آنکھ ہوں جس کے ذریعہ سے وشو اپنے کو دیکھتا
ہے اور اپنے ایشوریہ ہونے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویتا، سب
پہیلیں گویا، سب دواہیں، میری ہی ہیں۔

”نق اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

”سب وینجی اور ساری تاریک کا ہکدار

”میرا ہی گیت ہے۔“

یوگ وائشٹ میں لکھا ہے :—

”یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب براہمانڈ (یعنی آسماں
کے گولے)، اس ترتیب میں سजे ہوئے ہیں، یہ سب کیشل
میرے اُتانت:करण یعنی میری زمیں کے ڈکھے ہیں جو باہر
دیکھا دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے اُتانت وچود کے اندہ
ہیں۔“

ایرانی صوفی کہتا ہے :—

”بجود کے اس سمندر میں ایک ہی موتی ہے اور وہ
موتی ہے خودشالی یعنی اپنے کو پہچاننا۔ ہم سب اپنے ہی
چاروں طرف ہوا کے ہونڈر یا پانی کے ہونڈر کی طرح چکر
کھاتے رہتے ہیں۔“

ہال کے ایک ہندوستانی کবি نے کہا ہے:—

”توہی ہے متلُوبہ جوملا تالیب،
”توہی ہے مکرسُودہ جوملا آلام،
”توہی سے نراما ہے بولبولوں میں۔
”توہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔“

بشکریہ (انفرادیت) اور سماجवाद (سوشل-
ایزم) کے رُہانی پہلو۔

یہ اُبھرتی ہوئی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بھد بھاؤ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پوائے کا خیال، اس سمہ دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کلمہ قرارے اور کلمہ ہیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلوں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سمورڈائنیں، کالم اور گورے انگ الگ، یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھکر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بھد بھاؤں سے جو نتیجے پڑتا ہوتے ہیں وہ ویسا ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہماریں، دھاؤں، سماجی اُنہل پٹیل، بھکاری، ہیروڈلری اکل اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ نہ مل سکنے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہماں کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کبھی کم اور کبھی کبھی زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا اُنکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکٹی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کتنی گھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

حال کے ایک ہندوستانی کبی نے کہا ہے:—
”تو ہی ہے مطلب جملہ طالب،
”تو ہی ہے مقصود جملہ عالم،
”تجہی سے نعمہ ہے ہلبوں میں۔
”تجہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔“

ویکتی واد (انفرادیت) اور سماج واد (سوشلزم) کے روحانی پہلو

یہ اُبھرتی ہوئی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بھد بھاؤ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پوائے کا خیال، اس سمہ دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کلمہ قرارے اور کلمہ ہیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلوں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سمورڈائنیں، کالم اور گورے انگ الگ، یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھکر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بھد بھاؤں سے جو نتیجے پڑتا ہوتے ہیں وہ ویسا ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہماریں، دھاؤں، سماجی اُنہل پٹیل، بھکاری، ہیروڈلری اکل اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ نہ مل سکنے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہماں کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کبھی کم اور کبھی کبھی زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا اُنکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکٹی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کتنی گھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

متلُوبہ جوملا تالیب = سب خواجیوں کے خواج کی خواج; مکرسُودہ جوملا آلام = ساری دنیا کا لکشیہ; نراما = راگ۔

مطلب جملہ طالب = سب کھوجوں کے کھوج کی کھوج; مقصود جملہ عالم = ساری دنیا کا لکشیہ; نعمہ = راگ۔

آتما، ایک پرم-ہور میں بندھ سکتی۔ ان میں ایک دوسرے سے
 एकता और बहवत् का ख्याल बढ़ता. यही 'कम्युनिज्म'
 का मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो
 सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाज
 वाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्ति
 वाद और अलग अलग राष्ट्र वाद और अधिक बढ़ा, जिस
 से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक
 भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन
 है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वज्रति से और नई
 नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की
 खिन्दगी खियादा खुशहाल, खियादा माला माल और
 खियादा भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि
 साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर
 साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मत-
 लबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं.
 अमेज़ी की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज़ करता है
 और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि
 ईश्वर तजवीज़ करता है और शैतान फ़ैसला करता है ! यही
 कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की
 जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई
 हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला
 को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और
 खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की
 एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों का अपना दुख समझना, उसके साथ
 हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना;
 उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न
 समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुक-
 सान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान
 से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक
 की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी
 बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रुद्धता ढग से
 उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे
 जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग
 जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व
 आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ
 सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चाँद
 और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के
 अंदर का खून और क्रुद्धत के सारे जहर साफ घूमते हुए,
 चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई,
 सारी वैरियत, सारे विरोध और मुख़ालफ़त यहाँ आकर
 मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं,
 इसी का नाम सात्विक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

अंधों, एक परम-होर में बंध सकती. उनमें एक दूसरे से
 एकता और बहवत् का ख्याल बढ़ता. यही 'कम्युनिज्म' का
 मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो
 सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाज
 वाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्ति
 वाद और अलग अलग राष्ट्र वाद और अधिक बढ़ा, जिस
 से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक
 भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन
 है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वज्रति से और नई
 नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की
 खिन्दगी खियादा खुशहाल, खियादा माला माल और
 खियादा भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि
 साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर
 साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मत-
 लबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं.
 अमेज़ी की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज़ करता है
 और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि
 ईश्वर तजवीज़ करता है और शैतान फ़ैसला करता है ! यही
 कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की
 जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई
 हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला
 को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और
 खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की
 एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों का अपना दुख समझना, उसके साथ
 हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना;
 उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न
 समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुक-
 सान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान
 से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक
 की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी
 बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रुद्धता ढग से
 उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे
 जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग
 जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व
 आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ
 सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चाँद
 और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के
 अंदर का खून और क्रुद्धत के सारे जहर साफ घूमते हुए,
 चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई,
 सारी वैरियत, सारे विरोध और मुख़ालफ़त यहाँ आकर
 मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं,
 इसी का नाम सात्विक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

انہوں نے، اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

انہوں نے، اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

کھا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

کھا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

کھا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

کھا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کر لے کے لٹے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام آتم پرکاش یا آتم ہونے کا پھانسا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

سچاई ہے کہ سارے دلوں کی جگہ ہمارے اپنے اندر ہے۔ یہ جگہ ہماری خودی ہے، ہمارا اعجاز ہے۔ وہ جگہ یہ غلط یا غلط! چاہے کہ میں اپنا الگ، دیکھتو، اپنا الگ وجود قائم رکھوں۔ دلوں کی جگہ یہ غلط و شوالس ہے کہ میرا یہ ہزار مائوس کا شریک ہی میرا آپا ہے، اسی کا نام اہمیت یا مہمتا ہے۔ یہ ایک غیر فانی سچائی ہے کہ ہمارے سب دلوں کا کارن ہم خود ہیں، کوئی دوسرا نہیں، کوئی دوسرا ہمیں مجبور نہیں کر سکتا، کوئی دوسرا ہی ہے کوئی نہیں۔ انو، کوئی ایتم، ہماری کوئی روتی یا وچار، ہمارے اس دیہہ اور اس چیت کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم اپنا سمجھتے ہوں اور جو طرح طرح کے، جگہ جگہ کے اور یک یک کے انگنت شریروں اور انگنت دماغوں کا جز یا انگ نہ رہ چکی ہو، اور جو آئندہ بھی ویسے ہی انگنت روپوں انگنت شریروں اور انگنت دماغوں، روپوں، استھانوں اور زمانوں میں نہ رہے۔ اس لئے دنیا کے سب نام، روپ، سب وچار سب بھاؤ اور سب تبصیر سب سب دلوں، سب دماغ اور سب شریک ایک ہی ویاپک عالمگیر آتما سے سمجندہ رکھتے ہیں، سب اسی ایک کا ظہور ہیں، اور اسی کے اندر یہ سب اس طرح رھتے اور چلتے پھرتے ہیں جیسے ایک سمندر کے اندر طرح طرح کے ہلبیلے، جھاگ، پھوڑ اور لہریں۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
& COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE
Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sunderlal's) shrewd understanding of man and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

دو سمندروں کا संगم اور سچاई کا प्रकाश

دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پروکاش

ڈاکٹر تاراچند

ڈاکٹر تارا چند

دارا شیکوہ کو भारत کے वेदांत और इसलाम کے سؤکی मत दोनों से गहरा प्रेम था. सत्य की खोज का माहा उसे अपने पूर्वजों से विरासत में मिला था. सब धर्मों को जानने और समझने की इच्छा उसमें ठीक वैसी ही थी जैसी उसके परदादा सम्राट अकबर में. पर एक बहुत बड़ा फर्क यह था कि सम्राट अकबर अनपढ़ था और दारा शिकोह हिन्दू धार्मिक साहित्य और मुसलिम धार्मिक साहित्य दोनों का पूरा विद्वान था. सूफी किताबों को उसने खूब पढ़ रक्खा था. बड़े बड़े मुलसमान संतों और सूफियों की उसने जीबनियाँ लिखी थीं और पचास उपनिषदों का उसने संस्कृत से फ़ारसी में अनुवाद किया था. इस तरह सूफी मत और वेदान्त की तुलना वह खूब कर सकता था. इस विषय पर उसने "मजमाउल बहरैन" नाम की एक किताब लिखी. मजमाउल बहरैन के मानी हैं 'दो समंदरों का संगम.' यह अमूल्य ग्रन्थ दोनों धर्मों की सचाई के बारे में दारा शिकोह की खोज का नतीजा है. वह इस नतीजे पर पहुँचा था कि हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों को सार एक ही है और दोनों बुनियादन एक हैं. अपने इस सिद्धान्त को साबित करने के लिए दारा शिकोह ने वेदांत के ग्रंथों और सूफी मत की किताबों के उसूलों को इस पुस्तक में विस्तार के साथ बयान किया है. इस पुस्तक को पढ़कर कोई ईसाक-पसंद आदमी इस बात से इंकार नहीं कर सकता कि दारा शिकोह को अपनी बात साबित करने में पूरी कामयाबी मिली है.

अध्यात्म विद्या (इस्मे रुहानी) एक गहरे और अंधेरे समंदर की तरह है. उस समंदर की सतह पर तूफानों, आँधियों, चांद की कशिश और इस ब्रह्मांड की दूसरी शक्तियों के असर से तरह तरह की शकलें बनती और पल पल पर बदलती और बिगड़ती रहती हैं. लेकिन उन अलग अलग शकलों के नीचे गहराई में ऊपर को भाग उगलने वाली लहरों से दूर, शांत जल धाराएँ एक दूसरे में मिलती और एक होती रहती हैं. अध्यात्म विद्या यानी रुहानी इस्म एक व्यायक और आलमगीर चीज है. इस विद्या के जानने वाले न किसी एक जमाने के होते हैं और न किसी एक देश के. वह देश और काल से ऊपर सब देशों और सब जमानों के एक

داراشکوہ کو بھارت کے ویدانت اور اسلام کے صوفی مت دونوں سے گہرا پریم تھا. سچے کی کھوج کا مادہ اُسے اپنے پورچوں سے وراثت میں ملا تھا. سب دھرموں کو جاننے اور سمجھنے کی اچھا اُس میں تھیک ویسی ہی تھی جیسی اُس کے پردادا سمراٹ اکبر میں. پر ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ سمراٹ اکبر اُپر تھا اور داراشکوہ ہندو دھارمک ساہتہ اور مسلم دھارمک ساہتہ دونوں کا پورا ودوان تھا. صوفی کتابوں کو اُس نے خوب پڑھ رکھا تھا. بڑے بڑے مسلمان سنوں اور صوفیوں کی اُس نے جوہولیاں لکھی تھیں اور پچاس آپنشدوں کا اُس نے سلسلرت سے فارسی میں افواد کیا تھا. اِس طرح صوفی مت اور ویدانت کی تلفا وہ خوب کرسکتا تھا. اِس وشئ پر اُس نے "مجمع البحرین" نام کی ایک کتاب لکھی. مجمع البحرین کے معنی ہیں 'دو سمندروں کا سنگم'. یہ اصولیہ کرنے دونوں دھرموں کی سچائی کے بارے میں داراشکوہ کی کھوج کا نتیجہ ہے. وہ اِس نتیجے پر پہونچا تھا کہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کا سار ایک ہی ہے اور دونوں بنیاداً ایک ہیں. اپنے اِس سدھانت کو ثابت کرنے کے لئے داراشکوہ نے ویدانت کے کرنےہوں اور صوفی مت کی کتابوں کے اصولوں کو اِس پستک میں وستار کے ساتھ بیان کیا ہے. اِس پستک کو پڑھکر کوئی انصاف پسند آدمی اِس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ داراشکوہ کو اپنی بات ثابت کرنے میں پوری کامیابی ملی ہے.

ادھیاتم ودیا (علم روحانی) ایک گہرے اور اندھیروے سمندر کی طرح ہے. اُس سمندر کی سطح پر طوفانوں، آندھیوں، چاند کی کشش اور اِس بڑھانڈ کی دوسری شکلیوں کے اثر سے طرح طرح کی شکلیں بنتی اور پل پل پر بدلتی اور بگڑتی رہتی ہیں. لیکن اُن الگ الگ شکلیوں کے نیچے گہرائی میں اُپر کی جھگ اُگلنے والی لہروں سے دور، شانت جل دھارائیں ایک دوسرے میں ملتی اور ایک ہوتی رہتی ہیں. ادھیاتم ودیا یعنی روحانی علم ایک ویپک اور عالمگیر چیز ہے. اِس ودیا کے جاننے والے نہ کسی ایک زمانے کے ہوتے ہیں اور نہ کسی ایک دھم کے. وہ دیہی اور کل سے اُپر سب دیہوں اور سب زمانوں کے ایک

بڑا بڑا ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مہمان آتماں سب دیہوں اور سب زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا اہمیت کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیہ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انیورچنل یا نیفاہل ہلان روشنی ایک الونک جنونی، پر مائل اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الونک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں ہلان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بریہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لاتی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار ہولنا پڑتا ہے۔ اسے ادھتکر مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہونکر ہر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرح کے روحانی تجربوں کو طرح طرح کی لٹ کٹوں میں بھی ظاہر کیا جاتا ہے، کیونکہ آدمی کے سب تجربے آخر ایک دوسرے کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہیں۔ گانا، ہجانا، کوہٹا، چترکا، مورتی کا اور نورمان کا یعنی علم تعمیر، ان سب کے ذریعے ان تجربوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کٹوں میں سب سے بڑی کا جنون کا ہے۔ لہذا ہم دنیا کا سب سے بڑا اثر آدمی کے جنون پر پڑتا ہے۔ ادھتاکم ودیا آدمی کے سارے چتر یعنی کھینچنے کو روپ دے دیتی ہے اور اس کی سنگلپ شکتی یعنی قوت ارادی کو مضبوط اور مالا مال کر دیتی ہے۔

اس طرف اس طرح کے جنون کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے انہیں کڑے ٹھوس کو پالنے کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں تباہ مکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشے نام میں لیتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ اہمیت (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی ہرگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیہ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنون کی کھور آزمائشوں سے بچتے

برابر ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مہمان آتماں سب دیہوں اور سب زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا اہمیت کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیہ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انیورچنل یا نیفاہل ہلان روشنی ایک الونک جنونی، پر مائل اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الونک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں ہلان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بریہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لاتی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار ہولنا پڑتا ہے۔ اسے ادھتکر مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہونکر ہر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرف اس طرح کے جنون کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے انہیں کڑے ٹھوس کو پالنے کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں تباہ مکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشے نام میں لیتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ اہمیت (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی ہرگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیہ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنون کی کھور آزمائشوں سے بچتے

دوسری طرف اس طرح کے جنون کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے انہیں کڑے ٹھوس کو پالنے کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں تباہ مکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشے نام میں لیتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ اہمیت (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی ہرگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیہ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنون کی کھور آزمائشوں سے بچتے

میں बहुत बड़ी मदद देते हैं, रुकावट नहीं होते. यही सचची रुहानियत का रास्ता है.

दारा शिकोह जानता था कि हिन्दुस्तान के अन्दर मुसलमानों के जीवन को तसव्वुफ ने एक नई राह दिखा दी थी और एक नए अर्थों में उनके जीवन को माला माल कर दिया था. वो यह भी जानता था कि ठीक इसी तरह वेदांत ने हिन्दू समाज के अन्दर लोगों पर गहरा असर डाला था और अच्छे से अच्छे फूल खिलाए थे. मुसलमानों को इमाम राज्जाली के फलसफे और मुईनउद्दीन चिश्ती के जीवन के बहुत बड़ी प्रेरणा मिली थी. हिन्दुओं को शंकर और रामानुज, कबीर और चैतन्य के उपदेशों से नई रोशनी और नया जीवन मिला है. अब सवाल केवल यह था कि क्या इन दोनों विशाल समंदरों को मिलाया जा सकता है ? अगर मिलाया जा सके तो मिली जुली हिन्दुस्तानी कलचर के लिए पक्की से पक्की रुहानी बुनियाद मिल सकती है और इस देश में एक सुन्दर मिले जुले समाज की रचना की जा सकती है.

दारा शिकोह ने इन सवालों का जवाब अपनी दोनों किताबों, "मजमउल बहरैन" और "रिसालए हकनुमा" में दिया है. इन दोनों नामों के अलग अलग मानी हैं दोनों समंदरों का संगम" और "सचाई के प्रकाश पर निबंध."

'मजमउल बहरैन' की दारा शिकोह ने एक भूमिका लिखी है. उसमें उसने लिखा है कि :—

"पहले मैंने सब असलियतों की असलियत जानना चाहा. मैंने सूफियों के सच्चे मजहब के रहस्यों (राज्यों) और बरिकियों को जानने की कोशिश की. इस अनमोल चीज को हासिल करने के बाद मैंने यह मालूम करने की कोशिश की कि हिन्दुस्तान के उन मवहिदों (एकेश्वर बादियों) खोजियों और उस्तादों का उसूल क्या था जिन्होंने गहरी तपस्या करके, ध्यान लगाकर, मनन यानी गौरो रोज करके और गहरी समाधि में जाकर ईश्वर अल्लाह का दीदार हासिल किया था. हिन्दू आचार्यों और साधु संतों से मैं बार बार मिला और उनसे खूब बात चीत की. मैंने देखा कि शब्दों के छोटे मोटे फरक को छोड़कर उनमें कोई बुनियादी फरक नहीं था. केवल कोई अपनी खोज और अपने ज्ञान को एक तरह के शब्दों में बयान करता था और कोई दूसरी तरह के शब्दों में. इसके बाद मैंने वेदांत के पंडितों और संत महात्माओं और इसलाम के सूफियों दोनों के विचारों को एक जगह करके देखा. उनमें से उन सब बातों को जमा किया जो सचाई के खोजियों के लिए जरूरी और कारामद हैं. इस तरह यह किताब तैयार हो गई. यह किताब दोनों तरफ के हकशनास लोगों यानी सचाई को जानने वालों के विचारों और उपदेशों का संग्रह है. इसलिए मैंने इसका नाम 'मजमउल बहरैन' रक्खा है."

میں بہت بڑی مدد دیتے ہیں، روکاوٹ نہیں ہوتے۔ یہی سچائی روحانیت کا راستہ ہے۔

دارا شکوہ جانتا تھا کہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے جنہوں کو تصوف نے ایک نئی راہ دکھا دی تھی اور ایک نئے لڑتوں میں ان کے جنہوں کو مالا مال کر دیا تھا. وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ٹھیک اسی طرح ویدانت نے ہندو سماج کے اندر لوگوں پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اچھے سے اچھے پھول کھلائے تھے. مسلمانوں کو امام غزالی کے فلسفے اور معین الدین چشتی کے جنہوں سے بہت بڑی پیرنا ملی تھی. ہندوؤں کو شکر اور رامانج، کبیر اور چیتنہ کے اُپدیشوں سے نئی روشنی اور نیا جنم ملا ہے. اب سوال یہ تھا کہ کیا ان دونوں وصال سمندروں کو ملاجا جا سکتا ہے؟ اگر ملاجا جا سکے تو ملی جلی ہندوستانی کلچر کے لئے پکی سے پکی روحانی بھیناد مل سکتی ہے اور اس دیش میں ایک سندرم ملے جیسے سماج کی رچنا کی جا سکتی ہے.

دارا شکوہ نے ان سوالوں کا جواب اپنی دونوں کتابوں "مجمع البحرین" اور "رسالۃ حق نما" میں دیا ہے. ان دونوں ناموں کے ایک لگ معنی ہیں "دونوں سمندروں کا سنگم" اور "سچائی کے پرکاش پر نیندہ."

"مجمع البحرین" کی دارا شکوہ نے ایک بھومیکا لکھی ہے. اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ:—

"پہلے میں نے سب اصلیتوں کی اصلیت جانتا چاہا. میں نے صوفیوں کے سچے مذہب کے رہسوں (رازوں) اور باریکوں کو جاننے کی کوشش کی. اس اصول چوز کو حاصل کرنے کے بعد میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان کے ان موحدوں (ایکیشور وادیوں) کھوجیوں اور اُستادوں کا اصول کیا تھا جنہوں نے گہری تپسیا کر کے، دھیان لگا کر منن یعنی غور و خوض کر کے اور گہری سادھی میں جا کر ایشور اللہ کا دیدار حاصل کیا تھا. مغربو آچاریوں اور سادھو سنتوں سے میں بار بار ملا اور ان سے خوب بات چیت کی. میں نے دیکھا کہ شہدوں کے چہرے موٹے فرق کو چھوڑ کر ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں تھا. کھول کوئی اپنی کھوج اور اپنے گیان کو ایک طرح کے شہدوں میں بیان کرتا تھا اور کوئی دوسری طرح کے شہدوں میں. اس کے بعد میں ویدانت کے پندتوں اور سنت مہاتماؤں اور اسلام کے صوفیوں دونوں کے دچاروں کو ایک جگہ کر کے دیکھا. ان میں سے ان سب باتوں کو جمع کیا جو سچائی کے کھوجیوں کے لئے ضروری اور کارآمد ہیں. اس طرح یہ کتاب تیار ہو گئی. یہ کتاب دونوں طرف کے حق شلاس لوگوں یعنی سچائی کو جاننے والوں کے دچاروں اور اُپدیشوں کا سنگم ہے. اس لئے میں اس کا نام 'مجمع البحرین' رکھا ہے."

دارا شیکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کیوں پیدا کیا گیا، پرورش اور پرکرتی میں کیا سمجھ ہے؟ ان سب باتوں پر ہندو فلسفی اور مسلم فلسفی دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پرماتند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے نغم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تپسیا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے ماتسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی است سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجائے کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی پاترا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ قرآن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

دارا شیکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کیوں پیدا کیا گیا، پرورش اور پرکرتی میں کیا سمجھ ہے؟ ان سب باتوں پر ہندو فلسفی اور مسلم فلسفی دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پرماتند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے نغم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تپسیا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے ماتسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی است سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجائے کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی پاترا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ قرآن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

X X X

X X X

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے طہران میں رہ کر اپنے سرکاری فوض کی ادائیگی کے ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں امولیہ پستوں، "مجمع البحرین" اور رسالہ "حق نہا" کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی می پرکاشت ہونے والا ہے۔ —سندر لال۔]

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے طہران میں رہ کر اپنے سرکاری فوض کی ادائیگی کے ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں امولیہ پستوں، "مجمع البحرین" اور رسالہ "حق نہا" کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی می پرکاشت ہونے والا ہے۔ —سندر لال۔]

آجکل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دُنیا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

عقل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دُنیا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

“نیا ہند” کے پڑنے والوں میں شایب کوئی برہمہ ہی ہونگے جو یہ سمجھ گئے ہوں کہ اس نوٹ میں کس کی چرچا ہے۔ دہش میں کچھ نے گینے لوگ ہی انہیں جانتے ہوں گے۔

میرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوربی ہنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں ہنگلا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ ہنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر بے گ دیہی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگالا انکی ماٹر भाषा थी۔ संस्कृत के वह पूरे पंडित थे۔ रामायण, महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियां उन्होंने मूल संस्कृत में पढ़ी थीं, और मरते दम तक उन पर हावी थे। चारों वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी अकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

अरबी भाषा के वह समन्दर थे। उनका कुरान का अंगरेजी अनुवाद कई एडिशनो में निकल चुका है। दूसरे महायुद्ध से पहले यूरप में खासकर जर्मनी में उनके अनुवाद की बहुत बड़ी कदर थी। उनका कुरान का उर्दू अनुवाद भी हमने छपा हुआ देखा है।

कुरान के तरजुमें के अलावा उन्होंने खासकर अंगरेजी में और भी बहुत सी किताबें लिखीं, जिनमें कुछ के नाम ये हैं :—‘लाइफ आफ मुहम्मद’; ‘सेइंग्स आफ मुहम्मद’; ‘ऐन अपालोजी फार मुहम्मद’, ‘बिहाइन्ड दि वेल’ (जो दुनिया में औरतों की हालत और समस्या पर एक खास किताब है); ‘हिन्दूइज्म एंड इसलाम’ ‘कृश्चेनिटी एंड इसलाम’ ‘जूडाइज्म एंड इसलाम’ ‘बुद्धिज्म एंड इसलाम’

“نیا ہند” کے پڑنے والوں میں شاید کوئی برہمہ ہی ہونگے جو یہ سمجھ گئے ہوں کہ اس نوٹ میں کس کی چرچا ہے۔ دہش میں کچھ نے گئے لوگ ہی انہیں جانتے ہونگے۔

مرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹھیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، یوربی ہنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں ہنگلا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ ہنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر بے گ دیہی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگلا ان کی ماتر भाषा تھی۔ سنسکرت کے وہ پورے پندت تھے۔ رام‘ین‘، مہابھارت اور لگ بھگ سب ہندو یران اور اسمرتیاں انہوں نے مول سنسکرت میں پڑھی تھیں، اور مرتے دم تک ان پر حاوی تھے۔ چاروں ویدوں کا ان کا کیا ہوا مول سنسکرت سے ہنگلا میں انواد ہم نے ان کے پاس رکھا ہوا دیکھا ہے۔ شاید وہ کبھی پرکاشت نہ ہو پایا۔ اپنی بات چیت میں —اور وہ بات چیت بھی بہت کم کرتے تھے—جب کبھی وہ ویدوں، پرائن، اسمرتیوں یا کسی شاستر کا حوالہ دیتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ان کا دماغ کسی آدمی کا دماغ نہیں بلکہ خاصہ چلتا پھرتا پستکالیہ ہے۔

عربی بھاشا کے وہ سمندر تھے۔ ان کا قرآن کا انگریزی انواد کئی ایڈیشنوں میں نکل چکا ہے۔ دوسرے مہادے سے پہلے یورپ میں خاصکر جرمنی میں ان کے انواد کی بہت بڑی قدر تھی۔ ان کا قرآن کا اردو انواد بھی ہم نے چھپا ہوا دیکھا ہے۔

قرآن کے ترجمے کے علاوہ انہوں نے خاصکر انگریزی میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں :—‘لائف آف محمد’، ‘سینٹنس آف محمد’، ‘این اپالوجی فار محمد’، ‘ہائینڈ دی ویل’ (جو دنیا میں عورتوں کی حالت اور مسیحا پر ایک خاص کتاب ہے)، ‘ہندوازم اینڈ اسلام’، ‘کوشچینٹی اینڈ اسلام’، ‘جودا ازم اینڈ اسلام’، ‘بدهزم اینڈ اسلام’

ان پچھلی چار کتابوں میں انہوں نے بہت سے حوالے دیے ہیں۔ اسلام کے ساتھ دوسرے دھرموں کی سمائٹا دکھائی ہے؛ 'تہذیب القرآن' یعنی قرآن کے عربی شیعہوں کی ایک تلاش؛ 'غیرہ وغیرہ'۔ ان کی ساری کتابیں جن میں سے کچھ کے نام ہم نے یہاں دیئے ہیں، بڑے اونچے پایہ کی کتابیں ہیں۔

سکھوت، عربی، فارسی کے علاوہ وہ ہندو، یعلیٰ عبرانی، جرمن، فرانسیسی، ہونانی، لاطینی وغیرہ کے بھی بڑے پلٹتے تھے۔

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سمپردا کے پلچرے کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سروودھرم سمبھادی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نونتر، کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواچ، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اڈیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابولفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ قرآن، سہرممد ساہب اور اسلام کے بابت ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنبھاد اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی سن 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شریانت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شریانت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھوکتا کے ساتھ اور انکی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہالانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فراع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا منہم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھ پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبببہ میں کچھ توہرا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عین کے ہرٹھ میں سچسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیہہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دیہہ اور زندگی کی

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سمپردا کے پلچرے کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سروودھرم سمبھادی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نونتر، کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواچ، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اڈیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابولفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ قرآن، سہرممد ساہب اور اسلام کے بابت ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنبھاد اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی سن 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شریانت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شریانت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھوکتا کے ساتھ اور انکی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہالانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فراع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا منہم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھ پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبببہ میں کچھ توہرا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عین کے ہرٹھ میں سچسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیہہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دیہہ اور زندگی کی

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شریانت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھوکتا کے ساتھ اور انکی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہالانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فراع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا منہم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھ پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبببہ میں کچھ توہرا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عین کے ہرٹھ میں سچسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیہہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دیہہ اور زندگی کی

امام آغا خان۔ مگر جس چیز کی دادا کو سب سے زیادہ ضرورت تھی—یعنی آزاد خیالی اور روحانی سکون وہ انہیں حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ افسروں کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اُس کے بعد وہ لنڈویپ مالڈویپ کے نواب کے یہاں ورائٹ مسٹر ہو گئے۔ نواب صاحب کا انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا۔ ورائٹ مسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ قضیہ شروع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ورائٹ مسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اِس بار انہیں بنگال میں سلٹر جنرل کی سپرنٹنڈنسی کا کام ملا، مگر انگریز انسپکٹر جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینہ بھی نہ بچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا۔ مانو اچن پر بڑی ہوئی گرد جہاز دی ہو۔ اِس کے بعد وہ بڑودہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ آفس ہو گئے۔ سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی، مگر کچھ معاملوں کو لے کر بھارت سرکار کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ آفس سے اُن کی کٹ پٹ ہو گئی۔ بڑودہ سرکار اِس معاملہ میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آبرو کا سوال تھا اور جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے صوبہ کی تلاش کی۔ وہ کاشمیر میں آرکھالاجیکل ڈیپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ کاشمیر میں سلطان زمین آبادین نے جس ملی جلی کلچر کی نشو و نما اِس کے متعلق مرزا صاحب نے کافی دلچسپ آرکھالاجیکل کھوجیں کیں۔ جتنے دنوں وہ وہاں رہے کاشمیر کے پرانے وہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش کی، مگر اِس بات کو دیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ باوجود اُن کی مرضی کے خلف کچھ پرانی ملی ہوئی چیزیں کاشمیر میں نہ رکھ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں۔ مرزا صاحب نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تین روزہ کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ لے آئی۔ وہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی تعلقانوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری تھی۔ انہوں نے دیرے ہزار مہینہ روپیہ کے ساتھ نوکری شروع کی اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تنخواہ گتہ گتہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں صرف قعائی سو روپیہ مہینہ رہ گئی۔ بحیثیت ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پریاگ مہلا ودیایات کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود ہے۔ جرمنی میں لڑکیوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانا چاہتے

مگر جس چیز کی دادا کو سب سے زیادہ ضرورت تھی—یعنی آزاد خیالی اور روحانی سکون وہ انہیں حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ افسروں کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اُس کے بعد وہ لنڈویپ مالڈویپ کے نواب کے یہاں ورائٹ مسٹر ہو گئے۔ نواب صاحب کا انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا۔ ورائٹ مسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریزیڈنٹ کے ساتھ قضیہ شروع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ورائٹ مسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اِس بار انہیں بنگال میں سلٹر جنرل کی سپرنٹنڈنسی کا کام ملا، مگر انگریز انسپکٹر جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینہ بھی نہ بچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا۔ مانو اچن پر بڑی ہوئی گرد جہاز دی ہو۔ اِس کے بعد وہ بڑودہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ آفس ہو گئے۔ سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی، مگر کچھ معاملوں کو لے کر بھارت سرکار کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ آفس سے اُن کی کٹ پٹ ہو گئی۔ بڑودہ سرکار اِس معاملہ میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آبرو کا سوال تھا اور جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے صوبہ کی تلاش کی۔ وہ کاشمیر میں آرکھالاجیکل ڈیپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ کاشمیر میں سلطان زمین آبادین نے جس ملی جلی کلچر کی نشو و نما اِس کے متعلق مرزا صاحب نے کافی دلچسپ آرکھالاجیکل کھوجیں کیں۔ جتنے دنوں وہ وہاں رہے کاشمیر کے پرانے وہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش کی، مگر اِس بات کو دیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ باوجود اُن کی مرضی کے خلف کچھ پرانی ملی ہوئی چیزیں کاشمیر میں نہ رکھ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں۔ مرزا صاحب نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تین روزہ کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ لے آئی۔ وہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی تعلقانوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری تھی۔ انہوں نے دیرے ہزار مہینہ روپیہ کے ساتھ نوکری شروع کی اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تنخواہ گتہ گتہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں صرف قعائی سو روپیہ مہینہ رہ گئی۔ بحیثیت ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پریاگ مہلا ودیایات کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود ہے۔ جرمنی میں لڑکیوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانا چاہتے

یہ، مگر نیونسپلٹی میں بھلا ایلے بڑے عالم اور آزاد خیال آفیسر کی گنجائش کیسے ہو سکتی تھی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کی نوکری سے بھی انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور آخر میں سن 1925 میں انہیں ہندوستانی اکیڈمی میں سو روپیہ سہ ماہی کی پروف ریڈری کرنی پڑی۔ مگر نہ انہیں پندرہ سو روپیہ کی نوکری کا کھمبہ تھا اور نہ سو روپیہ پانے کا غم۔ ان میں سختی اتنی تھی کہ فولد بھی ان کے سامنے نہ پڑتی ہو جائے، مگر نرمی اتنی تھی کہ مکھن بھی انہیں دیکھ کر شرمنا جائے۔

دادا میلی جلی ہندوستانی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ایک طرف وہ ویدوں اور اپنشدوں اور سنسکرت بھاشا کے مہان پंडित تھے تو دوسری طرف قرآن مجید، حدیثوں اور عربی بھاشا کے زبردست عالم۔ بھلا ایسے آدمی کی نگاہوں میں مذہبی ذوق کیسے رہ سکتے ہیں؟ وہ کرشن کو ہی پھنمبر مانتے تھے اور ان کی شکشاؤں کو وحدۃ الوجود کا حامی سمجھتے تھے، تو دوسری اور رسول اللہ کے پیرو۔ دونوں کی یادگار میں انہوں نے اپنے بیٹے کا نام کرشن محمد رکھا۔ وہ زمانہ ذوقوارانہ تحریک کا زمانہ تھا۔ اس پر بڑی چمکی گئی اور کانپورسی ہوئی، پھر سخت نکتہ چینی ہوئے لگی۔ اسلام اور کرشنچین کالج کے ادھیکاروں نے نام کی وجہ سے لڑکے کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا صاحب نے سب برداشت کیا مگر سچی ایکتا کا حامی کہہ سہ اپنے اصولوں سے ہٹ سکتا تھا؟ بڑی جوانی میں جب اس لڑکے کا انتقال ہوا تو مرزا صاحب کو بڑا سخت صدمہ پہنچا مگر دوسری مصیبتوں کی طرح اسے بھی انہوں نے برداشت کیا۔

مرزا صاحب کے پاس کبھی کبھی رابلیٹی کا تھوڑا بہت روپیہ آجاتا تھا، مگر ان کا ہاں ہاتھ لینے میں سنبھل کرنا تو داہاں ہاتھ اپنا شاہ خرچ تھا کہ بڑی سے بڑی رقم چار دن میں لٹ جاتی۔ یتیموں، یتیموں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی فہرست وہ لیکر بیٹھ جاتے اور ساری رقم صاف ہو جاتی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ—

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

سے انہوں نے حالات اور واقعات کی روشنی میں اُن کا سلسلہ بنایا ۔ یہ اُس سلسلے کے خلاف تھا جو نظم مسجد کی آئینوں کا رائج سلسلہ ہے۔ اِس پر مرزا صاحب کی یہ حد نہ پہنچی ہوئی، مگر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مرزا صاحب کے اِس سلسلے کو بے حد پسند کیا گیا ۔

اُن کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے ۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب یہ کام کتابوں نیلام ہونے تو مرزا صاحب نے اُن کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا ۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر تک پہنچ گئے ۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا ۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضیہ لکھنا بند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کر دی ؟ تو ہولہ—

”اِس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں ۔ ڈاکٹروں کی بے حد کمی ہے ۔ میں نے سوچا چلو اِسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں اُن کے علاج کی دھوم مچ گئی ۔ ایک خاندانی ثواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹہلا، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے ۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے ۔ جو کام وٹہلا کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا ۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن ثواب صاحب چاندی کے تھال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اِنسا گہرائے سانس بہت بڑی مصیبت پہنچی اُٹھی ہو ۔ بڑی آرزومندی کے بعد کل ایک روپیہ فیس قبول کی ۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے خرابی سے کرتے، مانو وہی اُن کی زندگی کا مقصد ہے ۔ زمانے نے جب اُن کا امتحان لینا شروع کیا اور اِنسا جھکایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی اُن کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے — پہلا، دوسرا اور تینواں — مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے ۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اِس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکس کی ”کانپور دنیا جانچ کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا ۔ ضبطی کے قابل کلاب

ان کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے ۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب یہ کام کتابوں نیلام ہونے تو مرزا صاحب نے اُن کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا ۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر تک پہنچ گئے ۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا ۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضیہ لکھنا بند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کر دی ؟ تو ہولہ—

”اِس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں ۔ ڈاکٹروں کی بے حد کمی ہے ۔ میں نے سوچا چلو اِسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں اُن کے علاج کی دھوم مچ گئی ۔ ایک خاندانی ثواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹہلا، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے ۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے ۔ جو کام وٹہلا کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا ۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن ثواب صاحب چاندی کے تھال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اِنسا گہرائے سانس بہت بڑی مصیبت پہنچی اُٹھی ہو ۔ بڑی آرزومندی کے بعد کل ایک روپیہ فیس قبول کی ۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے خرابی سے کرتے، مانو وہی اُن کی زندگی کا مقصد ہے ۔ زمانے نے جب اُن کا امتحان لینا شروع کیا اور اِنسا جھکایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی اُن کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے — پہلا، دوسرا اور تینواں — مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے ۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اِس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکس کی ”کانپور دنیا جانچ کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا ۔ ضبطی کے قابل کلاب

کو بھلا کون جانتا ! دادا سے چرچا ہوئی، فوراً تیار ہو گئے۔ جو تھوڑی بہت پونجی تھی اُس سے ایک 'ملرو' نام کا پریس کھڑا اور چھپائی شروع کر دی۔ راتوں دن اُس موتی رپورٹ کو ایک مہینے میں چھاپ کر اُنہوں نے تیار کر دیا۔ پولس سراغ تک نہ پاسکی۔ جس دن وہ کلاب تیار ہوئی اُسی دن اُس کی قریب دس ہزار کاپیاں ریلوے پارسل گھروں اور پوسٹ آفسوں میں ضبط کر لی گئیں۔ مرزا صاحب کے پریس پر سرکاری نالہ قائل دیا گیا، اور آخر میں پریس ضبط کر لیا گیا۔ پرنٹس پارلیامینٹ میں اِس پر سوال کئے گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پلے کی ہزاروں روٹے کی پونجی کھوکھری مرزا صاحب کو کوئی آنسو نہ تھا بلکہ وہ خوش تھے کہ اُن کے چند پیسوں کا مناسب استعمال ہوا۔

پی۔ ٹی۔ آئی کی رپورٹ کے مطابق چورا نوے برس کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک اُن کی آنکھیں 'گن' دانت اور دماغ صحیح صحیح کام کر رہے تھے۔ نہ اُن کی آنکھیں کی جدوتی کم ہوئی، نہ ایک ہی دانت ہلا۔ پوچھنے پر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں تو بچے رات کو سو جاتا ہوں اور تین بجے سویرے اُٹ جاتا ہوں" پرانیام کرتا ہوں اور کھانے میں جس چیز نے مجھے بے حد فائدہ پہونچایا وہ ہے—بیل، کچا بیل، پھنا ہوا بیل، اُپلا ہوا بیل، بیک بیل کا گودا، اُس کا رس اور شربت۔ مختلف طرح سے مہلے بیل کو کھا کر دیکھا ہے اور میں بے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحت کے لئے اِس بہترین کوئی دوسری چیز نہیں۔

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پھرتے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پھرتے تھے، مگر دادا ابوالفضل پھروں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اُتار پکے تھے کہ اِس پکے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت نامی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کرپانہی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابند کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

پی۔ ڈی۔ آئی کی رپورٹ کے متاثرین چورائے برس کی عمر میں انکا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک انکی آنکھیں، دانت اور دماغ سہی سہی کام کر رہے تھے۔ نہ انکی آنکھوں کی جوتی کم ہوئی، نہ ایک بھی دانت ہلا۔ پوچھنے پر وہ اکثر کہتے تھے کہ "میں نئے بچے رات کو سو جاتا ہوں اور تین بجے سویرے اُٹ جاتا ہوں، پرانیام کرتا ہوں اور کھانے میں جس چیز سے مجھے بہت فائدہ پہونچا وہ ہے—بیل، کچا بیل، پھنا ہوا بیل، اُپلا ہوا بیل، بیک بیل کا گودا، اس کا رس اور شربت۔ مختلف طرح سے مہلے بیل کو کھا کر دیکھا ہے اور میں بے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحت کے لئے اس بہترین کوئی دوسری چیز نہیں۔"

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پھرتے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پھرتے تھے، مگر دادا ابوالفضل پھروں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اُتار پکے تھے کہ اِس پکے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت نامی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کرپانہی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، ان کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے ان کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابند کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے ان سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

فیسبھی راہبلائی طے تھی۔ معاملہ طے ہوتے وقت مرزا صاحب نے اپنی ضرورت کے انوسار پرکشک سے سات سو روپیہ پیشگی لے لئے تھے۔ ہوتے ہوتے راہبلائی کے بتیس ہزار روپیہ مرزا صاحب کے پرکشک کی طرف نکلتے۔ ان دنوں الہ آباد میں مرزا صاحب کو ہمسے کا کشت تھا۔ مرزا صاحب کے دوستوں نے ان پر بہت زور دیا کہ وہ اپنے پرکشک کو روپیہ کے لئے لے لیں۔ وہ بار بار انکار کرتے رہے، اس دہل پر کہ روپیہ بھینچنا پرکشک کا کام ہے۔ کسی طرح پرکشک کو لے لیا گیا۔ جواب لدار۔ عدالت جانے کے لئے مرزا صاحب سے کہا گیا۔ ان کے لئے یہ لسمیہ تھا۔ ٹوہٹ یہاں تک پہنچتی کہ بچاؤ مرزا صاحب کو بتیس ہزار روپیہ کے پرکشک لے ان پر سات سو روپیہ کی صورت میں فالس کر دی۔ عدالت سے ٹوٹس آیا کہ اگر پھروں کرو نہیں تو یک طرفہ ڈکری ہو جائیگی۔ مرزا نے عدالت جانے سے انکار کیا۔ سات سو کی ایک طرفہ ڈکری ہو گئی۔ الہ آباد ترقی آئی۔ مرزا کی ایک بیہنس اور ٹاپپ رائٹر لیا ہو گئے۔ ہنسی ہنسی سب برداشت کر لیا پر مرزا اپنے بتیس ہزار کے لئے عدالت نہیں گئے۔

(2) دوسری گھٹنا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرتھک کشتوں کے کان مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرانٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडित جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص تاریخ تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پندت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پندت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की है. खास खास मुसलमान आलिमों के लिये कुछ मुसलिम रियासतों से बच्चीके बंधे हुए थे. कुछ दोस्तों की कोशिश से मिरजा साहब के लिये भी दाई सौ रुपये माहवार भोपाल से और चारसौ रुपये माहवार हैदराबाद से बंध गए. इतने में गाँधी जी का असहयोग आन्दोलन शुरू हो गया. मिरजा

(2) دوسری گھٹنا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرتھک کشتوں کے کان مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرانٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडित جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص تاریخ تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پندت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پندت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की है. खास खास मुसलमान आलिमों के लिये कुछ मुसलिम रियासतों से बच्चीके बंधे हुए थे. कुछ दोस्तों की कोशिश से मिरजा साहब के लिये भी दाई सौ रुपये माहवार भोपाल से और चारसौ रुपये माहवार हैदराबाद से बंध गए. इतने में गाँधी जी का असहयोग आन्दोलन शुरू हो गया. मिरजा

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की है. खास खास मुसलमान आलिमों के लिये कुछ मुसलिम रियासतों से बच्चीके बंधे हुए थे. कुछ दोस्तों की कोशिश से मिरजा साहब के लिये भी दाई सौ रुपये माहवार भोपाल से और चारसौ रुपये माहवार हैदराबाद से बंध गए. इतने में गाँधी जी का असहयोग आन्दोलन शुरू हो गया. मिरजा

شاہب نے نواب مہوپال اور نیاںم ہدراہاد دونوں کو لکھا کہ چونکہ ملک نے انگریز سرکار سے اسہوگ شروع کر دیا ہے اس لئے آپ کو بھی اس اسہوگ میں شامل ہو جائیں اور انگریز سرکار کو اس کی اطلاع دے دیں، اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ سے وظیفہ لینا میرے لئے ناجائز ہے۔ اس پر بھی مہوپال اور حیدرآباد سے معمول کے مطابق روپے آئے اور مرزا صاحب نے واپس کر دیئے۔ سولہ سال تک وظیفہ بند رہا۔ اس بیچ مرزا صاحب کی آرٹھک کٹھناہیاں دن دن بڑھتی گئیں۔ سن 1986 کے لگ بھگ ان کے کچھ دوستوں نے نظام سرکار سے کوشش کی وظیفہ پھر جاری ہو جائے۔ نظام سرکار نے جواب دیا کہ مرزا اپنے سن 1919 کے خط کو واپس لے لیں تو وظیفہ پھر سے جاری کر دیا جائیگا۔ مرزا تیار نہ ہوئے۔ اس پر نظام صاحب یہاں تک راضی ہو گئے کہ اگر مرزا خود ان کے سامنے آکر محض زبانی یہ کہہ دیں کہ ان کا سن 1919 والا خط رد سمجھا جائے تو ان سولہ برس کی پوری رقم بھی جو ستر ہزار سے اوپر ہوتی تھی انہیں دے دی جائیگی اور آئندہ کے لئے چار سو روپے ماہوار جاری ہو جائیگے۔ دادا ابوالفضل کو دوستوں نے جن میں ہم بھی شامل تھے بہت بڑا سمجھایا، پر دادا اس کے لئے راضی نہ ہوئے۔ ان کی دلیل یہی تھی کہ— ”وہ خط دیہی کی آواز پر لکھا گیا تھا“ وہ واپس نہیں ہو سکتا۔“ ہمیں خوب پتا ہے کہ ان دنوں دادا ابوالفضل کی آرٹھک کٹھناہیاں کس حد کو پہنچ چکی ہوئی تھیں۔ ان کی ایک لڑکی ان دنوں تپدق سے بیمار تھی اور دادا کے پاس اس کے علاج اور خوراک کے لئے پیسے نہیں تھے، پر اصول اصول تھا!

ہاتھ سے افسوس! دیرے جیندگی آتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
پلی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—دور خیام۔

ہاتھ سے افسوس! دیرے جیندگی آتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
پلی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—دور خیام۔

ناگا کرائم

ناگا قوم

بھارت کی اتر پوربی سہما پر آسام کے پاس چار سوادھیں دیہوں کی سرحدیں ملتی ہیں—بھارت، پاکستان، برما اور چین۔ بھارت کی رक्षा کے विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं। इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्राय बसी हुई है। उनकी बहुत सी वस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं। यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बर्मा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बर्मा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा। इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्राय दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकुमतों में आ गई।

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं। इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं। अखबारों में रोज नागा लोगों की “बगावत” और भारतीय फौजों द्वारा उनके दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं।

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला, कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए। हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे, उनका खाना पीना, रहन सहन देखा। कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया। वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए। अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं।

नागा क्राय एक बहुत पुरानी क्राय है जो आसाम के पास की सभ्य क्रीमों में अपने को कभी पूरी तरह मिला नहीं पाई। उनके अपने रीति रिवाज हैं, अपनी बोली है, अपना पहनावा है, अपने पुराने ढंग के धार्मिक विचार हैं। उन्हें ‘जंगली’ या ‘असभ्य’ कहना केवल उन्हीं अर्थों में ठीक हो सकता है जिन अर्थों में योरोप के अधिकतर लोग लगभग सब अफ्रीका और एशिया निवासियों को अभी तक जंगली और असभ्य कहते आए हैं।

भारत की अत्र पुरबी सہما پر آسام کے پاس چار سوادھیں دیہوں کی سرحدیں ملتی ہیں—بھارت، پاکستان، برما اور چین۔ بھارت کی رक्षा کے विचार سے وہ جگہ خاص معرکے کی ہے، علاقہ ادھنکر پہاڑی ہے، اُس میں بڑے بڑے جنگل ہیں جن میں دوسرے جانوروں کے علاوہ ہاتھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھرتے رہتے ہیں۔ اسی پہاڑی علاقہ میں ناگا قوم بسی ہوئی ہے۔ اُن کی بہت سی بستیاں اور گاؤں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ ایک لگانار سلسلے وار علاقہ ہے، پر حال میں جب برما ہندستان سے الگ کیا گیا تو ناگا علاقے کا ایک حصہ برما میں آگیا اور دوسرا حصہ ہندستان میں رہا۔ اِس طرح اپنی مرضی کے خلاف ناگا قوم دو ٹکڑوں میں کٹ کر دو الگ الگ حکومتوں میں آگئی۔

جب سے بھارت آزاد ہوا ہے تب سے ناگا لوگوں کے ساتھ بھارت سرکار کے کچھ نہ کچھ جھگڑے برابر چلتے رہتے ہیں۔ اِس سہمہ یہ جھگڑے ایک حد پر پہونچے ہوئے ہیں۔ اخباروں میں روز ناگا لوگوں کی ”بغاوت“ اور بھارتیہ فوجوں دہارا اُن کے دہانے جانے کی خبریں آتی رہتی ہیں۔

ابھی کچھ سال ہوئے اپنی چین یاत्रا کے بعد ہمیں بھی اِس علاقہ میں جانے کا موقع ملا۔ کوہیما میں اور نئی جگہ ہم ناگا گاؤں میں گئے۔ ہم نے ناگا لوگوں اور اُن کے سرداروں سے باتیں کیں، اُن کے اسکول دیکھے۔ اُن کا کھانا پینا، رہن سہن دیکھا۔ کوہیما کے ناگا اسکول میں ہم نے بھاشن بھی دیا۔ وہاں کے بھارتیہ افسروں سے بھی ہم نے اِس علاقہ کے حالات معلوم کئے۔ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر ہم نے بہت سے ناگا نہتاؤں اور دوسرے ناگا لوگوں سے دل کھول کر باتیں کیں۔

ناگا قوم ایک بہت پرانی قوم ہے جو اُس پاس کی سہیہ قوموں میں اپنے کو کبھی پوری طرح ملا نہیں پائی۔ اُن کے اپنے ریت رواج ہیں، اپنی بولی ہے، اپنا پہناوا ہے، اپنے پرانے تھنگ کے دھارک وچار ہیں۔ اُنہوں ‘جنگلی’ یا ‘اسہیہ’ کہنا کھول اُنہوں اُنہوں میں تھیک ہو سکتا ہے جن اُنہوں میں یورپ کے ادھنکر لوگ لگ بھگ سب اُنریتہ اور ایشیا نواسیوں کو ابھی تک جنگلی اور اسہیہ کہتے آئے ہیں۔

مالوم ہوتا ہے پچھلے دو ہزار سال میں भारत کے शासकों ने कभी भी नागा क्रौम को अपनाते, उनकी आर्थिक हालत को सुधारने या उनमें तालीम फैलाने की ओर अधिक ध्यान नहीं दिया. अंगरेजी जमाने में सब से पहले यह काम योरप और अमरीका के ईसाई पादरियों को सूझा. इसमें कोई शक नहीं कि अधिकतर ईसाई पादरियों ने उस इलाकے में बहुत अच्छा काम किया. लगभग 40 क्रीसदी नागा ईसाई हैं. आज नागा लोगों में तालीम का थोड़ा बहुत प्रचार है. उनमें बहुत से प्रेजुपट हैं. हमने बहुत से नागा प्रेजुपटों से बातें की हैं. आज नागा क्रौम एक काफी संगठित यानी मुनज्जम क्रौम है, उनमें आजादी से काफी प्रेम है. वह बहादुर हैं. उनमें त्याग का माहा है. वे बहुत बड़े मेहमान नवाज हैं, सीधे सरल और सच्चे हैं. राजकाज और हुकूमतों के उसूलों को भी वे काफी समझते हैं. उनमें कई ऐसे गुण हैं जो अधिक सभ्य समझे जाने वाले आस पास के और लोगों में नहीं मिलते. मसलन हमने वहां की अदालतों के हिन्दुस्तानी अफसरों से मालूम किया कि किसी नागा के बयान के खिलाफ कभी गवाही नहीं ली जाती, क्योंकि कोई नागा कभी झूठ नहीं बोलता. अगर कोई नागा किसी का सिर काट के आएगा तो जहां भी जरूरत पड़ेगी वह साफ साफ कह देगा कि उसने ऐसा किया और अपने बैसा करने का कारण भी बता देगा.

इसमें भी कोई शक नहीं कि नागा लोगों को तालीम देने और ऊपर उठाने में सबसे बड़ा हिस्सा ईसाई पादरियों ने ही लिया है, फिर भी ईसाई नागों और रौर ईसाई नागों में हमने बहुत अच्छा व्यवहार पाया. ईसाई होजाने के कारण उन्होंने अपनी क्रौम के बुनियादी गुण मिटने नहीं दिये.

नागा और अंगरेज

अंगरेजी जमाने में अंगरेजों ने नागा लोगों को एक अधूरी आजादी दे रखी थी. अंगरेज हाकिम नागा लोगों के रीति रिवाजों, उनकी अपनी पंचायतों में किसी तरह का دخل नहीं देते थे. उनके आपसी झगड़ों में उनकी पंचायतों के फैसले हांते थे. अंगरेजों की वहां छाबनियां थीं और यही उस देश को अपनी तरफ मिलाए रखने से उनकी खास गारज थी. फिर भी अंगरेजों की उस अधूरी गुलामी से अपने को आजाद करने की नागा बराबर कोशिश करते रहे. लड़ाइयां भी हांती रहीं. अंगरेजों के लिए वह इलाका एक तरह से 'बफर' इलाका था, यानी ऐसा सरहद्दी इलाका जिससे किसी पास के आजाद देश के साथ लड़ाई छिड़ने पर फायदा उठाया जा सके. दूसरे महायुद्ध के आखिर में काहिमा और इमफल की लड़ाइयां दुनिया भर में प्रसिद्ध हो चुकी हैं. उनका हाल भी हमने वहां खूब सुना. पर वह

मعلوم होता है पچھلے دو ہزار سال میں भारत کے شاہنشاہوں نے کبھی بھی ناگا قوم کو اپنا نہیں کیا، ان کی آرتھک حالت کو سدھارنے یا ان میں تعلیم پھیلانے کی اور انھک دھیان نہیں دیا. انگریزی زمانے میں سب سے پہلے یہ کام یورپ اور امریکہ کے عیسائی پادریوں کو سوچھا. اس میں کوئی شک نہیں کہ انھک عیسائی پادریوں نے اس علاقے میں بہت اچھا کام کیا. لگ بھگ 40 فیصدی ناگا عیسائی ہیں. آج ناگا لوگوں میں تعلیم کا تھوڑا بہت پرچار ہے. ان میں بہت سے گریجویٹ ہیں. ہم نے بہت سے ناگا گریجویٹوں سے باتیں کی ہیں. آج ناگا قوم ایک کافی سنگتیت پعلی منظم قوم ہے. ان میں آزادی سے کافی پریم ہے. وہ بہادر ہیں. ان میں تھاک کا مادہ ہے. وہ بہت بڑے مہمان نواز ہیں. سودھے، سرل اور سچے ہیں. اچکاج اور حکومت کے اصولوں کو بھی وہ کافی سمجھتے ہیں. ان میں نئی ایسے گن ہیں جو ادھک سبھیہ سمجھے جانے والے اس پاس کے اور لوگوں میں نہیں ملتے. مثلاً ہم نے وہاں کی عدالتوں کے ہندستانی افسروں سے معلوم کیا کہ کسی ناگا کے بیان کے خلاف کبھی گواہی نہیں لی جاتی، کیونکہ کوئی ناگا کبھی جھوٹ نہیں بولتا. اگر کوئی ناگا کسی کا سر کاٹ کے آئیگا تو جہاں بھی ضرورت پڑیگی وہ صاف صاف کہہ دیتا کہ اُس نے ایسا کیا اور اپنے ویسا کرنے کا کارن بھی بتا دیتا. اس میں ہی کوئی شک نہیں کہ ناگا لوگوں کو تعلیم دینے اور اوپر اٹھانے میں سب سے بڑا حصہ عیسائی پادریوں نے ہی لیا ہے. پھر بھی عیسائی ناکوں اور غیر عیسائی ناکوں میں ہم نے بہت اچھا رویہ مار پایا. عیسائی ہوجانے کے کارن انہوں نے اپنی قوم کے ہلھادی گن مٹانے نہیں دیئے.

ناگا اور انگریز

انگریزی زمانے میں انگریزوں نے ناگا لوگوں کو ایک ادھوری آزادی دے رکھی تھی. انگریز حاکم ناگا لوگوں کے ریت رواجوں کی اپنی پانچایتوں میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے. ان کے آپسی جھگڑوں میں ان کی پانچایتوں کے فیصلے آخری فیصلے ہوتے تھے. انگریزوں کی وہاں چھاؤنیاں نہیں اور یہی اُس دیش کو اپنی طرف ملاء رکھنے سے ان کی خاص غرض تھی. پھر بھی انگریزوں کی اُس ادھوری نلاسی سے اپنے کو آزاد کرنے کی ناگا برابر کوشش کرتے رہے. لڑائیاں بھی ہوتی رہیں. انگریزوں کے لئے وہ علاقہ ایک طرح سے 'بفر' علاقہ تھا، یعنی ایسا سرحدی علاقہ جس سے کسی پاس کے آزاد دیش کے ساتھ لڑائی چھڑنے پر فائدہ اٹھایا جاسکے. دوسرے مہالید کے آخر میں کوہیما اور ایمپھل کی لڑائیاں دنیا بھر میں پرسدہ ہوچکی ہیں. ان کا حال بھی ہم نے وہاں خوب سنا. پر وہ

ایک دوسری لکھی کہانی ہے۔ اُن لوگوں کا حال وہاں کے لوگوں سے سن کر ناگا لوگوں کے ساتھ ہمارا پریم اور ہمارے دل میں اُن کے لئے اُتر بڑھا۔

بھارت واسیوں سے اسنتوش

بھارت کے آزادی ہو جانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھے گا جس سے دونوں کو لاہم ہوگا؛ پر ہوا اسکا ٹوک چلتا۔ ہمنے اسکا کاراں جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کاراں ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کاراں یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز انگریز انگریز اس علاقے میں چلایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک ماتحت روپ میں۔ ناگا لوگ ایک بیک سب مانسہاری ہیں۔ اُن کا دیہی ایک ٹھنڈا دیہی ہے۔ کیوں کہی کی پیداوار سے شاید اُن کا کام ہی آسانی سے نہیں چل سکتا۔ مانس کھانے میں دے ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں ہر کھانے کے لئے دے سیکڑوں من چمکتی جانوروں کا گوشت کھا سکتے اور نمک لگا کر اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی دے کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا تک انگریز حاکم وہاں جاتے رہے کہاں پان آدمی کی ان عادیوں کے کارن ناگوں میں اور اُن میں خالصی بنتی رہی۔ کم سے کم اس معاملے میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرنی نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نفی بات پیدا ہوئی۔ ہندو اندروں نے ناگا لوگوں سے اُس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانس کھاتے تھے۔ ناگا عانی اسکول کے ہندو ادھیاپک اسی کارن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئیکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اسی طرح مسلمان اندروں اُن سے اُس لئے نفرت کرتے تھے کہ دے سور کا مانس کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کارن۔

بھارت واسیوں سے اسنتوش

بھارت کے آزاد ہو جانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھے گا جس سے دونوں کو لاہم ہوگا؛ پر ہوا اس کا ٹوک آتا۔ ہم نے اُس کا کارن جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کارن ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کارن یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز انگریز انگریز اس علاقے میں چلایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک ماتحت روپ میں۔ ناگا لوگ ایک بیک سب مانسہاری ہیں۔ اُن کا دیہی ایک ٹھنڈا دیہی ہے۔ کیوں کہی کی پیداوار سے شاید اُن کا کام ہی آسانی سے نہیں چل سکتا۔ مانس کھانے میں دے ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں ہر کھانے کے لئے دے سیکڑوں من چمکتی جانوروں کا گوشت کھا سکتے اور نمک لگا کر اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی دے کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا تک انگریز حاکم وہاں جاتے رہے کہاں پان آدمی کی ان عادیوں کے کارن ناگوں میں اور اُن میں خالصی بنتی رہی۔ کم سے کم اس معاملے میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرنی نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نفی بات پیدا ہوئی۔ ہندو اندروں نے ناگا لوگوں سے اُس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانس کھاتے تھے۔ ناگا عانی اسکول کے ہندو ادھیاپک اسی کارن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئیکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اسی طرح مسلمان اندروں اُن سے اُس لئے نفرت کرتے تھے کہ دے سور کا مانس کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کارن۔

دوسرا कारण जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालत से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते हैं. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खाशिशें हृद को पहुँच चुकी थीं. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें कीं. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इस्लाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रायत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस मंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

दुसरा क़र्न जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालत से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते हैं. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खाशिशें हृद को पहुँच चुकी थीं. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें कीं. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इस्लाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रायत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस मंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

ہرم اور سب ہسائوں کو غور سمجھتے تھے اور 'ہندوستان ہلدوں کا' کے سنگیوں وچار میں کم یا آدھک رنہ ہوتے تھے۔ ہمیں اس کا خود کافی تجربہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ گوا کے معاملے کو آدھک پہچانیدہ ہلانے میں بھی کچھ سنگیوں وچار ہمارت داندوں کی اس ہڈاؤن لے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی سندیدہ نہیں کہ اس سئمے اس دیہی کا سب سے بڑا روگ، جس نے کشمیر میں 'ناگہا علاقے' میں 'گوا' میں اور جگہ جگہ کٹھناٹیاں پیدا کی ہیں اور کرتا رہتا ہے سامہونایتا کا روگ ہے۔ مہاتما گاندھی کے ہلدان کے بعد بھی دیہی اس روگ سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پا سکا۔

سن 1948 کا سمجھوتہ

ناگہا لوگ شرو میں ہمارت سے ایلگ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ جیتنا ناگہا ہلاکرا اس سمی ہمارت کے اندر ہے بھ تین ٹوکڑوں میں بٹا ہوا ہے—تیرپ اور تینساگ کی ڈیویژنوں جو اچر پورے سرحدی اسی میں شامل ہیں اور ناگہا پہاڑی جیلا جو آسام میں شامل ہے۔ سن 1948 میں آسام کے گورنر سر اکبر ہلدی اور ناگہا نیشنل کونسل کے ہیج ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا جس میں دونوں طرف کے دستخط ہوئے تھے۔ سمجھوتہ یہ تھا کہ ان تینوں ناگہا علاقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے اور اس پوری ناگہا ریاست کو تھیک وہی آدھکار دے دیے جائیں جو پاس کی ملی پور اور تیرپورا ریاستوں کو ملے ہوئے ہیں۔ ناگہا لوگ اس شرط پر خوشی سے انڈین یونین میں رہنے کو تیار تھے لیکن سمجھوتے کے تھوڑے دنوں بعد ہی کچھ سوچ کر آسام سرکار اور دلی سرکار دونوں نے اسے مانفے سے انکار کر دیا۔ شری ہریش چندرلا کا کہنا ہے کہ اس باضابطہ سمجھوتے کو توڑنے کا کوئی کرن نہیں بتایا گیا۔

سن 1948 کا سمجھوتہ

ناگہا لوگ شروع میں ہمارت سے الگ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ چند ناگہا علاقے اس سئمے ہمارت کے اندر رہے تین ٹوکڑوں میں ہلکا ہوا ہے—تیرپ اور تینساگ کی ڈیویژنوں جو اچر پورے سرحدی اسی میں شامل ہیں اور ناگہا پہاڑی ضلع جو آسام میں شامل ہے۔ سن 1948 میں آسام کے گورنر سر اکبر ہلدی اور ناگہا نیشنل کونسل کے ہیج ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا جس میں دونوں طرف کے دستخط ہوئے تھے۔ سمجھوتہ یہ تھا کہ ان تینوں ناگہا علاقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے اور اس پوری ناگہا ریاست کو تھیک وہی آدھکار دے دیے جائیں جو پاس کی ملی پور اور تیرپورا ریاستوں کو ملے ہوئے ہیں۔ ناگہا لوگ اس شرط پر خوشی سے انڈین یونین میں رہنے کو تیار تھے لیکن سمجھوتے کے تھوڑے دنوں بعد ہی کچھ سوچ کر آسام سرکار اور دلی سرکار دونوں نے اسے مانفے سے انکار کر دیا۔ شری ہریش چندرلا کا کہنا ہے کہ اس باضابطہ سمجھوتے کو توڑنے کا کوئی کرن نہیں بتایا گیا۔

ہمارت کا ودھان اور ناگہا

ہمارت کا ویڈان اور ناگہا

اس سے ناگہا لوگوں میں بے اعتباری اور بددلی کا پھیلنا قدرتی تھا۔ وہ پھر بھی دیہی کے ساتھ نہ ودھان کا انتظار کرتے رہے۔ سن 1950 کے نئے ویڈان نے ان کی دھی سہی اٹاؤں پر بھی پانی پھر دیا۔ تینوں ناگہا علاقے ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے۔ انہیں ملانے کے بجائے ناگہا پہاڑی ضلع کی ایک ضلع کونسل بنا دی گئی جس کے سون آس ضلع کا شاسن کر دیا گیا۔ اس ضلع کونسل کے ممبر چننے کا آدھکار ناگہاؤں کو دیا گیا۔ لیکن ناگہا لوگ اپنے دیہی کا پرہادہ صدیوں سے ایک عجیب تھنگ سے کرتے آئے ہیں۔ ان کا سارا شاسن گون پنچایتوں کے آدھار پر ہے۔ ہر گون میں ان کی الگ الگ پنچایتیں ہیں۔ ہر پنچایت اپنے علاقے کا پورا شاسن

اس سے ناگہا لوگوں میں بے اعتباری اور بددلی کا پھیلنا قدرتی تھا۔ وہ پھر بھی دیہی کے ساتھ نہ ودھان کا انتظار کرتے رہے۔ سن 1950 کے نئے ودھان نے ان کی دھی سہی اٹاؤں پر بھی پانی پھر دیا۔ تینوں ناگہا علاقے ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے۔ انہیں ملانے کے بجائے ناگہا پہاڑی ضلع کی ایک ضلع کونسل بنا دی گئی جس کے سون آس ضلع کا شاسن کر دیا گیا۔ اس ضلع کونسل کے ممبر چننے کا آدھکار ناگہاؤں کو دیا گیا۔ لیکن ناگہا لوگ اپنے دیہی کا پرہادہ صدیوں سے ایک عجیب تھنگ سے کرتے آئے ہیں۔ ان کا سارا شاسن گون پنچایتوں کے آدھار پر ہے۔ ہر گون میں ان کی الگ الگ پنچایتیں ہیں۔ ہر پنچایت اپنے علاقے کا پورا شاسن

بھارتی ہے۔ یہ سب پنچایتیں بہت پریم کے ساتھ ملکر رہیں اور کام کرتی ہیں، لیکن کوئی ایک مرکزی طاقت ان سب پر حکم چلانے والی نہیں رہی۔ ناگا لوگوں کو یہ پسند ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری پرانی قوموں کی طرح وہ شہریت و ادھیکار کو ایک آدمی یا سلسلہ کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے، اسے بانٹ کر اور پھیل کر رکھنا پسند کرتے ہیں۔ سچی لوگ شاہی (تیمو کریسی) کے یہ چھوڑ زیادہ نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ نئی ضلع کونسل انہیں اپنی ان پنچایتوں کے ادھیکاروں پر بہت بڑا حملہ دکھائی دے۔ قدرتی طور پر ناگا قوم کے سب لوگوں نے ضلع کونسل کے چناؤ کا ہانکات کیا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے ان کے اٹھ دھان بنائے ہیں پہلے انہیں پریم اور سہانہ ہوتی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے چناؤں کے ہانکات کو ہم نے بھارت کے ساتھ ”بھارت“ سمجھا۔ اپنی اوجھٹا کے جھوٹے گھمٹد میں ہم نے ان کے آنتوک شاسن اور ریت رواجوں میں بھی بیجا دخل دینا شروع کیا۔ نفرت اور اوشواس بڑھتا چلا گیا۔ آخر ناگا لوگوں نے عام کر لیا کہ سوائے ایک الگ سوانھیں ریاست کے اور کسی طرح وہ اپنے سیکڑوں برس کے وچاروں، ریت رواجوں اور اپنی کلچر کو نایم نہیں رکھ سکتے۔

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔

انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रا

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پر دھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دھم دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس ہلاکے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لیے بہت بڑا موقعا سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کانسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پھونچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پر دھان منتری کا سوائت کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لہس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ تھار ہاندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سہیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پر دھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دھم دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس ہلاکے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لیے بہت بڑا موقعا سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کانسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پھونچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پر دھان منتری کا سوائت کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لہس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ تھار ہاندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سہیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

मेहमान के रूप में देखते थे और नागा क्रौम के लोग बड़े खबरदस्त मेहमान-नबाज मशहूर हैं।

पर जवाहरलाल जी के पहुँचने के चन्द मिनट पहले नागा पहाड़ी जिले के डिप्टी कमिशनर ने उन सब नागा लोगों को यह नोटिस दिया कि श्री जवाहरलाल नदरू न आप लोगों का कोई मान-पत्र लेंगे और न आप की कोई मेंट स्वीकार करेंगे।

नागा क्रौम और उनके मुखियों के दिलों को इससे बहुत बड़ी चोट लगी।

ठीक उस समय जब जवाहरलाल जी बरमा के प्रधान मंत्री यू-नू के साथ मंच पर चढ़ रहे थे, चौदह हजार नागा निराश और दुखी अपने अपने घरों को वापिस जा रहे थे। कहते हैं जवाहरलाल जी ने उन्हें लौट आने के लिए कहा। पर अब न वे जवाहरलाल जी की बात समझ सकते थे और न जवाहरलाल जी उनकी। यह भी कहा जाता है कि जवाहरलाल जी इस घटना के लिए वहाँ के अफसरों पर बिगड़े। लेकिन अफसरों ने इसके बाद ही नागा लोगों से उनके इस तरह चले जाने का बदला लेने की पूरी कोशिश की। बजाय इसके कि नागा लोगों के दुखे हुए दिलों को वसूली दी जाती, इलाक़े भर में अंधा धुँध गिरफ़्तारियाँ और घरों की तलाशियाँ शुरू हो गईं। जिन नागाओं को हथियारों के लाइसेंस मिले हुए थे उनके भी हथियार छीन लिए गए। शलतकहमी और दुश्मनी बढ़ती चली गई। पर किसी ने उसकी जड़ में जान की और ज़ख़मों पर भरहम लगाने की कोशिश नहीं की।

16 अगस्त सन् 1953 को सब सरकारी स्कूलों को राष्ट्रीय झंडा फहराने का हुक्म दिया गया। नागा पहाड़ी जिले में दो हाई-स्कूल हैं, एक कांहीमा में, दूसरा मांको-कचुंग में। इन दोनों स्कूलों में उस दिन कुछ लड़के गैर हाज़िर थे। उनकी इस गैर हाज़िरी को भी 'बगावत' मान लिया गया। दोनों स्कूल बन्द कर दिए गए। सब नागा विद्यार्थी आबारा फिरने लगे। उस साल नवम्बर तक वे स्कूल न खुल पाए। मजबूर होकर नागा लोगों ने अपने बच्चों के लिए उन्ही दो शहरों में दो प्राइवेट हाई स्कूल खोल दिये।

मार्च सन् 1953 में आसाम सरकार ने मोकाक चुंग इलाक़े को बारी इलाक़ा (Disturbed area) ऐलान कर दिया। वहाँ के हाई स्कूल पर फ़ौज ने कब्ज़ा कर लिया, जो प्राइवेट स्कूल वहाँ नागाओं ने खोला था वह भी खबरदस्ती बन्द कर दिया गया।

नागा नेताओं ने फिर एकबार प्रार्थना की कि उन्हें प्रधान मंत्री जवाहरलाल नेहरू से मिलने का मौक़ा दिया जाय ताकि वे अपने दिल की बात उनसे कह सकें। दिल्ली में मुलाक़ात के लिए तारीख़ मुक़र्रर हो गई। नागा नेशनल काउन्सिल के नाम दिल्ली से नागा नेताओं को दिल्ली

मेहल के रूप में दिखते थे और नागा क्रौम के लोग बड़े खबरदस्त मेहल नवाज़ मशहूर हैं।

पर जवाहर लाल जी के पहुँचने के चन्द मिनट पहले नागा पहाड़ी जिले के डिप्टी कमिशनर ने उन सब नागा लोगों को यह नोटिस दिया कि श्री जवाहरलाल नेहरू न आप लोगों का कोई मान-पत्र लेंगे और न आप की कोई मेंट स्वीकार करेंगे।

नागा क्रौम और उनके मुखियों के दिलों को इससे बहुत बड़ी चोट लगी।

ठीक उस समय जब जवाहरलाल जी बरमा के प्रधान मंत्री यू-नू के साथ मंच पर चढ़ रहे थे, चौदह हजार नागा निराश और दुखी अपने अपने घरों को वापिस जा रहे थे। कहते हैं जवाहरलाल जी ने उन्हें लौट आने के लिए कहा। पर अब न वे जवाहरलाल जी की बात समझ सकते थे और न जवाहरलाल जी उनकी। यह भी कहा जाता है कि जवाहरलाल जी इस घटना के लिए वहाँ के अफसरों पर बिगड़े। लेकिन अफसरों ने इसके बाद ही नागा लोगों से उनके इस तरह चले जाने का बदला लेने की पूरी कोशिश की। बजाय इसके कि नागा लोगों के दुखे हुए दिलों को वसूली दी जाती, इलाक़े भर में अंधा धुँध गिरफ़्तारियाँ और घरों की तलाशियाँ शुरू हो गईं। जिन नागाओं को हथियारों के लाइसेंस मिले हुए थे उनके भी हथियार छीन लिए गए। शलतकहमी और दुश्मनी बढ़ती चली गई। पर किसी ने उसकी जड़ में जान की और ज़ख़मों पर भरहम लगाने की कोशिश नहीं की।

16 अगस्त सन् 1953 को सब सरकारी स्कूलों को राष्ट्रीय झंडा फहराने का हुक्म दिया गया। नागा पहाड़ी जिले में दो हाई-स्कूल हैं, एक कांहीमा में, दूसरा मांको-कचुंग में। इन दोनों स्कूलों में उस दिन कुछ लड़के गैर हाज़िर थे। उनकी इस गैर हाज़िरी को भी 'बगावत' मान लिया गया। दोनों स्कूल बन्द कर दिए गए। सब नागा विद्यार्थी आबारा फिरने लगे। उस साल नवम्बर तक वे स्कूल न खुल पाए। मजबूर होकर नागा लोगों ने अपने बच्चों के लिए उन्ही दो शहरों में दो प्राइवेट हाई स्कूल खोल दिये।

मार्च सन् 1953 में आसाम सरकार ने मोकाक चुंग इलाक़े को बारी इलाक़ा (Disturbed area) ऐलान कर दिया। वहाँ के हाई स्कूल पर फ़ौज ने कब्ज़ा कर लिया, जो प्राइवेट स्कूल वहाँ नागाओं ने खोला था वह भी खबरदस्ती बन्द कर दिया गया।

नागा नेताओं ने फिर एकबार प्रार्थना की कि उन्हें प्रधान मंत्री जवाहरलाल नेहरू से मिलने का मौक़ा दिया जाय ताकि वे अपने दिल की बात उनसे कह सकें। दिल्ली में मुलाक़ात के लिए तारीख़ मुक़र्रर हो गई। नागा नेशनल काउन्सिल के नाम दिल्ली से नागा नेताओं को दिल्ली

بھولانے کے لیے کوہیما تار بھجا گیا۔ شری چندولا کا کہنا ہے کہ آسام میں جانے کس نے اس تار کو دبا رکھا اور وہ تار ٹیگ اس تاریخ کو کوہیما میں لگا لیا گیا جو تاریخ دلی میں ان کی ملاقات کے لئے طے تھی۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ لگا لیا گیا ہے پھر تیسری بار ملاقات کے لئے کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بار آسام کے گورنر نے ان کی پرارہنا بھجی تھی میں نابلت ہو کر رہی۔

شری پنت اور شری ڈیبر

سیتمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بھللم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کاننسل کے नेताओं نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انھیں ملنا نہیں دیا گیا۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پرسیڈنٹ شری ڈیبر کوہیما پہنچے۔ ناگا नेताओं نے ان سے ملکر اپنی کہانی کہنا چاہا۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہو گئے۔ انھوں نے شری ڈیبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹا بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوار لال جی کے چالے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے انتہی کے سواگت کے لئے سوک کے درختوں طرف جمع تھے۔ پھر وہی شری ڈیبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سورتھیلڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دھکی اور نراش اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ شری ڈیبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹا ناگا نیتاؤں نے شری ڈیبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹاں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس غلط فہمی کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دس اور وکس ساتھ ساتھ

اس طرح ناگوں میں اسٹیٹس پرمٹ چلا گیا۔ سرکار نے اس اسٹیٹس کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکتی کا آپہنگ جاپز قرار دیا۔ جبکہ جبکہ نوجوین بھجی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقے کی ’اگنی‘ اور ’وکس‘ کی چوڑی مٹی بوجھنا شروع کر دیں۔ ناگا نیتاؤں اور ان کے آدمی نہ پہلی چوڑی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

دس اور وکس ساتھ ساتھ

سپتمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بھللم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کاننسل کے نیتاؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انھیں موقع نہیں دیا گیا۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پرسیڈنٹ شری ڈیبر کوہیما پہنچے۔ ناگا نیتاؤں نے ان سے ملکر اپنی کہانی کہنا چاہا۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہو گئے۔ انھوں نے شری ڈیبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹا بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوار لال جی کے چالے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے انتہی کے سواگت کے لئے سوک کے درختوں طرف جمع تھے۔ پھر وہی شری ڈیبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سورتھیلڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دھکی اور نراش اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ شری ڈیبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹا ناگا نیتاؤں نے شری ڈیبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹاں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس غلط فہمی کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دس اور وکس ساتھ ساتھ

اس طرح ناگوں میں اسٹیٹس پرمٹ چلا گیا۔ سرکار نے اس اسٹیٹس کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکتی کا آپہنگ جاپز قرار دیا۔ جبکہ جبکہ نوجوین بھجی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقے کی ’اگنی‘ اور ’وکس‘ کی چوڑی مٹی بوجھنا شروع کر دیں۔ ناگا نیتاؤں اور ان کے آدمی نہ پہلی چوڑی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

لیفٹننٹ کے नेता जगह जगह छिंरते फिरते थे. उन्होंने आम तौर पर इन योजनाओं के साथ असहयोग किया. बन्दूकों के साथ में उन्नति की योजनाएं जारी रखी गईं. कुछ नागा लोगों ने भारत की फौजों का मुकाबला करना भी शुरू कर दिया. मोकोकुंग का इलाका भी बारी करार दे दिया गया. वहां का स्कूल भी बंद कर दिया गया और वहां भी स्कूल की इमारत पर फौज का कब्जा हो गया.

श्री चन्दोला के अनुसार सन् 1956 के शुरू में नागा नेशनल काउन्सिल किर्तुव्य विमूढ़ मालूम होती थी. अचानक उनके एक बहुत बड़े नेता (Sakhri) सखरी को कोई कहीं उड़ा ले गया. कुछ दिन बाद मालूम हुआ कि सखरी को किसी ने मार डाला.

सरकार पक्ष

श्री चन्दोला के लेख के चार दिन बाद 'नागा समस्या' पर 'एक सम्वाद दाता' का एक छोटा सा लेख निकला जो सरकारी बयान नहीं है, परन्तु उनके लेख के जवाब में सरकार पक्ष से लिखा हुआ मालूम होता है. उस लेख में नागा लोगों की "बहादुरी, ईमानदारी, सच्चाई" वगैरह की तारीफ की गई है और उनकी कमी यह बताई गई है कि वह जल्दी से राक और अविश्वास का शिकार हो जाते हैं. यह भी माना गया है कि सरकार आजादी के बाद नागा लोगों से जैसा चाहिये था मेल मिलाप पैदा नहीं कर सकी. नागा नेशनल काउन्सिल के प्रधान श्री फ्रिजो पर यह इलजाम लगाया गया है कि उन्होंने सरकार के खिलाफ अपने लोगों में गलत कहमियां फैलाई. यह भी कहा गया है कि श्री जवाहरलाल नेहरू तीन बार श्री फ्रिजो से मिले. कहा गया है कि नागा नेता ऊपर से अहिंसा और शान्ति की नीति का ऐलान करते हैं और अन्दर अन्दर उन नागाओं के खिलाफ मार काट और लूट मार की तजवीजें करते रहते हैं जो अपने नेताओं की पालिसी से इत्तफाक नहीं करते. कहा गया है कि भारत की फौजें केवल बफादार और अमन पसन्द नागाओं की रक्षा के लिये वहां गई हैं. अन्त में यह भी साफ कह दिया गया है कि जब तक नागा नेता इस तरह की मार काट और मुकम्मल आजादी की बात करना बन्द नहीं करदेंगे सरकार उनसे कोई बात करने को तयार नहीं है.

इस दूसरे लेख को पढ़ने के बाद भी बात वहीं की वहीं रहती है. श्री चन्दोला की किसी भी ऊस बात को, जिन में से कुछ हमने ऊपर दी हैं, इस लेख में गलत नहीं बताया गया.

इसमें सन्देह नहीं फौजी निगाह से अन्त में भारत सरकार ही जोतेगी. लेकिन आम नागा लोगों के दिलों में जो असन्तोष, अविश्वास और बद दिली घर कर चुकी है वह इस तरह नहीं निकल सकती.

لہ ان کے نیٹا جگہ جگہ چہرتے پہرتے تھے . انہوں نے عام طور پر ان یوجناؤں کے ساتھ اسہدوگ کیا . بندوقوں کے ساتھ میں اندلی کی یوجنائیں جاری رکھی گئیں . کچھ ناگا لوگوں نے بھارت کی فوجوں کا مقابلہ کرنا بھی شروع کر دیا . موکوکیونگ کا علاقہ بھی باغی قرار دے دیا گیا . وہاں کا اسکول بھی بند کر دیا گیا اور وہاں بھی اسکول کی عمارت پر فوج کا قبضہ ہو گیا .

شری چندولا کے انوسار سن 1956 کے شروع میں ناگا نیشنل کاؤنسل ککرتوبہ و سمرہ معلوم ہوتی تھی . اچانک ان کے ایک بہت بڑے نیٹا سکھری (Sakhri) کو کوئی کہیں اڑا لے گیا . کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ سکھری کو کسی نے مار ڈالا .

سرکار پکھی

شری چندولا کے لیکھ کے چار دن بعد 'ناگا سمسیا' پر ایک 'سمواد داٹا' کا ایک چھوٹا سا لیکھ نکلا جو سرکاری بیان نہیں ہے، پرنتو ان کے لیکھ کے جواب میں سرکار پکھی سے لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے . اس لیکھ میں ناگا لوگوں کی "بہادری، ایمانداری، سچائی" وغیرہ کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی کسی یہ مٹائی گئی ہے کہ وہ جلدی سے شک اور اوشواس کا شکار ہو جاتے ہیں . یہ بھی مانا گیا ہے کہ سرکار آزادی کے بعد ناگا لوگوں سے جیسا چاہئے تھا مہل ملاپ پیدا نہیں کر سکی . ناگا نیشنل کاؤنسل کے پردھان شری فوڑو پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے سرکار کے خلاف اپنے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانیں . یہ بھی کہا گیا ہے کہ شری جو اھر لال نہرو فین بار شری فوڑو سے لے. کہا گیا ہے کہ ناگا نیٹا اوپر سے اھسا اور شانتی کی نیکی کا اعلان کرتے ہیں اور اندر اندر ان ناگاؤں کے خلاف مار کات اور لوٹ مار کی تجویزیں کرتے رہتے ہیں جو اپنے نیٹاؤں کی پالہسی سے اتفاق نہیں کرتے . کہا گیا ہے کہ بھارت کی فوجیں کھول وندار وراسن پسند ناگاؤں کی رہشا کے لئے وہاں گئیں ہیں . انت میں یہ بھی صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک ناگا نیٹا اس طرح کی مار کات اور 'مکمل آزادی' کی بات کرنا بند نہیں کر دینگے سرکار ان سے کوئی بات کر لے کو تیار نہیں ہے .

اس دوسرے لیکھ کو پڑھنے کے بعد بھی بات وہیں کی وہیں رہتی ہے . شری چندولا کی کسی بھی خاص بات کو 'جن میں سے کچھ ہم نے اوپر دی ہیں' اس لیکھ میں غلط نہیں بتایا گیا .

اس میں سندیہ نہیں فوجی نگاہ سے انت میں بھارت سرکار ہی جھٹکی . لیکن عام ناگا لوگوں کے دلوں میں جو اسنٹوہ، اوشواس اور بددلی گھر کر چکی ہے وہ اس طرح نہیں نکل سکتی .

असली इलाज

श्री हरीश चंदाला का कहना है कि नागा क्रीम के लोग और उनके नेता अब भी बात चीत और समझौते से सारा मामला तय करने के लिए तैयार हैं. उन्हें 'स्वाधीन राज्य' की इच्छा नहीं है. अगर और बातें मिल बैठकर तय हो जायें तो वे अब भी भारतीय यूनिन में रहने के लिए तय्यार हैं. पर आज की हालत में पहले उनसे "मुकम्मल आजादी" की बात छोड़ देने के लिये ज़िद करना और उसके बाद बात चीत के लिये राजी होना हमें किसी तरह ठीक नहीं जंचता. इस तरह के मामलों में दुनिया की सरकारों का 'आन' यानी 'प्रेसिडीज' का खयाल दुनिया के लिये बहुत सी मुसीबतें पैदा करता रहा है.

इस सारे मामले में भारत सरकार के ऊपर के कुछ जिम्मेदार लोगों, खासकर श्री जवाहरलाल नेहरू, की नागा लोगों की तरफ शुभेच्छा में किसी को शक नहीं हो सकता. हम समझते हैं कि नागा लोगों में भी बहुत कम होंगे जिन्हें पंडित जवाहरलाल जैसों की नियत पर शक हो. लेकिन इस नेक नियती और शुभेच्छा के बावजूद इसमें भी शक नहीं कि नागा इलाक़े में हमारे कारनामों और दुनिया के कुछ दूसरे इलाक़ों में साम्राज्यवादियों के कारनामों में बहुत अधिक फ़रक़ नहीं दिखाई देता. देश को उन्नत करने और विकसित करने की योजनाएँ भी दोनों में एकसी मिलती हैं. बन्दूकों की छाया में विकास योजनाएँ किसी देश को पनपने में मदद नहीं दे सकती. हम यह नहीं कहते कि नागा-ओं से सलतियाँ नहीं हुई, पर कुल मामले को पूरी तरह देखते हुए हमें नागा इलाक़ों में अपने कारनामों पर लज्जा आ रही है.

भारत की जनता और सरकार दोनों महात्मा गाँधी की दुःख देते हैं. दोनों युद्ध और हथियारों के खिलाफ़ दुनिया भर को उपदेश देते हैं, दोनों सच्चाई के साथ दुनिया में अमन, 'क्रायम' रखने की कोशिशों में पूरी पूरी मदद दे रहे हैं. नागा इलाक़े का मामला एक शुद्ध घरेलू मामला है, कोई बाहर का हमला भी नहीं. ज़रूरत इस बात की है कि कम से कम नागा इलाक़े में हम गाँधी जी के उन असूलों पर अमल करके दिखा दें जिन पर हम दुनिया से अमल कराना चाहते हैं. भारत को हिम्मत के साथ पहले अपनी तरफ से वहाँ की सारी फ़ौजी कार्रवाई बन्द कर देनी चाहिये. सब के लिये आम माफ़ियों का ऐलान हो जाना चाहिये. फिर मिल बैठकर बातें होनी चाहियें. हमें इसमें ज़रा भी सन्देह नहीं कि सच्ची क्षमा, इन्सानी हमदर्दी, सच्चे प्रेम और परस्पर समझौते के साथ उस इलाक़े की इस बक्त की सारी समस्याएँ खूबसूरती के साथ हल की जा सकती हैं.

—सुन्दरलाल.

असली علاج

—शरी हरिष चंदाला का कहना है कि नागा क्रीम के लोग और उनके नेता अब भी बात चीत और समझौते से सारा मामला तय करने के लिए तैयार हैं. उन्हें 'स्वाधीन राज्य' की इच्छा नहीं है. अगर और बातें मिल बैठकर तय हो जायें तो वे अब भी भारतीय यूनिन में रहने के लिए तय्यार हैं. पर आज की हालत में पहले उनसे "मुकम्मल आजादी" की बात छोड़ देने के लिये ज़िद करना और उसके बाद बात चीत के लिये राजी होना हमें किसी तरह ठीक नहीं जंचता. इस तरह के मामलों में दुनिया की सरकारों का 'आन' यानी 'प्रेसिडीज' का खयाल दुनिया के लिये बहुत सी मुसीबतें पैदा करता रहा है.

इस सारे मामले में भारत सरकार के ऊपर के कुछ जिम्मेदार लोगों, खासकर श्री जवाहरलाल नेहरू, की नागा लोगों की तरफ शुभेच्छा में किसी को शक नहीं हो सकता. हम समझते हैं कि नागा लोगों में भी बहुत कम होंगे जिन्हें पंडित जवाहरलाल जैसों की नियत पर शक हो. लेकिन इस नेक नियती और शुभेच्छा के बावजूद इसमें भी शक नहीं कि नागा इलाक़े में हमारे कारनामों और दुनिया के कुछ दूसरे इलाक़ों में साम्राज्यवादियों के कारनामों में बहुत अधिक फ़रक़ नहीं दिखाई देता. देश को उन्नत करने और विकसित करने की योजनाएँ भी दोनों में एकसी मिलती हैं. बन्दूकों की छाया में विकास योजनाएँ किसी देश को पनपने में मदद नहीं दे सकती. हम यह नहीं कहते कि नागा-ओं से सलतियाँ नहीं हुई, पर कुल मामले को पूरी तरह देखते हुए हमें नागा इलाक़ों में अपने कारनामों पर लज्जा आ रही है.

भारत की जनता और सरकार दोनों महात्मा गाँधी की दुःख देते हैं. दोनों युद्ध और हथियारों के खिलाफ़ दुनिया भर को उपदेश देते हैं, दोनों सच्चाई के साथ दुनिया में अमन, 'क्रायम' रखने की कोशिशों में पूरी पूरी मदद दे रहे हैं. नागा इलाक़े का मामला एक शुद्ध घरेलू मामला है, कोई बाहर का हमला भी नहीं. ज़रूरत इस बात की है कि कम से कम नागा इलाक़े में हम गाँधी जी के उन असूलों पर अमल करके दिखा दें जिन पर हम दुनिया से अमल कराना चाहते हैं. भारत को हिम्मत के साथ पहले अपनी तरफ से वहाँ की सारी फ़ौजी कार्रवाई बन्द कर देनी चाहिये. सब के लिये आम माफ़ियों का ऐलान हो जाना चाहिये. फिर मिल बैठकर बातें होनी चाहियें. हमें इसमें ज़रा भी सन्देह नहीं कि सच्ची क्षमा, इन्सानी हमदर्दी, सच्चे प्रेम और परस्पर समझौते के साथ उस इलाक़े की इस बक्त की सारी समस्याएँ खूबसूरती के साथ हल की जा सकती हैं.

—सुन्दरलाल.

مُحمّد ساہب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

(مرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
پروفٹ محمد" سے)

مُحمّد ساہب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، یہی 'مومنین' کا یاہی ایمان والا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' کا یاہی ایمان والا ہے۔"

—ابن عمر، تیرمیزی

—ابن عمر، ترمذی

مُحمّد ساہب نے کہا:—"مومنین کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ڈرتے جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ڈرتے جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

—ابو سعید، تیرمیزی

—ابو سعید، ترمذی

مُحمّد ساہب نے کہا:—"مومنین بننا یاہی ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی تھونکی اور ہڈل ہوتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یعنی تھونگ کرنا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی تھونکی اور ہڈل ہوتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ابو داؤد، تیرمیزی

—ابو ہریرہ، ابو داؤد، ترمذی

مُحمّد ساہب نے کہا:—"ایمان کی نیگاہ سے سب سے پکا مومنین وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نگاہ سے سب سے پکا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ابو داؤد، داریمی

—ابو ہریرہ، ابو داؤد، داریمی

مُحمّد ساہب نے کہا:—"سامان مومنین کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"سچ مچ مومن کھول دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصتا ہے۔"

—عائشہ، ابو داؤد

—عائشہ، ابو داؤد

مُحمّد ساہب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومنین کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں

محمد صاحب نے کہا:—"ذہانت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں

کا 'مومنین' کا شبدارتہ 'ایمان والا' ہے۔ مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر 'ایمان' لائے۔ اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر

*مومن کا شبدارتہ 'ایمان والا' ہے۔ مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر 'ایمان' لائے۔ اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر

کے ساتھ اس کا اچھا برتاؤ ہوگا اور سچ مجھے اللہ پر شرم آدمی کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو دوسروں کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے ہیں دشملی رکھتا ہے۔“

—ابودردہ، ترمذی: ابوداؤد۔

—ابو ہریرہ، ترمذی: ابوداؤد۔

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کسی دوسرے کی بُرائی نہیں کرتا، نہ کسی کو گستاخ ہے، نہ کوئی گندہ کام کرتا ہے، اور نہ کسی کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے۔“

—ابن مسعود، ترمذی: ابوداؤد۔

—ابن مسعود، ترمذی: ابوداؤد۔

محمد صاحب نے کہا: —”کسی مومنین کے اندر کبھی یہ دو چیزیں ایک ساتھ نہیں ہوتیں۔ کذب و سب اور بد اخلاقی (اشقتا)۔“

—ابو سعید، ترمذی: ابوداؤد۔

—ابو سعید، ترمذی: ابوداؤد۔

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کی مثال ایک ہرے ہرے پہرے سے دی جاسکتی ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ جس کا سایہ کبھی ختم ہوتا ہے۔“

—ابن عمر، بخاری: مسلم۔

—ابن عمر، بخاری: مسلم۔

محمد صاحب نے کہا: —”ایک مومن کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ پریم کرنے، ایک دوسرے پر دیا کرنے اور ہمدردی کرنے میں ویسی ہی ہے جیسے ایک جسم کی مثال۔ اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم رات بھر جاگ کر اس کا ساتھ دیتا ہے اور سارے جسم کو بخار ہو جاتا ہے۔“

—ابن عمر، بخاری: مسلم۔

—ابن عمر، بخاری: مسلم۔

محمد صاحب نے کہا: —”مومن ناچ کی کھڑی ہوئی بالوں کی طرح ہوتا ہے۔ ہوا اور آندھی اُسے ہار ہار جھکانی دیتی ہے۔ اسی طرح مومن کے اوپر آزمائشیں ہار ہار آتی رہتی ہیں۔ اُس کے خلاف منافی یعنی دھونکی آدمی سرو کے اُس پہرے کی طرح ہوتا ہے جو اُس وقت تک نہیں جھکتا جب تک اُسے گرا نہ دیا جائے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری: ترمذی: کتب بن مالک، مسلم۔

—ابو ہریرہ، بخاری: ترمذی: کتب بن مالک، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا: —”مومن دوستی کا घर ہوتا ہے، اور جو آدمی دوسروں کو دوست نہیں بناتا نہ دوسرے سے دوست بناتے ہیں، وہ آدمی بالکل نکما ہے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری: ترمذی: کتب بن مالک، مسلم۔

—ابو ہریرہ، بخاری: ترمذی: کتب بن مالک، مسلم۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب سے پوچھا گیا:—”آپ اُس آدمی کی بابت کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے لئے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اُس سے پیار کرتے ہیں؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”مومنین کی یہی سب سے پہلی پہچان ہے۔“

—ابو ہریرہ، مسلمان۔

پیرامبر سے پوچھا گیا:—”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”سب سے اچھا آدمی وہ مومنین ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیرامبر سے پھر پوچھا گیا:—”اُس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”وہ آدمی جو کسی پہاڑی گنڈا میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

—ابو سعید، بخاری: مسلمان: ابو داؤد: ترمذی: نسائی: تیرمیزی: نسائی۔

محمّد صاحب نے کہا:—”کسی مومنین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومنین کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ گھرے، اور تین دن نکل جاویں تو اُسے چاہئے کہ اُس دوسرے آدمی سے جانک ملے اور اُسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوگا؛ وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگاڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دوزخ کی آگ میں جائیگا۔“

—ابو ہریرہ، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا:—”کوئی آدمی وہیچار نہیں کرتا جو وہیچار بھی کرے اور مومنین بھی ہو؛ کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومنین بھی ہو؛ کوئی آدمی کوئی نشہ کی چیز نہیں پیتا جو نشہ بھی پئے اور مومنین بھی ہو؛ کوئی آدمی ذائقہ نہیں ڈالتا جسے لوگ ذائقہ ڈالتے دیکھیں اور وہ ذائقہ بھی ڈالتے اور مومنین بھی ہو؛ اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومنین بھی ہو؛ اِس لئے خبردار رہو، خبردار!“

—ابو ہریرہ، بخاری: مسلمان۔

—انوارک: شری مجیب رضوی۔

ہماری رائے

وینوبا جی اور भारत کی राजधानی

وینوبا جی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سُنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نیگاھ سے دِلّی اِیضاً، भारत کی राजधानی نہیں ہو سکتی۔ اِسکا اِک کارِی سَمَاحار پत्रों کے اِनुसार انہوں نے یہ بھی بَٹایا ہے کہ دِلّی میں شَراب کی نَدیاں بَہتی ہیں۔ ہمیں بھی اِن سات برس کے اِندُر دِلّی اِمانے اور رَہنے کا کافی مَیلا مِلا ہے۔ وینوبا جی کی بات میں بَہت کُچھ سَچاई ہے۔ اِصلَحاروں کے اِندُر اُٹکے بھی نیکل چُکے ہیں کہ حال میں دِلّی میں شَراب کی اِکسپت اِکتنی اِधिक بَڑی ہے۔ پَر شَراب کی اِکسپت بھی اِتنی بَڑی بات نہیں ہے۔ ہَم نے پَچھم کی بَہت سی राजधानیوں کو دِکھا ہے۔ ہم نے یہ کَہتے دُکھ ہوتا ہے کہ دِلّی پَچھم کی کُچھ राजधानیوں کی نَکُال نہیں، بَہی نَکُال ہے۔ اِن چَیخوں کی اِکسپت میں جانا کِسی کے لَیوے بھی اِکچر نہیں ہو سکتا۔ ہَم میں سے اِک کی کَمبَوری سب کی کَمبَوری ہے۔ پَر اِسمیں سَندِید نہیں کہ کَلچر یا سنسکرتی کی نیگاھ سے جِیون کا جو اِدرہ اُج کی دِلّی دِیش کے سَمانے رَکھ رہی ہے۔ وہ سَارے دِیش کو اُور اُٹالے کے بَچائے لَیچے گِھسیت رَہا ہے۔ جب ہَم دِلّی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مَطلَب نئی دِلّی سے ہے، پُرانی دِلّی سے نہیں۔ پُرانی دِلّی اب بھی نئی دِلّی سے اِن باتوں میں کَہیں بَہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد भारत کی राजधानی دِلّی رَہے۔ اِنگرِیخوں کے بَنِباپ دُپ سِکِرِٹیرِیٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائس رِیگنل پِلِس اِن سب کو وہ 'وِشودِیالوں' 'کالِجوں' 'سپتالوں' اور کَڑھی خانوں کے لَیوے دینا چاہتے تھے۔ آزاد भारत کی राजधानی وہ شَہر سے دُور گُڑن کے اُتاروں میں چاہتے تھے، جہاں بَجلی بھی ہو، ضرورت کے

وینوبا جی اور भारत کی राजधानی

وینوبا جی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سُنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نیگاھ سے دِلّی اِیضاً، भारत کی राजधानی نہیں ہو سکتی۔ اِسکا اِک کارِی سَمَاحار پत्रों کے اِनुसार انہوں نے یہ بھی بَٹایا ہے کہ دِلّی میں شَراب کی نَدیاں بَہتی ہیں۔ ہمیں بھی اِن سات برس کے اِندُر دِلّی اِمانے اور رَہنے کا کافی مَیلا مِلا ہے۔ وینوبا جی کی بات میں بَہت کُچھ سَچاई ہے۔ اِصلَحاروں کے اِندُر اُٹکے بھی نیکل چُکے ہیں کہ حال میں دِلّی میں شَراب کی اِکسپت اِکتنی اِधिक بَڑی ہے۔ پَر شَراب کی اِکسپت بھی اِتنی بَڑی بات نہیں ہے۔ ہَم نے پَچھم کی بَہت سی राजधानیوں کو دِکھا ہے۔ ہم نے یہ کَہتے دُکھ ہوتا ہے کہ دِلّی پَچھم کی کُچھ राजधानیوں کی نَکُال نہیں، بَہی نَکُال ہے۔ اِن چَیخوں کی اِکسپت میں جانا کِسی کے لَیوے بھی اِکچر نہیں ہو سکتا۔ ہَم میں سے اِک کی کَمبَوری سب کی کَمبَوری ہے۔ پَر اِسمیں سَندِید نہیں کہ کَلچر یا سنسکرتی کی نیگاھ سے جِیون کا جو اِدرہ اُج کی دِلّی دِیش کے سَمانے رَکھ رہی ہے۔ وہ سَارے دِیش کو اُور اُٹالے کے بَچائے لَیچے گِھسیت رَہا ہے۔ جب ہَم دِلّی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مَطلَب نئی دِلّی سے ہے، پُرانی دِلّی سے نہیں۔ پُرانی دِلّی اب بھی نئی دِلّی سے اِن باتوں میں کَہیں بَہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد भारत کی राजधानی دِلّی رَہے۔ اِنگرِیخوں کے بَنِباپ دُپ سِکِرِٹیرِیٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائس رِیگنل پِلِس اِن سب کو وہ 'وِشودِیالوں' 'کالِجوں' 'سپتالوں' اور کَڑھی خانوں کے لَیوے دینا چاہتے تھے۔ آزاد भारत کی राजधानی وہ شَہر سے دُور گُڑن کے اُتاروں میں چاہتے تھے، جہاں بَجلی بھی ہو، ضرورت کے

انوسار ٹیلیفون اور موٹرکاروں میں ہوں، پر جہاں دیش کے شاسک اور قانون بنانے والے ساوا، سارل اور سچوا جیون بیتا سکے، اور جہاں سے نیتیک یانی اسلاکی لہرے سارے دیش میں फैلکر سارے دیش کو اُچا بٹا سکے۔ ونوبا جی کی آواخ میں ہمیں بیلکول گاؤںجی کی آواخ سوناہے دے رھی ہے۔ ہم ونسے پوری तरह سہمت ہئے۔ پر अभी تو دیش اسکے ٹیک بٹلے راستے پر بولکوتا چلا جا رہا ہے۔

شایہ سب کام یک साथ نہیں ہاں سکتے، اور آدمی تدریج سے ہی سیکھتا ہے۔ भारत کی سچھی آتما کے جاگنے میں अभी कुछ और دیر مالم ہوئی ہے۔ پر وہ دن آئےگا اس میں ہمیں کوئی سندیہ نہیں۔ جب وہ دن آئےگا تب ہی भारत سچ سچ لیور اٹھ سکےگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدمی پیش کر سکےگا۔

26-5-56

—سندرلال

شری بی. جی. وری اور دوسری پنچ ورشی یوجنا

آجہاد भारत کی پہلی پنچ ورشی یوجنا ستم ہو چکی، دوسری پنچ ورشی یوجنا کی آجکل سب तरह چرچا ہے۔ مالم ہوتا ہے جہاں تک پدے جیلے لوگوں اور کلاس کر راجکاجی نیتاؤں کا سمبندھ ہے ونسے अधिकतर کے دیمارا کم یا جیواوا وسی तरह चलते हैं जिस तरह इन योजनाओं के तैयार करने वालों के دیمارا۔ ونسے बहुत थوہے ہیں جو کسی دوسری तरह سواچتے ہیں۔ یہ بھی جاحیر ہے کہ جہاں تک گاؤں جی کے بیچاروں کا سمبندھ ہے یہ دونوں یوجناؤں گاندھی جی کے وچاروں اور آدرشوں سے کوئی میل نہیں رکھتیں۔ ان معاملوں میں گاندھی جی کا دماغ اور یوجنا بنانے والوں کے دماغ بالکل ویر طرح چلتے ہیں۔ گاندھی جی کی نگاہ تھی ادھنکر گاؤں کی طرف اور غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور دستکاروں کی طرف۔ یوجنا بنانے والوں کی نگاہ ہے ادھنکر ہڑے ہڑے شہروں، اولیچی اونچی آٹاریوں اور کردیتوں اور ارب پتوں کی طرف۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں گاندھی جی کے وچاروں سے سہمت پڑے لکے لوگ کم ہیں، اور جو ہیں وہی ان کی آواز بہت کم سنائی پڑتی ہے۔ جہاں تک کردوروں عام جنتا کا سمبندھ ہے وہ بھچارے اول تو ان یوجناؤں کو سمجھ نہیں پاتے اور پھر بدی ان یوجناؤں کے دعوی کی اپنی حالت سے تلتا کرتے ہیں تو من ہی من میں حیران اور چپ ہوکر رہ جاتے ہیں۔

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچھی آتما کے جاگنے میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن آئےگا اس میں ہمیں کوئی سندیہ نہیں۔ جب وہ دن آئےگا تب ہی بھارت سچ سچ لیور اٹھ سکےگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدمی پیش کر سکےگا۔

—سندرلال

26.5.56

شری بی. جی. وری اور دوسری پنچ ورشی یوجنا

آزاد بھارت کی پہلی پنچ ورشی یوجنا ختم ہو چکی، دوسری پنچ ورشی یوجنا کی آجکل سب طرف چرچا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جہاں تک پڑے لکے لوگوں اور خاصکر راجکاجی نیتاؤں کا سمبندھ ہے ان میں ادھنکر کے دماغ کم یا زیادہ اسی طرح چلتے ہیں جس طرح ان یوجناؤں کے تیار کرنے والوں کے دماغ۔ ان میں بہت تہیز ہے جو کسی دوسری طرح سوچتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں تک گاندھی جی کے وچاروں کا سمبندھ ہے یہ دونوں یوجناؤں گاندھی جی کے وچاروں اور آدرشوں سے کوئی میل نہیں رکھتیں۔ ان معاملوں میں گاندھی جی کا دماغ اور یوجنا بنانے والوں کے دماغ بالکل ویر طرح چلتے ہیں۔ گاندھی جی کی نگاہ تھی ادھنکر گاؤں کی طرف اور غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور دستکاروں کی طرف۔ یوجنا بنانے والوں کی نگاہ ہے ادھنکر ہڑے ہڑے شہروں، اولیچی اونچی آٹاریوں اور کردیتوں اور ارب پتوں کی طرف۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں گاندھی جی کے وچاروں سے سہمت پڑے لکے لوگ کم ہیں، اور جو ہیں وہی ان کی آواز بہت کم سنائی پڑتی ہے۔ جہاں تک کردوروں عام جنتا کا سمبندھ ہے وہ بھچارے اول تو ان یوجناؤں کو سمجھ نہیں پاتے اور پھر بدی ان یوجناؤں کے دعوی کی اپنی حالت سے تلتا کرتے ہیں تو من ہی من میں حیران اور چپ ہوکر رہ جاتے ہیں۔

پہلی حالت میں اگر کہیں کوئی آواز ہی سچائی کے لئے اٹھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو اس آواز سے، چاہے وہ نفاذ خالی میں طوطی کی آواز ہی کیوں نہ ہو، ہمیں اور ہمارے جیسوں کو آنک سنٹوش ملے ہے۔

حال میں اسی طرح کی آواز دوسری پنچ ورشی بھجنا کے بارے میں شری بی. جی. کھیر کی سنائی دی ہے۔ شری بی. جی. کھیر نے بمبئی میں سماچارپتروں کے پرنٹنگسٹوں سے کہا ہے کہ:—”جہاں تک گلوں کے اندر بھکاری اور بدروزگاری کا سہارا ہے یہ بھجنا بالکل نر اشانک ہے۔“ انہوں نے بتایا کہ:—”بمبئی کی سپرین ڈسٹرکٹ ولیم اینڈ سٹریٹس ایسوسی ایشن (اطراف ضلع گراموویک سہا) نے گلوں کے لوگوں کی بھکاری اور بدروزگاری کو کم کرنے کے لئے دس ’پریشرمالیہ‘ کھولنے کا اور پانچ ہزار امپر چرخے چلوانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس کام میں جتنا سے سہوگ کی پراپرٹیاں کی ہیں۔“

شری بی. جی. کھیر نے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑی میں، جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تریبن لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور اندیشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجمنٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض سے پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اسی دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناگنی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تریبن لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور اندیشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجمنٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر نے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑی میں، جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تریبن لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور اندیشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجمنٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تریبن لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور اندیشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجمنٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض سے پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اسی دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناگنی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. خیر نے یہ بھی بتایا کہ کل بھارت کھادی اور گرام اڈیوگ بورڈ نے سرکار کو ایک پورا کارپہ کرم بنا کر دیا تھا جس کے انوسار جگہ جگہ ہاتھ کا سوت اس طرح کا تیار کرایا جا سکتا ہے کہ جس سے ان پانچ برس کے اندر ہماری بڑھی ہوئی ضرورت کا پورا کھڑا بھی بن سکے اور جو ہمارے سب ہاتھ کرگوں پر اچھی طرح کام دے سکے۔ اسی کارپہ کرم کے انوسار سوا دو کروڑ امیر چرخے جگہ جگہ چلوا دیئے کی ضرورت ہے جن سے پچاس لاکھ من سے اوپر سوت تیار ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کارپہ کرم کو کامیابی کے ساتھ چھایا جا سکتا تو کھول اُس سے ہی چھتیس لاکھ کانٹے والوں کو ساڑھے بارہ لاکھ بلکروں اور اُن کے شاکردوں کو، تیس ہزار بڑھڑوں کو اور لگ بھگ بیس ہزار اور لوگوں کو کام مل سکتا تھا۔ شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ امیر چرخے کے ذریعہ گلوں کے پچاس لاکھ آدمیوں کو آسانی سے کام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کھادی کا کام کرنے والوں اور اُس طرح کی سلسلہوں کو زبردست نراشا ہوئی جب بھارت سرکار نے اِس کارپہ کرم کو نامنظور کر دیا۔ آگے بھی سرکار اسے کبھی پوری طرح مانیگی اِس کی آشا کم ہے۔

ہم شری بی. جی. کھیر کے ان وچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلج ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونٹھی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہی کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جلتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جلتا کا سہندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم شری بی. جی. خیر کے ان بیچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلج ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونٹھی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہی کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جلتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جلتا کا سہندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

کرم یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو بہل آواز سچ مچ نثار خانے میں طوطی کی آواز ہے۔

شرعی ہو۔ جی۔ کبھی جو کچھ کوشش خود کر رہے ہیں اسے ہم دل سے سراہتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت چاہتے ہیں۔

26. 5. 56

—سुन्दरलाल

—سुन्दर لال

26. 5. 56

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمارے प्रदेश उत्तर प्रदेश में बनारस का नाम बदल कर वाराणसी रखा जाना एक दर्जे तक हंसी की और अप्रा-कृतिक यानी खिलाफ कदरत बात है. दुनिया में सब जगह दुनिया के लाखों शब्दों और खास कर नामों को जनता का गला उसी तरह रगड़ रगड़ कर गोल, सरल और सुन्दर बनाता रहता है जिस तरह गंगा का पानी उस पानी में पड़ी हुई पथरियों को. शब्द सब अन्त में रुढ़ि ही होते हैं. योगिक शब्दों के टुकड़े या निकास भी अधिकतर स्वयं रुढ़ि होते हैं.

हमें इस से अधिक हंसी की इस समय एक और घटना याद आ रही है. दो चार बरस पहले की बात है. विल्लो में हमारे घर पर आर्य समाज के मशहूर वेदवेत्ता पंडित विरव बन्धु जी बैठे हुए थे. कुछ और सज्जन भी बैठे थे. तत्सम, सज्जन की बात चल पड़ी. कुछ सज्जन ‘मूल शब्द’ पर जाने की बात करने लगे. पंडित विश्व बन्धु जो कुछ देर से चुप बैठे सुन रहे थे. आखिर वह गम्भीरता के साथ बोले—
“भाई! मूल की तरफ ही जाओगे तो बड़ी कठिनाई पड़ जायगी. वेदों के अनुसार सब भाषाओं का निकास दो आवाजों से है—बन्दर की ‘चि’ और कुत्ते की ‘भौ’. मूल तो यही दो हैं.” हम उनके ये शब्द याद से लिख रहे हैं. पर आशय यही था. उनके इस कहने पर सब हंस पड़े और बात खतम हो गई.

गंगा अपना काम बन्द नहीं कर सकती. पोती फिर से दादी नहीं हो सकती. न सहारनपुर फिर से ‘शाह हारूनपुर’ हो सकता है और न ‘बनारस’ फिर से ‘वाराणसी’. जनता बहुत दिनों बहकाई भी नहीं जा सकती. जनता के जिस गले ने पहले वाराणसी का बनारस बनाया था वह और कुछ समय बाद नए वाराणसी को ‘बन्सी’ या कुछ और बनाकर रहेगा. पर कुछ दिनों की मुसीबत जरूर है.

सबसे अधिक दुख की बात यह है कि इस देश में ऊंचे से ऊंचे स्थानों पर अभी तक इस तरह के लोग मौजूद हैं जो कुछ ऐतिहासिक आगंतियों, साम्प्रदायिक भावनाओं और किसी भी भाषा के पाक या नापाक होने के हानिकर अंध विश्वासों से ऊपर नहीं उठ पाते. रैरियत और नफरत के दैत्यों ने हमारे दिलों पर काफी सिक्का जमा रखा है. प्रेम के

हमारे پردیشی اُتر پردیش میں بنارس کا نام بدل کر وارانسی رکھا جانا ایک درجہ تک ہنسی کی اور اپرائرتک یعنی خلف قدرت ہلت ہے. دنیا میں سب جگہ دنیا کے لاکھوں شہدوں اور خاص کر ناموں کو چلتا کا گلا اُسی طرح رگڑ رگڑ کر گول، سرل اور سندر بناتا رہتا ہے جس طرح گنگا کا پانی اُس پانی میں پڑی ہوئی پتھریں کو. شد سب انت میں روزی ہی ہوتے ہیں. یوگک شہدوں کے ٹکڑے یا نکاس بھی ادھکتر سویم روزی ہوتے ہیں.

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمیں اس سے ادھک ہنسی کی اس سے ایک اور کہنا یاد آ رہی ہے. دو چار برس پہلے کی بات ہے. دلی میں ہمارے گھر پر آریہ سماج کے مشہور وید ویتا پندت وشوبندھو جی بیٹھے ہوئے تھے. کچھ اور سجن بھی بیٹھے تھے. تنم تدیو کی بات چل پڑی. کچھ سجن ‘مول شبد’ پر جانے کی بات کرنے لگے. پندت وشوبندھو جی کچھ دیر سے چپ بیٹھے سن رہے تھے. آخر وہ گمبھیرتا کے ساتھ بولے—“بھائی! مول کی طرف ہی جاؤ گے تو بڑی کٹھنائی پڑ جائیگی. ویدوں کے انوسار سب بھاشاؤں کا نکاس دو آوازوں سے—بندر کی ‘چی’ اور کتے کی ‘بھوں’. مول تو یہی دو ہیں.” ہم اُن کے یہ شد میدان سے لہ رہے ہیں. پر اُٹھتے بھی تھا. اُن کے اس کہنے پر ہم سب ہنس پڑے اور بات ختم ہو گئی.

گنگا اپنا کام بند نہیں کر سکتی. پوتی پھر سے دادی نہیں ہو سکتی. نہ سہارن پور پھر سے ‘شاہ ہارون پور’ ہو سکتا ہے اور نہ ‘بنارس’ پھر سے ‘وارانسی’. چلتا بہت دنوں بھگائی بھی نہیں چاہسکتی. چلتا کے جس کالے نے پہلے وارانسی کا بنارس بنایا تھا وہ اور کچھ سمجھ بعد نئے وارانسی کو ‘بُنسی’ یا کچھ اور بنا کر رہے گا. پر کچھ دنوں کی مصیبت ضرور ہے.

سب سے ادھک دکھ کی بات یہ ہے کہ اس دہائی میں آونچے سے آونچے استھانوں پر ابھی تک اس طرح کے لوگ موجود ہیں جو کچھ آیتھاسک ہرکتوں ‘سامہردایک ہوانوں اور کسی بھی بھاشا کے پاک یا ناپاک ہونے کے ہانہکر اندھ وٹھوسوں سے آوڑ نہیں اُٹھ پاتے. غریبت اور نفرت کے دیتوں نے ہمارے دلوں پر کئی سکھ جما رکھا ہے. پریم کے

دیکھنا کو وہاں پہنچنے کی جگہ دکھائی نہیں دی۔ دنیا کدھر جا رہی ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

دیکھنا کو وہاں پہنچنے کی جگہ دکھائی نہیں دی۔ دنیا کدھر جا رہی ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

26-5-56

—سندھ لال

—سندھ لال

26.5.56

چینی پنچانگ (جنتری)

تین ہزار برس سے چین میں دنوں، مہینوں اور برسوں کے حساب لگانے کا ایک خاص طریقہ چلا آتا تھا۔ سن 1949 میں جب نئی سرکار اس دیہ میں قائم ہوئی تو اس نے اس پرانے پنچانگ کو ختم کر کے نیا یورپیہ یا عیسائی پنچانگ دیہ میں چلا کر دیا۔ نئی سرکار نے یہ بات کہوں سب کی آسانی کے لئے کی ہے، کیونکہ لگ بھگ ساری باقی دنیا میں بھی آج بھی عیسائی پنچانگ چلتا ہے اور دنیا کو ایک کرنے میں اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پرانے چینی پنچانگ میں بہت سے گن بھی تھے۔ اس لئے دیہ کی جنتا میں وہ ابھی تک ایک درجہ تک چلا ہے، خاص کر کسانوں کو اس سے بڑی مدد ملتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان کے پرانے مہینوں سے بھارت کے کسانوں کو ملتی ہے۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دہر کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مناتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو قائم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (سپرنگ فیسٹیول) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

نئی چینی سرکار چار راشنریہ تیوہار مننتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری کے دن، تیسرا پہلی مئی دن، چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چوں راشنریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی رہتی ہے۔

چینی لوگ تاریخی لکھنے کے لئے ہم سے ٹیک اٹھا طریقہ کام میں لائے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

نئی چینی سرکار چار راشنریہ تیوہار مننتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری کے دن، تیسرا پہلی مئی دن، چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چوں راشنریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی رہتی ہے۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دنوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال، یہ سہ ہوتا ہے 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی پوری کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوتا ہے ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لگ بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہوتا لیا گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوگا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھتا ہے اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے نام بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے نام بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک حساب کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگ ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال، یہ سہ ہوتا ہے 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی پوری کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوتا ہے ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لگ بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہوتا لیا گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوگا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھتا ہے اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے نام بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے نام بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک حساب کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگ ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

(1) بساتن شروع، (2) بساتن کی فوہار، (3) کھجور کا جانا، (4) بساتن کے دن رات بربار، (5) ساک اور ریشا، (6) دانے کی بارش، (7) گرمی شروع، (8) دانے کا بننا، (9) بال میں دانا، (10) گرمی کا بڑا دن، (11) ہلکی گرمی، (12) بڑی گرمی، (13) پتھر شروع، (14) گرمی کا ٹوٹنا، (15) سکہد آس، (16) پتھر کے دن رات بربار، (17) ٹنڈی آس، (18) کھجور، (19) جاکا شروع، (20) ہلکی بربار، (21) ماری بربار، (22) سدا کا جوتا، (23) ہلکی سدا، (24) تھو سدا۔

جاہر ہے دیہی ہر کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی تھی اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ وغیرہ وغیرہ۔

اس پرانے چینی پلچانگ میں ایک بہت بڑی کئی یہ بھی کہ عیسائی یا ورمی سلوت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمرات کے گدی پر بیٹھنے کے لیے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگانے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چین میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یوگ کا بھی چلتا تھا، وہ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پرانے چین میں سات دن کے سہ ماہ یا ہفتے کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

لئے چین نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے اور نئے چین کے قلم دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے چین کے کسان پرانے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔

24-6-56

—سندھ لال

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگے تھے ایک دس برس ہو چکے۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دور کی راہروا کی جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے ان کا مطلب وہ بڑی بڑی تھی جو اُن ہارت کے بہت سے حصوں میں ’ہندو‘ مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

(1) وسنت شروع، (2) بسنت کی پھوار، (3) کھجور کا جانا، (4) بسنت کے دن رات برابر، (5) صاف اور روشن، (6) دالے کی بارش، (7) گرمی شروع، (8) دالے کا بننا، (9) بال میں دانہ، (10) گرمی کا بڑا دن، (11) ہلکی گرمی، (12) بڑی گرمی، (13) پتھر شروع، (14) گرمی کا ٹوٹنا، (15) سفید آس، (16) پتھر کے دن رات برابر، (17) ٹھنڈی آس، (18) کھجور، (19) جاکا شروع، (20) ہلکی بربار، (21) ماری بربار، (22) سدا کا چھوٹا دن، (23) ہلکی سدا، (24) تھو سدا۔

ظاہر ہے دیہی ہر کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی تھی اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ وغیرہ وغیرہ۔

اس پرانے چینی پلچانگ میں ایک بہت بڑی کئی یہ بھی کہ عیسائی یا ورمی سلوت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمرات کے گدی پر بیٹھنے کے لیے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگانے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چین میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یوگ کا بھی چلتا تھا، وہ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پرانے چین میں سات دن کے سہ ماہ یا ہفتے کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

لئے چین نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے اور نئے چین کے قلم دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے چین کے کسان پرانے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔

—سندھ لال

24 . 6 .

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگے تھے ایک دس برس ہو چکے۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دور کی راہروا کی جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے ان کا مطلب وہ بڑی بڑی تھی جو اُن ہارت کے بہت سے حصوں میں ’ہندو‘ مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

سمجھتے ہیں، اور جو دیہی کے دوسرے ادھکار حصوں میں بھی آسانی سے سمجھی جاتی ہے۔ ہماری یہ بول چال کی زبان ہماری بدقسمتی سے ساتھ کے مہدان میں پہنچ کر دو شکلوں میں بٹ گئی جس سے دیہی، اس کی ایک اور اس کے بولے کو کافی نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مہانتا گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھاراؤں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا اور ساتھ کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے بھی نہیں۔ بول چال کی ایک ہندی بھاشا کے دو الگ الگ اسمتیک (ادبی) روپ اور دو الگ الگ اسمتیک نام ہمارے دیہی کی ہی ایک آنکھیں آج بھی ہیں جو ہماری تنگ نگاہ اور چھوٹے دلوں کا ثبوت ہیں۔

مہاتما گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھاراؤں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا اور ساتھ کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے بھی نہیں۔ بول چال کی ایک ہندی بھاشا کے دو الگ الگ اسمتیک (ادبی) روپ اور دو الگ الگ اسمتیک نام ہمارے دیہی کی ہی ایک آنکھیں آج بھی ہیں جو ہماری تنگ نگاہ اور چھوٹے دلوں کا ثبوت ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا ناکری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چہرہ دینا چاہتے تھے۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا ناکری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چہرہ دینا چاہتے تھے۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا ناکری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چہرہ دینا چاہتے تھے۔

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چہرے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چہرے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چہرے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چہرے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

نیا ہند، مہانتا گاندھی کی اسی آواز کو سننا سیکھنے کی ایک کوشش ہے۔

نیا ہند، مہانتا گاندھی کی اسی آواز کو سننا سیکھنے کی ایک کوشش ہے۔

ان حالات میں قدرتی توازن کے لئے ہم سے بہت سے کام ہیں۔ ان میں سے بہت سے کام ہندو پرہیز والہ 'نہاند' اس لئے نہیں خریدتے کہ ان کے خیال میں اردو والا ادعا حصہ ان کے لئے نفول جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے اردو پرہیز والہ ہندو حصہ کو اپنے لئے نفول سمجھ کر 'نہاند' کے گاہک نہیں بناتے، جو ہرگز سے پریمی ان حالتوں میں بھی برابر 'نہاند' کے گاہک بنے ہوئے ہیں ہمارا دل ان کے لئے پریم اور کوتاہی سے بھرا ہوا ہے۔ پر ان حالتوں میں 'نہاند' کا گناہ پر چلنا سواہکار تھا۔

مہاتما گاندھی کی زندگی میں ان کے بلوڈاں سے ایک دو مہینہ پہلے ہی یہ سنٹک ہمارے سامنے آچکا تھا۔ کچھ مٹروں کی رائے ہوئی کہ 'نہاند' کو ہندی میں الگ اور اردو میں الگ نکالا جائے۔ ہاشا ایک رہے۔ اس سے گاہکوں کی تعداد بڑھ جائے گی اسی لئے اور ہو سکتا تھا کہ ہمیں گناہ نہ ہوگا پوتا۔ ہم نے اپنے اس سنٹک کو گاندھی جی کے سامنے رکھا اور ان کی رائے چاہی۔ انہوں نے کچھ سوچ کر ہمیں جو جواب دیا وہ یہ تھا:— "جب تک نکال سکو اسی شکل میں نکالو۔"

'نہاند' نے اب تک گاندھی جی کی اس رائے پر عمل کیا ہے اور کر رہا ہے۔

پر سنٹک جیوں کا توازن ہمارے سامنے ہے۔ کھانا کب تک اور کہاں سے پورا جائے؟

ہمارے سامنے اب کئی راستے ہیں : ایک یہ کہ نہاند کو بند کر دیا جائے۔

'نہاند' کی بات کو چھوڑ کر 'مہاتما گاندھی کی ایک عام رائے یہ بھی تھی کہ جو سماچار پتر اپنے گاہکوں کے چاند سے نہیں چل سکتا اسے بند ہو جانا چاہئے۔ گاندھی جی کے اپنے پتر اب تک سب بند ہو چکے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہندی اور اردو کو الگ الگ نکال کر گاہک پڑھانے اور گناہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہاشا ایک ہی رہے پر نکلیں دونوں الگ الگ۔

تیسرا یہ ہے کہ 'نہاند' کا ہر گاہک اور ہر پریمی اس کے ادھک سے ادھک نئے گاہک بنانے کی کوشش کرے اور اس طرح سال چھ مہینے کے اندر آئے اپنے پوروں پر کھڑا کر دیا جائے۔

'نہاند' کے پریمی اگر چاہیں اور جی سے کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ بات اچھی نہ ہو۔

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نہاند کے گاہکوں

مہاتما گاندھی کی زندگی میں ان کے بلوڈاں سے ایک دو مہینہ پہلے ہی یہ سنٹک ہمارے سامنے آچکا تھا۔ کچھ مٹروں کی رائے ہوئی کہ 'نہاند' کو ہندی میں الگ اور اردو میں الگ نکالا جائے۔ ہاشا ایک رہے۔ اس سے گاہکوں کی تعداد بڑھ جائے گی اسی لئے اور ہو سکتا تھا کہ ہمیں گناہ نہ ہوگا پوتا۔ ہم نے اپنے اس سنٹک کو گاندھی جی کے سامنے رکھا اور ان کی رائے چاہی۔ انہوں نے کچھ سوچ کر ہمیں جو جواب دیا وہ یہ تھا:— "جب تک نکال سکو اسی شکل میں نکالو۔"

'نہاند' نے اب تک گاندھی جی کی اس رائے پر عمل کیا ہے اور کر رہا ہے۔

پر سنٹک جیوں کا توازن ہمارے سامنے ہے۔ کھانا کب تک اور کہاں سے پورا جائے؟

ہمارے سامنے اب کئی راستے ہیں : ایک یہ کہ نہاند کو بند کر دیا جائے۔

'نہاند' کی بات کو چھوڑ کر 'مہاتما گاندھی کی ایک عام رائے یہ بھی تھی کہ جو سماچار پتر اپنے گاہکوں کے چاند سے نہیں چل سکتا اسے بند ہو جانا چاہئے۔ گاندھی جی کے اپنے پتر اب تک سب بند ہو چکے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہندی اور اردو کو الگ الگ نکال کر گاہک پڑھانے اور گناہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہاشا ایک ہی رہے پر نکلیں دونوں الگ الگ۔

تیسرا یہ ہے کہ 'نہاند' کا ہر گاہک اور ہر پریمی اس کے ادھک سے ادھک نئے گاہک بنانے کی کوشش کرے اور اس طرح سال چھ مہینے کے اندر آئے اپنے پوروں پر کھڑا کر دیا جائے۔

'نہاند' کے پریمی اگر چاہیں اور جی سے کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ بات اچھی نہ ہو۔

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نہاند کے گاہکوں

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمبھی مانتے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پرمی سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پرمی کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پوزر کربوبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم فیر کھتے ہیں کہ خراسی کوشش سے یہ اسمبلی نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. مڈیگنج، ہلاہا، بادی۔

30-6-56.

—موندللال۔

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمبھی مانتے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پرمی سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پرمی کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پوزر کربوبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ خراسی کوشش سے یہ اسمبلی نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. مڈیگنج، ہلاہا، بادی۔

30. 6. 56.

—سلندر لال۔

ہے بکری ہر کا تماشہ جب کہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہتھ بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل کھلا رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر خایام۔

ہے بکری ہر کا تماشہ جب کہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہتھ بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل کھلا رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر خایام۔

سائنسوں کی کتابیں

ہندو مت اور اسلام

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے
 ہندو مت کے بارے میں ہندوؤں کے مذہب میں جتنی باتیں ہیں ان سے
 ہندو کوئی دوسری کتاب نہیں

ہندو مت اور عیسائی دھرم

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

مہاتما پرچھوڑ اور ایرانی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

میر بابول اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمک مت

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

ہندو مت

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

میلے کا پتا

حضرت محمد اور اسلام

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے
 حضرت محمد کے سہیبتا میں ہندوؤں کے مذہب میں جتنی باتیں ہیں ان سے
 ہندو کوئی دوسری کتاب نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

ہندو مت اور ایرانی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

میر بابول اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمک مت

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

ہندو مت

(پراچین شیل کھانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূল—تین روپے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 میڈیونج، لکھنؤ

ہندی گھر

ہندی گھر

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
کا ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی، اردو،
انگریزی کی اپنی مین مینڈ کتابوں
کے لیے ہمیں لکھیں۔

لیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی
انگریزی کی مین مینڈ کتابوں کے
ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مندر علی سوکھا

سکے 225، کیمت دو روپے

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویکلکس کتاب)

لکھک—کھوسیا جی

سویکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاند، موتا ٹائپ، بھوت—سی رنگین تصویریں

دام دو روپے

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسالیم اکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کیمت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آنے

بنگال اور اوسے سبک

کیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 سڈوگنڈا ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مندر علی سوکھا

سکے 225، کیمت دو روپے

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویکلکس کتاب)

لکھک—کھوسیا جی

سویکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاند، موتا ٹائپ، بھوت—سی رنگین تصویریں

دام دو روپے

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسالیم اکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کیمت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آنے

بنگال اور اوسے سبک

کیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

115 سڈوگنڈا ایلاہاباد

